جدید دور میں دنیا بھر میں اسلام کی اشاعت کیلئے

پیغمبر اسلام ﷺ کا اقوام عالم کے نام

المعروف

طلوع سحر

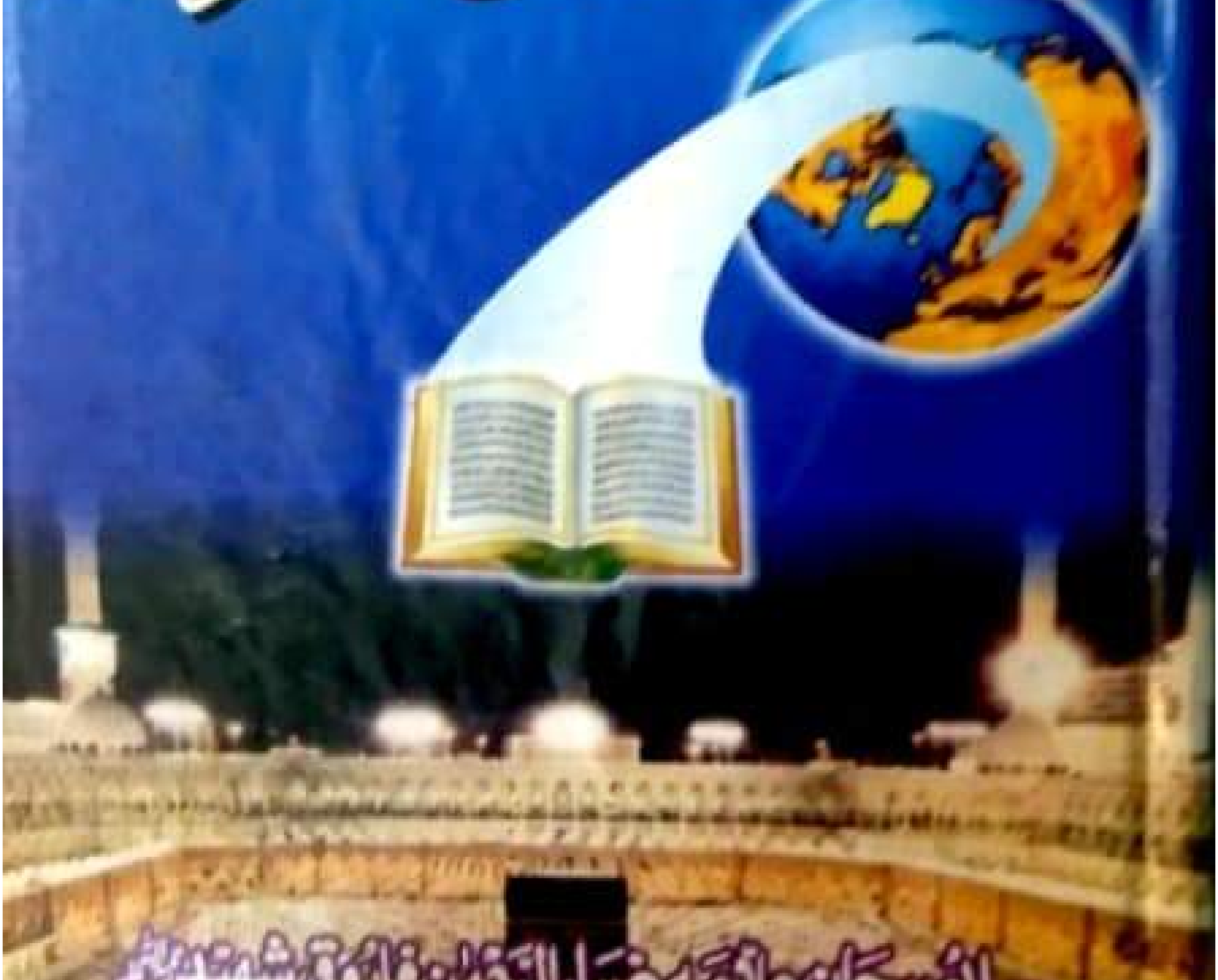

ابوریحان علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید

Scanned with CamScanner

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

جدید دور میں دنیا بھر میں اسلام کی اشاعت کیلئے بنیادی کتاب

پیغام اسلام اقوام عالم کے نام

المعروف

طلوع سحر

ابوریحان علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ

Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام : پیغام اسلام اقوام عالم کے نام

: المعروف

: طلوع سحر

مصنف : علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

اہتمام : فاروقی شہید اکیڈمی پاکستان

ناشر : اشاعت المعارف، ریلوے روڈ،
فیصل آباد پاکستان

ہدیہ : =/200 روپے

تعداد اشاعت اول : 1100

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

شیرازہ عنوان

عنوانات	صفحہ
طلوع سحر نوید جانفزا،	17
پیش لفظ	
کتاب کی ضرورت	
تقدیم	
پیغام اسلام۔ اقوام عالم کے نام	
غیر مسلم بادشاہوں کو دعوت اسلام	19
مقدمہ	20
قیصرو کسریٰ کا ابتدائی دور	21
غلبہ اسلام کا آغاز	21
پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد صنعتی دور کا آغاز	22
روس اور افغانستان جنگ میں مغرب کا کردار	23
کیمونزم کی شکست کے بعد	24
مجاہدین کو دہشت گردی کہنے کی روایت	25
مظلوموں کی اعانت اسلام کا طرہ امتیاز ہے	26
اسلام کو پیغمبر اور خلفائے راشدین کے ترازو میں پرکھا جائے	28
سلامتی کا مذہب تمہارا منتظر ہے	29
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی خطبہ حجۃ الوداع	31
قتل وغارت کے مکمل خاتمہ کا حکم	32
تشدد اور دہشت گردی کی مذمت	33
اسلام کی طرف دعوت	35
خلیفہ اول کا تاریخی اعلان	36
حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا تاریخی کردار	39
حضرت عمر فاروق کی طرف سے رعایا کے حقوق کا اعلان	40
انسانی عظمت کے اعتراف میں حضرت عمرؓ کا تاریخی خطبہ	41
اسلام کو سزاؤں کا مذہب قرار دینے والے اسلام سے واقف نہیں۔	42
مغربی ملکوں میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت	43
ہمیں کیا کرنا چاہیے؟	43
اسلام کو اپنا مدمقابل سمجھنے کی بجائے اس کی اصلاحات سے سبق حاصل کریں	46
اسلام تمہاری راہ دیکھ رہا ہے	47
ظلمت شب کافور ہو چکی ہے	49

پہلا باب

مذہب کی ضرورت اور مالک کی حقیقی پہچان

Scanned with CamScanner

حکیم الاسد امام شاہ ولی اللہ دھلویؒ
کی تصریح 55
کائنات کی حقیقت پر غور و فکر 55
مالک حقیقی کی پہچان انسانی فطرت
کا اصلی تقاضا ہے 56
اسلام کے دعوؤں کی تصدیق 57
خدا کی گواہی کی چند مثالیں 59
اسلام میں دین اور دنیا کا امتزاج ہے 62

دوسرا باب

اسلام اور انسانیت

انسان کی حقیقت کے بارے میں مختلف نظریات

ڈارون کا نظریہ 63
جولیان کا نظریہ 63
مور ۔سس کا نظریہ 64
قدیم یونانی نظریہ 65
قدیم مسیحی نقطۂ نظر 65
مارکس اور اینجلز کے نظریے 66
انسانی تخلیق کا اسلامی نظریہ 69
انسان کا ضعف اور کمزوری 70
اسلام میں انسانوں کی حیثیت 70
اسلام کے نزدیک۔۔انسان ہی تمام
مخلوقات کا سردار ہے۔ 73
آسمان و زمین، شمس و قمر، شجر و حجر،
بحر و بر صرف انسانوں کے لئے ہیں۔ 74
انسانی زندگی کا حقیقی مقصد 76

تیسرا باب

مذاہب عالم میں اسلام کی امتیازی خصوصیات

اسلام کی جامعیت 78
اسلام کا سب سے بڑا شرف
عقیدہ توحید ہے 78
عقیدہ آخرت اور بدلے کا دین 81
اسلام اخوت اور بھائی چارے
کا مذہب ہے 82
اسلام فطری قوانین کا مجموعہ ہے 84
دین اور دنیا کا حسین امتزاج 86
چند قرآنی ارشادات 86
اسلام آفاقی امن اور عالمگیر بھلائی
کا داعی ہے 88
ہر ظلم اور ناانصافی کے خلاف جہاد 94
اسلامی تقویم بھی کسی شخصیت کے
نام سے عبارت نہیں 100
تمام سابقہ انبیاءؑ اور جملہ آسمانی
کتابوں پر ایمان 101

Scanned with CamScanner

تورات	103
زبور	105
انجیل	105
اسلام شخصیات پرستی کی تعلیم نہیں دیتا	106
اسلام وحدت امت کا علمبردار ہے	107
جماعت رسول صحابہ کرامؓ کو بطور معیار اور کسوٹی قرار دے کر مزید مسائل کے حل کی راہ کھول دی گئی۔	113

چوتھا باب

اسلام کا ابتدائی تعارف

اسلام کا لغوی اور حقیقی مفہوم	117
کلمہ طیبہ کے ذریعے داخلہ اسلام	118
اسلام کے بنیادی عقائد	120
عقیدہ توحید	120
انبیاء کرام ہی انسانی ہدایت کا واحد ذریعہ ہیں۔	122
عقیدہ آخرت	123
عقیدہ رسالت	124
انبیاور سول کا مرتبہ و مقام	125
آنحضرتؐ شارح اسلام کی عالمگیر نبوت اور آفاقی حیثیت کا اعلان	126
آنحضرتؐ کی ختم نبوت کا بیان	127
آنحضرت کی سنت پر چلنے کا حکم	127
معراج جسمانی کا بیان	127
عالمگیر نبوت کا ذکر	128
آپ کی امت عالمگیر ہے	128
قرآن کی حقانیت کا عقیدہ	128
قرآن عالمگیر ہدایت کی دستاویز ہے	129
آنحضرت گا ترکہ	129
حضرت عیسیٰ کے نزول کا عقیدہ	129
حضرت امام مہدی کے نزول کا حکم	130
خروج دجال کا حکم	130
جھوٹے نبی کے بارے میں آنحضرت کی پیشین گوئی	130
خلفاء راشدینؓ اہل بیت عظامؓ اور صحابہؓ کے بارے میں اہل اسلام کا عقیدہ	132
اسلام کے بنیادی ارکان	134
پہلا رکن۔۔ کلمہ طیبہ	134
دوسرا رکن۔۔ نماز	135
اسلام میں نماز کی حقیقت اور اہمیت	135
نماز کے مسائل اور ادائیگی نماز کا طریقہ	139
مفسدات نماز کا بیان	141
مکروہات نماز کا بیان	142
سنت اور نفل نمازوں کا بیان	143
قبلہ کی طرف منہ کرنے کا بیان	144

Scanned with CamScanner

فرض نماز پڑھنے کے طریقے کا بیان 144
تیسرا رکن---روزہ 146
روزے کی حقیقت اور فلسفہ 149
فضائل روزہ 150
مسائل روزہ 151
چوتھا رکن---زکوۃ 152
فضائل زکوۃ 153
مقدار زکوۃ مصارف و مقاصد زکوۃ 154
اسلامی حکومت کی ذمہ داری 155
پانچواں رکن---حج 155
فلسفہ حج 156
حج کے فضائل 157

پانچواں باب

اسلام ایک دین رحمت

اسلام کی عمومی رحمت 160
حیوانات بھی اسلام کی دولت رحمت
سے محروم نہیں 161
جانوروں سے حسن سلوک کا حکم 161
جانوروں کو تکلیف نہ دو 163
برداشت سے زیادہ کام لینے
کی ممانعت 163
جانوروں کو بلاوجہ نشانہ بنانے
کی ممانعت 164
ایک درخشاں تصویر 166
رومی قانون 168
قدیم یونان میں 168
یہودی شریعت کی چند دفعات 168
قدیم ایرانی قانون 169

چھٹا باب

اسلام کا اخلاقی اور معاشرتی نظام

اعلیٰ اخلاق کی تعلیم اور اخوت باہمی 172
باہمی محبت کے لازوال نقوش 173
اسلام کی اخلاقی تعلیمات 174
الفت و مودت کی پاسداری 175
انسانیت پروری اور باہمی محبت کے
درخشندہ اصول 177
باہمی صلح کی اہمیت 178
یتیموں، بیواؤں اور عام لوگوں سے
نیکی کی تلقین 178
نیک لوگوں کی نشانی 180
ظلم کی ممانعت 182
عدل وانصاف کی تاکید 183
رشتہ داروں سے اچھے سلوک کا حکم 183
والدین کے حقوق 183
اولاد کے حقوق والدین پر 185
پڑوسیوں اور مہمانوں کے ساتھ

Scanned with CamScanner

حسن سلوک 186

ساتواں باب

اسلام کا روحانی نظام

نبوت کے چار کام 190
صفائی قلب کی تلقین 191
خدائی قرب حاصل کرنے کا طریقہ 192
آئمہ اربعہ اور اولیاء اسلام کا کردار 193
تقویٰ -- روحانیت کی معراج 194
تقویٰ کا مفہوم 195
تقویٰ کے مدارج 196
تخلیق انسانی کا مقصد - عبادت اور
عبادت کا مقصد تقویٰ 196
تقویٰ کے مظاہر اور اس کی تقسیم 197
نماز کا مقصد 197
روزے کا مطلب 198
حج کی حقیقی روح 198
سفر حج کی اہمیت اور تقویٰ کی اہمیت 198
قربانی کی اصلیت 198
اچھا لباس 199
عدل وانصاف 199
متقی کی عظمت 199
تقویٰ کی حد کیا ہے؟ 199
انسانیت کی تکریم اور وقار
تقویٰ میں ہے 200
دونوں جہاں کی کامیابی 200
حضرت ابوذر غفاریؓ کو
حضور کی نصیحت 200
مسجد کی بنیاد تقویٰ پر ہے 200
عفو ودرگذر کی تاکید 201
تقویٰ پر معاونت کی تلقین 201
متقی کی مدد کا خدائی وعدہ 201
دشمن سے حفاظت تقویٰ کی وجہ
سے ہوگی 201
تقویٰ کے ذریعے محاسبہ نفس کا حکم 202
روح کی پاکیزگی کے لئے قرآنی ہدایات 202
صبر کی تلقین 202
توکل 203
شکر 203
دوستی اور دشمنی اللہ کے لئے 204
ایمان کا ثمرہ 204
جاسوسی اور غیبت کی مذمت 204
روحانیت پرور ایمان کی علامتیں 205
اسلامی تعلیمات میں اعلیٰ اور
بھلے لوگوں کی علامات 207
توبہ اور استغفار روحانیت
کی معراج ہے 208
بخل کی ممانعت 212
تکبر اور عجب کی مذمت 213

Scanned with CamScanner

دوسرے انسان کو اپنے سے بہتر سمجھنے کا حکم 213

آٹھواں باب

پہلا حصہ

اسلام کا سیاسی نظام 214
سیاست کا مفہوم 214
اسلام کا مطلوب غلبہ 215
غلبہ اسلام کی جدوجہد ہر مسلمان پر فرض ہے 217
مقصد نبوت کی تکمیل کے لئے صحابہ کرام کی جدوجہد 219
اسلامی قوانین کی اساس اور اسلام کا سیاسی ڈھانچہ 221
اسلامی حکومت کن اصولوں پر قائم ہوتی ہے 222
اسلام کی خدائی حکومت کے اصول اور اسلام کے سیاسی قوانین 223
اصلی اقتدار خدا ہی کا ہے 224
خدائی قوانین پر عمل کی تاکید 225
اسلامی حکومت میں خدا کے رسول کی حیثیت 226
خدا اور اس کے رسول ؐ کے قانون کی بالاتری کا واضح حکم 227
اسلامی حکومت میں خدا کے رسول اور اسلامی حکمران کی حیثیت 228
اسلامی حکومت کے ارکان دولت کے لئے خصوصی ہدایات 229
اسلامی حکومت میں اقتدار کی حیثیت خلافت کی ہے 231
اجتماعی خلافت ونیابت کی ذمہ داری 233
خلافت راشدہ کے بارے میں قرآنی پیشین گوئی 234

آٹھواں باب---دوسرا حصہ

اسلام کا نظام حکومت 237
حکومت کا مفہوم 237
حکومت کی حقیقی تقسیم 239
پہلی اسلامی حکومت کی اساس کیا تھی؟ 240
اسلام کی پہلی حکومت 240
خلافت راشدہ کا سنہرا دور 245
خلافت راشدہ کے دور کی خصوصیات 246
مساوات 247
آزادی اظہار 247
باہمی محبت واخوت 248
عدل 248
خلفاء راشدین ؓ کا غیر مسلموں کے

Scanned with CamScanner

ساتھ حسن سلوک 249
خلفاء راشدینؓ کی حکومتیں اسلامی
طرز جمہوریت کا اعلیٰ نمونہ تھیں
جس کی بنیاد شورائی اصول تھے 249
خلافت راشدہ کے جمہوری اصول 251
آج کے دور میں دینی اور اسلامی
حکومت کس طرح قائم ہو سکتی ہے؟ 251
جدید دور میں مسلمانوں کی حالت 251
انگریزی استبداد نے مسلم حکومتوں
کی بنیاد ختم کردی 255
اسلامی حکومت کیا ہے؟ 257
اسلام کا طرز حکومت شورائی ہے 260
جنگی معرکہ میں بھی مشورہ کا حکم 261
اسلامی حکومت میں باہمی
مشورہ کا بیان 261
اجتماعی رائے کی فوقیت کے بارے
میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اعلان 262
باہمی مشورہ کی قانونی حیثیت 264
آنحضرتؐ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے ہر
اہم کام میں مشورہ فرماتے تھے 264
حضرت عمرؓ کی مشاورت 265
امارت مشورہ کے بغیر قائم
نہیں ہو سکتی 266
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی
واضح تصریح 268
حضرت علیؓ کی صراحت 270
اسلامی حکومت کے فرائض 271
نیکی کرنے کا حکم اور برائیوں سے
اجتناب کی تلقین 271
حکمرانوں کی ذمہ داری 272
رعایا کے پانچ بنیادی حقوق کی
ادائیگی کا حکم 273
اسلامی حکومت میں سربراہ مملکت
کی ترجیحات 274
خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کی تصریحات 275
تنگ دستوں کے ساتھ تعاون
حکومت کی ذمہ داری ہے 276
کفالت عامہ کے لئے خصوصی
محکمہ کی تشکیل 277
رعایا پروری کا نبوی حکم 279
رعایا کے مسائل سے واقفیت حاصل
کرنے کے لئے 279
عمل احتساب کے بارے میں خلفاء
راشدینؓ کی تصریحات 281
خلیفہ یا امیر المؤمنین 281
حکام کے ایام و شہور کی نگرانی کے
لئے الگ محکمہ کا قیام 281
افسران کی تقرری کے لئے شرائط نامہ 282
دور خلافت کے یادگار نقوش 282
گورنر کا کل اثاثہ 283

عمال سے احتساب 284
حضرت علیؓ بحیثیت امیر المومنین
عدالت کے کٹہرے میں 285
اسلام کے فریضہ نہی عن المنکر
کی قانونی اور آئینی حیثیت 286
تجارتی امور کی نگرانی 288
سپہ سالار کی بازپرس 289
افسران کے مالی کوائف کی پڑتال 290
اسلام کے سب سے بڑے جرنیل
کی معزولی 290
گورنروں کا احتساب 291
عمال کی سالانہ حاضری 295
شکایات کے لئے عام حکم 296
حضرت علیؓ کا احتسابی حکم 297
گورنر فارس زیاد کو تنبیہ 297
گورنر منزر بن الجارود کے نام
تہدیدی مراسلہ 298
ارکان حکومت کا حلف اور
ان کا احتساب 298
حکومت کا وقار اور اسلامی قانون
کی بالادستی 302
امراء اور حکام کی تقرری کے اصول 304
حکمرانی کے درخشندہ نمونے 304
خلافت راشدہ میں عہدوں
کی تفصیل 305
عمال سے احتساب 306
اسلامی معاشرہ کے پانچ بنیادی اصول 315
باہمی اخوت اور بھائی چارے کا حکم 315
پہلی اسلامی حکومت کے فرمانرواؤں کے
شب و روز اوصاف کمالات، رہن
سہن،
عادات واطوار، سادگی، فروتنی، خوراک 316
حکمران منتخب ہونے کے بعد خلفاء
کا طرز عمل 317
خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ
کا پہلا خطبہ 317
خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کا پہلا خطبہ 320
خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کا پہلا خطبہ 321
عہدہ خلافت یا عہدہ خدمت 322

نواں باب

اسلام اور عورت

اسلام سے قبل عورت کی حالت 325
قیصرو کسریٰ کے دور میں عورت
کی حالت 326
عرب کے قبائلی نظام میں عورت 327
صنعتی دور میں عورت کی زبوں حالی 330
اسلام میں عورت کی آزاد حیثیت 334
عورت کے حقوق مرد کے برابر ہیں 335
عورت کی چار حیثیتیں 335

Scanned with CamScanner

پردے کا حکم 337
معاشرتی زندگی میں مرد اور عورت
کی برابری 338
جائیداد میں عورت کا حصہ 340
مرد اور عورت میں فرق کے
دو اسلامی مظاہر 342
قانون وراثت میں مرد کی فوقیت
فطرت کے عین مطابق ہے 342
اسلامی قانون وراثت کا اہم اصول 343
قانون شہادت 343
خاندان کی سربراہی 344
ایک سوال 345
عورت کی تذلیل کی ذمہ دار
مغربی تہذیب ہے 347
اسلامی تہذیب کی طرف آنے کی 348
دعوت
نکاح میں عورت نے پیغمبر کا مشورہ
قبول نہ کیا 349
ہر معاملہ میں عورت اور مرد کی
مساوات کا نعرہ خلاف فطرت ہے 350
غیر مردوں سے عورت کے اختلاط پر
مغرب بھی پریشان ہے 352
برطانوی شہزادوں کے معاشقے 352
اسلام ہی عورت کا سب سے
بڑا ہمدرد ہے 353

دسواں باب

اسلام کا ازدواجی قانون

نکاح کا حکم 356
نکاح کی حدود 356
فلسفہ نکاح 356
لڑکی کی پیدائش، تربیت اور عفت
کے بارے میں اسلامی احکامات 360
اولاد کی کفالت کا حکم 360
اولاد کی تربیت کے بارے میں
قرآن کا حکم 361
بیوی کے ساتھ حسن سلوک 361
معاشرتی زندگی میں میاں بیوی برابر ہیں 361
نکاح میں عورتوں کی پسند اور رضا
مندی ضروری ہے 362
میاں بیوی کے اختلاف کی صورت
میں صلح 362
مہر کی ادائیگی 363
عورتوں کو جدائیگی کا حق 363

گیارہواں باب

اسلام کا نظام تعلیم

حصول تعلیم کے لئے واضح
اسلامی ہدایات 369

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا پہلا مدرسہ اور سکول — 371
دیہات کے لوگوں کی تعلیم — 371
عہد فاروقی میں تعلیم کا خصوصی انتظام — 371
گورنروں کو تعلیم کے فروغ کا حکم — 372
دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا حکم — 372

بارہواں باب

اسلام میں مساوات اور عدل اجتماعی — 474
عدل کا عمومی حکم — 375
اسلامی حکومت میں معاشرتی عدل کی تابندہ مثال — 377
اسلام میں عادلانہ ریاست پر مبنی قانون سازی کا حکم — 378
ہر شعبہ میں انصاف کا رواج — 379
دشمنوں کے ساتھ انصاف — 381
معاشرتی زندگی میں عدل — 381
بیوی کا حق — 382
یتیم کا حق — 382
معاملات میں عدل — 383
دو فریقوں میں عدل — 383
عدل اعتقادات میں — 384
عدل عبادات میں — 384
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عدل کا حکم — 385
عدل کا اصولی حکم — 385
حکمرانوں کو عدل کا حکم — 386
رعایا کی طرف سے عدل کی صورت — 387
امیر کی اطاعت — 388
اپنی ذات اور رشتہ داری کے معاملے میں عدل کی تلقین — 388
اپنی ذات اور بیوی کے ساتھ عدل کی تاکید — 389

تیرہواں باب

اسلام کا عدالتی نظام

اسلامی عدل کی تابندہ مثال — 390
موجودہ عدالتی طریق کار — 391
اسلام میں عدل کی حقیقی روح — 393
اسلامی عدالت کے دس بنیادی اصول — 394
اسلام کے عدالتی قوانین کی بنیاد — 396
عدالتوں کی تقسیم — 397
حضرت عمرؓ کے عدالتی اصول — 399
قضاۃ کی تقرری کے لئے امتحان — 400
قاضیوں کو رشوت سے محفوظ رکھنے کے لئے تنخواہوں میں اضافہ — 401
فرمانروائے حکومت بھی عدالت کی

Scanned with CamScanner

حاضری سے مستثنیٰ نہ تھا 401
انصاف کا ایک حیرت انگیز واقعہ 402
آبادی کے لحاظ سے قضاۃ کا تقرر 403
مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے
علیحدہ علیحدہ عدالتوں کا قیام 404
دورِ خلافت کے چند عدالتی فیصلے 406
صاحبزادے پر حد جاری کرنے کا
حیرت انگیز واقعہ 406
حضرت علیؓ بحیثیت امیر المومنین
عدالت کے کٹہرے میں 408

چودھواں باب

اسلام اور عزتِ نفس 410
شرمگاہوں کی حفاظت پر اجر 411
بری نگاہ سے دیکھنے کی مذمت 411
پاکبازی پر حوصلہ افزائی 411
اسلام ہر انسان کی آبرو کا محافظ ہے 412

پندرھواں باب

اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصریح 414
معاشی ضروریات کی اہمیت کا دور 415
انسانی زندگی کی نشو و نما کے بارے
میں پہلا خدائی حکم 416
خدا تعالیٰ نے ہر انسان کے رزق کا
خود ذمہ لیا ہے
کسبِ معیشت کے لئے اسلام کے 417
واضح احکامات
رزق کی تلاش کا خدائی حکم 417
کسبِ معیشت کے اسلامی اصول 418
کسبِ معاش میں رزقِ حلال کے 420
حصول کی تلقین
حرام چیزوں سے اجتناب کا حکم 421
کسبِ معاش بذریعہ تجارت 422
اسلام کے تجارتی اصول 424
خرید و فروخت کی حلت اور 425
سود کی حرمت
گرانی پیدا کرنے والا جہنمی ہے 425
مہنگائی کے لئے ذخیرہ اندوزی 426
کرنیوالے سے خدا بری ہے 426
سودے کے عیب سے آگاہ نہ کرنا
مسلمان کا شیوہ نہیں 426
کاروبار میں دھوکہ حرام ہے 427
مال کی خرید و فروخت میں احتیاط 427
کسبِ حلال کے حصول کی تاکید 428
حرام مال پر پلنے والا جسم جہنم کا
ایندھن ہے 429
سودی کاروبار کرنے والا خدا سے
جنگ کرتا ہے 429
دیانتدار تاجروں کے بارے میں
آنحضرتؐ کے ارشادات 429

خوش خلقی کا حکم 429
ناپ تول میں کمی کی مذمت 430
قسم کھا کر سودا بیچنے کی ممانعت 430
خرید و فروخت میں خوش دلی پر دعا 431
کسب معیشت بذریعہ محنت
و مزدوری 432
اسلام اور محنت کش 433
محنت کشی کی تلقین 435
محنت کشوں کے بارے میں آنحضرت
کی بشارات 435
کسب معاش کے ناجائز ذرائع کی
روک تھام 437
غلط طریقے سے مال کے حصول
کی ممانعت 437
نظام سرمایہ داری پر کاری ضرب 437
خدا کے راستے میں خرچ کا حکم 438
جدید دور کے معاشی نظریات 439
سرمایہ دارانہ نظام معیشت 439
سرمایہ دارانہ نظام کا مختصر تعارف 440
تین اصول 441
کسب معیشت بذریعہ زراعت 441
زکوۃ اور عشر کا قانون 443
زمین کی کاشت اور گھوڑے پالنے کی سکیم 443
زرعی ترقی کے لئے نہروں کی تعمیر 445
عہد معاویہ میں سب سے بڑا ڈیم 446
صرف دو ملکوں کی زراعت سے
نوروز کا منافع 447
عہد عثمانی میں اس کی آمدنی پچاس
کروڑ تک پہنچ گئی 447
زرعی آلات کی فراہمی 449
جنگلات کو ٹھیکہ پر دینا 449
زمین کو کاشت کے لئے مفت
دینے کی مثال 450
سرمایہ دارانہ نظام اور اسلام کے
معاشی قوانین کا تقابلی جائزہ 455
اشتراکیت کا نظام 457
اسلام اور اشتراکیت کے مابین
اتفاقی صورتیں 459
اسلامی حکومت کا اجتماعی معاشی نظام 460
مرکزی بیت المال کا قیام 461
اہم ذرائع آمدن 462
زکوۃ 462
خدا اور رسول کے احکام 462
صدقات 463
خدائی احکام 464
زرعی پیداوار کی زکوۃ کی
مختلف صورتیں 465
خدا اور رسول کا حکم 465
خراج 466
خدائی حکم 466
جزیہ 467

Scanned with CamScanner

قرآن کا حکم 467
خمس 467
خدا اور اس کے رسول کے احکامات 467
خراج 468
عشور 470
کراء الارض 471
اوقاف یا ہبہ شدہ اموال 472
اموال فاضلہ 473
افسران حکومت کے بارے میں
نہایت زریں اصول 474
حکومت کی ذمہ داری کے بارے میں
حضرت ابو بکرؓ کی تصریحات 474
حکومت کی ذمہ داری کے بارے میں
حضرت عمرؓ کی تصریحات 475
زکوٰۃ و عشر اور صدقات
کے مصارف 476

سولھواں باب

اسلام اور معاشرتی امن

انسانی جان و مال کا احترام اور
امن عامہ 479
قتل مسلم پر اعانت 480
انسانی فریضہ 480
امن و سلامتی کی تاکید 482
خودکشی کی ممانعت 482
ڈاکہ زنی، چوری، انار کی کی مذمت 484
مال کی حفاظت 486
ناجائز غصب کی ممانعت 489
معاشرتی حسن اور پروقار زندگی
گزارنے کا حکم 490
ہر قسم کی ایذا رسانی اور
مضرت کی ممانعت 493

سترہواں باب

اسلام کا نظام جہاد

اسلامی جہاد کا حقیقی فلسفہ کیا ہے؟ 495
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور
کا اسلامی جہاد 495
اسلام کا نظام جہاد اعلائے
امن کی نوید ہے 496
اسلام میں جہاد کا پہلا حکم 497
جہاد کا بنیادی اصول 499
عہد حاضر کے اسلامی جہاد کا
طریقہ کیا ہو گا؟ 502
اسلام کی پہلی حکومتوں کے
جنگی قوانین 505
مدینہ کے ایک اسلامی لشکر سے
خلیفہ اول کا خطاب 505
فوجی چھاؤنیوں کا قیام 508
سالانہ فوجی بھرتی 508

Scanned with CamScanner

جیوں کی تنخواہوں میں اضافہ 509
جی تربیت 509
رچہ نویسی 509
عاہدوں کی پاسداری 510
ضرت عمرؓ کی آخری وصیت 510
ضرت معاویہؓ کا ایک واقعہ 511

اٹھارہواں باب

اسلام اور جدید ترقی

یورپین اقوام اسلام کے دروازے پر 513
اسلام اور سائنس 513
اسلام سے جدید علوم کے حصول کا اعتراف 515
اسلام سائنسی علوم کا محور ہے 515
جدید دور کی تمام ایجادات کا محور اسلام ہے 517
جدید سائنسی اکتشافات اور اسلام کی حقانیت 519
خدائی نشانیوں سے جدید سائنس کا انکشاف 519
دور فاروقی کا اہم واقعہ 520
قبر کے واقعات سے تصدیق 520
واقعہ معراج سے جدید سائنس کی تصدیق 521
چار شادیوں کی اجازت جدید دور کی ضروریات کی تکمیل کا نام ہے 521

انیسواں باب

اسلام میں غلاموں کے حقوق

غلام کی آزادی پر اجر و ثواب 525
غلاموں کو مارنے کی ممانعت 525
لونڈی، غلاموں کی شادی کا حکم 526

بیسواں باب

اسلام اور غیر مسلم اقوام

غیر مسلم رعایا کے حقوق 528
بیت المقدس کے عیسائیوں کے حقوق کا اعلان 530
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں اہل حیرہ کے عیسائیوں سے معاہدہ 532
خلافت راشدہ کے دور میں غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت 532
غیر مسلم کے قتل پر قتل کی سزا 533
حضرت عمرؓ کے دور میں غیر مسلموں کی رائے کا احترام 533
غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے اہم واقعات 534
خلافت راشدہ کے دور میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی نگہداشت کی مزید تصریحات 534

Scanned with CamScanner

حرف آغاز

یہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی لازوال کتاب ہے۔ جس کا آغاز سنٹرل جیل فیصل آباد سے تحریک ختم نبوت کے دوران پہلی اسیری کے موقع پر ہوا اور اختتام شہادت سے چند ماہ قبل آخری گرفتاری میں کوٹ لکھپت جیل لاہور میں ہوا۔ ابتداء میں اس کتاب کا نام "طلوع سحر" رکھا گیا۔ نام کی مناسبت سے اس کا موضوع "اسلام ایک دین فطرت ٹھہرا" اس شاہکار کتاب کی تکمیل کا دورانیہ کئی سالوں پر محیط ہے۔ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی امریکہ، جاپان، آسٹریلیا، کینیڈا، ھانگ کانگ اور دیگر ممالک کے تبلیغی دوروں کے دوران بڑے بڑے پادریوں اور غیر مسلم سکالروں کے ساتھ مناظرانہ گفتگو ہوئی تو اس وقت انہوں نے محسوس کیا کہ ان لوگوں کے سامنے اسلام کی حقیقی تصویر صحیح انداز میں پیش ہی نہیں کی گئی بلکہ دنیا بھر کی غیر مسلم اکثریت کے ذہنوں میں اسلام کا جو تصور موجود ہے۔ اسلامی حقائق کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ علامہ فاروقی شہیدؒ نے دنیا بھر کے غیر مسلموں کو اسلام کا حقیقی پیغام پیش کرنے کے لئے اس کتاب کا نام "پیغام اسلام اقوام عالم کے نام" رکھا۔

اس کتاب کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ علامہ فاروقیؒ کی شہادت سے چند ماہ قبل جرمنی کے ایک ادارے کی طرف سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو چیلنج دیا گیا کہ اگر مسلمان اسلام کو سچا مذہب سمجھتے ہیں تو ہمارے دس سوالوں کا جواب دیں۔ ان دس سوالوں اور چیلنج کی تشہیر ایک سال سے دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کے ذریعے کی جاتی رہی تھی اور جواب کے لئے 27 مارچ 1997ء کی تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ اس وقت علامہ فاروقی شہیدؒ نے کوٹ لکھپت جیل لاہور سے اس ادارے کے سربراہ کے نام ایک خط لکھا جسے روزنامہ "اوصاف" راولپنڈی نے اپنے ایڈیشن میں شائع کیا تھا۔ علامہ فاروقی شہیدؒ نے کہا تھا کہ ان دس سوالوں کا جواب میری نئی کتاب "پیغام اسلام اقوام عالم کے نام" میں موجود ہے۔ لیکن پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ ان سوالوں کا جواب مقررہ تاریخ کو میں خود جرمنی آکر دوں اور جواب بھی آپ کی زبان جرمنی میں دوں۔ اس کے لئے آپ فوری طور پر مجھے جرمنی زبان سیکھنے کے لئے لٹریچر روانہ کریں۔

علامہ فاروقی شہیدؒ کے خط کے جواب میں جرمنی زبان کا لٹریچر آپ کو جیل میں موصول ہو گیا اور آپ نے جرمنی زبان سیکھنا شروع کر دی لیکن 18 جنوری 1997ء کو سیشن کورٹ لاہور میں پیشی کے دوران بم دھماکہ کے ذریعے آپ کو شہید کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۝

علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کی شہادت کے بعد پہلی مرتبہ یہ کتاب اردو زبان میں شائع ہو رہی ہے۔ ان شاء اللہ دنیا بھر کی تمام زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہونگے۔ اور ان شاء اللہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ کہ "یہ کتاب لاکھوں غیر مسلموں کی ہدایت کا سبب بنے گی" ضرور پورے ہونگے۔

عثمان فاروق ضیاء   ناظم فاروقی شہید اکیڈمی، سمندری، پاکستان

Scanned with CamScanner

طلوع سحر ----- نوید جانفزا۔

جدید دور میں مادیات کے بھنور میں ڈوبنے والے انسانوں ○ سسکتی ہوئی قوموں ○ ظلم و استبداد کی چکی میں پسنے والی بستیوں ○ مغرب و یورپ اور اشتراکیت و الحاد کے سامراجی پنجوں میں جکڑی ہوئی انسانیت کے لئے عافیت ○ امن ○ سکون ○ راحت ○ طمانیت کا پیغام ○ نسیم جانفزا کی نوید سے بھرپور ○ سحر کا شاندار طلوع ○
جو جدید مشینی دور کی ظلمت شب کی تاریکیوں میں انسانی اقدار کا اور مذہبی اطوار کا سویرا روشنی کر رہی ہے۔

○

فلاح عالم اور انسانیت کے تمام مسائل کا واحد حل اسلام ہے۔

○

آیئے اس روشنی سے صحن چمن کو منور کریں ○ مملکتوں کے بام و در سجائیں ○ سلطنتوں میں پیش آمدہ مسائل حل کریں ○ سپیدہ سحر کا غازہ نمودار کریں ○ انسانوں کی بستیاں عافیت و سکون کے خلعت سے آراستہ کریں۔

Scanned with CamScanner

غیر مسلموں کو دعوت اسلام

تقدیم

امریکی صدر	________	بل کلنٹن
جاپانی شہنشاہ	________	شہنشاہ ہیٹو
برطانوی وزیر اعظم	________	ٹونی بلئر
فرانسیسی صدر	________	متراں
روسی صدر	________	بوروف یلسن
چینی وزیر اعظم	________	ژانگ پانگ

اور

دنیا بھر کے غیر مسلم مغربی سکالروں، اشتراکی دانشوروں، یہودیت کے پیشواؤں عیسائیت کے مقتداؤں، ہندومت، بدھ مت، کے آقاؤں کے نام دعوت اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والسلام علی من اتبع الھدی

۱۴ صدیاں قبل چمنستان دھر میں آفتاب نبوت طلوع ہوا۔ محمدی سورج کی کرنوں سے دنیائے عالم کا ہر خطہ روشن ہوا تو اس وقت بھی افق عالم پر دو سپر طاقتیں نواپرداز تھیں، رومن ایمپائر نے مسیحیت کا پیرہن اوڑھ رکھا تھا۔ جبکہ ایرانی سلطنت مجوسیت و شرک کا محور و مرکز تھی، ظلم و جور اور انانیت و استکبار، کے مہیب سائے انسانوں کے ہر طبقے کا سینہ چھلنی کر چکے تھے۔ بادشاہوں کی خواہش قانون تھی، حکمرانوں کی ذاتی رائے ہی دستور المملکت کے درجہ پر فائز تھی۔ دونوں حکومتوں کے علی الرغم جب خطہ عرب سے اسلام کی بہار آفرین صدا بلند ہوئی تو قیصرو کسریٰ نے اس آواز پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کرنے کی بجائے اسے رقابت و حسد کی نگاہوں سے دیکھا، فطری مذہب کے اصولوں کو انسانیت کے قریب تر ہونے کے باوجود دقیانوسی فکر کے طعنے سہنے پڑے۔ اپنی اپنی مملکتوں کی سلامتی اور اپنے اپنے قوانین کے استحکام کے لئے دونوں طاقتوں نے اسلام کو طاقت کے ذریعے ختم کرنے اور محمدی دین کو مختلف طریقوں سے مٹانے کی جدوجہد کا آغاز کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء صحابہ کرامؓ کو ورغلانے، قافلوں اور قاصدوں کے وفود کو قتل سے لے کر ہر قسم کی ترغیب و ترہیب سے ہراساں کیا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ ایسا پیغمبر جس کی آمد کی خبر توریت اور انجیل میں آچکی تھی۔ اس کی بعثت پر اس کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جاتا۔ اس کے افکار کی روشنی میں صحن چمن کو منور کیا جاتا۔ اس کے سچے اور ابدی قوانین سے انسانوں کی فلاح اور کامیابی کا راستہ نکالا جاتا۔

Scanned with CamScanner

لیکن قیصر و کسریٰ کی حکومتوں نے اسلام کو اولاً تو بدوؤں اور غیر مہذب لوگوں کا دین قرار دے کر مسترد کر ڈالا تھا۔ پھر اس کی بڑھتی ہوئی روشنی کو مٹانے کے لئے لشکروں کو کار زار میں اتار اگیا۔

قیصر و کسریٰ کے ابتدائی دور:۔

ایسے وقت میں جب دنیا کی مذکورہ دونوں قوتوں نے شدید باہمی اختلاف کے باوجود الکفر ملتہ واحدہ کے مطابق متحد ہو کر اسلام کا مقابلہ کرنے کا اعلان کیا تو انہی دنوں خدا کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآنی وحی نازل کی گئی۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله (پ۲۶ سورۃ فتح)

"خدا وہ ذات ہے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کے ساتھ بھیجا تاکہ تمام دینوں پر اس کا دین غالب آجائے۔"

غلبہ اسلام کا آغاز :۔

اس خدائی حکم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا حقیقی مقصد ہی دنیا بھر کے دینوں پر اسلام کا غلبہ بتایا گیا ہے۔ آپ کی بعثت کا یہ حقیقی مقصد آپ کے خلفاء حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کے دور میں پورا ہوا، اور پوری دنیا نے دیکھا کہ عرب اور اہل عرب کو پسماندہ، دقیانوس، غیر مہذب، بدو، اجڈ، دیہاتی قرار دینے والوں کی ساری شوکت اسی اسلام کے ہاتھوں پامال ہو گئی۔ قیصر و کسریٰ کی دیو ہیکل حکومتوں کا نام و نشان مٹ کر رہ گیا۔

قیصر و کسریٰ کا اسلام سے یہ پہلا تصادم تھا جو ان بادشاہوں کی منفی سوچ کا عکاس تھا۔

انہوں نے اسلام کے سچے اصولوں کو پرکھنے اور سلامتی و امن کے اس عظیم مذہب کو جاننے کی بجائے اس سے جنگ اور لڑائی کا راستہ اختیار کیا۔

تاریخ عالم کی گواہی اس حقیقت پر ثبت ہو چکی ہے کہ انسانوں کے عظیم پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم انقلاب خونی کی بجائے روحانی تھا۔ بڑی بڑی دو تہذیبوں کی شکست اور اسلام کی تمدنی برتری کا سارا عمل صرف بیس سال میں مکمل ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کے دور نبوت میں صرف ۲۵۹ افراد شہید ہوئے جبکہ ۷۵۹ غیر مسلم کام آئے۔

آپ ہی بتائیں کہ اتنا بڑا انقلاب اور اس قدر کم انسانی جانوں کے اتلاف کی کوئی نظیر آج بھی پیش کی جا سکتی ہے۔

ہم تو تاریخ کے چہرے پر ہٹلر کے دور کی پونے نو لاکھ لاشوں مسولینی دور کی چار لاکھ انسانی روحوں کی شکست دیکھ کر حیرت کی گہرائیوں میں گم ہو جاتے ہیں کہ کس طرح ملک گیری کی ہوس اور جہانگیری کے لالچ نے انسانوں کے ہاتھوں کو موت کے پاتال میں گم کر دیا۔

پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد صنعتی دو کا آغاز:۔

جنگ عظیم اول اور دوم کے خاتمے کے بعد دنیا میں جو تبدیلیاں آئیں وہ انسانوں کے لئے حیران کن نہیں تھیں۔ لیکن جنگوں کی اس بھیڑ میں جس طرح انسانوں کے قبرستان آباد کئے گئے۔ لاشوں سے محلات کی بنیادیں استوار کی گئیں، مشینی زندگی نے جس طرح مادی افکار کو جنم دیا۔ انسان کو بھی لوہے یا ربڑ کی مشین کا ایک حصہ سمجھ کر جس طرح چلایا گیا وہ اب ایک ایسا المیہ ہے جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ قدیم یورپ اور مستشرقین عالم نے جس طرح ابتداءً اسلام میں چار شادیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جب دوسری جنگ عظیم میں مردوں کی اکثریت ہلاک ہو گئی اور صرف ان کی عورتیں ہی باقی رہ گئیں تو جرمنی

اور امریکی ملکوں میں یہ احساس بڑھنے لگا کہ یہ جوان بیوہ لڑکیاں بھی معاشرے پر بوجھ ہیں۔ ان کی شادیاں شادی شدہ مردوں سے کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ کئی مغربی سکالروں نے اس واقعہ سے اسلام کی حکمت کو پہچان لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زیادہ شادیوں پر اعتراض کرنے والوں کے سامنے جب مردوں کی طرح عورتوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی نقل کردہ اسلامی تعلیمات آشکار ہوئیں تو وہ جان گئے کہ پیغمبر علیہ السلام کی ایک سے زیادہ بیویوں نے محمدی دین کا خانگی حصہ اور نجی تعلیم امت تک جس ثقاہت سے پہنچائی وہی زیادہ بیویوں کی بنیادی حکمت تھی۔

جب یورپ کی تہذیب نے عورت کی آزادی کے نام پر اسے بھی قدیم ایران و روما کی طرح بے راہ رو بنایا اور اسلام کو اس کی آزادی میں رکاوٹ قرار دیا۔ تو رفتہ رفتہ آزادی نسواں کا سارا فریب بیچاری عورت پر بھی کھلنے لگا جو ایک طرف کارخانوں میں کام کرتی، انسانوں کی جنسی ضروریات کو پورا کرتی، بچوں کی تربیت کا فریضہ سرانجام دیتی۔ اب اس پر یہ عقدہ بھی کھلنا شروع ہوا کہ گھریلو اخراجات کا ذمہ دار عورت کی بجائے مرد کو بنانے میں اسلام کی کیا حکمت تھی۔

عورت کی ناموس کو دربدر بیچنے والے، ہر سوسائٹی میں اسے جنسی تلذذ کا کھلونا سمجھنے والے ہر معاشرے میں عورت کو نفسانی خواہشات کا آلہ تسلیم کرنے والوں اور خود عورت پر اس کی آزادی کے پر فریب انسانی دعوے ایک ایک کرکے اپنی حقیقت کا سراب کھولتے گئے۔

روس افغان جنگ میں مغرب کا کردار:۔

دوسری جنگ عظیم کے ۴۰ سال بعد جب روس نے افغانستان میں شب خون مارا تو اس کے نتیجے میں جہاں بے سہارا افغانوں نے ایمان کی قوت سے اس کا مقابلہ کرکے اس

عظیم طاقت کو چاروں شانے چت کر دیا تو اس کے مقابلے میں ایک قباحت یہ سامنے آئی کہ اس جنگ کے منفی اثرات کے طور پر کلاشنکوف کلچر کو فروغ ملا' بارودی اسلحہ عام ہوا۔

جب تک روس کا مقابلہ جاری رہا تو مغربی قوتیں افغانوں کی پشت تھپتھپاتی رہیں۔ وقتاً فوقتاً انہیں اسلحہ کی امداد دیتی رہیں لیکن روس اپنی تمام قوت کے باوجود افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہوا اور مسلمانوں نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ و کردار اور صحابہ کرامؓ کے جذبہ جہاد کو فروغ دے کر دنیا کی اس عظیم طاقت کو زیر و زبر کر دیا۔ تب مغربی اقوام کو فکر لاحق ہو گئی کہ یہی جذبہ کہیں لوٹ کر ان پر نہ پل پڑے۔

۱۹۸۷ء میں روس کے افغانستان سے نکلنے کی نوید قرار دیئے جانے والے جنیوا مزاکرات کے بعد جب پوری دنیا پر روس کی شکست کی صدا بلند ہوئی اور کچھ ہی عرصہ بعد روس کی یونین سے چھ ریاستوں نے ستر سالہ غلامی کے بعد آزادی حاصل کی تو روسی یونٹی کا سارا کھیل ختم ہوا۔ کیمونزم کو عبرتناک شکست ہوئی' ایک طرف افغانستان سے روس کا انخلاء حال ہی میں ہوا تھا۔ کہ چھ ریاستوں کی بغاوت کے بعد اس ٹوٹ پھوٹ نے کیمونزم کے بت پاش پاش کر دیئے۔

کیمونزم کی شکست کے بعد:-

اس سارے عمل میں اگرچہ مغربی اقوام اور مفکرین اپنے اپنے ملکوں میں خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے تھے اور اسلام کے ہاتھوں دنیا کی عظیم طاقت کا ٹوٹ جانا' ان کی خوشی کا باعث ضرور تھا لیکن اسی وقت امریکہ کے ڈاکٹر ولیم جانسن (عظیم مفکر) نے اس شکست پر یہ تبصرہ کیا تھا۔

"روس کی غیر مہذب افغانستان کے ہاتھوں شکست سے ہمیں خوش ہونے کی بجائے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اب اسلام کا یہ دیو

Scanned with CamScanner

کہیں مسیحی شوکت کو نہ روند ڈالے۔ اس لئے کمیونزم کی شکست کے بعد
ہمارا اصل مقابلہ اسلام سے ہونے والا ہے"

ڈاکٹر ولیم کا یہ تبصرہ اس حقیقی کھٹکے کا احساس تھا۔ جو اسلام کی بلندی فطرت کا عکاس ہے۔

مجھے اس تبصرہ کے بعد یہ پریشانی لاحق ہو گئی تھی کہ اب اسلام کے خلاف مغرب کی ایک اور یلغار نمودار ہونے والی ہے۔ چنانچہ ساری دنیا نے دیکھا کہ اسلام پر عیسائیت و یہودیت کے قدیم اعتراضات کی بجائے چند نئے اعتراضات اور الزامات اٹھائے گئے۔

(۱) فنڈامنڈلزم.........بنیاد پرستی

(۲) ٹیررمٹ.........دہشت گردی

مجاہدین کو دہشت گرد کہنے کی روایت:-

امریکی حکومت جب روس کے مقابلے میں مجاہدین کی امداد کر رہی تھی۔ اس وقت انہیں کوئی انتہاپسند اور دہشت گرد نظر نہیں آیا، لیکن اب کمیونزم کی شکست کے بعد سارا نزلہ بے چارے مسلمانوں پر گر پڑا جو روس کے تسلط سے دیوانہ وار آزادی حاصل کر کے سرخرو ہو چکے تھے۔ پھر یہی مجاہدین کشمیر میں بھارت کے تسلط کے خلاف نبرد آزما ہوئے تو مغربی قومیں یہاں خاموش تماشائی بن گئیں۔ انہی مجاہدوں نے جب بوسنیا میں سربوں کے خلاف جنگ شروع کی تو دو لاکھ بوسنیائی مسلمانوں کی شہادت کے کئی ماہ بعد اقوام متحدہ کی امن فوجوں کو بے چارے بوسنی مسلمانوں پر ترس آیا اور میں سمجھتا ہوں اس موقع پر بوسنیا کی آزادی کے لئے بل کلنٹن کا اقدام تاریخی رہا۔ امریکی صدر نے فرانس میں ڈیلٹا معاہدہ کے ذریعے دونوں ملکوں میں قیام امن کے لئے جو جنگ بندی کرائی اور جنگ کے مکمل

خاتمہ میں جو رول ادا کیا وہ غیر معمولی ہے۔

مظلوموں کی اعانت اسلام کا طرہ امتیاز:۔

ان حالات کی روشنی میں بھی مسلمان قوم اپنے مذہب اور عقیدہ پر سختی سے گامزن ہے جو عیسائیت کی طرح نام کا عیسائی اور یہودیوں کی طرح نام کا یہودی ہونے کی بجائے عملی اسلام پر یقین رکھتی ہے۔ جس مسلمان قوم کو اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کے ہر ظلم کے خاتمہ کے لئے آواز اٹھانے کا سبق ملا ہے۔ جو اس قرآنی آیت کے مطابق کبھی بھی جیتے جی اپنے مسلم بھائیوں پر ظلم برداشت کر ہی نہیں سکتی------

ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال و النساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریہ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من الدنک نصیرا ۝

(سورۃ النساء پ۵)

ترجمہ:۔ "اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں (کے تحفظ) کے لئے قتال نہیں کرتے ہو؟ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب نکال ہمیں اس بستی سے کہ اس کے رہنے والے ظالم ہیں۔ اور ربنا ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حمایتی اور ربنا ہمارے لئے کوئی مددگار"

آپ بتائیں کہ جب دنیا کے کسی گوشے میں کسی مسلمان اقلیت پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہوں، آزادی و حریت کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہوں، امن اور عافیت کے سارے کنول مرجھا چکے ہوں۔ غیرت و حمیت کا منہ چڑایا جا رہا ہو۔ غریب ناتواں محتاج، بے سہارا، بوڑھے، عورتیں اور بچے ظالموں کے شکنجے میں جاں بلب ہوں، مذکورہ

قرآنی حکم کی موجودگی میں مسلمان کس طرح خاموش تماشائی بن سکتا ہے۔

اس قرآنی حکم کے باعث اگر فلسطین کے مجاہدوں نے حریت فکر کی آواز بلند کی، اگر کشمیر میں مسلمانوں نے اپنی بقا کی جنگ کا آغاز کیا، اگر بوسنیا کے مسلمانوں نے ظلم کے مقابلے میں شکست ماننے کی بجائے بے جگری سے مقابلہ کیا، اگر افغانوں نے ۱۵ سال تک آزادی کی شمع کو فروزاں کیا، اگر اراکان برما میں آزادی کا نعرہ بلند ہوتا ہے، اگر البانیا کا مسلمان کمیونسٹوں سے نبرد آزما ہے ---- اپنے حقوق کے لئے -- اپنی آزادی کے لئے، اپنی فکر و رائے اور مذہب و عقیدہ کے تحفظ کے لئے اگر وہ جرات سے ڈٹ جاتا ہے۔ استقامت سے بہادری کی مثالیں رقم کرتا ہے۔

تو ---- آپ کا پورا میڈیا، آپ کی پوری مشینری، آپ کے تمام ذرائع ابلاغ، تمام الیکٹرانکس سیارے ---- کہیں اس کو بنیاد پرست قرار دے کر بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ کہیں اسے دہشت گرد قرار دیکر اپنی معصوم نسل کو اسلام سے برگشتہ کرتے ہیں ----- آپ کس انصاف کو فروغ دے رہے ہیں ---- حریت فکر کی تحریکوں، عقیدہ اور نظریہ کے لئے قربانی دینے والوں کو کس دلیل سے لڑاکے، قاتل اور بے رحم قرار دے رہے ہیں۔

ظلم کے خلاف آواز اٹھانا اسلام اور اہل اسلام کی فطرت میں داخل ہے۔ امن اور سلامتی کا پیغام اسلام کی تعلیم ہے۔ مظلوموں، ضعیفوں، عورتوں اور بچوں کی عزت و ناموس کا تحفظ ہمارا شعار ہے۔ آج اگر چیچنیا کے مسلمان ہتھیار ڈال دیں اور روسی استبداد کے ہاتھوں میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں تو آپ کیا کہیں گے؟ اگر کشمیری مظلوموں کو بھارتی درندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر مجاہدین واپس آ جائیں تو اس پر آپ کے کیا ریمارکس ہوں گے؟

آپ اس پر جو بھی نکتہ آفرینی کریں لیکن ایک سچا مسلمان اپنے اسلام کی ابدی

Scanned with CamScanner

صداقتوں کا ترجمان بن کر جان دیکر بھی قوم، وطن، مذہب، عقیدہ، فکر اور مشن کو زندہ رکھے گا۔

میں آج وضاحت کے ساتھ آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ مغربی اقوام نے بے شک مسلم قوموں کے بارے میں اب بنیاد پرست کی بجائے انتہا پرست کی اصطلاح ایجاد کی ہے جبکہ ہر سچا مسلمان بنیاد پرست ہے۔ کوئی سچا مسلمان انتہا پسند ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اسکے مذہب کی واضح تصریح ہے۔

"لاتغلوفی دینکم" القرآن (پ ٦ سورۃ نساء)

ترجمہ:۔ "اپنے دین میں انتہا پسندی نہ کرو"

اسلام کو اس کے پیغمبر اور خلفائے راشدین کے ترازو پر پرکھا جائے:۔

مجھے اس بات کا احساس ہے کہ مغربی اور اشتراکی مفکرین کو اسلام کی حقیقی تصویر نہیں پہنچائی گئی۔ انہوں نے اسلام کو سمجھنے کی نہ کبھی پہلے کوشش کی نہ اس کی ضرورت کا انہیں احساس ہوا، بلکہ اسلام کے تعارف کے لئے انہوں نے اپنے ہی قدیم مورخوں کی نامکمل تاریخوں اور رطب ویابس کے مجموعوں سے استفادہ کیا ہے۔۔۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔۔۔ کئی حکمرانوں نے اسلام کو آج کے دور کے مسلم حکمرانوں کے کردار سے پرکھنا چاہا ہے۔۔۔ آپ سے التماس کروں گا کہ اسلام کو قائداعظم محمد علی جناح ایوب خان جنرل ضیاء الحق، محمد خان جونیجو، ذوالفقار بھٹو اور نواز شریف کی شخصیتوں کے پرتو میں نہ دیکھا جائے، انسانوں میں کئی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ ان لوگوں کو مسلمان حکمران تو قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اسلام کا آئیڈیل نہیں بنایا جا سکتا۔ خدارا، اسلام سے دوری صرف اس وجہ سے نہ کی جائے کہ کرنل قذافی سے آپ کو

Scanned with CamScanner

اختلاف ہے، اور اس کی کتاب الاصغر آپ کو پسند نہیں یا وہ خمینی جس نے اسلام کا دعویٰ کر کے ۴۰ ہزار انسانوں کو قتل کرایا ہے۔ یا صدام نے اپنی ہی قوم کے ڈھائی لاکھ انسانوں کو اقتدار کے لئے موت کی نیند سلایا ہے یا حافظ الاسد نے مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کو جلاوطن کر کے اقتدار کا تخت بچایا ہے یا مصر کے جمال ناصر، انڈونیشیا کے عبدالرحیم سوہارتو، سوڈان کے جنرل نمیری کویت کے جابر الصباح اور عرب ممالک کے کئی بادشاہوں اور حکمرانوں کی باتوں سے آپ متفق نہ ہوں تو اسلام ہی سے دوری اختیار کر لیں۔۔۔ آج کے دور کے مسلم حکمرانوں کو دیکھ کر اسلام کی تصویر کشی کرنے کی بجائے اسلام کو اس کے سچے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں دیکھا جائے۔ اور خلفاء راشدین کو معیار بنایا جائے۔ ہاں اس موقع پر کسی حد تک سعودی عرب کے اسلامی قوانین اور افغانستان میں طالبان کی شرعی قوانین کے ذریعے قائم ہونے والی حکومتوں کے مثالی امن اور جرائم میں حیرت انگیز کمی کو اسلامی شریعت کی ہلکی سے تعبیر ضرور قرار دیا جا سکتا ہے۔

سلامتی کا مذہب تمہارا منتظر ہے:۔

میں آج کے ترقی یافتہ دور میں جب زمین نے اپنے تمام خزانے انسانوں کی ترقی کے لئے اگل دیئے ہیں۔ سائنسی تعمیر و ترقی نے جدت طرازی کی بام ثریا کو چھو لیا ہے۔ ربڑ، تیل، سونا اور ہر قسم کے معدنی خزانے انسانوں کی غلامی کے طور پر اس کے تمدن کو بلند کر چکے ہیں۔ خدا کی قدرت کے کرشموں سے سارا جہاں روشن ہوا ہے، انسانی دنیا نے سالوں کا سفر چند گھنٹوں اور منٹوں میں طے کرنا شروع کر دیا، خدا کی عطا کردہ عقل خدا ہی کی ودیعت کردہ نعمتوں میں جولانی کے جوہر دکھا کر اپنی قیادت کا لوہا دوسری مخلوقات سے منوا چکی ہے، چکا چوند ترقی اور انکشافات کی دنیا میں ہر قدم پر قدرت الٰہی کے کرشمے مالک حقیقی

کی راہ دکھلا چکے ہیں۔ خدا کے منکرین کے سامنے بھی خدا کا وجود آشکار ہو چکا ہے۔
مذہب سے دوری کے علمبردار بھی مذہب کی طاقت کا اعتراف کر چکے ہیں مادیت کے
دیوتا روحانیت کے فروغ کی اپیلیں کر رہے ہیں۔
ساری انسانیت ایٹمی تباہی کی روک تھام پر متفق ہو گئی ہے، انسانوں نے جدید ترقی
کے نام پر جو اسلحہ کے انبار لگائے تھے، انسانوں کی ہلاکت کے لئے کھربوں ڈالر خرچ کئے تھے
ایک دوسرے کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے جو کیمیاوی ہتھیار جمع کئے تھے۔ اب اپنے ہی
ہاتھوں انسان ان کو تلف کرنے پر آمادہ ہو چکا ہے۔
انسانیت کے تمام طبقات، عافیت و امن اور سلامتی و سالمیت، کی تلاش میں
سرگرداں ہیں۔ ہر جگہ امن، ہر حال میں امن، ہر قیمت اور ہر صورت میں امن کے
دعویداروں کی بہت بڑی کھیپ میدان میں اتر چکی ہے، یہ کھیپ ہیروشیما اور ناگاساکی میں
بم گرا کر انسانوں کی بستیاں اجاڑ چکی ہے، میزائلوں، ٹینکوں، توپوں اور بموں کے ذریعے
ملکوں کی تسخیر انسانوں پر انسانوں کے غلبے، افراد کی افراد پر زور آزمائی کے سارے جتن کر
کے اب پھر امن کی طرف لوٹ رہی ہے
ایسے وقت میں انسانوں کے ضابطوں کی بجائے ہم آپ کے سامنے انسانوں کے
خالق کا فطری پیغام اور تاریخ ساز نصب العین رکھنا چاہتے ہیں۔ جس کے ذریعے اسلام کا
پیغمبر ﷺ اپنا دستور ۱۴۰۰ سو سال قبل پیش کر چکا ہے۔ اس کے پیغام سے بہتر اس کے
دستور سے بہتر اس کے تاریخی امن چارٹ سے بہتر کوئی دستاویز چشم فلک نے نہیں
دیکھی۔ آج سلامتی فکر اور امن کا علمبردار اسلام تمہاری آمد کا منتظر ہے۔ وہ اپنے خزانہ
عاطرہ سے پوری دنیا کو آشتی کے زیور سے آراستہ کرنا چاہتا ہے۔ اسلامی فکر اور قیام امن
کا اس سے بہتر کوئی پیغام نہیں۔ ملاحظہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی پہلی
اسلامی سلطنت کے قیام کے آخری دنوں میں اپنے خطبہ میں فرمایا تھا۔

Scanned with CamScanner

آنحضرت کا تاریخ ساز خطبہ حجتہ الوداع:-

اے لوگو! میری بات غور سے سنو۔ خدا جانے آئندہ سال مجھے تم سے ملنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ آج کے دن اور اس مہینہ کی تم حرمت کرتے ہو۔ اسی طرح ایک دوسرے کا ناحق خون کرنا اور مال لینا تم پر حرام ہے۔ خوب یاد رکھو کہ تمہیں خدا کے حضور حاضر ہونا پڑے گا۔ اور وہ تمہارے سب کاموں کا پورا جائزہ لے گا۔ اے لوگو! جس طرح تمہارے عورتوں پر حقوق ہیں، اسی طرح تم پر تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں۔ ان کے ساتھ ملاطفت سے پیش آنا۔ یاد رکھو، خدا کی ذمہ داری پر عورتیں تم کو حلال ہوئیں اور اسی کے حکم سے تم نے ان پر تصرف کیا ہے۔ پس ان کے حقوق کی رعائیت میں خدا سے ڈرتے رہنا اور ہاں غلاموں کے معاملہ میں دیکھو جیسا تم کھانا، ویسا ان کو کھلانا، جیسے تم کپڑے پہننا، ویسے انہیں پہنانا، اگر ان سے کوئی خطا ہو جو تم ان کو معاف نہ کر سکتے ہو تو ان کو جدا کر دو۔ کیونکہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں۔ ان کے ساتھ سخت برتاؤ کرنا کیا معنی! او گو! سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ سب مسلمان اخوت کے سلسلے میں داخل ہو گئے۔

تمہارے بھائی کی چیز اس وقت تک تم کو جائز نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دے۔ خبردار! ناانصافی کے پاس نہ پھٹکنا۔ میں نے تم میں ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوط پکڑو گے اور اسی پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز خدا کی کتاب ہے۔ اے لوگو! عمل میں اخلاص، مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور جماعت میں اتفاق یہ تین باتیں سینہ کو صاف رکھتی ہیں۔ حاضرین! تم کو لازم ہے کہ میرا کلام لوگوں کو جو یہاں موجود نہیں ہیں سنا دینا۔ کیا عجب وہ شخص جسے پیغام پہنچایا جائے سننے والے سے زیادہ یاد رکھے۔" خطبہ کے اختتام پر سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! قیامت کے دن تم سے سوال کیا جائے گا کہ میں نے تم سے کیا معاملہ کیا اور تم نے کیونکر زندگی بسر کی۔ تم اس کا کیا جواب دو گے؟"

Scanned with CamScanner

چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ یارسول اللہ! ہم گواہ ہیں۔ آپؐ نے خدا کے سب احکام ہم کو پہنچادیئے۔ کوئی نصیحت اٹھانہیں رکھی اور رسالت کا پوراحق ادا کیا۔ یہ سن کر آپؐ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر جوش میں تین دفعہ فرمایا!

اللھم اشھد۔ اللھم اشھد۔ اللھم اشھد

(اے اللہ! تو گواہ رہ۔ میں نے حق خدمت ادا کردیا)

حق تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور اس کی امت کی تصدیق کی اور اپنی رضامندی کے اظہار میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم	میں نے آج کے دن تمہارے دین کو
واتممت علیکم نعمتی	کامل کردیا تم پر اپنی نعمتیں پوری کر
ورضیت لکم الاسلام دینا	دیں اور تمہارے واسطے دین اسلام پسند کیا۔

(سورۃ مائدہ۔ پارہ ۶)

قتل وغارت کے مکمل خاتمے کا حکم:۔

اسلام کے اسی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی جانوں کی سلامتی قتل وغارت کے خاتمے اور قیام امن کی عالمی دعوت دیتے ہوئے خدائی حکم بتایا تھا۔

ومن قتلھا قتل الناس جمیعا ومن احیاءھا فکانما احیا الناس جمیعا (سورۃ مائدہ پارہ ۶)

"جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے گویا پوری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک آدمی کو زندہ رکھا اس نے گویا پوری دنیا کو زندہ رکھا۔"

Scanned with CamScanner

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا!

"قتل المومن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا"

"ایک مومن کا قتل پوری دنیا کے تہہ و بالا ہونے سے بڑھ کر ہے۔"

ایسے درخشندہ اصول رکھنے والا مذہب کس طرح زور و جبر اور دہشت گردی کی اجازت دے سکتا ہے۔ اس کے ماننے والے کیونکر قتل و غارت کو جائز قرار دے سکتے ہیں۔ اسلام کے فطری مذہب میں قیام امن اور تشدد کی وارداتوں کو روکنے کی سخت تلقین کی گئی ہے۔ یہ مذہب باہمی اخوت اور بھائی چارے کو قانونی حیثیت دیتا ہے۔ اس سے بہتر "امن" کا غازہ کسی نظریہ میں نمودار نہیں ہوا۔

قتل و غارت اور تشدد کو روکنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کس قدر معنویت کا حامل ہے۔

"جہاں ظلم و جور سے کسی انسان کو قتل کیا جا رہا ہو، تم میں سے وہاں کوئی کھڑا ہو کر منہ تکتا نہ رہ جائے بلکہ مدافعت کرے، اس لئے کہ موجود ہونے کے باوجود اس کی طرف سے جو مدافعت نہیں کرتا وہ قابل لعنت ہے، اس پر لعنت برستی رہتی ہے۔ اس طرح جہاں ایک شخص ظلماً زدوکوب کیا جا رہا ہو۔ وہاں بھی تم میں سے کوئی خاموش کھڑا نہ رہ جائے۔ از کتاب جمع الفوائد ج ص ۲۷

تشدد اور دہشت گردی کی مذمت :-

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں "انسان" کا لفظ استعمال فرمایا۔ صرف مسلمان کی حفاظت کی بات نہیں کی بلکہ کسی مذہب کا حامل انسان بھی ہو وہ بھی مسلمان کی ہمدردی اور اس پر ہونے والے ظلم کے خاتمے میں مدد کا مستحق ہے۔

انسانیت کے سب سے بڑے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل حکم خصوصی توجہ کا
مستحق ہے۔

"آگ ستر حصوں میں بانٹ دی گئی ہے۔ اس میں انہتر حصے اس
کے لئے ہو گی جو قتل کا حکم دیتا ہے اور ایک حصہ اس قاتل کے لئے جو
دوسروں کے کہنے پر کسی کو قتل کرتا ہے۔"

(مسند احمد جمع الفوائد ص ۲۷۷ / ج۱)

اسلام کے شارع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انسانون کی
زندگی بخش احکام صرف احکام کی حد تک ہی موجود نہیں رہے بلکہ اس اعلی نصب العین کو
پہلی اسلامی ریاست میں آپ کے سچے خلفاء نے زمین کے بہت بڑے خطے پر نافذ کر کے دنیا
بھرسے خراج تحسین وصول کیا۔

میں آج آپ سے اس اہم مجموعہ کی تصنیف کے موقع پر یہ ضرور کہوں گا کہ عصر
حاضر کے مشینی دور اور مادی ترقی میں اسلام کی طرف لوٹنا انسانیت کو اعلی روایت سے ہم
آغوش کر سکتا ہے۔ آپ کا محمدی شریعت پہ عمل پیرا ہونا جہاں آپ اور آپ کے تمام
ممالک کے لئے خزانہ عامرہ ہو گا۔ وہاں انسانون کی کروڑوں کی آبادی کو بھی اس کے فطری
نظام سے طمانیت اور قرار قلب کی دولت مہیا ہو گی۔ ۲۳ سال میں آنحضرت ﷺ کی
لوح قلب پر خدائی کتاب قرآن کی صورت میں نازل ہوئی۔ اس قرآن کے اصولوں کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس لاکھ سے زائد احادیث اور فرامین کے ایک اعلی منشور
اور قانون کی صورت میں دنیا میں پیش کیا گیا۔

پھر یہ دستور عملی طور پر ۵۰ سال تک خطہ عرب پر نافذ کیا گیا، قدیم دور کے تمام
تقاضوں اور انسانی فلاح و بہبود کے تمام زاویوں پہ اس قانون کو پرکھا گیا، زمانون کے

Scanned with CamScanner

نشیب و فراز اور دھور وز من کے مد وجذر بھی اس خدائی دستاویز میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کر سکے، کیونکہ اسی کتاب کے مطابق خدا ہی نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔

اسلام کی طرف دعوت:۔

میں اگر آج کے دور کے مسلم حکمرانوں اور زعماء اور سکالروں کو آئیڈیل بنا کر آپ کو اسلام کے آستانے پر سر جھکانے کی درخواست پیش کروں تو آپ کو ضرور تامل ہو گا۔

بلکہ میں اس موقع پر کہوں گا کہ ہماری پے در پے غلطیوں، ہماری کوتاہیوں مسلمانون کی سیاسی لغزشوں، دنیا کی ہوس کے واقعات بیشتر مسلمانوں کے غلط کردار، کئی مسلم بادشاہوں کی رنگین زندگیوں کو دیکھنے کی بجائے آپ ہمارے پیغبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام و شہور کا مطالعہ کریں آپ کی سیرۃ سے اپنے مشام جان کو معطر کریں۔ میں نے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر "رہبرو رہنما" کے نام سے ایک الگ کتاب بھی آپ کے سامنے رکھی ہے۔

اگر آپ کہیں کہ یہ تو پیغبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ ہم کس طرح ان کے نقوش پا سے اپنے آپ کو سنوار سکتے ہیں۔ تو میرے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کا اجلا کردار اور روشن و تابناک اسوہ حسنہ بھی آپ کی زندگی کو روشن کرنے کے لئے موجود ہے۔

میں کیوں نہ اس کردار کو آئیڈیل کے طور پر آپ کے سامنے رکھوں جس کی مثال انسانوں کی معلوم تاریخ میں کسی کے حصے میں نہیں آئی،

یہ کردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسند پر براجمان ہونے والے پہلے اسلامی حکمران کا ہے۔

Scanned with CamScanner

خلیفہ اول کا تاریخی اعلان:-

حضرت ابو بکر صدیق نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد پہلے خطبہ میں فرمایا؟

"اے لوگو! مجھے تم پر خلیفہ بنایا گیا ہے لیکن میں تم سے بہتر آدمی نہیں ہوں، میری تمنا تھی یہ ذمہ داری کسی اور کے سپرد کی جاتی لیکن اب جبکہ آپ لوگوں نے مجھے منتخب کرلیا ہے تو اگر میں ٹھیک ٹھیک چلوں تو میری اطاعت کرنا، اگر غلط راستہ پر چلوں تو سیدھا کر دینا، سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت... تم میں جو کمزور ہے وہی میرے لئے طاقت ور ہے تا آنکہ اس کو اس کا حق دلا سکوں، دانائی اللہ کا خوف ہے اور سب سے بڑی بے وقوفی فسق و فجور ہے۔ اے لوگو! میں پہلی راہ پر چلنے والا ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں۔" (ابن ہشام، ص ۱۰۳، ج ۳)

آپ ﷺ نے پہلے خطبہ میں یہ بھی فرمایا:

"یاد رکھو! جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے خدا اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس کو عام مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اگر میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو، اگر اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ (از تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی)

پہلے خطبے میں آپؓ نے چند اہم باتوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ پہلی بات آپؓ نے یہ
1 فرمائی کہ "میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں" یعنی خود حاکم نہیں بنا بلکہ اس کے لئے مجھے چنا گیا ہے۔ اسلامی سربراہ انتخاب سے آتا ہے، تسلط اور طاقت سے نہیں۔ اسلام کا مزاج حکومت یہ

ہے کہ جو کسی عہدے کا طالب ہو اسے یہ ذمہ داری نہ دی جائے، ہاں کسی کے دل میں اس کی خواہش ہو تو اس پر قانون اور اخلاق کی کوئی قدغن نہیں۔

دوسری بات جو آپؓ نے اس خطبے میں فرمائی وہ یہ تھی کہ "میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں" یہ بات سب کو معلوم ہے کہ آپؓ سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں اس طرح ساتھ رہے جس طرح سایہ اصل کے ساتھ رہتا ہے۔ حضور ﷺ کی بیماری کے دنوں میں آپؓ کا نماز پڑھانا۔ آپؓ کی علمی شان کی روشن دلیل ہے۔ قرآن پاک میں آپؓ کو "ثانی اثنین" کہا گیا۔ ان سب باتوں کے باوجود آپؓ کا یہ کہنا کہ "میں تم سے بہتر نہیں ہوں" یہ آپؓ کی انکساری اور عاجزی کی دلیل ہے۔ دوسری طرف آپؓ نے ذاتی کمالات کو خلافت کا استحقاق قرار دینے کی نفی کی۔ اسی خطبے میں آپؓ نے ایک اور تاریخی بات فرمائی کہ "نظام کی اساس قرآن اور سنت ہے۔" معلوم ہوا کہ اس وقت قرآن اصلی حالت میں موجود تھا اور حضور ﷺ کی سنن بھی موجود تھیں۔

آنے والے مسلم حکمرانوں کے لئے آپؓ کا یہ لفظ بھی نشان منزل کا کام دیتا رہے گا۔

انما انا متبع ولست بمبتدع

"میں آنحضرت ﷺ کا پیروکار ہوں۔ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنے والا نہیں"

نئی راہیں قائم کرنے اور پہلوں کے نقش قدم پر نہ چلنے میں جو قباحت تھی آپؓ نے اس کے پیش نظر اسلامی حکومت کی اصلی فلاسفی اور روح دنیا بھر کے آنے والے اسلامی حکمرانوں کے سامنے رکھ دی۔

آپؓ نے اس خطبہ میں جہاد کی ضرورت پر زور دے کر آنحضرت ﷺ کی دس

سالہ مدنی زندگی کی شاہراہ پر چلنے کا درس دیا۔ خلافت کے آغاز ہی میں آپؓ نے ایہا الناس (اے لوگو!) کا لفظ استعمال کرکے یہ بھی بتایا کہ میں صرف مسلمانوں کا حکمران ہی نہیں بلکہ مملکت کے ہر انسان کا حاکم ہوں۔ مجھ پر تمام افراد مملکت کے حقوق کی ذمہ داری ہے کیونکہ ہر جگہ کے مسلمان سربراہ حکومت کو اپنی جگہ کے مسلم یا غیر مسلم ہر انسان کا والی اور نگران بنایا جاتا ہے۔ مسلمان کے حقوق کی طرح اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ بھی خلیفہ اور سربراہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

اس پہلے خطبہ میں آپؓ نے مہاجرین و انصار اور صحابہ کرامؓ کے اعلیٰ طبقہ کا بھی کوئی علیحدہ ذکر نہیں کیا۔ خلافت سے پہلے تو یہ باتیں قابل غور ہو سکتی ہیں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسوہ حسنہ سے واضح ہوا کہ سب لوگ بحیثیت رعیت حکومت کی نظر میں برابر ہیں۔

عہد حاضر میں مسلمانوں میں جو پارٹی برسر اقتدار آتی ہے۔ اس کا کام صرف اپنی جماعت کے کام سرانجام دینا اور حقوق و فرائض میں صرف اپنے ووٹروں اور جماعتی کارکنوں کو اہمیت دینا اور مخالف افراد کے جائز حقوق سے صرف نظر کرنا ہوتا ہے لیکن یہ اسلامی روح کے سراسر منافی ہے۔ اسلامی خلیفہ یا سربراہ مملکت پر لازم ہے کہ وہ اقتدار میں آنے کے بعد مملکت کے ہر فرد کے ساتھ مساوی سلوک کرے۔ ورنہ اسلام کی حقیقی روح اور خلافت اسلامیہ کی بنیادی اساس مجروح ہو جائے گی۔

حضرت ابوبکر صدیق نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ وہ ان کی جائیداد وہ تمام رقم بیت المال کو واپس کردے جو انہوں نے سوا دو سالہ دور اقتدار میں بطور وظیفہ بیت المال سے وصول کی تھی، اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا۔

"بیٹا عبدالرحمن مجھے ان ہی کپڑوں میں دفن کرنا۔ بیٹے نے کہا۔

یہودی ہمیں طعنہ دیں گے" تو آپ نے فرمایا نیا کپڑا مدینہ کی کسی بیوہ کے

Scanned with CamScanner

کام آجائے گا"۔

میرے پاس اس جیسے کئی کردار ہیں جن کی بنیاد پر آج کی پوری دنیا کو میں اسلام کے ظل عاطفت میں آنے کی دعوت دے رہا ہوں۔ اسلام کے ان درخشندہ کرداروں سے اقق تاریخ کا ہر صفحہ روشن ہے" اسلام نے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو پاکیزہ بنانے اور اس کو عملی زندگی میں اعلیٰ انسان بنانے کے لئے جو تعلیمات پیش کی ہیں وہ اسی مجموعہ میں اپنی جگہ موجود ہیں۔۔۔

حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کا تاریخی کردار :-

انسانوں کی فلاح اور سلامتی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر اور دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ کے روشن کردار اور اعلیٰ اصلاحات کے چند نمونے ملاحظہ ہوں

حضرت ابوبکرؓ کے قدموں میں مال غنیمت کے ڈھیر لگ جاتے تھے۔ لیکن وہ اسے عام مسلمانوں میں تقسیم کردیتے اور ان کے سوا تمام مسلمان، نو مسلم، مرد، خواتین، آزاد اور غلام برابر کا حصہ پاتے۔ مال غنیمت کے باعث ایک وقت مدینہ کے بازاروں میں دولت کی نہریں بہتی تھیں لیکن اس وقت مدینہ کے غریب ترین فرد حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔

(الصدیق ابوبکر ہیکل)

واقدی اور ابن سعد کا بیان ہے کہ

"حضرت ابوبکر ہیکل زمین کے فرش پر سوتے تھے۔ ان کی سادہ غذا روٹی کے ایک ٹکڑے، چند کھجوروں اور پانی کے دو چار گھونٹوں پر مشتمل تھی۔ وہ خلیفہ ہوتے ہوئے بھی گھر کے سارے کام کاج میں شریک ہوتے۔ وہ خود جھاڑو دیتے، چولہا جلاتے اور بکریوں کا دودھ

دو حصے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیثیت انسان کیسے حکمران تھے کہ جنہوں نے اسلام کی خدمت کے لئے اپنی جان پر سختیاں جھیلیں اور مشکلات کو فراخ دلی سے قبول کیا۔ غریبوں اور محتاجوں کے لئے ان کے دل میں بہت جگہ تھی۔ کسی غریب کی حاجت پوری نہ ہونے پر خلیفہ اول بے قرار ہو جاتے تھے۔ انہوں نے اسلام کے نازک پودے کو جو مختلف فتنوں کے تھپیڑوں کا نشانہ تھا، محنت شاقہ سے ایک تناور درخت بنا دیا۔ انہوں نے اخوت اور معاشرتی رشتوں کو مستحکم کیا، ایک غیر طبقاتی ماحول کے ارتقاء کی روشنی عطا کی، وہ گلشن جس کی آبیاری کے لئے ہمارے رسول ﷺ نے خون ناب بخشا تھا۔ خلافت کے انہی معماروں کی حیرت انگیز کاوش، اخلاص، حمیت اور رعیت پروری کے باعث اب مکمل ہو کر بہار دکھا رہا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے رعایا کے حقوق کا اعلان

خلافت راشدہ کے دور میں انسانی حقوق کی پاسداری سب سے اہم معاملہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بڑے اہتمام کے ساتھ خلیفہ اور رعایا کے حقوق، اختیارات اور سلطنت و حکومت کے نظم کے متعلق ایک اہم خطبہ دیا، جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

"صاحبو! کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ معصیت الٰہی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ کسی حاکم کے لئے جائز نہیں کہ وہ رعایا کے مال میں کمی بیشی کی اجازت دے۔ صرف تین طریقے ہیں، جن کے اختیار کرنے سے مال کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

(۱)..... یہ کہ حق کے ساتھ وصول کیا جائے۔

(۲)..... حق میں صرف کیا جائے۔

(۳)..... ناجائز طریقے سے خرچ نہ کیا جائے۔

میری اور تمہارے مال کی مثال یتیم کے ولی کی ہے کہ اگر میں متمول ہوں گا تو خود ہی سے اس سے احتراز کروں گا۔ اگر میں محتاج ہوں گا تو نیکی کے ساتھ بقدر ضرورت اپنے اوپر صرف کروں گا۔ میں کسی کو یہ موقع نہ دوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کے چہرے کو اپنے درے سے مسل دوں گا۔

مجھ پر تمہارے حقوق ہیں جن کو میں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ تم ان کے بارے میں مجھ سے مطالبہ کر سکو۔"

(تاریخ یعقوبی مطبوعہ یورپ جلد ۲، صفحہ ۱۷۴)

انسانی عظمت کے اعتراف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبہ:

طبری کے مطابق آپ نے خطبہ میں مزید فرمایا:

"میرا فرض ہے کہ میں خراج اور خمس کا مال جائز طریقہ سے وصول کر سکوں۔ میرا فرض ہے کہ جب مال میرے ہاتھ آ جائے تو اس کو مصارف صحیحہ میں صرف کروں۔ میرا فرض ہے کہ میں تمہارے وظائف کو بڑھاؤں اور تمہیں خطرہ میں نہ ڈالوں۔

امراء و عمال کو مخاطب کر کے آپؓ نے فرمایا:

"اچھی طرح سن لو کہ میں نے تم کو عوام پر ظالم و جبار بنا کر نہیں

بھیجا میں نے تم کو ائمہ ہدی بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تمہارے ذریعہ سے ہدایت پائیں، پس فیاضی کے ساتھ مسلمانوں کو حقوق دو نہ کہ ان کو مارو کہ وہ ذلیل ہو جائیں، نہ ہی ان کی مدح و ستائش کرو کہ ان کو تمہارے ساتھ ضرورت سے بڑھ کر گرویدگی پیدا ہو، نہ ان کے لئے اپنے دروازے بند رکھو کہ قوی ضعیف کو نگل جائے، اپنے آپ کو ان پر ترجیح دیکر ان پر ظلم نہ کرنا، ان کے ساتھ جہالت سے پیش نہ آنا، ان کے ذریعے سے کفار کے ساتھ جہاد کرنا، لیکن اس معاملہ میں ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، اگر وہ تھک جائیں تو رک جاؤ۔

لوگو! گواہ ہو جاؤ میں نے تمہیں ان کی طرف اس لئے بھیجا ہے کہ ان کو تعلیم دو، ان پر مال غنیمت تقسیم کرو، ان کے مقدمات کے فیصلے کرو، اگر کوئی مشکل پیش آئے تو میرے سامنے پیش کرو"

(ایضا تاریخ یعقوبی)

اسلام کو سزاؤں کا مذہب قرار دینے والے اسلام سے واقف نہیں :-

اسلام کو صرف سزاؤں کا مذہب کہنا، دہشت گردی کا دین قرار دینا، انتہاپسندی کی تعلیمات کا حامل کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ یہ انداز مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ سراسر زیادتی کے مترادف ہے کہ آپ ہمارے نصب العین کو سمجھنے اور دستور حیات کو جاننے کی بجائے ہمیں شیخ عبد الرحمٰن مصری کے نقطہ نظر اور یوسف رمذی کے کردار سے ناپنا شروع کر دیں۔ کسی مسلمان کی غلطی کو پورے اسلام کا نقطہ نظر سمجھ کر آپ کو حقیقت پسند قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مغربی ملکوں میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت :-

مجھے بتائیں چند سالوں سے امریکہ، برطانیہ، چین، روس، جاپان، فرانس میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی کیا وجہ ہے۔ فرانس میں ۹۲ء ۹۳ء میں تیس ہزار انسانوں کا قبول اسلام، صرف امریکہ میں روزانہ ایک درجن کے تناسب سے امریکیوں کا اسلام کی طرف آنا، برطانیہ کے ہر شہر میں انگریزوں کا اسلام قبول کرنا کس وجہ سے ہے، آپ نے کبھی غور کیا۔ کہ ۸۹ء میں افریقی مسلم سکالر احمد دیدات کی طرف سے امریکہ میں ۱۸ پادریوں کو ایک مناظرہ میں شکست اور ٹیلی ویژن پر اسلام کی اس عظیم فتح کا نظارہ کرنے کے بعد لاکھوں امریکیوں کا اسلام کی طرف آنا کس بات کی غمازی کرتا ہے۔

ہمیں کیا کرنا چاہیے!

آج جبکہ دنیا کا ہر ملک دہشت گردی کے نرغے میں ہے۔ تخریب کاری کے گرداب میں ہر ملک چیخ رہا ہے، کئی مملکتیں اور ریاستیں لاقانونیت پر قابو پانے میں ناکام ہو چکی ہیں۔ جرائم کے باب میں امریکہ سب سے اول نمبر پر پہنچ چکا ہے۔ قتل و غارت، ڈکیتی، چوری، سینہ زوری، آبروریزی، اغواء کو ایک تمدن اور کلچر کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ بڑے بڑے ادارے، پولیس اور فوج کی کئی کئی درجن ایجنسیاں، سی۔ آئی۔ اے، خاد، موساد، کے۔ جی۔ بی، ایف بی آئی، اور سکارٹ لینڈ یارڈ سمیت بے شمار اہلکار بھی جرائم کی بیخ کنی میں ناکام ہو چکے ہیں۔

نیا میڈیا بھی جرائم بڑھانے میں خاموش کردار ادا کر رہا ہے۔ ایسے وقت میں ہمیں بار بار سوچنا چاہیے کہ جرائم کے اس وسیع میلے میں انسانیت کو کس کی مدد کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے کو جان سے مارنے، صفحہ ہستی سے مٹانے، جڑ سے اکھاڑنے کے اس بڑھتے

Scanned with CamScanner

میری رائے ہے کہ ہمیں جرائم کے استیصال کے ہوئے احساس میں ہمیں کیا کرنا چاہیے --- لئے بھی --- مذہب --- کی حیرت انگیز طاقت سے ریزہ چینی کی ضرورت ہے --- مذہبی قوت اور دینی ولولہ کے ذریعے انسان ہر جرم پر قابو پا سکتا ہے۔ ہر برائی کو ختم کر سکتا ہے، عالمی امن، عالمی بھلائی اور خیر کے موتی چن سکتا ہے۔

بورس یلسن کی قوم بھی اب تو مذہب کی نادیدہ قوت کا اظہار کرنے لگی ہے۔ مذہبی پابندیوں کے خوف سے ہم نے اس قوت کو ایسا فراموش کیا کہ حکومتوں کے ضابطے، سزاؤں کے قوانین، جیلوں کا نظام، اذیتوں کے نئے نئے طریقے بھی مجرموں سے دھماکوں، قتل و غارت اور دہشت گردی نہیں چھڑا سکے۔

اب ضرورت ہے کہ پوری دنیا --- اسلام --- کی سلامتی فکر اور محمدی مذہب --- کی عالمگیر دعوت وحدت --- کو بخوشی قبول کرے --- ہم نے زیر نظر مجموعہ کے ذریعے انسانوں کے قلوب کے دریچوں میں بہار اسلام کی نسیم جاں فزا کا ہلکا سا جھونکا اتارا ہے۔ خدا سے نامانوس اس گلشن امن سے آراستہ کرنے کی سعی کرتا ہے۔ اسلام سے الرجک اذہان کو --- ایک مرتبہ --- پھر فطری دین کی ترغیب دی ہے' ---- مذہب سے بھاگنے والوں کو بہت ہی اصرار کے ساتھ اس خوان نعمت سے ضیافت کا لطف اٹھانے کے لئے بلایا ہے۔ اشتراکیت کی فصل سے اٹے ہوئے کھیت ہوں' یا مسیحیت و یہودیت کے افکار سے آراستہ قلوب ہوں --- ہندو مت' بدھ مت کے نظریات سے ہم آغوش دماغ ہوں۔ دھریت ولامذہبیت کے اصولوں سے معمور نفوس ہوں --- مجھے آج ہر دروازے پر دستک دینا ہے' ہر چوکھٹ پر واویلا کرنا ہے' ہر اجتماع سے فریاد کرنی ہے' ہر سوسائٹی کو اسلام --- کے روشن کردار --- اعلیٰ اسلوب فطری اصولوں --- سے متعارف کرانا ہے --- جدید دور کی زبان میں دنیا کی ہر قوم اور ملک کے لئے اسلام کے تمام عنوانات کو بہت ہی آسان زبان میں سمجھانے کی سعی کی ہے۔ اقوام متحدہ کے غیر مسلم

ممالک ہوں--- سلامتی کونسل کی رکن ریاستیں ہوں- ترقی پزیر اور ترقی یافتہ کنٹریز ہوں، ناوابستہ قومیں ہوں، تیسری دنیا کی اقوام ہوں--- مجسموں کو خدا ماننے والی، آگ کو مسجود قرار دینے والی-- خدا کا اقرار کرکے اس کے عالمی دین سے منہ موڑنے والی جو قوم اور نسل---- کائنات کے اس دشت میں خدائی نعمتوں سے حظ وافر اٹھا رہی ہے، خدائی کرشموں کا نظارہ کر رہی ہے- خدائی ودیعت کردہ خزانوں سے مملکتوں کو سنوار رہی ہے- لیکن خدائی قدرتوں کو جاننے کے باوجود خدا کے وجود سے منحرف ہو گئی ہے---- میں ہر ایک کو--- آج اسلام کے آستانے پر سر رکھنے کی اپیل کر رہا ہوں--- اور ساری قوموں کو باور کرانا چاہتا ہوں--- اسلام تمہاری ترقی کے کسی شعبے میں رکاوٹ نہ ہو گا، انسانوں کی سہولت اور خدمت کے کسی شعبے میں دیوار نہ بنے گا، جدت طرازی اور ایجادات کے کسی آئٹم میں تمہیں اس کی مخالفت کا سامنا نہ ہو گا، بلکہ اسلام قدرت کے خزانوں سے انسانوں کو مالا مال کرنے کے لئے نئے نئے زاویوں سے تمہارا معاون ہو گا- تعمیر جدید کی ہر کوشش میں تمہارا معاون ہو گا،

اسلام--- کے ابدی اصول--- تمہاری بے اطمینانی، اضطرابی کیفیت، مضمحل صورت، میں فرحت عطا کریں گے-

لادینیت کا سیلاب جو تمہارے اعصاب پر حملہ آور ہے، تمہاری نسلوں کو برائی پر، برانگیختہ کر رہا ہے- مادیت کا دھواں جو تمہارے شباب کو کھا رہا ہے اسلام اس میں عافیت کے ایسے ایسے پھول کھلائے گا جس کی مہک سے مشام جان معطر ہو جائیں گے--- آیئے---- امن کے اس عظیم سورج---- طمانیت---- کے--- عظیم ماہتاب---- سے ہم سب لمع افروز ہوں فرحت زا ہوں--- قلوب و اذہان کو ابدی تازگی سے معمور کریں--- ان کے پیام عام کریں-- انسانیت کی فلاح--- کا ہر راستہ معمور کریں--- قوموں کی اونچ نیچ--- کے تمام بت پاش پاش کریں-- رنگ و نسل کے سارے فرق

مٹا دیں۔

محمدی شریعت کا عالمی میثاق گھر گھر بانٹیں ۔۔۔ امن عالم کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرائیں۔ ایٹمی اسلحہ کی بالادستی کا رجحان ختم کریں۔ بارودی ہلاکت کے سامان کی سوقیت کے سارے جذبے خرمن آتشی کی تہہ میں خاکستر کر دیں ۔۔۔ اسلام ۔۔۔ کو حرز جان بنائیں ۔۔۔ محمد رسول اللہ کے اسوؤں کو مشعل زندگی بنائیں ۔۔۔ مذاہب قدیم کے تعصب اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مقابلے میں خدائی دستور کو دستور حیات قرار دیں ۔۔۔ کیونکہ ۔۔۔ اسلام کی طرف آنے کا مقصد۔ انسانی فطرت کی طرف واپسی ہے۔

اسلام کو اپنا مد مقابل سمجھنے کی بجائے اس کی اصلاحات سے سبق حاصل کریں :-

میں مسیحی قوم صیہونی دیوتاؤں اور ہندو اقوام پر یہ بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام نے کبھی اپنے مخالفوں کو بلاجواز کچلنے اور مٹانے کا حکم نہیں دیا۔ اسلام تمہارے مذاہب کا بھی بحیثیت مذہب دشمن نہیں رہا۔ اسلام تو عیسائیت و یہودیت کے آسمانی مذاہب کی تصدیق کر رہا ہے ان کے پیغمبروں کی خدمات پر رطب اللسان ہے۔ ان کے رسولوں کو خدا کا سچا نمائندہ قرار دے رہا ہے۔ اسلام کا حکم ہے جس طرح اس نے اپنی کتاب قرآن میں عیسوی، اور موسوی شریعت کی خبر دی ہے۔ اسی طرح تورات اور انجیل میں بھی محمدی شریعت کی جو خبر دی گئی ہے آج کا عیسائی اور یہودی اپنی ہی کتاب کی اس ہدایت پر گامزن ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے بارے میں خدائی بشارتوں پر عمل پیرا ہو۔

دنیا بھر کے مسیحی یہودی اقوام اور دیگر غیر مسلموں پہ میں یہ بات واضح کرنا چاہتا

ہوں کہ اسلام اپنے نہ ماننے والوں سے بھی بھلائی اور حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے، ہر موقع پر اسلام سے دور بھاگنا اسے اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھنا، اسلام سے خائف ہونا، اس کے پیغام کو روکنے کے لئے رکاوٹیں کھڑی کرنا۔۔۔ ایک عالمی بھلائی۔۔۔ اور ہمہ گیر سلامتی۔۔۔ کو روکنا ہے، امریکی برطانوی، فرانسیسی قوموں سے مسلمانوں کی آویزش عہد غلامی کے بیتے ہوئے تلخ ایام کے حوالے سے ہے، دوسرے ممالک سے آکر ایشیائی اور افریقی ممالک پر برطانوی اور فرانسیسی قوموں کے تسلط سے نفرت کی جس آگ نے جنم لیا تھا اب نصف صدی کے بعد اس کی حرارت ختم ہو رہی ہے۔۔ کئی نسلوں کی تبدیلی۔ تمدن و تہذیب کے غیر معمولی اونچ نیچ سے دوریاں مٹ رہی ہیں۔۔۔ مسلم اقوام نے کئی ترقیاتی کاموں میں ان ممالک سے رہنمائی حاصل کی ہے۔ کئی منصوبوں میں اشتراک عمل کیا ہے۔۔۔ کئی ملکوں نے ان سے دفاعی معاہدے کئے ہیں۔ کئی جگہ اقتصادی اور معاشی شعبوں میں مذکورہ غیر اسلامی ملکوں اور مسلم ممالک میں سینکڑوں مشترکہ منصوبے چل رہے ہیں۔ مسلم اقوام پر لازم ہے کہ دور غلامی کی یادوں کو متاثر کردہ بلا تفریق و بلا امتیاز غیر مسلم اقوام کو دعوت اسلام پیش کریں۔

جن قوموں کو اسلام کی دعوت پیش کی جا رہی ہے۔ ان کے لئے بھلائی اور خیر کے جذبات نمایاں کریں۔۔ دشمنی اور نفرت کے جذبات کو دفن کر کے سارے عالم کو اسلام کی روشنی سے آراستہ کریں۔ ساری دنیا کو اسلام کا فلاحی نظام اپنانے پر آمادہ کریں۔

اسلام تمہاری راہ دیکھ رہا ہے :-

مجھے آج اس بات کا یقین ہے کہ اگر امریکی برطانوی فرانسیسی، چینی، جاپانی، روسی قومیں اسلام کی دعوت قبول کر لیں، سچے دل سے اسلام کو حرز جان بنالیں، محمدی اصولوں کو سرمایہ حیات قرار دیں اور پھر اسلام کی ابدی صداقتوں اور معاشرتی محاسن سے ہم آغوش

ہو جائیں۔۔ تو یہ قومیں۔۔۔۔ آج کے تمام مسلمانوں سے بہتر کردار ادا کر سکتی ہیں۔ اپنے
اپنے ملکوں کی تعمیر و ترقی کرنے والوں کو جب روحانی بیماریوں، قلبی کثافتوں سے چھٹکارا ملے
کا تو بلندی و رفعت میں ان قوموں کا کوئی ثانی نہ ہو گا۔۔۔ آج اگر ان قوموں کے چند
اصولوں کی تحسین کی جاتی ہے۔ تو اس سے ان کو کوئی دینی اور دنیوی فائدہ نہیں پہنچتا، لیکن
اسلام کے خلعت سے آراستہ ہونے کے بعد ان کی تعمیر و ترقی بھی خدا کی بارگاہ میں عبادت کا
درجہ قرار پائے گی۔ انسان کی خدمت کے تمام شعبے اور ملکی ترقی کے تمام کارنامے
حکمرانوں کی طرف سے اعلیٰ اور قابل قدر نیکیوں کی صورت میں خدا کے خزانے میں جمع
ہوں گے، جس پر انہیں دنیا اور آخرت میں بیش قیمت کا بدلہ عطا ہو گی۔

جدید ترقی یافتہ قومیں اگر اسلام کے ظل عاطفت میں آکر کارخانوں کی تنصیب
مصنوعات کی رنگا رنگ ایجادات، نئے نئے سائنسی انکشافات، نئے سے نئے آلات کی
تخریج و تزئین۔۔۔۔ کو روحانیت کی چھاپ کے ساتھ سرانجام دیں تو پوری دنیا گہوارہ امن
اور مرکز سلامتی قرار پائے گا۔

پوری کائنات مادیت کی بے چینی سے نکل کر روحانیت کے سکون کی وادی میں
راحت و امن کے گلشن آباد کرے گی۔

امریکہ کے مذہبی مفکروں، برطانیہ کے دانشوروں، فرانس کے سکالروں، یورپ
رپ کے سیاستدانوں، زعماء لیڈروں، اعلیٰ دماغ کے حامل قلمکاروں، تجزیہ نگاروں جدید
قی کے معماروں، کو یہ حقیقت اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ اسلام کو کسی بھی شعبے کی
قی اور کسی بھی سوسائٹی کے کاموں میں رکاوٹ سمجھنا اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے،
لام تمہاری تہذیب کے ان اطوار کا ضرور مخالف ہے جن سے انسانیت بے راہ روی کا
رہوئی ہے، خاندانی نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ گھریلو زندگی معطل ہو گئی ہے۔ ماں باپ،
، بہن، بیوی کا امتیاز ختم ہو گیا ہے۔۔ اسلام ان تمام دائروں کو فطری ضرورت کی لڑی

میں پرو کر معاشرہ کے باہمی حسن کو نکھارنا چاہتا ہے۔

دنیا میں جدت طرازی اور ایجادات کے جتنے سوتے بھی آج پھوٹ رہے ہیں یہ سب خدائی قدرت کے عظیم مظاہر ہیں۔ جوں جوں ان کی تکمیل ان میں وسعت پیدا ہوگی، توں توں خدائی قدرت آشکار ہوتی جائے گی۔ اسلام نے سائنسی ایجادات کی جو خبر اپنی پی کتاب قرآن میں دی تھی۔ اس کے ظہور سے اسلام کی صداقت کا سکہ پورے عالم میں بیٹھ گیا ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے سائنسدانوں، اور اعلیٰ دماغ کے بے شمار مفکروں کی اسلام میں دلچسپی، رغبت اور قبول اسلام ہمارے دعوے کی تصدیق کر رہا ہے۔ آج جبکہ کمیونزم کی دیواریں منہدم ہو گئی ہیں صرف چند خود ساختہ نظام ہی سرمایہ داری، اور لامذہبیت کی بیساکھیوں پر کھڑے نظر آتے ہیں ان قوانین نے انسان کو مشینی آلہ بنا دیا ہے۔ لوہے کی ایجادات کا ایک حصہ بنا کر اسے اس کے حقیقتی مقصد تخلیق سے غافل کر دیا ہے۔

اب ہر جگہ سے ان مشینی انسانوں کی فطرت بغاوت پر آمادہ نظر آتی ہے، روحانیت کا مرجھا جانے والا پھول پھر سے حرکت کرنے لگا ہے۔

ظلمت شب کافور ہو چکی ہے :-

آیئے۔۔۔ اس عظیم قانون۔۔۔ اور ابدی دستور سے حظ وافر پائیں۔۔۔ ترقی و تعمیر۔۔ کا زینہ چڑھنے کے لئے۔۔۔ اخروی کامرانی کی منزل پانے کے لئے انسانوں کے ہر طبقے کو روحانی مسرت سے ہم آغوش کرنے کے لئے۔۔۔ انسان کا فطری مذہب اپنائیں۔ امن اور سلامتی کا دیپ جلائیں۔ ایٹموں کی زد میں آنے والی انسانیت کو تباہی اور ہلاکت سے بچائیں۔۔۔ اخوت و بھائی چارے، کو فروغ دیں۔ سلامتی فکر کو عام کریں۔۔۔ عداوت و شقاوت کی عمارتوں کو منہدم کریں، غرور و تکبر اور طاقت پر قائم ہونے والے

Scanned with CamScanner

گھمنڈ کو ختم کریں--- انسان--- جو خدا کی زبان میں تمام مخلوقات کا سردار ہے۔ اسے اپنی سرداری کی اصلی مسند پر براجمان کریں، اپنی زندگی کے چند ایام کو حتمی اور اصلی قرار دینے والے انسان کو اس کی اصلی کامیابی اور اخروی فلاح کی شاہراہ پر لے جائیں۔

آیئے ہم اسلام کے آستانہ پر جھک کر پوری انسانیت کو امن کا پیغام دیں۔ جنگی بلاکوں، جدت طرازی کی تباہیوں کے مقابلے میں طمانیت و قرار سے انسانی بستیوں کو آباد کریں۔

قرآن کی ابدی صداقتوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہدایتوں اور خلافت راشدہ کی تاریخی حقیقتوں سے پردہ اٹھا کر انسانوں کو کالوں، گوروں، امیروں، غریبوں، بڑوں، چھوٹوں، برہمنوں، اچھوتوں، اعلیٰ نسبی شرافتوں اور کم تر ذاتوں کے فریب سے نکال کر--- کالوں اور گوروں کی تفریق ختم کریں--- دولت امن سے سرفراز کریں-- شوکت ایقان سے مالا مال کریں--- ایمان کی قوت سے آراستہ کریں--- تعصب اور عصبیت کے عفریت سے انسانوں کو بچائیں--- لسانیت و قومیت کے بتوں کو پاش پاش کریں-- الوان کے تباین، نسلوں کے تفاوت، برادریوں اور قبیلوں کی اونچ نیچ کے تصور سے دور ہو کر--- انسان--- کو اس کے اصلی دین--- سچے نصب العین--- اعلیٰ دستور العمل--- کی شاہراہ پہ گامزن کریں--- اسلحہ کی دوڑ سے انسانوں کو دور رکھیں-- زیر نظر کتاب-- اسلام کی سچی تعبیر-- اور اس کے اعلیٰ دور حیات کو دنیا کے ۱۸۰ ملکوں میں بسنے والی ساڑھے پانچ ارب کی آبادی---- کے لئے طلوع سحر--- چیدہ امن-- کی مانند--- غازہ ہدایت---- کے طور پر--- پیش کی جارہی ہے--- امید ہے آپ اسلام کے اس حسین گلدستہ سے گناہ معصیت سے اٹے ہوئے معاشروں میں سے فطری نظام کی خوشبو پھیلانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

یہ نظریہ---- اور اسلام کا یہ پیغام---- جلوہ گر ہے

جو فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہو کر ہر قسم کے جدید چیلنجوں کا جواب دینے کے لئے تیار ہے۔ ہم نے اسی نظام اور اسی فطری دین کو چیخنے سے لگا کر سسکتی ہوئی انسانیت کو عافیت کی دولت سے مالا مال کرنا ہے۔

یہ انسانیت کی فلاحی ترقی کا زینہ ہے۔۔۔۔ نجات۔۔۔۔ کا یہ واحد۔۔۔۔ راستہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلا باب

مذہب کی ضرورت۔۔۔اور مالک حقیقی کی پہچان

مذہب کے معنی روشنی اور طریقہ کے ہیں، اصطلاح شریعت میں مذہب ایک نادیدہ ہستی کے یقین اور نیک اعمال کے مفید نتائج کے تصور کا نام ہے۔

مذہب کا اعتقاد انسانی فطرت کا خاصہ ہے، کیونکہ ہر انسان کے لئے پیدائشی طور پر جسمانی بیماریوں کے علاج کے واسطے ڈاکٹر، طبیب اور حکیم حاذق کے ذریعے جدید میڈیسن اور ایلوپیتھک کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، جبکہ روحانی امراض، حسد، بغض، کینہ، جہل عداوت و شقاوت، غصہ، نفاق اور نفسانی عیوب جو ہر انسان کا خاصہ ہیں۔ جن کی موجودگی میں انسان کبھی عافیت و امن سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا، ان سے چھٹکارا حاصل کرنے اور اخلاق علمی، عقلی اور روحانی صحت کو قائم رکھنے کے لئے ہر انسان ایسی طب اور دوا کا متقاضی ہے، جو نیک و بد مسلمات سے انسان کو مطلع کرتی رہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے ایسے معقول اور مفید اصول اور اخلاقی دستور العمل کی راہ دکھلائے جس پر عمل پیرا ہو کر ہر انسان، اعلیٰ کردار و اخلاق کی بلندیوں پر پرواز کرے۔

اخلاقی تعلیمات کے اعلیٰ اصولوں کی صورت میں نشوونما پانے والی طب ہی کے ذریعے ہر انسان کو یقین و اذعان کی ایسی دولت میسر آتی ہے کہ وہ مفید و مضر ہر کام میں ایک سچی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔۔۔ اس روحانی طب ہی کا نام "مذہب" ہے۔ مذہب ہی

Scanned with CamScanner

اخلاقی ہدایتوں کا مفید مجموعہ ہے۔ اس سے خدا شناسی کا سبق ملتا ہے۔ اس کے ذریعے سے وسیع ترین جہان کے حقائق دریافت کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس طرح انسان کے علم میں بیش بہا اضافہ ہو جاتا ہے۔ مذہب ہی کی تصریحات پر عمل پیرا ہونے سے انسان جلوت و خلوت کے تمام مواقع پر پاکباز بن جاتا ہے، مذہب کی ہدایت کے مطابق انسان ایسی روحانی قوت کا پیرو کار ہوتا ہے جو اسے معاشرہ کی بڑی بڑی برائیوں، ماحول کی جملہ کمزوریوں، ظلم وجور، زیادتی، تجاوز، بے ایمانی، جھوٹ، فریب اور ہر قسم کے اخلاقی عیوب سے مکمل طور پر محفوظ کرتی ہے، ہر سوسائٹی کے مذکورہ عیوب کو کسی مملکت یا سٹیٹ کا قانون ختم نہیں کر سکتا، کوئی ضابطہ اس کی خواہشات کو ناروا لذات کے حصول سے روک نہیں سکتا، کوئی کلیہ اور قدغن اس کی بری تمناؤں کے راستے کی دیوار نہیں بن سکتا، خلوت و جلوت میں پیش آنے والی ہر برائی صرف مذہب و روحانیت کی طاقت سے ختم ہو سکتی ہے۔

چوروں، ڈاکوؤں، لٹیروں، لواطت و زنا کرنے والوں کو روحانیت و مذہب کے قوانین سے مکمل طور پر روکا جا سکتا ہے۔ یہی روحانیت انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑتی ہے۔ نیکیوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ مذہب کے اصولوں کو سچے دل سے ماننے والا کسی گناہ یا بد عملی پر تیار نہیں ہوتا۔

مثلاً آج کل دنیا کے کئی غیر اسلامی ممالک میں بھی شراب پر پابندی ہے، جبکہ اسلام تو اول روز ہی سے اس کا مخالف ہے۔ شراب پر پابندی نہ لگانے والوں نے بھی ڈرائیونگ اور بازار میں کھلے عام اس کے استعمال کے خلاف قوانین بنائے ہوئے ہیں تاہم ہر روز اس کی خلاف ورزیاں عام ہیں۔ صدر اسلام میں جس روز شراب پہ پابندی کا اعلان ہوا، تو مدینہ منورہ کی ہر گلی میں شراب نالیوں میں بہہ رہی تھی۔ ایک ایک گھونٹ منہ میں ڈالے ہوئے قطرے قے کر دیئے گئے تھے۔ یہاں ابھی تک کوئی حکومتی قانون نہیں بنایا گیا تھا۔ کسی

قسم کی حد کا ابتداء میں ذکر ہی نہیں تھا۔۔۔۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان برحق سے حکم صادر ہوا اور پورے ماحول نے اس حکم پر عمل کیا تو عرب کا سارا معاشرہ حیرت زدہ رہ گیا۔

آج کے فتنہ پرور دور میں جبکہ، جواء، خیانت، بے ایمانی، جھوٹ، ظلم و تعدی لڑائی اور شقاوت، قتل، اغواء، ڈکیتی کا نمونہ عام ہے۔ ان معاشرتی برائیوں کو روکنا حکومتی قوانین کے بس کی بات نہیں۔ اسی وجہ سے دنیا کے سب سے زیادہ ترقی کے دعوے دار ملک امریکہ میں جرائم کی شرح سب سے زیادہ ہے اور اسلام کے عصر حاضر کے سعودی عرب میں جرائم کی تعداد سب سے کم ہے۔ سعودی عرب میں جرائم کی اس کمی کو جہاں اس کے سخت شرعی قوانین کو دخل حاصل ہے۔ وہاں اسلام کی روحانی قوت اور خدائی احکام کی بالادستی اس کا حقیقی باعث ہے۔ آپ جب ایک مذہب کے پرستار کو اس کے حقیقی مالک اور خدائے واحد اور رہبر پیغمبرؐ کی زبان میں اخلاقی ہدایات اور اعلیٰ معاشرتی اصولوں کی تعلیم دیں گے، تو وہ ہر دنیوی ضابطے کے مقابلے میں اپنے حقیقی مالک و رہبر کے احکام کو ہر خواہش و حکم پر ترجیح دے گا، اسلام کی کامیابی کا یہی وہ راز ہے۔ جس کی وجہ سے آج امریکہ کی سیکولر مغربی جمہوریت اور اشتراکیت کا مذہب مخالف تمدن کے ساتھ ناکامی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ چند حکومتی ضابطوں پر مختلف قوموں، متنوع اقوام اور اربوں انسانوں کے ریوڑ کو پابند نہیں کیا جا سکتا۔

نئی نسل کی بے راہروی، جدید قوموں کی معاشرتی خرابیوں، فیملی سسٹم کی تباہی خانگی اور نجی زندگی کی جملہ قباحتوں میں سب سے زیادہ جوا اور شراب کار فرما ہے۔ وہ الحاد و ولادینیت کی یہی روش اور مذہب دشمنی کا یہی اصول ہے جس پر آج کا مادی تہذیب تیزی کے ساتھ دوڑ رہی ہے۔۔

Scanned with CamScanner

حکیم الہند امام شاہ ولی اللہ دھلوی کی تصریح :-

حکیم الہند حضرت امام شاہ ولی اللہ دھلوی کے مطابق "نوع انسانی قوائے کلی، بہیمی (حیوانیت و ملکیت) کا مجموعہ ہے اگر نوع انسانی کو یونہی چھوڑ دیا جاتا تو روحانی امراض کے ذریعے انسان درندگی ہی کو اپنا شعار بنا لیتا، اس کے پاس کسی قسم کی نیکی اور حسن سلوک کا درس نہ ہوتا، خدا نے محض اپنے فضل و کرم سے ساری دنیا کو نجات کا راستہ دکھلایا، پیغمبروں کو جو زبان غیب کے ترجمان ہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تاکہ لوگوں پر اپنی نعمت کو پورا کرے"

شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں!

"اور انسان کی اس صورت نوعیہ نے خدا کے حضور سے مذہب کو طلب کیا اس لئے مذہب کا حکم تمام دنیا پر واجب التسلیم ہے"

(از وصیت نامہ (فارسی) حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی)

کائنات کی حقیقت پر غور و فکر :-

کائنات کے رنگ و بو پر غور کرنے اور عجائبات پر نظر کرنے والا ہر انسان لازمی طور پر سوچتا ہے۔ میں کیا چیز ہوں؟ کائنات کا وجود کیونکر ممکن ہوا ہے؟ وہ کونسی قوت ہے جس پر تمام عالم کے نظام کا دارومدار ہے؟ ہر دور میں زندگی بسر کرنے کا سب سے اعلیٰ طریقہ کونسا ہے؟ موت کے بعد کیا حالات پیش آئیں گے؟ کیا انسانی زندگی کا عمل رائیگاں چلا جائے گا یا کبھی اس کا اجر بھی ملے گا؟ کیا انسان دنیا میں عبث اور بے مقصد پیدا ہوا ہے؟ انسانی تخلیق کا حقیقی مقصد کیا ہے؟ اس کے وجود کی ضرورت کیوں پیش آئی،

زندگی کے ان حقائق و سوالات پر غور کرنے والا کبھی ان کا جواب سائنس اور فلسفہ

Scanned with CamScanner

سے طلب کرتا ہے، کبھی کسی دانشور اور مفکر سے اس گتھی کو سلجھانے کا تقاضا کرتا ہے، کبھی اداروں کے اصولوں کی تہہ تک جانا چاہتا ہے، کبھی قدیم و جدید مفکرین کے مجموعوں سے اس سوال کا جواب تلاش کرتا ہے۔ بالآخر حقائق و معارف کا ہر متلاشی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ مذہب کے بغیر دنیا کی گاڑی نہیں چل سکتی، مذہب اور خدا کی ضرورت کے بارے میں مستشرقین یورپ اور مغربی اشتراکی فنکاروں کی اکثریت بھی اس فطری ضرورت پر کی جگہ اپنے ریمارکس دے چکی ہے۔۔۔ خدائی مظاہر ہر جگہ آشکارا ہو چکے ہیں، سائنسی تحقیقات سے ایک فرد کے وجود اور مذہب کی فطری قوت نے بڑے بڑے مفکرین کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔۔ مذہب اور خالق حقیقی کی ضرورت کے بارے میں مذکورہ سوالات ہر انسان کے دل میں طبعی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا کا جو مذہب ان سوالات کا جواب دے سکے۔ وہی انسان کا فطری مذہب ہے۔۔۔ حقائق کی تہ تک پہنچنے والے ہر مفکر اور دانشور پر یہ حقیقت آشکارا ہو چکی ہے کہ دین و مذہب ہی زندگی کی اصلی روح اور اس کی قوت محرکہ ہوتی ہے، فہم و شعور، فکر و نظر اور صحیح و غلط میں امتیاز کرنے کی کسوٹی بھی یہی ہے۔ زندگی کے ہر میدان میں ہر ہر قدم پر راہ راست اور راہ کج کے درمیان فرق کرنے والی چیز بھی مذہب ہی ہے، استقامت کے ساتھ زندگی کے لامتناہی سفر میں منزل مراد تک پہنچانے کا کام بھی مذہب کے کارناموں میں شامل ہے۔

مالک حقیقی کی پہچان انسانی فطرت کا اصلی تقاضا ہے

ایک وقت تھا کہ لوگ پتھروں کی مورتوں کو خدا کہتے تھے، پھر ایک زمانہ آیا تو ایک قوم نے حقیقی خدا کے پیغمبر کو خدا کا بیٹا کہا۔ اس دوران حقیقی مالک کا اقرار کرنے والے منصہ شہود پر آ کر رہے کوئی لمحہ ایک خدا کے تصور سے خالی نہ رہا۔ انسانی کوکھ سے جنم لینے

والے بیسیوں فلاسفر سے مالک و خالق کائنات کا انکار کر بیٹھے۔ جدید ٹیکنالوجی اور سائنس کے امکانات کا ظہور ہوا تو خدا کا انکار کرنے والوں پر حقیقت آشکار ہوئی اور انہیں واشگاف طور پر اسلام کے اس دعوے کا اقرار کرنا پڑا کہ زندگی میں جو واقعات پیش آتے ہیں۔ وہ انسان کی کوششوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

اسلام کے دعووں کی تصدیق :-

دنیا کی ہر حرکت کے پیچھے کس طاقت کی کرشمہ سازی ہے..... تحقیق و ریسرچ کے تمام زاویوں کی چھان پھٹک کے بعد اب جدید دنیا اسلام کے دعووں کی تصدیق پر مجبور ہو گئی ہے، چنانچہ مشہور سائنس دان سر جینز ..... کہتا ہے۔

"اس خالص مشینی دنیا میں اندھی طاقتوں کے عمل کے دوران زندگی ایک ایسے نازک موڑ پر پہنچ گئی ہے کہ طبیعات کی حد تک سائنس کا اس بات پر اتفاق ہے کہ علم کا دریا ہمیں ایک غیر مشینی حقیقت (خدا) Non Mechanical Reality کی طرف لے جارہا ہے"

جدید معلومات ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ ہم پچھلے خیالات پر نظر ثانی کریں۔ جو ہم نے جلدی میں قائم کر رکھے تھے یعنی یہ کہ ہم اتفاق سے ایک ایسی کائنات کی طرف آ پڑے ہیں، جس کو خود زندگی یا اس کے مالک سے کوئی تعلق نہیں ہے..... اب ہم نے دریافت کر لیا ہے کہ کائنات ایک خالق یا مدبر طاقت کا ثبوت فراہم کر رہی ہے جو ہمارے شخصی ذہن سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے"

(ماڈرن سائنٹفک تھاٹ ص ۱۰۳)

عصر حاضر میں دنیا بھر کے تمام سائنس دان جو ایک عرصہ تک کیڑوں مکوڑوں یا زمین

ذرات کی ریسرچ کرنے کے باوجود حقیقی خدا کو پانہ سکے تھے۔ اب ان کا مالک حقیقی کے وجود اور نادیدہ ہستی کے اذعان کی گواہی دینا اس بات کا واشگاف طور پر اعلان ہے کہ اسلام نے جس مدبر اور حقیقی مالک کی خبر دی تھی بالآخر جدت طرازی کے خوگروں نے فطرت کی اس روشنی کو پالیا ہے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان اس قدر عاجز و درماندہ ہے کہ جب بھی اس پر کوئی نازک وقت آتا ہے، تو اس کا دل بے اختیار خدا کو پکارنے لگتا ہے۔ جہاں اس کو کوئی سہارا نظر نہیں آتا۔ یہ خدا کا سہارا ڈھونڈنے لگ جاتا ہے۔ جہاں انسان کی قوت جواب دیجاتی ہے۔ وہاں وہ ایسی ہستی کو پکارتا ہے جو تمام طاقتوں سے بڑھ کر ہو جو تمام مادی قوتوں کی سرچشمہ اور حقیقی توانائی کا مرکز اصلی ہے۔ اس کی ایک دلچسپ مثال جسے ہندوستان کے ایک مفکر علامہ وحید الدین خان نے "اسلام اور عصر حاضر" میں نقل کیا ہے۔ جس کا ذکر مسٹر چرچل نے دوسری جنگ عظیم کے حالات کے متعلق اپنی کتاب کی چوتھی جلد ص ۴۳۳ میں کیا ہے۔

۱۹۴۴ء کے نازک لمحات میں جبکہ ہٹلر سارے یورپ کے لئے خطرہ بنا ہوا تھا خود چرچل نے ماسکو کا سفر کیا تھا۔ اس موقع پر چرچل نے اتحادی فوج کی کارروائی کے متعلق اپنی سکیم کی تفصیلات بتائیں۔ چرچل کا بیان ہے کہ اسکیم کی تشریح کے ایک مرحلہ پر جبکہ سٹالن کی دلچسپیاں اس سے بہت بڑھ چکی تھیں۔ اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

"May God prosper this under taking." "خدا اس مہم کو کامیاب کرے"

اسلام کی یہی تابندہ صداقت ہے جس کی طرف الحاد و دھریت کا ہر علمبردار اور سائنسی علوم کا ہر دیوتا جھکا پڑا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مالک حقیقی کے تصور اور غیبی طاقت کے اقرار کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں۔

Scanned with CamScanner

خدا کی گواہی کی چند مثالیں :-

ماہنامہ المختار جو ریڈرز ڈائجسٹ کا عربی ترجمہ ہے اس میں ایک پیراٹروپر نے لکھا ہے۔

"میری پرورش ایک ایسے خاندان میں ہوئی، جس میں اللہ کو یاد کرنے اور نماز پڑھنے والا ایک فرد بھی نہ تھا۔ تعلیم بھی ایسے مدارس میں حاصل کی جس میں نہ دینی تعلیم کا انتظام تھا نہ مذہب سے لگاؤ رکھنے والا کوئی استاد، پوری زندگی مادی اور مکانیکی انداز میں گذری، جیسے کوئی حیوان زندگی بسر کرتا ہے، صرف کھانا پینا اور امتیاز خیر و شر کے بغیر جنسی جبلت کو پورا کرنا، اس کے باوجود جب میں پہلی دفعہ جنگ عظیم دوم میں اپنے جہاز سے پیراشوٹ کے ذریعے کودا اور چھتری کھلنے سے خود کو فضا میں گرتے ہوئے پایا تو بے ساختہ میری زبان پر یا اللہ اور یا رب کے الفاظ جاری ہو گئے۔ میں حیران ہوا کہ یہ ایمان کہاں سے آ گیا تھا۔"

۱۹۵۰ء میں میں سٹالن کی بیٹی کی یادداشتیں شائع ہوئیں۔ اس میں اس نے لکھا ہے کہ "وہ خود حیران ہے کہ کس طرح فطری طور پر وجود باری تعالیٰ پر اس کے دل نے گواہی دی۔"

(۲) فلسفہ اجتماع کے مشہور فرانسیسی ماہر پروفیسر ڈورکائم نے ایک تازہ تصنیف میں ثابت کیا ہے۔ "کہ اللہ کے وجود پر ایمان ایک انتہائی واضح حقیقت ہے اور یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی شخص اس دنیا میں رہے اور اس کائنات کے لئے کسی معبود کے موجود ہونے کے بارے میں غور و فکر کئے بغیر ہی مر جائے" یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ عقل کی نارسائی کے باعث حقیقی مالک کو دریافت نہ کر سکے اور غیر اللہ کی پرستش کرتا رہے، لیکن جس کی بھی پرستش کرے گا اس گمان سے کرے گا کہ یہی حقیقی معبود ہے یا اس مغالطے میں کہ یہ پرستش الہ حق سے قرب کا ذریعہ ہے۔

(۳) قریش مکہ کو قرآن نے مشرک اور جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے وہ بھی

Scanned with CamScanner

مالک حقیقی کے وجود کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ انہیں جب انتہائی مشکلات میں کوئی راستہ نظر نہ آتا تو وہ لات و ھبل کی بجائے حقیقی خدا کو پکارنے لگتے تھے۔

قرآن کا بیان ہے!

"فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین له الدین" ○ القرآن (پ۲۱ سورۃ عنکبوت)

"جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں (اور کشتی منجدھار میں پہنچتی ہے) تو سچے دل سے ایک خدا ہی کو پکارتے ہیں۔"

ابتداء ہی سے یہ بات نمایاں رہی ہے کہ جب جہاز ڈوبنے لگتا ہے، یا آگ قابو سے باہر ہو جاتی ہے، طوفان تباہی کے گرداب سر کر جاتے ہیں جنگوں کا الارم ہوتا ہے، موت کا ننگا ناچ نظر آتا ہے یا مرض حد سے بڑھ جاتا ہے، تو ملحد اور منکر لوگ بھی مذہب کی طرف رجوع کرتے اور مالک حقیقی کو پکارنے لگتے ہیں۔

موت کے وقت تو فرعون نے بھی یہ کہہ کر حقیقی خدا کو پکارا تھا۔

امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنو اسرائیل وانا من المسلمین القرآن (پ۱۱ سورۃ یونس)

"میں ایمان لایا اس خدا پر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تھے، میں تو مسلمان ہو گیا ہوں"

لیکن ایسے وقت اس کی پکار کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

مالک حقیقی اور معبود برحق کا تصور کسی نہ کسی طرح دنیا کی ہر قوم اور ہر سوسائٹی میں جو د رہا، عہد قدیم بھی ایک دور تھا آگ کو خدا مانا جاتا تھا پھر ایک دور آیا لوگوں نے

سورج اور چاند کو دیوتا کہا، ایک زمانے میں پتھر کی مورتیوں اور خدا کے نیک بندوں کی تصویروں اور مجسموں کو خدائی صفات سے متصف کیا جانے لگا، ایک دور آیا تو ایک طبقہ حضرت عزیر کو ایک دوسرے طبقہ نے حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا گردان کر انہی کو اپنی مشکلات کا آسرا قرار دینے لگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بتوں کو خدائی کا درجہ دیا گیا، شدید مصیبت کے وقت ان کے ماننے والے ان کو چھوڑ کر حقیقی خدا کو پکارنے لگتے،

فلاسفہ کے دور میں خدا کا صریح انکار ہوا، اور پھر جب اسلام کے فیلسوف، ابن رشدؒ امام غزالیؒ اور امام رازیؒ نے دہریت کے تمام دلائل توڑ دیئے، تو پھر ایک وقت ایسا بھی چشم فلک نے دیکھا کہ دنیا بھر میں کوئی انسان مالک حقیقی کے تصور سے خالی نہ رہا، مادیت اور الحاد کا نیا دور ۱۶ ویں صدی کے بعد دوبارہ شروع ہوا، بدھ مت نے بدھ کو سکھوں نے گورونانک کو مارکس "ہیگل" اور لینن نے قدرت کو، مغربی ملحدوں نے فطرت اور طبیعت کو صانع حقیقی اور کارساز عالم تسلیم کیا۔

مذکورہ ملحدین بے شک ایک خدا اور اس کے اس تصور کو جس کا ذکر اسلام نے کیا تسلیم نہ کرسکے۔ تاہم وہ بھی کائنات عالم کو بغیر کسی غیبی قوت اور کارساز کے خود بخود قائم ہو جانے کا عقیدہ نہ رکھ سکے۔ انہیں کسی نہ کسی صورت میں ایک غیبی طاقت اور نادیدہ ہستی کا یقین ضرور کرنا پڑا۔ جو کارخانہ عالم کا براہ راست مدبر اور خالق ہے۔ اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے۔ جس نے عقل و دانش کی اس ضرورت اور فطرت و طبیعت کے اس تصور کو نہایت روشن اور واضح انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔

Scanned with CamScanner

اسلام میں دین اور دنیا کا امتزاج ہے :-

مذہب کی ضرورت اور ایک خدا کا جو تصور اسلام نے پیش کیا ہے - وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے - اس میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا احاطہ کیا گیا ہے -- عصر حاضر کے اس خدائی دین میں جدید انکشافات سمیت ہر ترقی کو خدائی مظہر قرار دیا گیا ہے - اسلام نے جدید ترقی یا نظم مملکت اور سماجی انصاف کو انسان کا ذاتی معاملہ قرار دیکر جدید اصلاحات سے صرف نظر نہیں کیا، اس کو ایک عالمی انصاف اور دنیا کی ہر سوسائٹی اور ہر طبقے کی ضروریات پورا کرنے کی پوری پوری صلاحیت عطا کی گئی ہے' یہ اجتماعی زندگی میں سارے عالم کی رہنمائی کر سکتا ہے، خالق حقیقی کے احکام کو ایک مذہبی قوت کے روپ میں یہ مذہب انسانوں کے بنائے ہوئے ہر نظام اور عارضی اصولوں کی نہ صرف یہ کہ قیادت کر سکتا ہے بلکہ تمام ناکام فلسفوں اور بے مراد نظریوں کے مقابلے میں ہر قوم اور ہر طبقہ کے لئے روشن چارٹر عطا کر سکتا ہے - معاشرے کی سیاسی، اخلاقی، معاشی اور روحانی اصلاح کے تمام پہلو اسلام کی تابندہ تعلیمات کی روشنی میں ہر قوم کے لئے نشان منزل کا درجہ رکھتے ہیں -

Scanned with CamScanner

دوسرا باب

اسلام اور انسانیت

انسان کی حقیقت کے بارے میں مختلف نظریات :-

انسان کیا ہے، اس کی معرفت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ ان سوالات کے بارے میں ایک وہ نظریہ ہے، جسے اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ لیکن زاویہ عقل اور مذہب کے بعد نے کیا کیا گل کھلائے، کہ قدیم وجدید فلاسفہ کی جماعتیں خدائی تعلیم سے ماورا ہو کر خود انسان کی چھان پھٹک کرنے لگیں، اس کی ماہیت و حقیقت پر عقل کے گھوڑے دوڑانے لگیں، فلسفہ کے نظریات کے موہوم تصورات کی صورت ملاحظہ ہو۔

ڈاروِن کا نظریہ :-

۱۸۵۹ء میں انگریز سائنسدان چارلیس رابرٹ ڈاروِن (CHARLES' ROBET' DARWIN) نے نظریہ ارتقاء اور بقائے اصلح کا اصول پیش کیا۔ اس کے مطابق انسان ابتداء میں ایک بندر تھا، گردش زمانہ کے ذریعہ رفتہ رفتہ انسان بن گیا، ڈاروِن نے اس نظریہ کے فروغ کے لئے اپنی مشہور کتاب اصل الانواع (ORIGIN OF SPECIES) شائع کی جس پر دنیا بھر کے مذہبی حلقوں میں شور مچ گیا۔ ۱۸۷۱ء میں اس کی دوسری کتاب (DESCENT OF MAN) شائع ہوئی۔ ڈاروِن کا نظریہ ایک عرصہ تک مغربی حلقوں میں زیر بحث رہا۔

جولیان کا نظریہ :-

انہیں حالات میں ایک دوسرے انگریز سائنسدان جولیان ہگسلے

(JULIAN HUXLEY) نے انگڑائی لی۔ وہ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۵ء تک نیو آکسفورڈ کالج میں شعبہ حیاتیات کا صدر رہا۔ اس نے ڈارون سے کچھ اختلافات کر کے کہا "انسان مخصوص حیوان ہے۔ اس میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو کسی اور حیوان میں نہیں پائی جاتیں"

جان ھکسلے اپنی کتاب "انسان کا دور جدید" میں لکھتا ہے۔

"دیگر حیوانات میں اپنے مقام کے بارے میں انسان کی رائے گھڑی کے پنڈولیم کی طرح متحرک رہی ہے۔ کبھی اس نے اپنے آپ کو عظیم تر جانا کبھی کمتر خیال کیا، کبھی اس میں اور دیگر حیوانات میں بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا اور کبھی سکڑ کر بالکل مختلف ہو گیا۔"

ڈارون کے فلسفہ کے بعد پنڈولیم کی الٹی حرکت نے جنم لیا، اس طرح ایک طویل عرصہ تک مختلف تحقیقات کے روپ میں انسان حیوان کہلاتا رہا، ھکسلے کے مطابق انسان عام حیوانوں کی مانند حیوان تو نہ رہا تاہم اسے ایک مخصوص اور بے مثل حیوان خیال کیا جانے لگا۔

مور سیس کا نظریہ :-

دیکھتے ہی دیکھتے ایک اور انگریز سائنسدان کریسی مور سیس نے نے جنم لیا، جس کی کتاب (NON DOES NOT STAND ALANE) میں ڈارون اور ھکسلے کے ارتقائی نظریات سے واضح طور پر بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے۔

مور سیس کہتا ہے

"نظریہ ارتقاء کے قائلین تو راثی وحدت سے ناواقف ہیں۔ کتاب سائنس ایمان کی داعی ہے۔ (از محمود صالح ملکی، ص ۱۴۵)

آگے چل کر مور سیس وضاحت کرتا ہے۔

"انسان کی تخلیق سیمیا (اورنگٹان، گوریلا، اور چنبزی) کے مشابہ ہے مگر یہ ہیکلی مشابہت اس بات پر دلیل نہیں کہ ہم سیمیسائی نسل سے ہیں" - یا یہ بندر انسان کی تنزل پذیر اولاد ہے - کوئی بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ کاڈ مچھلی ہاڈک کی ارتقائی شکل ہے - حالانکہ دونوں پانی میں رہتی ہیں، ایک ہی غذا کھاتی ہیں اور دونوں کی ہڈیاں مشابہ ہیں -

(از اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل ۱۴۲)

قدیم یونانی نظریہ :-

ڈارون اور مورسیس وغیرہ سے قبل یونانی فلسفہ کی رو سے انسان دیوتاؤں کا حریف سمجھا جاتا تھا۔ اس تصور نے بھی عقل و شعور کے ہاتھوں شکست کھائی تو رومی دور نے جنم لیا۔ رومیوں کا عہد تہذیب جدید کی بنیاد ہے۔ جب رومی حکومت پر مسیحیت کا غلبہ ہوا تو انسان کو پیدائشی گناہ گار قرار دے کر ان کے بقول حضرت عیسیٰ کی پھانسی کو ان کا کفارہ قرار دیا گیا۔ نصرانی نظریات کی رو سے گو خدا کا تصور موجود تھا۔ تاہم کلیسا نے حضرت آدم کی لغزش کو ایک ایسا رنگ دیا کہ پوری انسانیت ذلت و نکبت میں گر گئی۔

قدیم مسیحی نقطہ نظر :-

مسیحی پیشواؤں نے عقیدہ کفارہ میں کیا کیا رنگ بدلے یہ ایک علیحدہ داستان ہے۔ مگر انسان کے بارے کفارے کا یہ نظریہ بھی انسان کو سربلند نہ کر سکا۔ انسان کے فطری میلانات اور اس کے جنسی روابط کو گندگی، نجاست اور اس کے شعور ذات کو پیدائشی طور پر گناہ اور خطا قرار دے دیا گیا اور اس کے پس پردہ عیسائیت کا نظریہ رہبانیت کام کر رہا تھا۔

اسی نظریہ کے خلاف جب رد عمل شروع ہوا یورپ نے کلیسائی تصورات کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس انقلاب کے ساتھ انسان کے بارے میں نقطہ نظر میں بھی تبدیلی

پیدا ہو گئی۔ اب انسان کی حقیقت کسی مذہبی اور نظریاتی شعور کی بجائے عقل کی خامہ فرسائی کاشکار ہو گئی۔ (اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل ص ۲۶)

اٹھارویں صدی کے نصف میں جب روشن دور شروع ہوا تو عقل ہی خدا بن گئی۔ ساری دنیا کے عجائبات، عقل کا کرشمہ قرار پائے۔

مارکس اور اینجلز کے نظریے :۔

انیسویں صدی کے وسط میں ۱۹۳۰ء میں جرمنی کے یہودی النسل کارل مارکس نے سر اٹھایا۔ اس نے فلسفہ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کیا۔ اسے ۱۸۴۵ء میں پیرس سے نکال دیا گیا۔ وہاں سے بلجیم پہنچا، یہاں اس نے اینگلز کے ساتھ ملکر جدید اشتراکیت کا منشور COMUNIST MENIFESTO کے نام سے شائع کیا۔ ۱۸۸۴ء میں اس نے مزدوروں کی پہلی کیمونسٹ انجمن قائم کی۔ زندگی کے آخری دنوں میں اپنی مشہور کتاب "Capital" سرمایہ تصنیف کی، مارکس نے تاریخ کے تمام تغیرات کو معاش کے گرد گھمایا اور انسان کو ایک کمزور مخلوق ثابت کر کے اسے خداوند معاش اور ذرائع پیداوار کے آگے جھکادیا۔ (اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل ص ۶۴)

امریکی، برطانوی، فرانسیسی، اور اشتراکی سائنسدان نے انسان کی حقیقت اور جستجو اور اس کے دنیوی مقاصد کے بارے میں ایسی قلابازیاں کھائی ہیں کہ عام انسان ان کی حالت اور پے در پے بدلتے ہوئے افکار پر حیرت کرنے لگتا ہے۔ پورا یورپ انسان کے بارے میں ہمیشہ افراط و تفریط میں مبتلا رہا ہے۔

آسٹریا کا یہودی النسل سائنسدان سگمنڈ فرائڈ (SIGMAD FREID) بھی کسی سے پیچھے نہ رہا، اس نے تحلیل نفسی، کا فلسفہ پیش کیا۔ ۱۹۲۸ء میں آسٹریا پر حملہ کے بعد یہ لندن پہنچا۔ وہاں اس کے نظریہ کو ایک طبقہ نے پسند کیا، تحلیل نفسی کے اس

Scanned with CamScanner

نظریہ کے مطابق انسان کے تمام محرکات جنس سے مغلوب ہو گئے، فرائڈ نے انسان کو جنسی دلدل میں ڈالکر اس کے حقیقی مقصد تخلیق کو جانوروں سے بھی بد تر بنا دیا۔

بعض سائنسدانوں نے واضح طور پر لکھا ہے کہ انسان بالقصد وجود میں آیا ہے، اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس کو ایک نظام کے تحت کون چلاتا ہے، کیونکہ اگر اس کو چلانے والا نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

انسان کی حقیقت تلاش کرنے کے لئے دنیا بھر کے بے شمار سائنسدان اور ماہرین ایک طویل عرصہ تک تجرباتی شاہراہ پر عقل و خرد کے گھوڑے دوڑاتے رہے، بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں علم حیاتیات کے زیر عنوان سالہا سال تک سائنسدان حقیقت انسان کی تلاش میں سرگرداں رہے ہیں۔ اس جہد مسلسل اور محنت شاقہ کا کیا نتیجہ نکلا۔ ایک امریکی سائنسدان کی زبانی سنیئے جس نے اعتراف عجز کے طور پر ایک کتاب "انسان نامعلوم" کے نام سے تصنیف کی، امریکی دانشور ڈاکٹر الکیس کاریل فرانس کے شہر لیون میں پیدا ہوا۔ اس نے ویجون یونیورسٹی سے سائنسی علوم کی ڈگری حاصل کی۔ کئی سال تک ویجون یونیورسٹی میں تدریس کے بعد امریکہ چلا گیا۔ یہاں اس نے نیویارک میں روک فیلر انسٹی ٹیوٹ میں علمی تحقیقات کا آغاز کیا۔ تیس سال کے بعد یہاں سے علیحدہ ہوا، تو اس نے "انسانی ریسرچ" کے بارے میں آخری فیصلہ "انسان نامعلوم" نامی کتاب لکھ کر کیا، ڈاکٹر کاریل لکھتے ہیں۔

"میں فلسفی نہیں ہوں بلکہ سائنسدان ہوں میں نے زندگی کا بڑا حصہ تجربہ گاہ میں گذارا ہے۔ جہاں میں جاندار کائنات کا مطالعہ کرتا رہا۔ اس عرصہ میں بنی نوع انسان کا مطالعہ کیا۔ میں درحقیقت قدیم وجدید دونوں دنیاؤں کا باسی ہوں۔ میں اس وجہ سے بھی ممتاز ہوں کہ میں نے خاصا وقت راک فیلر انسٹی ٹیوٹ میں ان علماء کے ساتھ گزارا ہے، جن

کو سیمون نے جمع کیا تھا۔ میں نے وہاں زندگی کی مظاہر میں غور کیا۔ جبکہ ملتنزر، جاک نویب اور نگیوشی جیسے بے مثال اہل علم نے زندگی کی گتھیوں کو سلجھایا۔ ایکس ریز کی مدد سے ماہرین طبیعیات نے انسانی نسلوں کے مواد کے اجزاء کا پتہ لگایا۔ عضویاتی مظہر کے کیمیاوی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ کچھ ماہرین نے اپنی تحقیقات وائرس' اور بیکٹیریا تک محدود رکھیں.....

آگے چل کر ڈاکٹر کاریل نے حقیقت سے پردہ اٹھادیا۔

"مگر زندہ کائنات کے بارے میں بالعموم اور انسان کے بارے میں بالخصوص یہ ترقی حاصل نہ ہو سکی، بلکہ انسان اب بھی وصفی مرحلہ میں ہے، کیونکہ انسان ایک ایسی کلی ہے۔ جس کے اجزاء نہیں ہو سکتے اور کلی بھی ایسی کہ کسی عرض بسیط تک رسائی آسان نہیں، ایسا کوئی طریقہ ہم نہیں پاسکے، ..... انسان کے بارے میں ہماری تمام معلومات کا سرچشمہ عقلی فلسفہ ہے اور ان تمام آراء کی بنیاد سطحی معلومات ہیں۔

ڈاکٹر کاریل نے بالاخر واضح کردیا۔

فی الحقیقت ہم بڑی گھمبیر جہالت میں مبتلا ہیں۔ نوع انسانی کا مطالعہ کرنے والوں کے سامنے جو عام سے سوالات آتے ہیں۔ ان کا بھی کوئی جواب نہیں مل پاتا، کیونکہ ہماری باطنی دنیا کے لامحدود پہلو ابھی تک نامعلوم ہیں۔

یہ باتیں وہ سائنسدان بتاتا ہے۔ جس نے حقیقت کا مطالعہ کیا ہے اور جو سائنس کی طاقت اور جولان گاہ کا شہسوار ہے۔

ان تمام حقائق کے بعد ڈارون، جان ہکسلے، وائز، کے بعد مارکس انجلز، لینن اور

دنیا بھر کے منکرین خدا کے فلسفے اور انسانیت کی خود بخود تخلیق کا سارا تصور دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ مادی علم کے ساتھ ساتھ انسان کے بارے میں اس قدر جہالت ایک علمی حقیقت ہے۔ عصر حاضر کی ترقی پر دنیا میں ایک اسلام ہی ایسا نظریہ حیات ہے جو ہمیں زمین میں انسان کی حقیقت و ماہیت اس کے کردار اور کائنات میں اس کے وجود کے حقیقی مقصد سے آگاہ کرتا ہے۔ اسلام ہی ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کی تخلیق کس طرح ہوئی۔ اس کے خالق نے اسے کس غرض سے وجود بخشا، پھر اسے کن کن امور کا پابند بنایا۔ دنیا میں ایک عرصہ گذارنے کے بعد اسے کہاں لے جاتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ اس نے کیا اس پر کیا نتائج مرتب ہونگے۔

مارکسی نظریات کے مطابق کیا انسان دنیا میں صرف معاش کے لئے پیدا ہوا ہے، اگر اس کا یہ ہی مقصد تھا تو یہ مقصد تو جانور بھی حاصل کر سکتے تھے، یا یورپ کے مطابق اس کا مقصد صرف چند روزہ عیش و عشرت ہے۔ اور بس ایک اسلام ہی ہے جس نے انسان کی آمد، حیات دنیوی، موت کے بعد کے ادوار پر بحث کر کے انسانیت کا خوبصورت امتزاج دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ (مغرب اور اسلام ۔ تہذیبی مسائل ص ۱۱)

انسانی تخلیق کا اسلامی نظریہ :-

ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسواھن سبع سموات وھو بکل شئی علیم، واذقال ربک للملئکتہ انی جاعل فی الارض خلیفہ

(پ۱ سورۃ بقرہ)

"وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب پھر قصد کیا آسمان کی طرف سو ٹھیک کر دیا ان کو سات آسمان اور خدائے تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب"

انسان کا ضعف اور کمزوری :-

ان الانسان خلق هلوعا (۱) اذا مسه الشر جزوعا
واذا مسه الخیر منوعا (پ ۲۹ سورۃ معارج)

"انسان کم ہمت واقع ہوا ہے، جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے جزع فزع کرتا ہے۔ جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔"

اسلام میں انسانوں کی حیثیت

جس ذات نے انسان کو پیدا کیا اس کے حکم کے مطابق انسان جبلی طور پر (۱) کمزور اور ضعیف واقع ہوا ہے۔ خدائے برحق اس کے مزاج، کردار، عادات و اطوار، فکر و نظر، سوچ اور ہر جسمانی ساخت، ہر عضو کی کیفیت سے پوری طرح واقف ہے۔ اسی کی شان ہے کہ وہ انسانوں کو دنیا میں انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لئے نظام حیات عطا کرے، کمزور اور ضعیف انسان کسی طرح بھی ہر دور اور ہر ملک اور ہر قوم اور ہر عہد کا دستور وضع نہیں کر سکتا، انسان کے سامنے ایک دور کے حالات ہیں۔ کوئی انسان فطرت سے خالق کی طرح قطعی واقفیت نہیں رکھتا۔

انسانی جبلت تقاضا کرتی ہے کہ اس کی زندگی کی نشو و نما کے لئے ایسا نظام حیات ہو جس میں اس کے تمام امور کی رعایت کی گئی ہو۔ اس نظام میں انسان کی ترکیبی اور طبعی مسافت کو بھی مد نظر رکھا گیا ہو۔ یہ انسان کے عمل کے وجود اور اسکے انجام کی انفرادیت کی بھی رعایت رکھتا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ انسان کی انتہائی پیچیدگی اس کے اعمال کے

Scanned with CamScanner

تنوع، اس کے مختلف ادوار میں اس کی اجتماعیت بھی اس کے سامنے ہو۔ وہ ضابطہ حیات یہ ضمانت بھی دیتا ہو کہ اس کی دکھ اور تکلیف میں وہ اپنے مالک ومختار کے آستانے سے آلام زندگی سے چھٹکارا پا سکتا ہو، چنانچہ انسانیت کے سب سے بڑے رہبر اور آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اس کے لئے بطور ایک نمونہ، اسوہ حسنہ اور اعلیٰ طرز زندگی شان منزل کے طور پر موجود ہے۔ جس کی روشنی میں وہ زندگی کی شاہراہ پر ٹھیک ٹھیک چل سکتا ہے۔

انسان جو فطری طور پر بے شمار کمزوریوں کا مجموعہ ہے۔ یہ خود ایسے نظم زندگی کا متقاضی ہے۔ جس میں اعتدال اور مساوات کی راہیں کھلی ہوں اس میں افراط و تفریط کے سارے دروازے بند ہوں۔ مختلف اقوام کے حقوق و جذبات عادات و کردار طبائع کا خاص لحاظ رکھا گیا ہو۔ چند سالوں کے بعد اس نظام کو ترمیم واضافہ اور خاتمے کا سزاوار نہ بننا پڑے۔ انسانی فطرت ایک ایسا دستور العمل چاہتی ہے۔ جو انسانوں کی چھان پھٹک سے ماورا ہو، ظاہر ہے ایسا منشور وہی ذات عطا کر سکتی ہے۔ جو اس کی حقیقت و ماہیت سے پوری طرح آشنا ہو، یہ ذات واحد صرف خدا کی ہستی ہے۔

عقلی طور پر بھی لازم ہے کہ جس ذات حقیقی نے انسان کو تخلیق کیا ہے۔ وہی اس کے لئے دستور حیات وضع کر سکتی ہے۔ وہی نظم زندگی ترتیب دے سکتی ہے۔ وہی دنیوی اور دینی نصب العین سے انسانی زندگی کو آراستہ کر سکتی ہے۔

انسانوں کو ان کی زندگی کے ایام و شہور کی رہنمائی کے لئے اس کے حقیقی خالق و مالک سے بہتر کسی کی رہبری کیا ہو گی؟

قرآن کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسانوں کو وہی احکامات عطا کئے گئے ہیں جن پر وہ آسانی کی ساتھ عمل پیرا ہو سکتے ہیں، انسانی حقیقت کی خبر رکھنے والا خدا ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا مکلف نہیں بناتا۔ جیسا کہ خود خدا نے فرمایا۔

Scanned with CamScanner

لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا (سورۃ البقرہ پ ۳)

"اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اس کا جو اس کی طاقت اور اختیار میں ہو۔

انسان کی کمزوریوں اور ضعف کو مد نظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ کوئی انسان خود کو اس بات کا اہل کبھی نہ سمجھے کہ وہ خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ اور خدا کا خلیفہ سمجھ کر اسی کے احکام کی روشنی میں دستور حیات اور قانون مملکت ترتیب دے۔ خدا نے اپنے احکامات کو انسانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کی رہنمائی کے لئے پیغمبروں کے ذریعے دنیا میں اتارا، انبیاء کی مقدس جماعت نے ان احکام کی تفسیر و تشریح سے اپنی اپنی مملکتوں کے خدوخال سنوارے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی قانون کو اپنی احادیث کی صورت میں جلا بخشی پھر اس روشنی سے آپ ؐ کے خلفاء راشدین نے اپنے اپنے ادوار کی خلافتوں کو آراستہ کیا۔ خدائی نظام کا خدا کے خاص بندوں کے ذریعے دنیا میں نافذ ہونا اور خالق و مالک کی عطاکردہ رہنمائی سے انسانیت کی رہبری اور اس کی زندگی کے دکھوں اور مسائل کو حل کرنا ہی اسلام کا حقیقی شرف اور اصلی امتیاز ہے۔

اسلام نے سیاست و مذہب یعنی انتظام مملکت اور دینی اصطلاح کو علیحدہ علیحدہ کرنے کی بجائے اسے یکجا کر کے پوری دنیا کے ہر ہر شعبے اور ہر ہر سوسائٹی اور ہر ہر طبقے کی رہنمائی کو اس مذہب کا بنیادی مقصد قرار دیا۔

اسلام نے انسانوں کے تمام معاملات نمٹانے کے لئے جو اصول وضع کئے ان کا تفصیلی ذکر تو آئندہ صفحات میں آرہا ہے۔ تاہم یہاں ان کے چند شہ پاروں کا ذکر مناسب ہو گا۔ جس سے ایک طرف یہ معلوم ہو گا، کہ اسلام میں انسانوں کی اصلی حیثیت کیا ہے اور اسلام ان سے کس قسم کی زندگی گذارنے اور دنیا میں کس طرح کے قیام کا تقاضا کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

۱۔ ان الحکم الا للہ امر الا تعبدو الا ایاہ

(پ ۱۲ سورۃ یوسف) القرآن

"حکم صرف اللہ کا ہی ہے۔ اس نے تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

۲۔ ان الدین عند اللہ الاسلام القرآن (پ ۳ سورۃ آل عمران)

"بے شک اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہی ہے۔"

۳۔ فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ و رسولہ

القرآن (پ ۵ سورۃ نساء)

"پس تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔"

۴۔ واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل

القرآن (پ ۵ سورۃ نساء)

"اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔"

خدا کے بندوں پر لازم ہے کہ وہ اسی کو معبود حقیقی بنائیں اور اسی کے قوانین کو اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگیوں کا حقیقی منشور قرار دیں۔

اسلام کے نزدیک انسان ہی تمام مخلوقات کا سردار ہے

انسان جب خدا کے سوا کسی کو بھی کارساز یا خالق و مالک نہ مانے اور اسلام کے عقیدہ توحید کو سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ قبول کرتا ہے تو وہ دنیا کی ہر مخلوق کی غلامی سے نجات پالیتا ہے۔ اس لئے اسے کرشمہ، شعبدہ بازی، سحر آفرینی، تن ومنک سے متاثر نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا سر کسی دروازے پر جھکایا نہیں جاسکتا۔ بڑے بڑے پیغمبر تک جب

ایک خالق کے سامنے عاجز و درماندہ نظر آتے ہیں تو شیفتگی حق کے لئے ایک ہی مرکز اس میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے۔ وہ غلامی کے ہر بندھن سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو جہل مرکب سے انسانوں کے حصے میں آیا ہے، ایک ہی خدا کی پرستش ہر طاقت کے شکنجے سے نکال دیتی ہے۔ ایک ہی محور و معبد کے تسلیم کرنے کے بعد جب انسان اسلامی تعلیمات پر غائرانہ نگاہ ڈالتا ہے، تو اسے صاف طور پر نظر آتا ہے کہ اسلام ہی دنیا میں وہ واحد دین ہے جس میں انسانوں کو تمام مخلوقات کا سردار اور عزت و شرف میں سب سے ممتاز حیثیت عطا کی گئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ولقد کرمنا بنی ادم وحملنا هم فی البر والبحر (۴)
ورزقنا هم من الطیبات وفضلنا هم علی کثیر ممن
خلقنا تفضیلا ○ (سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵)

"اور ہم نے بنی آدم کو بزرگی اور برتری عطا کی اور خشکی اور تری کی طاقتیں اس کے تابع کر دیں جو اس کو اٹھائے پھرتی ہیں اور پاکیزہ چیزیں اس کے کھانے کو دیں اور بہت سی مخلوقات پر ہم نے اس کو فضیلت دی۔"

آسمان و زمین شمس و قمر، شجر و حجر، بحر و بر صرف انسانوں کے لئے ہیں

(۳)
الله الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء
ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم وسخر لکم الفلک
لتجری فی البحر بامره وسخر لکم الانهار ○

(پ۱۳ سورۃ ابراہیم)

"اور اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور آسمان سے پانی اتارا، اور اس کے ذریعے تمہارے رزق کے لئے پھل پیدا کئے، اور کشتی کو تمہارے لئے مسخر کیا جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں اور تمہارے لئے نہروں کو مسخر کیا۔"

انسان بلا مقصد پیدا نہیں کیا گیا اسے اپنی زندگی اپنے خالق کے احکامات پر عمل کرنے اور اسی کی عبادات بجالانے اور اسی کی اطاعت و انقیاد کو مرکز اصلی قرار دینے اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کی فرمانبرداری کے تابع بنانا ہوگی۔ جیسا کہ قرآن کا ارشاد ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون　　(سورۃ ذاریات پ۲۷)

"اور نہیں پیدا کیا انسان کو مگر اس خدا کی عبادت کرنے کے لئے"

انسان کو کبھی بندر کہنا کبھی ہیولہ قرار دینا، کبھی جانوروں کی مثل کہنا اور پھر اسے عبث اور لایعنی ماننا، اس کی تخلیق کا کوئی مقصد بھی ظاہر نہ کرنا، یہ مسیحی، یونانی، یورپی، نظریات کا چربہ تو تھا ہی لیکن آخری صدی میں ڈارون اور ھکسلے وغیرہ کی تصریحات ایک مضحکہ خیز عجوبے سے کم نہیں۔

پوری کائنات کا نظام اس کے خالق نے جس انسان کے ہاتھ میں تھمادیا ہے کیا خود اس کی تخلیق اور دنیوی اعمال لایعنی ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ بے مقصد پیدا کیا گیا ہے؟ صرف مشینی اور مادی انسان دنیا میں موجود ہے؟ اس کی تخلیق کے اعلیٰ مقاصد، اس کے زندگی کے اعلیٰ طریقے، اس کے ایام و شہور کا مکمل دستور دینے والا اسلام آج سائنسی تجربات اور مشینی جدت طرازیوں کے بعد یہ کہہ سکتا ہے کہ انسان کی فلاح، کامرانی اور اور اس کے معاشرتی حسن کا قرار خدائی دین اور محمدی شریعت سے وابستہ نہیں ہے؟ جہاں اسے مادی اور روحانی کمالات کا حسن بھی عطا ہوا ہے اور اخروی کامیابی کا زیور بھی پہنایا گیا ہے۔۔۔ یہ نہ عبث پیدا ہوا ہے نہ لایعنی سعی کا سزاوار ہے، نہ اس کی حرکات لغو تھیں نہ اس کا فہم پژمردہ ہے، نہ اس کی زندگی مردہ لاش کی طرح بے حس و بے حرکت ہے بلکہ یہ

اعمال کے مفید نتائج اور اپنے افعال کی سزا و جزا سے بہرہ ور ہے۔ جس طرح خود انسان کسی چیز کو بے مقصد نہیں بناتا، نہ لایعنی امور کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اسی طرح اس کے خالق نے بھی اسے بے مقصد اور عبث پیدا نہیں کیا بلکہ اس کی پوری مخلوقات پر سرداری اور قیادت کی تہہ میں اس کے ذمہ لگائے ہوئے احکام ہیں جن کا حامل ہو کر یہ تمام دنیا اور عالم عقبیٰ دونوں جگہ سرفراز اور سرخرو ہو سکے گا۔

- وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار الخ (سورۃ ابراہیم پ۱۶)

"اور تمہارے لئے (خدا نے) سورج چاند اور دن رات کو مسخر کیا۔"

- یاایھاالناس اناخلقنکم من تراب

"اے انسانو! بے شک ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔"

انسانی زندگی کا حقیقی مقصد :-

دنیا میں انسان کی آمد کا مقصد کیا ہے؟ ساری مخلوقات کا سردار بنا کر اسے دنیا میں ایک مخصوص مدت کے لئے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر یہ صرف کھانے پینے کے لئے دنیا میں آیا ہے تو اس کے لئے جانور بھی کافی تھے، اگر یہ صرف عشرت کدے سجانے اور رقص و سرود کی محفلیں قائم کرنے کے لئے آیا ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا، اس کا حاصل کیا نکلے گا، اس پر کیا فائدہ مرتب ہو گا۔ پیدا کرنے والے کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ وہ ایک ایسی مخلوق کو دنیا میں بھیجے جو چند روزہ عیش و تمتع سے حظ وافر اٹھا کر دنیا سے رخصت ہو جائے نہ آنے کا کوئی مقصد ہوا نہ رہنے کا کوئی فائدہ ہوا۔ قرآن نے اسی فلسفہ کا ان کا الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

(۵)

- افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لا

Scanned with CamScanner

ترجعون ○ (پ۱۸ سورۃ مومنون)

"کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا، اور کیا تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟"

- انا عرضنا الامانته علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها (۹) وحملها الانسان (سورۃ احزاب پ۲۲)

"بے شک ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی، پس انہوں نے اسے پکڑنے سے انکار کر دیا، اور اس کی وجہ سے پھٹنے لگیں، اور انسان نے اسے پکڑ لیا،"

یہ کونسی امانت ہے جسے انسان نے اٹھا کر اس کے تقاضے پورے کرنے کا عہد کیا ہے۔ دراصل قرآن نے کہا ہے کہ انسانوں کی جسمانی پیدائش سے ایک طویل عرصہ قبل پوری کائنات کی ارواح کو ایک جگہ جمع کر کے توحید خداوندی اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کی امانت تمام مخلوقات کے سامنے پیش کی۔۔۔ آسمانوں زمین اور پہاڑوں نے اس بار امانت کو اٹھانے سے انکار کیا۔۔۔ لیکن انسانی ارواح نے اس بوجھ کو اٹھالیا۔۔۔ جس کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

الست بربکم قالو بلی القرآن (پ۳ سورۃ آل عمران)

"کیا میں تمہارا رب نہیں تو ان (ارواح) نے کہا تو، تو ہی ہمارا رب ہے۔"

یہی وہ ازلی اقرار تھا۔ جس کے باعث انسانوں کو پوری کائنات پر سرداری عطا کر دی گئی، خدائی الوہیت و عبودیت کے اقرار اور اس کے جملہ تقاضوں کو زندگی بھر اپنی خواہشات کا محور بنانے کا پیمان ہو چکا ہے۔

مذاہب عالم میں اسلام کی امتیازی خصوصیات

۱۔ اسلام کی جامعیت :-

اسلام ایک ایسا طریق فکر اور نظریہ حیات ہے۔ جو زندگی کے ہر مسئلے کا حل پیش کرتا ہے۔ انسان پر خدا کے کیا حقوق ہیں، دوسرے انسانوں کے اس پر کیا حقوق ہیں، خود اس پر اپنے نفس، بیوی، بچوں، دوستوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، محتاجوں، یتیموں، بیواؤں کا کیا حق ہے۔ ہم مذہب غیر مذہب، دشمنوں حتیٰ کہ نوع انسانی بلکہ پوری کائنات کے اس پر کیا حقوق ہیں، وہ ان تمام حقوق اور ذمہ داریوں کے درمیان عدل اور توازن قائم کرتا ہے۔ ایک شخص کا مسلمان ہونا اس امر کی کافی ضمانت ہے کہ وہ ان تمام حقوق کو پورے انصاف کے ساتھ ادا کرے گا۔ (از اسلامی ریاست ص ۴۰)

اسلام پوری انسانیت کو وحدت کی لڑی میں پرونا چاہتا ہے۔ اس کے ہاں کسی عربی کو عجمی پر کالے کو گورے پر کسی امیر کو غریب پر کسی آقا کو غلام پر کوئی فضیلت نہیں صرف پاکبازی اور تقویٰ میں کاملیت انسان کا سب سے بڑا شرف اور اعزاز ہے۔

۲۔ اسلام کا سب سے بڑا شرف عقیدہ توحید ہے :-

عالم انسانیت پر اسلام کا سب سے بڑا احسان عقیدہ توحید ہے۔ اسلامی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ توحید کا اقرار انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ کتے جیسا جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے۔ کوئی دوسرا آئے خواہ امیر ہو، غریب ہو، اسے بھونکتا ہے لیکن اگر اپنا مالک سامنے آ جائے تو دم ہلانے لگتا ہے۔ قدموں میں پڑتا ہے یہ اسے کسی نے پڑھایا یا سکھایا نہیں، کتا حقیقت میں آقاشناس ہے اور انسان بھی فطری طور پر مولاشناس ہے۔ جب ایک

Scanned with CamScanner

کتا، جانور اور غیر عاقل ہو کر مالک شناسی سے بہرہ ور ہے تو ایک انسان جو اشرف المخلوقات ہے کیونکر اپنے آقا اور مولا کو نہیں جانتا کیا یہ کتے سے بھی کم فہم واقع ہوا ہے یا اس کی عقل پر الحاد و بے رہروی کے ایسے دبیز پردے پڑ چکے ہیں کہ اپنے محسن حقیقی اور خالق اصلی سے روگردان ہو گیا ہے۔

القصہ خدا کی معرفت و پہچان بندے کی فطرت ہے اگر اسے دین اسلام کی صحیح تعلیم پہچانے والا کوئی بھی نہ مل سکے، تب بھی یہ فطری تقاضے کے بموجب فطرتاً مجبور ہے کہ اپنے مالک و خالق کی پہچان کر سکے خدا کے اس فطری تصور میں انسان نے بہت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ کبھی وہ آگ، سورج، چاند ستاروں، پتھر کی مورتوں کو خدا سمجھنے لگا کبھی خود تصور باطلہ کے اندھیروں میں پڑی ہوئی مخلوق کہاں تک پہنچ گئی تھی۔ قرآن کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب، ظلمت بعضھا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہ القرآن (سورۃ نور پ ۱۸)

چنانچہ اسلام کے خدائی تصور سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو حقیقی مالک کا دروازہ مل گیا، ہر قسم کا جہل اور شرک غارت ہوا، اغیار کے طلسم ٹوٹ گئے۔ کسی بھی دنیا کی عظیم شخصیت کو خدا کہنے کے زاویے بدل گئے۔ ایک ہی مشکل کشا حاجت روا، دکھوں کا مداوا ہر انسان کے سامنے جلوہ گر ہوا تو مایوسی اور بداعتقادی کے سارے اوہام باطل ہو گئے، ہر انسان اپنے اندر خود اعتمادی محسوس کرنے لگا اور حقیقت اسلیہ انسانوں پر روشن ہوتی چلی گئی۔

O

اسلامی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ یہ مادی عالم ہی سب کچھ نہیں ہے اور محض یہ دنیوی زندگی ہی کل زندگی نہیں ہے اس لئے انسان تو اس زندگی سے پہلے بھی اس دنیا میں موجود تھا اور مرنے کی بعد بھی موجود رہے گا۔ نیز یہ کہ انسان ہی نے خود کو خود سے پیدا نہیں کیا بلکہ انسان تو اس وقت سے موجود ہے جب اس کو اپنے وجود کا بھی پتہ نہیں تھا۔ نیز انسان کے خالق جمادات، زمین آسمان، سورج، چاند، سمندر ستارے، پہاڑ اور درخت وغیرہ ہیں جو انسان کو اپنے آگے پیچھے نظر آتے، کیونکہ انسان ذی عقل ہے اور یہ سب اشیاء عقل سے عاری ہیں بلکہ انسان تو اس صلح کا سرچشمہ ہے اور صداقت کا مشترکہ خزانہ ہے۔ جس کی تعلیم اختلافات کو مٹا دینے اور اتحاد و آشتی کا سبق دینے والی ہے۔ اسلام حکم دیتا ہے اگر دو شخصوں میں ناراضگی پیدا ہو جائے تو تیسرے دن ان سے ایک شخص دوسرے کو السلام علیکم کہہ کر ناراضگی ختم کر ڈالے۔

"لایحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا و خیر ھماالذی یبداء بالسلام" (الحدیث)

"کسی شخص کو جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین رات دن سے زیادہ ملاقات چھوڑ دے جب دونوں کہیں ملیں تو یہ ایک طرف منہ پھیرے ان میں بہتر وہ شخص ہے جو پہلے اپنے رنج کو دور کر کے "السلام علیکم" کہہ کر بات شروع کر دے۔"

خدا کا ایک نام مومن "امن دینے والا اور "سلام" بھی آیا ہے چونکہ خدا خود سلامتی اور امن کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے اس نے اپنے وضع کردہ مذہب کا نام بھی اسلام رکھا اور اسلام کا خاص شعار ایک دوسرے سے سلام کرنا ہے تاکہ لوگوں میں عالمگیر صلح پیدا ہو اسلام کے دوسرے عقائد بھی صلح سلامتی اور باہمی محبت کی تلقین کرتے ہیں۔

توحید کی تعلیم اسلام کا اصول اعظم ہے توحید سے بھی یہی مقصود ہے ہر فرد انسانی کے

Scanned with CamScanner

اقوال و افعال اور عقائد و خیالات میں یکجہتی پیدا ہو اور اسی وجہ سے اسلام صلح کی تعلیم دینے والا مذہب ہے۔

عقیدہ آخرت اور بدلے کا دین :-

اسلام کا ایک امتیاز یہ ہے کہ یہ بدلے کا دین ہے۔ اس کے نزدیک دنیا میں انسان کی آمد ایک خاص مقصد یعنی خدائے واحد کی بندگی کیلئے ہے۔

حیات مستعار ایک آزمائشی پروگرام کے تحت جاری ہے۔ زندگی کے قول و فعل پر ایک نتیجہ اور جزا و سزا، کا عنوان مقرر ہونے والا ہے۔ کائنات کو جس میں اربوں دنیائیں موجود ہیں ایک رب واحد اور مالک حقیقی ہی عدم سے وجود میں لایا ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہے تو سب کچھ فنا بھی کر سکتا ہے۔ اسے کائنات کی کسی چیز سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ اس کی کوئی ابتدا، یا انتہا نہیں۔ اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ تمام فطری قوانین اور نوامیس طبیعی اس کے جاری اور نافذ کردہ ہیں۔

عالم عرب کے مشہور عالم علامہ طنطاوی اپنی عربی کتاب تعریف عام بدین الاسلام اخروی زندگی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اخروی زندگی پر ایمان ذات باری پر ایمان کا منطقی نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ اس دنیا کے حالات و کوائف پر غور کرنے والا شخص دیکھتا ہے کہ یہاں ایک شخص ساری زندگی ظلم و ستم کرتا ہے اور اسی حالت میں مر جاتا ہے اور دوسرا شخص پوری زندگی ظلم سہتے سہتے موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو کہ عادل و منصف ہے۔ ظلم گوارا نہیں کرتا، اور یہ نہیں ہو سکتا کہ ظالم کو سزا نہ ملے اور مظلوم کی دادرسی نہ ہو، بنا بر ایں عقل کا تقاضا ہے کہ ایک زندگی ہو جس میں مظلوم کے ساتھ انصاف

Scanned with CamScanner

علامہ آگے لکھتے ہیں۔

"دراصل زندگی کی کہانی اس دنیا کے ختم ہو جانے سے اختتام پذیر نہیں ہو جاتی۔ بالکل اسی طرح جیسے ٹیلی ویژن پہ فلم چل رہی ہو اور اچانک درمیان سے منقطع کر کے کہہ دیا جائے کہ فلم ختم ہو گئی، دیکھنے والوں سے کوئی اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا کہ کہانی انجام پذیر ہونے سے پہلے ختم ہو گئی۔ چیخ اٹھیں گے کہ ہیرو کا کیا بنا اور کہانی کا کیا انجام ہوا۔ اس لئے ایک مصنف اور کہانی نویس سے سب یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ داستان کو اختتام تک پہنچائے اور اس کے کرداروں کا حساب بے باق کرے یہ سب اسی صورت میں متوقع ہوتا ہے۔ جبکہ مصنف ایک انسان ہو، تو کیا کوئی ذی عقل انسان یہ باور کر سکتا ہے کہ زندگی کی داستان جس کا خالق خدا تعالےٰ ہے موت کے ساتھ ہی ختم ہو جائے جبکہ ابھی کہانی مکمل نہ ہوئی کسی کا حساب نہیں چکایا گیا، یہی وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر عقل یہ کہتی ہے کہ اس کائنات کا کوئی رب ضرور ہے۔ اور اس دنیا کے بعد دنیا میں کئے گئے ہر کام کے حساب کے لئے ایک اور جہان موجود ہے"۔

اسلام اخوت اور بھائی چارے کا مذہب ہے :-

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جو ہر معاشرے کے لئے رہنمائی کی دستاویز رکھتا ہے اس کے معنی میں سلامتی اور اخوت پوشیدہ ہے کم علمی اور کج فہمی کی باعث اگر کوئی شخص اسلام کو سزاؤں، کوڑوں، اور تلواروں کا مذہب قرار دیتا ہے، تو حقیقت میں وہ اسلام ک

روح سے ہی آشنا نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو کہ، باہمی اخوت بھائی چارگی اور پیار و محبت کے تقاضے کے عین مطابق اسلام ہی آشتی کا دین ہے۔ جس میں دوسرے بھائی سے ملاقات کے لئے، "السلام علیکم ورحمتہ اللہ" کا رس بھرا کلمہ موجود ہے بغیر کسی کام اور مطلب کے ایک بھائی دوسرے کے لئے سلامتی اور رحمت کی دعا کر رہا ہے۔ خود اسلام کا لفظ شرعی لغت کی رو سے تین معنوں پر بولا جاسکتا ہے۔

(۱) اطاعت و متابعت

(۲) سلامتی

(۳) کسی شخص کو کسی سے مخصوص کر دینا۔

اس طرح انسانوں میں باہمی محبت خدائی احکام کے لئے زندگی کو وقف کرنا خاص خدا ہی کی عبادت کرنا، اسلام کے بنیادی مفہوم میں داخل ہے۔

اسلام کے ایک عظیم مفکر امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق اسلام مسلم سے ہے۔ اس کا معنی صلح کرنا بھی مذکور ہے۔ جیساکہ ارشاد ہے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها (پ۱۰۔ القرآن) (سورۃ انفال)

"اگر وہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ"

انسان کا کوئی عمل مواخذہ اور حساب سے خالی نہیں۔ ایک نہ ایک دن ضرور اسے اپنے کئے کا بدلہ مل کر رہے گا۔ دنیا میں زیادہ سے زیادہ ایک انسان سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ بالآخر اسے خاک میں آسودہ خواب ہونا ہے۔ اس کے سامنے اپنے عمل کی کیسٹ اور تصویر آئینہ شفاف کی مانند آویزاں ہوگی۔ اس سے دنیا میں ایک ایک کئے گئے عمل کا حساب ہوگا۔ ایک روز ضرور آئے گا۔ جب یہ ساری کائنات ختم ہو جائے گی، آسمان و زمین ختم ہو جائیں گے۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گئے۔ چاند اور سورج بے نور

Scanned with CamScanner

ہو جائے گا۔ ستارے ٹوٹ جائیں گے۔ تب خدائے ذوالجلال کی ایک عدالت قائم ہو گی اچھے اور بروں کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ ایک رائی بھر عمل بھی ضائع نہ ہو گا۔ زندگی کے طویل سفر کی ساری کہانی خدا کے مقرر کردہ ملائکہ کے ذریعے انتہائی حسن ترتیب سے آراستہ کر کے ہر شخص کے روبرو رکھ دی جائے گی۔ اس طرح دنیا عالم فانی سے نکل کر عالم بقا (اصلی زندگی) کی طرف لوٹ آئے گی۔ اچھے لوگ جنت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونگے، جبکہ بروں کو سخت سزا کا نظارہ کرنا پڑے گا۔

اس طرح آخرت صحیح معنوں میں دارالبقاء بیت القرار ہمیشہ رہنے کا مستقر ہے، اور اسلام کے نزدیک دنیا کی حیثیت ایک رہ گذر سفر آخرت کی یا شب بسری کے لئے ایک سرائے کی ہے۔ حقیقت میں یہ (مزرعۃ الاخرہ) آخرت کی کھیتی ہے۔

دنیا میں اچھے کاموں کے باعث اسی دارالبقاء میں ہمیشہ جنت ہو گی، اور برے کاموں کے بدلہ میں طویل عرصہ تک آگ کی سزا سے اس کو ہم آغوش ہونا پڑے گا۔ جس طرح انسان دنیا میں لاکھوں پریشانیوں اور مصائب و آلام میں رہتا ہے۔ جنت میں ان چیزوں کا تصور بھی نہ ہو گا، ہاں مگر شرط یہ ہے کہ دنیا میں نیکیوں اور بھلائیوں کو شعار بنایا جائے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اسلام فطری قوانین کا مجموعہ ہے :-

اسلام چونکہ عالمگیر اصلاح اور آفاقی ہدایت کا علمبردار ہے نہ اس میں رہبانیت کو دخل ہے نہ پاپائیت کو کوئی یارا ہے، اس لئے اس میں دین و دنیا کا ایسا امتزاج ہے۔ جس کے ذریعے ہر انسان ہر موڑ پر اس کے زریں اصولوں اور مقدس ضابطوں سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

دوسرے مذاہب کی طرح اسلام نے دین و دنیا، جسم و روح اور مذہب و سیاست کو باہم ضد تسلیم نہیں کیا ہے، بلکہ ایک کو دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس طرح احکام الٰہی کے مطابق دنیاوی حقوق و فرائض کی ادائیگی اور سلطنت کے قواعد و ضوابط کی ترتیب و تنفیذ کو یکساں اہمیت حاصل ہے۔

ہم یہاں یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ عیسائیت و یہودیت اور ہندومت کے نزدیک مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے۔ اس کا معاشرتی زندگی سے کوئی تعلق نہیں، اسی نقطہ نظر سے یورپین اور امریکی حکومتوں نے نوآبادیاتی دور میں مسلمانوں کو مختلف طبقوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ انگریزی، برطانوی، فرانسیسی اور بھارتی دانشور اور اسلام کی سچی تعلیمات اور دین محمدی کی اصلی روح سے ناواقف مسلمان آج بھی مذہب اور سیاست کو علیحدہ علیحدہ کر کے اسلام کے ہمہ گیر اصلاحی پہلوؤں سے انسانی تعمیر و ترقی کو جدا کرنا چاہتے ہیں، برصغیر پاک وہند کا حکمران اور سیاستدان طبقہ واضح طور پر یہ کہتا رہا ہے کہ مذہب کو اقتدار کی کشمکش سے الگ رکھا جائے، اسلام کو کرسی کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ سیاست اور چیز ہے اور اسلام اور چیز ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ فکر دراصل جاہلانہ انداز فکر کی علامت ہے۔ اسلام اور دیگر مذاہب کے مابین امتیاز ہی اس بات کا ہے یہ مذہب مسجد و محراب سے لے کر اقتدار تک ہر جگہ زندگی کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے اصولوں کو صرف مساجد و مدارس اور خانقاہوں تک رکھنے کی سوچ اسلام کی عالمگیر ہدایت کے فروغ کو روکنے کی سازش ہے۔ جو شخص اسلام کا داعی ہے۔ اس پہ لازم ہے کہ وہ دین اور دنیا کے ہر شعبہ میں اس کے ایک ایک اصول اور ضابطے کو رائج کرنے کا بیڑا اٹھائے۔ قرآن میں دین کے ساتھ دنیا کی بھلائی، انفرادی اصلاح کے ساتھ اجتماعی خیر، نجی زندگی کے ساتھ پورے معاشرے کی سلامتی کا واشگاف طور پر اظہار کیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

دین اور دنیا کا حسین امتزاج

چند قرآنی ارشادات :-

زیر نظر قرآنی احکام سے دین و دنیا کے حسین امتزاج پر روشنی پڑ رہی ہے

○ ربنا اتنا فی الدنیا حسنہ وفی الاخرہ حسنہ وقنا عذاب النار (بقرہ ۸ پارہ ۲)

"اے ہمارے پروردگار۔ دنیا میں بھی ہمیں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔"

اسلام میں دنیا کی تمام نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے کی عام اجازت ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے آپ اللہ کی ہر نعمت سے حظ وافر پا سکتے ہیں۔

○ واما بنعمتہ ربک فحدث (ضحیٰ پ ۳۰)

"اور اپنے رب کی نعمتوں کا اظہار کرو۔"

○ وما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج پ ۱۷)

"اور دین میں تمہارے لئے کوئی تنگی نہیں"

○ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ پ ۲)

"اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ سختی نہیں چاہتا۔"

○ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (بقرہ۔ پ ۳)

"اللہ کسی پر نا قابل برداشت بوجھ نہیں ڈالتا۔"

انما بعثتم مبشرین ولم تبعثوا معسرین

Scanned with CamScanner

یسروا ولا تعسروا واسکنوا ولا تنفروا (الحدیث)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو، دشواری کے لئے بھیجے نہیں گئے، لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو، دشواری پیدا نہ کرو، ان میں طمانیت پیدا کرو وحشت نہ دلاؤ۔"

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو آپ نے یمن کی طرف بھیجا اور بھیجتے وقت ہدایت فرمائی۔

① یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا

(بخاری کتاب الادب)

"لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا ان کو بشارت دینا وحشت نہ دلانا"

اسلام دین رحمت ہے اس کے تمام اصول دنیوی اور روحانی آسانی کے ضامن ہیں۔ اسلام انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فلاح کا علمبردار ہے۔ اس میں صرف انفرادی نیکی ہی کا حکم نہیں بلکہ یہ پوری سلطنت کے تمام نظام کو عدل کی بنیادوں پر مستحکم کرنے کی تلقین کرتا ہے، اس کے نزدیک ریاست کا پورا نظام اگر نیکی اور بھلائی کے ساتھ ساتھ انصاف اور مساوات کے اصولوں پر قائم ہوگا تو کبھی بھی اخلاقی انحطاط پیدا نہیں ہوگا رعایا پروری اور انسانیت نوازی کی اس سے خوبصورت تعلیمات کیا ہو سکتی ہیں۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اسلام دنیا کا واحد دین ہے۔ جو انسان کی فطرت اور طبیعت سے ہم آہنگ ہے، اس کے مزاج اور عادات سے اسلام کے تمام اصول اور قوانین کا انطباق جبلی طور پر مانا گیا ہے۔ اسلام نے کوئی ایسا حکم جاری نہیں کیا۔ جس پر انسان عمل نہ کر سکتا ہو، اس کے تمام احکام انسانی فہم و سوچ اور عادات و اطوار کے آئینہ دار ہیں، اس آفاقی دین کے تمام قوانین نہایت سادہ اور آسان واقع ہوئے ہیں۔ عملی زندگی میں کسی تردد اور تامل کے بغیر اسے نافذ کیا جا سکتا ہے۔

قرآن کی ایک آیت فطرت کی اسی نگہبانی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

۱۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا
(القرآن سورۃ روم پ ۲۱)

ترجمہ:- "وہی تراش اللہ کی جس پر لوگوں کو تراشا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد الدین یسر دین آسانی کا نام ہے۔

ان تمام باتوں سے ہر انسان کو خواہ وہ مسلمان ہو نہ ہو بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ دنیا میں اسلام ہی ایسا مذہب اور دین ہے، جو انسانوں ہی کی اعلیٰ کامرانی کے لئے خدا نے اپنے سچے رسول کے ذریعے امت تک پہنچایا ہے، اس دین کو اپنانا آخرت ہی کے لئے نہیں بلکہ دنیوی فلاح وامن کے لئے بھی ضروری ہے۔ دین اسلام پر عمل پیرا ہونا انسانی ضرورت ہے، فطری تقاضا ہے، دنیوی اور اخروی کامیابی ہے۔

اسلام آفاقی امن اور عالمگیر بھلائی کا داعی ہے :-

خدا بر تر و بزرگ نے جب انسان کی تخلیق کا آغاز کیا، تو اس کی بھلائی اور رہنمائی کے لئے انہی کی قوموں میں سے پیغمبر اور رسول بھی مبعوث کئے، ہر بستی، ہر قوم، ہر ملک، ہر شہر، ہر علاقے کی طرف ایسی ایسی اولوالعزم ہستیاں بھیجی گئیں۔ جنہوں نے بے پناہ مشکلات اور ناقابل بیان مصائب سے گذر کر انسانوں کو سچائی اور امن کی شاہراہ پر گامزن کیا، ان کے اوپر خدا نے وحی اور آسمانی کتابیں بھیج کر تازہ ترین ہدایات کے انبار لگا دیئے تاکہ حجت پوری ہو جائے اور واشگاف طور پر ہر انسان کے سامنے زندگی کی حقیقت واضح ہو جائے۔ یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک چلتا رہا، تا آنکہ خدا نے فیصلہ کیا کہ آخری رسول بھیجے اور بیک قلم اسے قیامت تک آنے والی پوری کائنات کی سرداری کے خلعت سے آراستہ کر کے عالمگیر نبوت اور آفاقی ہدایت پر مشتمل قرآن

Scanned with CamScanner

عظیم کے ذریعے ایسی دستاویز عطا کرے جو ہر دور، ہر نسل اور ہر قوم کے ہر دکھ اور ہر مشکل موقع پر دستگیری کر سکے۔ اس کتاب (قرآن) میں خدائے واحد نے ایسے قوانین اور اصول نقش کئے جو خدا، اور اس کے پیغمبر کی عالمگیر حیثیت کے شایان شان تھے۔ انسانوں کی ہدایت و فلاح کے لئے پیغمبروں کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر کے پوری دنیا کو ایک ہی مرکز (خانہ کعبہ) پر سر جھکانے اور ایک ہی رسول (محمد رسول اللہ) کی اطاعت اور ایک ہی جماعت (صحابہ کرامؓ) کو کسوٹی کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر حیثیت ہی کے مطابق آپ کو خدا کی طرف سے جو (مجموعہ قوانین قرآن) عطا کیا گیا۔ اس میں بھی آنے والے انسانوں کو ہر دور، ہر ملک، ہر نسل، ہر قوم، ہر تمدن اور ہر تہذیب کو سامنے رکھ کر انسانوں کے عین مزاج اور عادات کی اصلاح کا اعلان کر دیا گیا، اسلام کی یہ عالمگیر حیثیت درج ذیل قرآنی شہہ پاروں سے نمایاں ہے۔

(خدا) ۱ برب الناس تمام انسانوں کا رب (خدائے دو جہاں)

(رسول) ۲ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (تمام انسانوں کا نبی)

(قرآن) ۳ ھدی للناس تمام انسانوں کی ہدایت (قرآن)

(رہبروں کی ضمانت) ۴ کنتم خیر امت اخرجت للناس تمام انسانوں میں تمہیں (صحابہ کرامؓ) منتخب کیا گیا۔

(خانہ کعبہ) ۵ ان اول بیت وضع للناس خدا کا گھر تمام انسانوں (خانہ کعبہ) کے لئے

اسلام کی یہی عالمگیر حیثیت دنیا کے تمام پہلے مذاہب سے اسے ممتاز کر دیتی ہے۔ اس کی ابدی تعلیمات صرف ایک قوم اور ملک کے لئے نہیں بلکہ یہ تمام دنیا کے مسائل و مشکلات میں ایک مسیحا اور رھادی کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلام کی اسی عالمی حیثیت کا تقاضا ہے کہ دنیا کی تمام قوموں، تمام ملکوں، تمام ملتوں کو

Scanned with CamScanner

اس کی طرف بلا کر انہیں ان کے حقیقی مسیحا (اسلام) سے روشناس کرایا جائے۔ بھولی بسری انسانیت کو در در پر ٹھوکریں کھانے کی بجائے آخری پیغمبر کے عالمی دین اور بطور نمونہ اس کے ہمنوا صحابہ کرامؓ کی کارگذاری کو سامنے رکھ کر امن عالم اور فلاح کائنات کا علم بلند کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عالمی منشور کا اعلان اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا۔ اس کو سب سے پہلے آپ کے خلفاء راشدین نے عملی جامہ پہنا کر آنے والے لوگوں کے لئے ایک معیار اور نمونہ پیش کر دیا تھا۔ اب یہ بھی عذر نہیں کیا جا سکتا کہ اس مذہب اسلام کے اصول انسانوں پر لاگو نہیں ہو سکتے۔ اس کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا کے پیغمبر تھے۔ وہ برگذیدہ ہستی کے مالک تھے۔ لیکن ہم تو عام انسان ہیں ہم وہ اصول کیسے اپنا سکتے ہیں۔۔ اس سوال کا جواب آپ کی مقدس جماعت کی طرف سے ۵۰ سال تک ان قوانین کا خطہ عرب پہ نفاذ ہے۔ قیصر و کسریٰ کی دو طاقتوں کے مقابلے میں اسلام کا غلبہ ہے۔

اس جامع اور مکمل دستور سے پورے عالم نے استفادہ کیا تھا۔ اس کے شہہ پاروں سے ظلمت و جہل، جگ مگ کر اٹھی تھی۔ اس کے رعایا پرور اصولوں اور خدا ترسی اور انصاف پر مشتمل ضابطوں نے ظلم و ستم کی چکی میں پسی ہوئی انسانیت کو عافیت کے کنول سے آراستہ کر دیا تھا۔

قرآن عظیم کے دستوری قوانین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لاکھوں فرامین (احادیث) نے ایسے ایسے خوبصورت طریقوں سے امت کے سامنے پیش کیا دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک نے ان آفاقی اصولوں کا خیر مقدم کیا یہی وجہ ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے صرف دس سال کی مدت میں اسلام ۹ لاکھ مربع میل تک پھیل گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے اس عالمی مذہب کو زمین کے سینے پر آویزاں کیا تو نصف صدی میں ۵۰ لاکھ مربع

Scanned with CamScanner

میل تک اس کے اصول روشن ہو گئے۔ مذاہب عالم کی تاریخ میں ایسی ہمہ گیر کامیابی اور بہت تھوڑے عرصے میں اس بے پناہ مقبولیت کا اعزاز صرف اسلام کے حصے میں آیا ہے۔

بقول نپولین "نصف صدی میں مسلمانوں نے نصف دنیا کو اسلام کی روشنی سے منور کیا۔ ساری دنیا نے اسلام کو صرف اس لئے خوش آمدید نہیں کہا کہ ہر قوم جنگ اور قتال سے خائف تھی، بلکہ اس کے نفاذ اور مقبولیت کی اصل روح اس کا عادلانہ اور منصفانہ نظام تھا۔ جس کے نفاذ سے ظلم و تعدی کی شکار انسانیت طمانیت کے زیور سے آراستہ ہو گئی تھی۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے کردار نے اسلام کی عالمگیر حیثیت پر مہر لگادی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا دور عدل و مساوات اور اسلامی فتوحات کے لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے، بعد میں حضرت علیؓ حضرت حسنؓ حضرت معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ادوار مین بھی خطہ زمین کے بیشتر حصوں پر اسلام کی قندیل روشن رہی۔۔۔۔ زمین کے سینے پر انسانوں نے ہر عالمگیر بھلائی اور ہر قوم نسل سے بلا امتیاز انصاف کا یہ پہلا نظارہ دیکھا تھا۔۔۔ یہ سب کچھ آخری رسول کی آفاقی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔ ایک موقع پر قرآن کی زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

ولتكن منكم امته يدعون الى الخير

(القرآن سورۃ آل عمران پ ۴)

"چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت (دنیا کو) بھلائی کی طرف بلاتی رہے۔"

اللہ کے آخری رسول نے امت پر دین کی گواہی دے کر بھلائی کے لئے مسلمانوں کو ان کی عالمی ذمہ داری کا احساس دلایا ہے۔ اس آیت کے بعد امت محمدیہ کو ہمیشہ کے لئے

Scanned with CamScanner

اس بات کا امین بنایا گیا ہے، کہ قیامت تک پیدا ہونے والے لوگوں کے سامنے اس دین کی گواہی دیتی رہے۔ اسی دین کی بنیاد پر پورے عالم کو نیکی، بھلائی، امن اور آشتی کا نور پہنچاتی رہے۔ اس آیت سے ایک طرف یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پوری امت امن عالم کی ذمہ دار ہے۔ دوسری طرف یہ بتایا گیا ہے کہ برائی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا ہی اس کا عظیم منصب ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون
بالمعروف وتنھون عن المنکر

(القرآن پ ۴ سورۃ آل عمران)

"تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔
تم لوگ نیک کاروں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رحمت کا تقاضا ہے، کہ ان کے پیروکار صحابہ کرام قیامت تک پوری دنیا کو خدا کی طرف بلائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر امتی آپ کے نمائندے کی حیثیت سے دنیا میں نیکیوں کے فروغ میں لگ جائے۔

ایک مسلمان کو جہاں محمدی مبلغ کی حیثیت حاصل ہے۔ وہاں وہ زمین پر خدا کا خلیفہ بھی بنایا گیا ہے۔ قرآن کے حکم کے مطابق ہر مسلمان خدا کا خلیفہ ہے اسے دنیا میں انفرادی اور اجتماعی طور پر خدائی خلافت (جو آپکی عبودیت اور اس کے رسول کی اطاعت اور احکامات کے ابلاغ سے عبارت ہے) کا حامل ہر کلمہ گو پوری انسانیت کو فلاح اور کامیابی کی طرف راغب کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یہ اصلاح عالم کے لئے خدا کا نمائندہ اور خلیفہ ہے۔ اجتماعی خلافت تو آنحضرت کے اقتدار کی صورت میں پہلے دور کے خلفاء رسول کو ملی، لیکن انفرادی خلافت ہر شخص کو حاصل ہے۔ جو ہر ہر سوسائٹی میں خدائی احکامات محمدی

ارشادات پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ یہ خدا کے نمائندے کی حیثیت سے سارے انسانوں کو ایک مرکز وحدت پر جمع کرے، اور ان کو عافیت و امن اور مساوات و عدل کا درس دے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان اللہ بعثنی رحمت للناس فادوا عنی　(الحدیث)

بیشک اللہ نے مجھے سارے انسانوں کے لئے رحمت بنایا ہے تم میری طرف سے یہ رحمت لوگوں تک پہنچادو۔"

بھلائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا اسلام کا فریضہ ہے۔ جس کے باعث امت محمدیہ کو ایک منتخب اور مثالی امت قرار دیا گیا ہے، یعنی امت بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعوت اور اصلاح کا پھریرا لہرائے، دنیا کی وسعت اور عالمی پھیلاؤ سے بے نیاز ہو کر ہر خطہ میں اصلاح اور نیکی کو عام کرے، اب جبکہ دنیا کی ساری وسعت سمٹ کر چند گھنٹوں اور چند ہفتوں میں بند ہو گئی ہے۔ ایسے وقت میں عالمی اصلاح کی ذمہ داری اسی حساب سے ہر مسلمان پر لازم ہو گئی ہے۔ اس فریضہ میں کوتاہی کی وجہ سے آج پوری امت بے شمار مصائب کے گرداب میں تڑپ رہی ہے۔ سارے عالم کی بھلائی کا فکر ساری دنیا کو گہوارہ امن و راحت بنانے کی سوچ طاقت کے ذریعے ظلم کے خاتمے بدی کے تمام سوتے جڑ سے اکھاڑنے کی تاکید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے واضح ہے۔

واللہ لتامرن بالمعروف ولتنھون
عن المنکر ولتاخذن علی یدی الظالم
ولتاطرنہ علی الحق اطرادا ولتقصرنہ
علی الحق قصرا　(ابوداؤد شریف)

"خدا کی قسم تم ضرور اچھی باتوں کا حکم دو گے اور برائی سے روکو

Scanned with CamScanner

کے، تم پر لازم ہے کہ ظالم کے ہاتھ پکڑ لو، اور اسے صحیح طرزِ عمل اختیار کرنے پر مجبور کرو، اور اسے حق کی متعینہ حدود کا پابند بنا دو۔"

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح حکم میں کس قدر تاکید کے ساتھ نیکیوں کے عام کرنے برائیوں سے روکنے اور طاقت کے ساتھ ظالم کو ظلم سے روکنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسلام کو صرف مسجد کی چار دیواری میں بند کرنے کا فکر، در حقیقت آنحضرت کے ارشادات اور اسلام کی معاشرتی اصلاحات کے اصولوں سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

<u>ہر ظلم اور ناانصافی کے خلاف جہاد</u> :- اسلام عبادات و احکام کا نام ہے اور نہ ہی یہ صرف نظم سلطنت ہی سے عبارت ہے۔ اس کے امتیاز میں ایک بڑی خصوصیت معاشرے کی اونچ نیچ اور طبقاتی کشاکش کا خاتمہ ہے۔ اسلام استحصالی قوتوں کے مظالم سے پسی ہوئی اقوام کو ہر طور پر اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ ایک طرف مزدور خون پسینہ کی کمائی کرے، محنت کش جان جوکھوں میں ڈال کر پیداوار کو فروغ دے اور اس کا مالک اس کے خون پر شیش محل تعمیر کرے۔ عیش و عشرت کے طاؤس نچائے، نائٹ کلبوں میں رنگ رلیاں مناتا رہے، جبکہ اس کے مزدور کو جو حق اجرت ملتا ہے اس کے بدلے میں مریض کی دوائی بھی میسر نہ آئے۔ اس کے بچوں کو تعلیم دلانے کا خرچ پورا نہ ہو، اس کو سر چھپانے کے لئے اپنا مکان بھی عطا نہ ہو۔ ایسی حکومت کسی طرح بھی ایک اسلامی حکومت نہیں کہلا سکتی۔ جس میں غریب اور ناتواں اس قدر بے بس اور محتاج ہو جائیں جس طرح ۹۰ء کی دہائی میں پاکستان کے صوبہ سندھ کے علاقہ تھر میں ہوا۔

جب کوئی معاشرہ اسلامی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے، تو اس میں سے ناانصافی اور معاشی ناہمواریوں کی تمام ظالمانہ صورتوں کا خاتمہ ہونا از حد ضروری ہے۔

برطانوی، امریکی اور فرانسیسی معاشروں میں زبردست استحصالی طبقوں اور مظلوم محنت کش جاگیرداروں کے جس تیشہ ستم کا شکار ہیں اسلام میں اس کا تصور بھی نہیں۔ اسلامی معاشرہ مالداروں کو ہر قسم کی زیادتی اور ظلم سے باز رکھتا ہے'۔ اس کے ہاں امیر اور دولتمند افراد کے لئے ایک ضابطہ حیات تیار کیا گیا ہے۔ وہ مزدوروں اور ملازموں کے ساتھ کسی اونچ نیچ اور زیادتی کے مرتکب نہ ہو سکیں۔ خوشحال طبقوں پر لازم ہے کہ وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں، اسلام غریبوں اور مظلوم عوام کو ناانصافیاں گوارا کرنے اور اپنی محرومیوں پر صبر و سکون کی تلقین نہیں کرتا، بلکہ جو لوگ ناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں کرتے، ظلم کے آگے ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور مقابلہ نہ کرنے کی صورت میں ہجرت بھی نہیں کرتے اور یوں کاتوں زیادتیوں اور ناہمواریوں کو برداشت کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو قرآن نے دنیا اور آخرت دونوں جگہ شدید عذاب کا مستحق قرار دیا ہے۔

إن الذين توفاهم الملائكه ظالمی انفسهم قالو فيم كنتم، قالو كنا مستضعفين فی الارض، قالو الم تكن ارض الله واسعته فتهاجر و فيها، فاولئك ماوهم جهنم، وساء ت مصيرا ○ الا المستضعفين من الرجال والنساء والولدان لا يستطيعون حيلته ولا يهتدون سبيلا ○ فاولئك عسى الله ان يعفو عنهم وكان الله عفوا غفورا ○ (سورۃ نساء پ۵)

"جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے، ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور اور مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی، کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے،

Scanned with CamScanner

یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے' ہاں جو مرد' عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں' اور نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتے تعجب نہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔"

اسلام کے شارع اور محسن انسانیت کی ۱۳ سالہ مکی زندگی اور اس کے بعد آپ کی ہجرت اور اپنے وطن مالوف' مکانات' کاروبار اور حویلیوں کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف کوچ کرنا' اسی خدائی حکم کے نتیجے میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب پر سردار مکہ ابوجہل کی حکمرانی تھی۔ قریش کے اس سردار نے زیردست طبقوں پر ظلم کی انتہا کر رکھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خدا کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کا اعلان کیا تو اہل قریش آنحضرت پر پل پڑے' آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا آپ کے رفقاء کو اذیتیں دی گئی' آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے' بالآخر ظلم وقہر کے اس طوفان کو روکنے کے لئے آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں آپ نے ایک ایسی جماعت تیار کی جس نے نہ صرف قریش مکہ کے ظلم وجور کا مقابلہ کیا بلکہ اس عہد میں انسانیت کو غلامی کی چکی میں پیسنے والی دو بڑی طاقتوں "ایران اور روما" کی شوکت وحشمت اور غرور کو روند ڈالا' اس طرح عدل وانصاف اور مساوات واخوت کا ایسا دیپ فروزاں کیا گیا کہ جس سے دنیا کی ہر مظلوم قوم روشنی پانے لگی' آپ نے ملاحظہ کیا' ناانصافی اور ظلم کو محض کمزوری اور مجبوری کی وجہ سے بھی قبول کر لینا' اسلام کے نزدیک ناقابل معافی جرم ہے' چنانچہ مذکورہ خدائی احکام میں ایسے لوگوں کو "ظالمی انفسہم" "اپنے نفس پر ظلم کرنے والے کہہ کر پکارا گیا ہے۔

اسلام کا تقاضا ہے کہ انسانیت خودداری اور عزت وشرف کا پیرہن اوڑھے یہ پتھر کی مورتیوں' سرمایہ داروں' جاگیرداروں اور علاقائی سرداروں کے مظالم کے سامنے ہتھیار ڈال کر انسانی عظمت اور وقار کو بٹہ نہ لگائے' انسان کا فرض ہے کہ وہ ماحول کی ہر

برائی، قوم کے ہر ظلم اور ملک کے ہر استحصال کے خلاف، زبان، قلم، طرزِ فکر اور ہاتھ سے جہاد کرے، ظلم کے ایک ایک شائبہ اور زیادتی و تجاوز کے ہر ہر سیلاب کو روکے خواہ اس کے باعث اس کی جان چلی جائے یا ہمیشہ کے لئے پس دیوارِ زنداں ہو جائے۔

اسلام کا یہ امتیاز اسے دنیا بھر کے ہر نظریہ سے ممتاز کر دیتا ہے، کہ اس کے یہاں ساری امت کو مظلوموں کی حفاظت اور کمزوروں کی امانت کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اسلام یہ نہیں دیکھتا کہ اگر مظلوم طبقہ کسی معاشرے میں تھوڑی تعداد میں ہے تو وہ جوں کا توں ظلم کی چکی میں پستا رہے، بلکہ اس کے ہاں پوری امت کا ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا لازم ہے، اسلام یہ سبق نہیں دیتا کہ آپ اپنے ماحول میں عیش و عشرت سے رہیں۔ خوشحالی اور آسودگی سے ایام و شہور گذاریں اور آپ کے پڑوس کے شہر، ملک، قصبہ، قوم اور ریاست میں غریبوں اور بے کسوں پر ظلم ہو تا رہے۔ ان معاملات میں اسلام اس قدر حساس ہے کہ وہ ظلم کے سامنے خاموش رہنے والے علماء، اتقیاء، مشائخ اور خانقاہوں میں ذکر و فکر کی محفلیں قائم کرنے والوں کو بھی مجرم گردانتا ہے۔ اس کے نزدیک ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جہاں اپنی سوسائٹی میں زیادتی کو روکے وہاں اپنے ماحول پر نظر ڈال کر ہر ہر جگہ مساوات اور عدل کے قیام کی جدوجہد کرتا رہے۔

قرآن کے اس واضح حکم کے بعد ظلم و بے انصافی اور محروم طبقوں کے لئے سینہ سپر ہونے سے کون سا مسلمان کنارہ کشی کر سکتا ہے۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریہ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا ٥

(سورۃ نساء پ ۵)

"آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو، جو کمزور سمجھ کر دبا لئے گئے ہیں اور وہ نالہ و فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی مددگار اور حامی بنا دے"

مذکورہ بالا دونوں آیات میں ایک لفظ "مستضعفین" "کمزور لوگ (آخری آیت میں اس کے ساتھ فی الارض کا لفظ بھی موجود ہے جس سے تمام روئے زمین کے مظلوموں کی طرف اشارہ ہے) آیا ہے۔ عہد حاضر کی تمام ہلاکتوں اور ہر استعمار کے ظلم کا نشانہ بننے والے انسانوں پر یہ لفظ صادق آتا ہے، یہاں کمزور اور مجبور لوگوں کی مدد کے لئے ان کا مسلمان ہونا بھی لازم نہیں کیا گیا۔ اسلام ایسا جامع دین ہے جس کے نزدیک غیر مسلم پر ہونے والی زیادتی کے خلاف آواز بلند کرنا بھی عین عبادت ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں پانچ پانچ سو مربعوں کے جاگیرداروں، کارخانوں، فیکٹریوں اور صنعتوں کے مالک اور دنیا بھر کے بڑے بڑے ممالک میں کروڑ اور ارب پتی افراد کی ناانصافی اور ظلم کے خلاف جہاد کرنا اسلام کا اولین حکم ہے اس کے یہاں زبان، ثقافت، قومیت و وطنیت کے طور پر ملکوں اور ریاستوں کو غلام بنانے والی ہر جبروتی قوت زبان و حکم پر پہرے بٹھانے والی ہر حکومت کی ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنا ملت اسلامیہ کے ہر فرد کا شرعی فریضہ ہے۔۔ عوام کے حقوق پر شب خون مارنے والے حکمرانوں، دینی نظریہ کا مذاق اڑانے والے سیاستدانوں، اسلام کا نام لے کر اسلام کی جڑیں کھودنے والے لیڈروں اور ملکی دولت اور خزانہ لوٹنے والے ارکان دولت کے خلاف آواز بلند کرنا، ہر ظلم و تجاوز کو روکنے کے لئے زبان اور قلم سے نبرد آزما ہونا فحاشی اور عریانی پھیلانے والوں، جدید ترقی کے نام پر عشرت کدے سجانے والوں اور قحبہ خانے بسانے والوں اور تعدی اور زیادتی کی ہر صورت کو ختم کرنے اور اسلامی نظریہ اور محمدی افکار سے بغاوت کرنے

Scanned with CamScanner

والوں کے خلاف جد و جہد اسلام کا خصوصی حکم ہے۔

معاشرتی برائیوں کے خاتمے، فحاشی اور بلیو پرنٹ کلچر کو جڑ سے اکھاڑنے کے علاوہ اسلام کے احکام کو مٹانے والے منکرین ختم نبوت، اعدائے صحابہ کرامؓ کے خلاف سعی پیہم وقت کی اہم ضرورت ہے۔

ظلم و زیادتی کرنے والا حکمران ہو، جاگیردار ہو، سرمایہ دار ہو، رکن پارلیمنٹ ہو، رئیس اور سردار ہو ہر ایک کے پنجہ ظلم سے انسانوں کو چھڑانا ایک مسلمان کے لازمی فرائض میں شامل ہے۔ قرآن کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار

(سورۃ ھود پ ۱۲)

"اور نہ چھوڑو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا پس تم آگ میں جا پڑو گے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من مشی مع ظالم لیقویہ فلیتبوا مقعدہ فی النار

"جو شخص ظالم کے ساتھ چلے تاکہ اسے تقویت پہنچائے، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔"

اسلام کا یہ وہ امتیاز ہے جو اسے دوسرے مذاہب پر عظمت عطا کرتا ہے۔

ہر اسلامی معاشرے کے علماء اسلام پر یہ بات بھی دیگر فرائض کی طرح فرض ہے کہ وہ ماحول میں رائج ہر ظلم کے خلاف آواز بلند کرے، بزدلی، جبن اور کاہلی کے باعث کھلے ظلم اور واضح زیادتیوں پر خاموشی کی چادر تان لینے والے علماء اسلام بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

ایک عالم دین کا فرض ہے کہ وہ مسجد و محراب و منبر کے ذریعے معاشرے میں ہونے والی ہر زیادتی کے خلاف آواز بلند کر کے اسلامی تعلیمات سے عہد برا ہو، ورنہ خدائی

نمائندہ اور محمدی مبلغ اور وارث نبی ہونے کی عظمت ختم ہو جائے گی۔۔۔۔اسلام کا یہ وہ امتیاز ہے جو اسے دوسرے مذاہب سے عظمت عطا کرتا ہے۔

اسلامی تقویم بھی کسی شخصیت کے نام سے عبارت نہیں :-

مسلمانوں کی تقویم جسے "سن ہجری" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس کا تعلق بھی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ہے نہ وفات سے، حالانکہ دونوں دنیا کے اہم ترین واقعات ہیں۔اسلامی تقویم کا آغاز آپ کے واقعہ ہجرت سے ہوتا ہے۔"ہجری سن" کسی شخصیت یا جماعت کی یاد تازہ نہیں کرتی بلکہ اس کے ذریعے ایک ایسی قربانی اور ایثار کا غازہ نمودار ہوتا ہے۔جس کے نتیجے میں اسلام کا آفاقی پیغام چار دانگ عالم میں پہنچ جاتا ہے۔اسلام میں کسی نیک اور اعلیٰ مقصد کے لئے اپنے وطن کو خیر آباد کہنا، ہجرت کے نام سے موسوم ہے۔ آنحضرتؐ ۱۳سال مکہ میں مقیم رہے۔اہل مکہ نے آپ کو ایسی اذیتیں دیں، جو ایک منفرد کہانی کی حیثیت رکھتی ہیں، آپ کے صحابہؓ کو تپتی ریت پر لٹایا گیا۔آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ کی دعوت اور پیغام کے راستے میں ہر قسم کی پابندیاں لگائی گئیں۔ ایک طویل عرصہ تک جان جوکھوں میں ڈال کر آپ نے بے پناہ مصائب کا مقابلہ کیا۔اللہ کے حکم سے آپ نے وطن مالوف کو خیر آباد کہا۔ آپ کے رفقاء کے مکانات اور کاروبار یہاں تھے دفعتاً ہر چیز یہیں چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا گیا یہ اقدام آپؐ نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان بچانے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ خدا کے پیغام کو ساری دنیا تک پہنچانے کا موقع فراہم کرنے کے لئے کیا تھا۔اسلامی تقویم محرم الحرام سے جب اس نئے سال کا آغاز ہوتا ہے۔تو یہ دنیا بھر کو ایک عظیم دعوت اور اعلیٰ مقصد کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ سن ہجری ہمیں باور کراتی ہے۔کہ انسان ایک اعلیٰ نصب العین کے لئے اتنا بڑا اقدام بھی کر سکتا ہے۔کہ وہ گھر بار چھوڑ کر راحت وعافیت کے

گوشوں سے نکل کر بیابانوں اور مشکلات کی سنگلاخ وادیوں میں مصائب کے خاروں میں اتر سکتا ہے۔

پوری ملکی سلطنت کی شدید مخالفت، سرداروں کے طعنے، ایک مسلمان قوم کو اس کے عالمگیر مقصد کی تکمیل سے روک نہیں سکے، گویا سن ہجری کا آغاز اسلام کا ایسا کرشمہ ہے۔ جس سے اس کی عظیم دعوت اعلیٰ منشور، بے مثال لائحہ عمل کی وسعت وہمہ گیری کا ہر نئے سال احساس دلایا جاتا ہے۔ سن ہجری کا آغاز اسلام کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ نے اسلامی مجلس شوریٰ کی رائے سے کیا اور اتفاق ملاحظہ ہو کہ کچھ عرصہ بعد حضرت عمر فاروقؓ خود اسی سن ہجری کے نئے سال کی پہلی تاریخ یکم محرم کو تیشہ ظلم کا نشانہ بن کر جام شہادت نوش کر گئے۔ اس کے برعکس جب ہم دوسرے مذاہب کی تصویروں کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمیں نظر آتا ہے، ان کا آغاز کسی اعلیٰ مقصد کے لئے نہیں بلکہ شخصیات کی یاد تازہ کرنے کے لئے قائم کیے گئے، مثلاً عیسوی تقویم جو ساری دنیا میں رائج ہے۔ حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب ہے۔ بکرمی خبتری کی نسبت بکرماجیت بادشاہ کے نام سے معرض وجود میں آئی ہے۔ ایران اور زردشتیوں کے یہاں یزدگرد کے دو سن مستعمل تھے۔ ایک اس کی تخت نشینی سے شروع ہوتا تھا اور دوسرا اس کی موت سے اس طرح گریگورین کیلنڈر پوپ گری گوری "سیزدہم کی طرف منسوب ہے۔ جو ۱۵۸۴ء سے تمام یورپ میں جاری ہے۔

اسلام نے اپنی تقویم کے عنوان میں بھی نصب العین اور جدوجہد کے عنوان کو نمایاں کیا ہے۔۔۔

تمام سابق انبیاء علیہم السلام اور جملہ آسمانی کتابوں پر ایمان :-

اسلام کا یہ بھی امتیاز ہے کہ اس کا حامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایک

Scanned with CamScanner

لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پر یقین کے ساتھ ساتھ تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھے۔ یہ کتاب تورۃ، زبور، انجیل، قرآن اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ پر نازل ہونے والی آسمانی کتب ہیں، دیگر صحیفوں کی تعداد بعض روایات کے مطابق ۱۰۲ ہے۔ قرآن تمام آسمانی کتابوں میں اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ یہ ایسا میزان ہے جس کے ذریعہ ہمیں کتب کا علم ہوا۔ اسی قرآن نے پہلی کتابوں کے تحریف شدہ اوراق کی خبر دی۔ قرآن ہی میں خدا کا ارشاد ہے۔

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب و مھیمنا علیہ (المائدہ پ ٦)

"(پھر اے محمد) ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آتی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے۔ اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔"

اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کتابوں کے سلسلے میں جو کچھ ہمیں قرآن کریم نے بتایا ہے اس پر ہمارا ایمان ہے اور جو شخص ان کتابوں کے اس حصہ کا انکار کریگا جو قرآن میں موجود ہے قرآن میں مذکور ہے ہم اسے کافر قرار دیں گے۔

اسی طرح ان کتابوں کا جو حصہ قرآن کریم میں دی گئی اطلاعات کے مطابق ہوگا اس کے متعلق ہمارا یقین ہے کہ اس میں تحریف نہیں ہوئی۔ وہ صحیح حالت میں باقی ہے اور ان کتابوں میں جو باتیں قرآن مجید کے خلاف نظر آئیں گی اس کے متعلق ہم یقین کریں گے کہ وہ اصلی حالت میں نہیں ہیں۔ تحریف شدہ ہیں (صحف ابراہیم و موسیٰ) اللہ تعالےٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ جو کچھ صحف ابراہیم میں تھا وہی صحف موسیٰ میں بھی دہرایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ام لم ینبا بما فی صحف موسی ○ وابراہیم الذی

Scanned with CamScanner

وفی ○ الاتزر وازرہ وزر اخری ○ (النجم)

(سورۃ النجم پ ۲۷)

کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں اور اس ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں۔ جس نے وفا کا حق ادا کر دیا کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ان آیات کے آخر تک جو مضمون ہے وہ صحف ابراہیم اور صحف موسیٰ میں بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی اس آیت میں بھی صحف ابراہیم و صحف موسیٰ کا حوالہ ہے۔

قد افلح من تزکی ○ وذکر اسم ربہ فصلی ○ بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا ○ والاخرۃ خیر وابقی ○ ان ھذا لفی الصحف الاولی ○ صحف ابراہیم وموسی ○

(سورۃ الاعلیٰ پ ۳۰)

"فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا۔ پھر نماز پڑھی مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں کہی گئی تھی۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔"

<u>تورات:۔</u> تورات بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس میں انسانوں کے لئے ہدایت اور اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ ارشاد ہے۔

وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ ○ انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور۔ (المائدہ پ ۶)

"اور یہ تمہیں کیسے حکم بناتے ہیں جب ان کے پاس تورات موجود ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم لکھا ہوا ہے ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔"

Scanned with CamScanner

تورات کے احکام کے بارے میں ہمیں جو اطلاع دی گئی ہے اس سلسلہ میں یہ آیت بھی ہے۔

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص (المائدہ پ ٦)

"تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلہ جان۔ آنکھ کے بدلہ آنکھ۔ ناک کے بدلہ ناک۔ کان کے بدلہ کان۔ دانت کے بدلہ دانت اور تمام زخموں کے لئے برابر کا بدلہ۔"

ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت بھی تھی ارشاد ہے۔

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ (الاعراف پ ٩)

"جو اس پیغمبر نبی امی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ نیز اس میں مومنین کی تصدیق کی گئی ہے۔" ملاحظہ ہو۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک مثلھم فی التورتہ (الفتح پ ٢٦)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب دیکھو گے انہیں رکوع اور سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں۔ جن سے وہ الگ پہچانے

جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت تورات میں۔"

زبور: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واتینا داؤد زبورا ○ (النساء پ٦)

"اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔"

اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ اس آیت میں زمین سے مراد جنت ہے کیونکہ اس دوسری آیت میں جنتیوں کی زبانی بیان کیا گیا ہے۔

وقالوا الحمد لله الذی صدقنا وعده واورثنا الارض نتبوا من الجنة حیث نشاء (الزمر پ٢٤)

"اور وہ کہیں گے شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا اب ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں۔"

انجیل: ارشاد باری تعالٰے ہے۔

واتینه الانجیل فیه هدی و نور ومصدقا لما بین یدیه من التوراة (المائدہ پ٦)

"اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی۔ جس میں راہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی تورات میں سے جو کچھ اس وقت موجود تھا۔ اس کی تصدیق کرنے والی تھی۔ قرآن مجید میں یہ بات بھی بتائی گئی ہے۔ دراصل انجیل جو نازل کی گئی تھی۔ اس میں شریعت کے قانونی احکام بھی موجود تھے۔" ارشاد ہے۔

ولیحکم اهل الانجیل بما انزل الله فیه (المائدہ پ٦)

"ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں۔ جو اللہ نے اس میں نازل کیا

Scanned with CamScanner

ہے"

اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ انجیل میں تورات کے سخت احکام کو معتدل بنایا گیا تھا۔

ارشاد ہے۔

ومصدقا لما بین یدی من التوراۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم (آل عمران پ ۳)

"اور میں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اس تعلیم و ہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو تورات میں سے اس وقت میرے زمانے میں موجود ہے اور اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے لئے بعض ان چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں اور انجیل میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت اور آپ پر ایمان لانے والوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔

اسلام شخصیات پرستی کی تعلیم نہیں دیتا :-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو عیسائی کہا جاتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جن کو عبرانی زبان میں اسرائیل کہا جاتا ہے ان کے بڑے بیٹے یہودا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جد امجد ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں نے اپنے آپ کو یہودی کہا اس طرح یہ دونوں مذاہب دو شخصیات کے نام پر مشہور ہوئے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر "محمدی" یا آپ کے کسی بیٹے، نواسے، داماد یا چچا کے نام پر منسوب نہیں کیا۔

بلکہ اسلام نے اپنے حاملین اور نام لیواؤں کو بڑے خوبصورت نام "مسلمان" (ملاحظہ فرمائیں سورۃ الحج پارہ ۱۷) قرآن پاک میں مختلف مقامات پر اسلام کے نام لیواؤں کو اسی انداز سے پکارا گیا۔

یہ الگ بات ہے کہ بعد میں ہم نے اپنے آپ کو مسلمان، یا اپنے مذہب کو اسلام کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اپنے آپ کو شہروں، علاقوں، ملکوں کی طرف منسوب کرلیا ہے۔اس طرح ہماری اصل شناخت اور اصل نسبت پر علاقوں کے پردے پڑ گئے۔

غیر مسلموں اور دیگر مذاہب کے مقابلے میں لفظ اسلام اور اس کا ماننے والا مسلمان ہی کہلاتا ہے۔دنیا بھر میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ہندوپاک میں دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث کے الفاظ دراصل مسلمانوں کے مابین فقہی اور قرآن وحدیث سے آئمہ فقہا کی طرف سے ماخوذ مسائل کے معمولی اختلاف کے باعث یہ نسبتیں مختلف ائمہ اور مشارب کی طرف کی گئی ہیں۔۔۔ایک عام کلمہ گو ضروریات دین کا قائل دراصل مسلمان ہی کہلائے گا۔خواہ وہ فقہی لحاظ سے جزئیات میں کسی بھی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے۔

اسلام وحدت امت کا علمبردار ہے:-

اسلام کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو قیامت تک متحد ومتفق رکھنے اور فروعی اختلافات کے باوجود اتحاد ویگانگت قائم رکھنے کا سختی سے حکم دیا ہے، خدا کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی امت کے مابین پیدا ہونے والے اختلاف کی خبر دی گئی اور اس اختلاف کے ازالے اور باہمی تنازعوں میں اتفاق وہم آہنگی قائم رکھنے کا نسخہ بھی بتایا گیا۔

جس مذہب اور دین نے قیامت تک آنے والے انسانوں کی رہنمائی کرنی تھی۔ ہر عہد اور ہر قرن کی مخلوق کے لئے رحمت ورافت کا سزاوار بننا تھا۔ مختلف قوموں کے تباین انواع واقسام کے طبائع اور ہر نسل اور ہر رنگ کے لوگوں کی رہبری کرنی تھی۔اس کے لئے ایسے ایسے اصول وضع کئے گئے جو ہر دور میں یکساں مفید ہوں۔ فلاسفر، معتزلہ،

سوشلسٹوں، کمیونسٹوں، ہندوؤں، سکھوں اور یہود و نصاریٰ کی طرح ایجاد ہوئے ہوں جو اصول صرف امراء کے نگہبان ہوں۔ ایک صدی سے بھی زیادہ تک نہ چل سکتے ہوں۔ جہاں جن غریبوں، ناتوانوں کو فراموش کر دیا گیا ہو۔۔ جمہوروں میں کے طوفانوں اور اقوام و ملل کی بوقلمونیوں کے باعث اس کے قواعد عاجز و درماندہ ہو جائیں۔ ان ضابطوں کو ہر صدی کی تین کئی کئی مرتبہ ترمیم و اضافہ کی ضرورت پیش آجائے، یا مغربی جمہوریت اور اشتراکیت کی طرح اس کے ضابطے ایک ہی عہد میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں۔ اسلام کے شارع اول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی ابدی تعلیمات کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ میرے بعد تم بہت اختلاف دیکھو گے۔ باہمی آویزش تمہاری قوت ختم کر دے گی۔ ایسے وقت میں تم نے خدا اور رسول کے نسخہ کو اپنانا ہے۔ قرآن نے یوں نقل کیا ہے۔

○ فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و رسولہ

(سورۃ نساء پ ۵)

"اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے (فیصلے کے لئے) اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

○ ترکت فیکم امرین -- کتاب اللہ و سنتی (الحدیث)

"تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں (انہیں مضبوطی سے پکڑے رکھو) اللہ کی کتاب اور میری سنت"

○ علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ (الحدیث)

"تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔ اسے دانتوں سے پکڑ لو۔"

○ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (الحدیث)

"میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدا کرنا۔"

○ اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم

• الحدیث

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، پس ان میں سے جس کی اتباع کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔"

اختلافات کے پیش نظر آنے والے ادوار سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نسخہ کیمیا امت کو بتایا ہے۔ اس پر عمل کرنے والا اختلاف و اشتقاق کی کسی برائی میں الجھ نہیں سکتا۔ یہ نسخہ شفا پوری امت محمدیہ کو ایک مرکز اور ایک محور پر قائم رکھنے میں سب سے زیادہ معاون ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نسخہ کیمیا کا خلاصہ ہے۔

۱۔ باہمی اختلافات کی صورت میں خدا، اور رسول کی طرف سے رجوع کرو۔

۲۔ میں نے تمہارے درمیان قرآن اور اپنی سنت کو بطور رہنما اور مقتدا چھوڑا ہے ہر امر میں اس سے رہنمائی حاصل کرو۔

۳۔ تم میرے اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر سختی سے عمل کرو۔

۴۔ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کرنا۔

قرآن کی تشریح سنت رسول ہے یا اس پر عمل پیرا صحابہؓ کرام ہیں۔ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سن کر سمجھا اور آپؐ کے سامنے اس پر عمل بھی کیا اگر کوئی غلطی پیش آئی تو آپؐ نے اس کی اصلاح بھی کرائی، اسی لئے قرآن نے صحابہؓ کرام کو اسلام پر عمل پیرا ہونے اور دین محمدی پر چلنے کے لئے معیار حق قرار دیا ہے۔ یہی وہ اسوہ حسنہ ہے جس کے ذریعے مسلمان اپنے دین کی شناسائی حاصل کر سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

فان امنو بمثل امنتم به فقد اهتدو وان تولو
فانما هم فی شقاق (سورۃ بقرہ پ ۱ القرآن)

"پس اگر وہ بھی ایمان لائیں۔ جس طرح تم لوگ ایمان لائے تو ہدایت پا جائیں گے اور اگر پھر جائیں تو بے شک وہی ہیں ضد پر۔"

مذکورہ بالا تصریح سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ امت محمدیہ کے باہمی اختلاف کا خاتمہ اسلام کو مطلوب ہے۔ پوری امت کے لئے نمونہ صحابہ کرامؓ کو قرار دیا گیا ہے۔ یہ دین اپنے پیروکاروں کے بارے میں باہمی محبت واتفاق کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اس کی اخلاقی اور معاشرتی تعلیمات میں ایک دوسرے سے محبت، جھگڑوں سے اجتناب، ایک دوسرے مسلمان کے درد میں ہاتھ بٹانا۔ یہ سب کچھ اس کی سلامتی فکر اور اس حسن اتحاد کا ثمر ہے۔

جن لوگوں نے ان دو نسخوں پر عمل نہیں کیا بلکہ قرآنی آیات کو ان دو کسوٹیوں اور دو معیاروں سے ہٹ کر کر سمجھنا چاہا وہ ضلالت کے گرداب میں جاں بلب ہو گئے۔ گمراہی اور غوایت ان کا مقدر بن گئی۔ انہوں نے ہر موڑ پر ٹھوکر کھائی۔ اپنے آپ کو مسلمان قرار دے کر بھی وہ مسلمان نہ رہ سکے۔

آنحضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ!

"میرے تمام صحابہ کرام ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔"

اختلاف و تنازعہ اگر اصول میں ہو تو یہ صریح کفر ہے جیسا کہ مسلمانوں کا دیگر غیر مسلم قوموں سے اگر قرآن کی تعبیر احادیث کی تشریح کی بنیاد پر اختلاف ہو تو اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ اور صحابہ کرام کا اسوہ حسنہ مشعل راہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد پیش آمدہ اختلاف کے خاتمے، بدعات کے خیمال نئے نئے مسائل اور قرآن کے مفہوم میں پیدا ہونے والی تعبیر کے ہر اختلاف کے لئے بہت ہی حسین اور عمدہ نسخہ امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ اب ہمیں سنت رسول اور اتباع صحابہ کرام ؓ کو معیار اور کسوٹی قرار دینا چاہیے۔۔ انہیں دو نسخوں پر عمل پیرا افراد ہی اہلسنت (سنت رسول پر عمل پیرا) و جماعت (یعنی صحابہ کرام جماعت کی پیروی کرنے والے) کہلاتے ہیں۔۔۔

اگر کوئی شخص اسلام کی اصلی تشریح اور دین محمدی کو اس کے حقیقی طریقے پر سمجھنا چاہتا ہے۔ تو اس کے سامنے آپ کی دس لاکھ سے زائد احادیث کی صورت میں آپ کی سنتیں اور ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام ؓ کی صورت میں عملی تجرباتی جماعت موجود ہے۔ امت محمدیہ کا ہر اختلاف اور اس کے دین میں پیدا ہونے والی بدعات دراصل ان دو نسخوں سے پہلو تہی کا نتیجہ ہیں۔ جن قوموں اور افراد نے اپنی زندگی میں ان دونوں نسخوں سے رہنمائی حاصل کی آج تک کسی اختلاف اور باہمی تنازعہ کا شکار نہیں ہوئے۔

۱۴۰۰ سو سال کی اسلامی تاریخ میں ایسے گروہوں ایسی جماعتوں کی کمی نہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ کی اس تشریح کے مطابق اور صحابہ کرام اور سنت مصطفوی کو حرز جان نہیں بنایا۔ ان میں معتزلہ، خوارج، فلاسفہ، تاتاری سبائی، شیعہ گروہ، قادیانی جماعت، پرویزی ٹولہ، صلح کلی مذہب اور بہائی شامل ہیں۔

یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے ہیں، لیکن انہوں نے اسلام میں داخل ہونے اور اس کی سچی تعلیمات کو اپنانے میں ذاتی رائے اور تفرد سے کام لیا۔ نتیجتاً انکے عقائد و افکار اسلام کی سچی تعلیمات سے متصادم ہو گئے۔

چونکہ شیعہ گروہ کے ہاں تقیہ کا ایک ایسا عمل رائج ہے جس کی وجہ سے اس گروہ کو

صدیوں اسلام کے کئی مقتدر حلقوں میں بطور مسلمان متعارف کرایا گیا۔ تقیہ کے عمل نے ان کے مذہب کو چھپانے اور اصلی عقائد کے کتمان کے باعث ان کی کفریہ سوچ اور من گھڑت نظریات کو اسلام کے ایک طبقے سے چھپائے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کا نام لینے والے قدیم اور جدید گروہوں میں یہی ایک گروہ ہے جس کی آبادیاں شام اور ایران میں زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔ یہ لوگ تقیہ کے اسی حربہ کے ذریعے ۵۸ اسلامی ملکوں میں کئی مقامات پر اپنے آپ کو بطور مسلمان متعارف کرا رہے ہیں۔۔۔ اس گروہ کے عقائد سے واقفیت رکھنے والا اسلام کا کوئی عالم ان کے مسلمان ہونے کی تائید نہیں کرتا، بلکہ انہیں شیعہ ہی کہنے پر اکتفا کرے گا۔

کسی شخص کا مسلمان ہونا اور اسلام کے حلقہ میں داخل ہونا۔۔ اسلام ہی کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص اسلام کے مسلم اصولوں کا منحرف ہو کلمہ طیبہ میں ولایت علی کے الفاظ کی شمولیت، عقیدہ تحریف قران تکفیر صحابہ کرام" کا عقیدہ رکھتا ہو۔ وہ لاکھ مرتبہ اپنے آپ کو مسلمان مسلمان کی رٹ لگا کر بھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ یہی حال برصغیر کے ایک فتنہ قادیانیت کا ہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا پیروکار بنا رکھا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں۔ کہ جن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق آسمانوں سے دوبارہ ظاہر ہونا ہے۔ وہ مرزا قادیانی ہے۔ حالانکہ نزول عیسیٰ کی ۸۰ علامات میں مرزا میں ایک علامت بھی پائی نہیں جاتی۔

ان کا مکمل تعارف راقم کی کتاب قادیانی غیر مسلم کیوں؟ اور شیعہ کا تعارف "شیعہ مذہب اور اسلام کا تقابلی مطالعہ" میں موجود ہے۔

اسلام کی امتیازی حیثیت کے مطابق پوری امت اسلام کے پلیٹ فارم پر جمع ہو چکی

Scanned with CamScanner

ہے۔ کشمیر، بوسنیا، فلپائن اور چیچنیا اور دنیا کے جس خطے میں مسلم اقلیتیں موجود ہیں، وہ کسی بھی پریشانی اور ظلم کا شکار ہوں تو پوری امت ان کے لئے یک جان ہو جاتی ہے۔ افغانستان پر روس کے تسلط کے موقع پر دنیا کے سوا ارب مسلمانوں نے جو کردار ادا کیا۔ یا اب کشمیری مسلمانوں سے جو ہمدردی نمایاں ہے۔ وہ اسلام کے اسی وحدت فکر اور اجتماعی یگانگت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جماعت رسول صحابہ کرامؓ کو بطور معیار اور کسوٹی قرار دے کر مزید مسائل کے حل کی راہ کھول دی گئی:-

اسلام کی دیگر خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء صحابہ کرامؓ اور آپؐ کے خلفاء کو بطور معیار اور کسوٹی تسلیم کیا ہے۔ دنیا کے کسی مذہب عیسائیت، یہودیت اور صابیت میں ان کے پیغمبروں کے حواریوں کو بطور رہبر اور معیار امت کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ سابقہ پیغمبروں کی علاقائی حیثیت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی پیغمبر عالمی اور آفاقی دعوت کا حامل نہ تھا۔ ہر ایک پیغمبر ایک مخصوص علاقے اور قوم کے ساتھ ایک مخصوص دور کے لئے ہادی بنا کر اتارا گیا تھا۔

جونہی کسی صاحب شریعت رسول اور نبی کا دور ختم ہوتا۔ نیا رسول اس کی جگہ نئی ہدایت اور نئے پیغام کے ساتھ جلوہ گر ہوتا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری پیغمبر اور آفاقی اور عالمگیر حیثیت کا تقاضا تھا کہ چونکہ آپ کے بعد کوئی رسول اور نبی متوقع نہ تھا۔ اس لئے پیغمبروں اور رسولوں کا کام آپ کی امت کے سپرد کر دیا گیا۔

امت محمدیہ میں بڑے بڑے کامل اور اولوالعزم افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کا قریبی ساتھی بنایا گیا۔

بڑے بڑے متقی، صاحب ورع شمشیر آزما، اعلیٰ درجہ کے مبلغ اور پایہ کے جنگجو، معاملہ فہم، مدبر اور حکیم آپ کے قافلہ صحابیت میں شامل کئے گئے۔

مشیت ایزدی کے عین مطابق آپ کے رفقاء اور دوستوں کو صحابہ کرامؓ کا مقدس عنوان عطا کر کے پوری امت کے سامنے ان کی تعظیم اور تقدیس آشکار کر دی صحابہ کرامؓ کی شان میں قرآن عظیم کی ساڑھے سات سو آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہزار سے زائد ارشادات قیامت تک کے لئے ان کی عدالت وثقاہت کی بنیاد قرار دیئے گئے، چونکہ آپ پر سلسلہ نبوت کا اختتام ہونے والا تھا اور قیامت تک کسی شخص کے بطور نبی اور رسول پیدا ہونے کا دروازہ مکمل طور پر بند کر دیا گیا تھا۔

اس لئے آپ کے رفقاء میں ہر ہر فرد کی عظمت شان اور پاکیزگی کو واشگاف طور پر اقوام عالم کے سامنے پیش کیا گیا۔ پھر ان میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ سمیت ایک درجن کے قریب افراد نمایاں کئے گئے۔ جن کی رفعتوں کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرا دیا گیا۔ صحابہ کرامؓ کے طرز زندگی اور دستور حیات کو معیار ہدایت قرار دے کر اسلام کے دامن کی وسعت اور جدید مسائل میں ان کے اجتہاد اور اجماع کو بطور شریعت اسلامیہ قبول کر لیا گیا۔۔۔۔ اور قرآن مجید نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا۔

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا وان تولوا فانما هم فی شقاق　(سورۃ بقرہ پ ۱)

"پس اگر وہ (کفار) ایمان لائیں جس طرح تم (صحابہ کرامؓ) ایمان لائے تو وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر انہوں نے اعراض کیا تو وہی ہیں ضد میں"

فرامین رسول کے چند شہ پارے ملاحظہ ہوں

ان الله اختارنی واختار لی اصحابی　(الحدیث)

"بے شک اللہ نے مجھے چن لیا اور میرے لئے میرے صحابہ کو چن لیا۔"

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین (الحدیث)

"تم پر میرے اور میرے خلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں (صحابہ کرام) کی سنت لازم ہے۔"

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

ترجمہ:- "میرے صحابہ کرام ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی پیروی کرو گے کامیاب ہو جاؤ گے۔"

صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت کو بطور معیار اور کسوٹی قرار دینا اسلام کا وہ امتیاز ہے کہ جو کسی پہلی امت کے حصہ میں نہیں آیا۔

اس امتیاز سے ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر حیثیت اور آفاقی و ابدی ہدایت آشکار ہوئی اور آپ کی طرف سے تابعین کو راہنما اور پیشوائی کا تمغہ عطا ہونے سے آپ کی ختم نبوت اور آخری رسالت آشکار ہوئی۔ دوسری طرف آپ کی عظیم محنت اور سعی پیہم کامرانی کے زیور سے آراستہ نظر آئی۔

کسی پیغمبر کے دور میں ایسا نہیں ہوا کہ اس کے ماننے والے ایک ایک شخص کو ہدایت کا تابندہ ستارہ قرار دے کر اس کے راستے کو پیغمبرانہ راستہ قرار دیا گیا ہو۔ صحابہ کرامؓ پر خداوندی اور نبوی اعتماد کے اس عظیم الشان مظہر اور حقیقت ثانیہ نے سارے عالم پر یہ بات روشن کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور آئینہ شفاف سے جس نے ایک لمحہ بھی ریزہ چینی کی اس کا قلب شرک و کفر اور معصیت و کفران کی تمام آلائشوں سے پاک ہو گیا۔

اس جماعت کے کسی فرد کی طرف سے کوئی لغزش اور کوتاہی بھی ہو گئی تو وہ بھی

گناہوں کی معافی کے باب میں ایک معیار اور کسوٹی قرار پائے گی۔ پیغمبر تو گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا اب قیامت تک امت کے گناہوں کے لئے صحابہ کرامؓ میں بعض کی ساہلتوں اور لغزشوں اور پھر ان پر معافی کا طرز و طریق مستور رہنمائی قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ذریعہ ہدایت قرار پائے گی۔

چند باہمی آویزشوں اور کشمکش کے چند صحابہ کرامؓ سے ہونے والی کوتاہیوں کو بھی گناہوں کی معافی میں ایک معیار کی حیثیت حاصل ہوگی۔

حکمرانی کے باب میں عزیمت کا راستہ اختیار کرنے کے لئے خلفاء اربعہ کا (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ) نشان راہ کا کام دیتا رہے گا اور جدید ادوار کی ہدایت کے لئے حضرت معاویہؓ کا دور حکومت بطور رخصت رہنماء کا کام دیتا رہے گا۔

ایک ایک صحابی کو معیار ہدایت بنا کر اسلام نے زندگی کے ہر پیش آمدہ مسئلے اور سوسائٹی کے تمام امور کے لئے قیامت تک رہنمائی کا دروازہ کھول دیا ہے۔۔۔۔۔۔

صحابہ کرامؓ کی حکومتوں کے تناظر میں آج کی دنیا کا ہر مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو ۵۰ سال تک خلفاء اسلام نے نصف دنیا سے زیادہ علاقے پر نافذ کر کے اس کی آفاقی حیثیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

اس کے تمام اصول انسانی فطرتوں کے عین مطابق ہیں۔

یہ زندگی کا ہر مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ معاشروں کے تباین اور قوموں کے تفاوت کو دور کرنا اسلام کی فطرت میں داخل ہے۔

مذہب سے دور رہ کر ناکامی کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں اور الحاد و مغربیت کے راگ الاپنے والوں کے ہر چیلنج کا جواب اس کی تعلیمات میں پوشیدہ ہے۔

اسلام نے کسی انسان کو اس کی ہمت سے بڑھ کر کسی چیز کا پابند نہیں بنایا۔

یہاں معاشرتی، معاشی، اقتصادی اور روحانی ہر مرض کا علاج کامل طور پر موجود ہے۔

چوتھا باب

اسلام کا ابتدائی تعارف

اسلام کا لغوی اور حقیقی مفہوم:-

اسلام کے لغوی معنی "گردن جھکانے" اور "قربان ہونے" کے ہیں۔ محمدی شریعت میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر اپنے آپ کو قربان کرنے اور اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنے کا نام اسلام ہے۔

قدیم مذاہب میں جانوروں کی قربانی مذہب کا اہوال اعظم سمجھی جاتی تھی۔ لیکن اسلام نے بتایا کہ سب سے بڑی قربانی یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے سپرد کردے اور اس کے احکام کی تعمیل کرے، "مسلم" کے معنی خدا پر قربان ہونے کے ہیں۔ جیسا کہ قران میں ہے۔

"بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولاخوف عليهم ولاهم يحزنون" (سورة بقره پ ۱)

ترجمہ:- ہاں جس شخص نے اپنا آپ خدا کے سپرد کردیا اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا بدلہ خدا کے پاس ہے، ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے نہ غم،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت اسلام پہ پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں اسے یہودی اور نصرانی بنالیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا

"کل مولود یولد علی فطرہ السلام الخ"

ترجمہ:- ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین بعد میں اسے مجوسی،

یہودی، مشرک یا عیسائی بنا لیتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کے ذریعے داخلہ اسلام :-

جو شخص سچے دل سے کلمہ طیبہ "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھ لیتا ہے۔ تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ اسلام کا دعوتی کلمہ ہے۔ جو توحید الوہیت اور رسالت محمدی پر مبنی ہے۔۔ اسلام میں داخلے کا یہ ایسا سرٹیفکیٹ ہے۔ جس کے حصول کے بعد اس کلمہ کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ یہ کلمہ اسلام کا پہلا رکن ہے۔ اسلام میں داخلہ کے لئے دو جزوں والے اس کلمے کو سچے دل اور گہرے یقین کے ساتھ پڑھنا دائرہ اسلام میں داخل ہونا ہے۔

اسلام کے ایک دعویدار گروہ شیعہ اثنا عشری نے کلمہ طیبہ میں تحریف کر ڈالی، اور دو اجزاء کے ساتھ ساتھ حضرت علیؓ کی ولائت وصائیت اور خلافت بلا فصل کے لفظ کا بھی اضافہ کر دیا۔ لیکن ۱۴ سو سالہ اسلامی شریعت میں کسی بھی اسلامی فرقے نے اس کی تائید نہیں کی۔ کلمہ طیبہ میں یہ اضافہ اسلام کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات خلفاء راشدین اور حضرت علیؓ حضرت حسینؓ وغیرہ میں کسی سے کلمہ میں داخل کئے جانے والے یہ زائد الفاظ منقول نہیں۔

یہیں سے شیعہ مذہب اور اسلام میں تفریق شروع ہو جاتی ہے۔

اسلام کا کلمہ "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہی مکمل اور سب سے مستند اسلامی سرٹیفکیٹ ہے۔ اس میں کسی لفظ کی تبدیلی یا اضافے کی صورت میں اسلام کی بنیاد ہی منہدم ہو جائے گی۔ اسلام میں کسی بھی فروعی اختلاف رکھنے والی جماعت نے کلمہ طیبہ میں تبدیلی کا تصور تک نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ جس سند اور سرٹیفکیٹ کو آنحضرتؐ اور آپ کے ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہؓ اور اہل بیتؓ کی تائید حاصل ہو۔ اس میں تبدیلی

Scanned with CamScanner

پوری ملت اسلامیہ سے انحراف ہی ہوگی۔ کلمہ طیبہ کے دونوں جز توحید و سنت کے آئینہ دار ہیں۔ لاالہ الااللہ توحید الٰہی اور محمد رسول اللہ رسالت محمدی کا اقرار ہے۔

کلمہ طیبہ اسلام کی بنیاد اور اساس ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کا علم دو جزوں ہی پر مشتمل ہے۔

پہلے جز یعنی توحید ہی میں تو انبیاء کی دعوت مشترک تھی۔ دوسرے جز میں ہر ہر پیغمبر کا اپنے اپنے دور میں بطور رسول اور نبی نام شامل رہا۔ گویا توحید الٰہی اور رسالت انبیاء کا اقرار ہی خالق کائنات کی حقیقی معرفت کا آئینہ دار ہے۔

ان دونوں کلمات کو حرز جان بنانے کے بعد کا تقاضا ہے کہ ہر مسلمان خدا کو وحدہ لاشریک مان کر اس کی ذات اور صفات میں کسی انسان، پیغمبر اور درخت، پتھر، چاند، سورج اور ستاروں کو معبود، خالق، مشکل کشا، حاجت روا، عالم الغیب، ہر جگہ موجود، مدبر و فعال، نفع و نقصان کا مالک، ذرے ذرے کی خبر رکھنے والا اور ہر وقت ہر دعا سننے والا۔ کسی بھی ذات کو تسلیم نہ کرے۔

کلمہ طیبہ کا تقاضا ہے کہ دل و جان سے اسے قبول کرنے والا خدائی الوہیت و ربوبیت کے اقرار کے بعد اس کے احکام کی بجا آوری اور پیغمبروں کے ذریعے اس کے ہر پیغام پر عمل کر کے سچا اور نیک بندہ بن جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار کے بعد آپ کی ختم نبوت پر دل و جان سے ایمان رکھے۔ آپ کے طریقوں کو جسے اسلام نے سنت کا نام دیا ہے۔ اس پر عمل کرے اور پوری زندگی اس طرز اور اسوہ کا پابند بنائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور ساری کائنات کا سردار رسول تسلیم کرے۔

آپ کی عالمگیر نبوت اور آفاقی حیثیت کے مطابق صبح قیامت تک آپ ہی کو اپنا

Scanned with CamScanner

رہبرو رہنما تسلیم کرے۔ آپ کی نبوت پر ایمان لانے والا آپ کی احادیث آپ کی ختم نبوت آپ کے معراج، آپ پر اترنے والی آخری کتاب قرآن عظیم آپ کے دین کے سچے گواہ اور شارح صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ اور اہل بیت عظامؓ کی عظمت کو بھی آپ کے احکامات کے مطابق تسلیم کرتا ہے۔

اسلام کے بنیادی عقائد:۔

عقیدہ توحید:۔

○ انما الھکم الہ واحد لاالہ الاھو الرحمن الرحیم

(سورۃ البقرہ پ ۲)

"بے شک تمہارا ایک اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی اللہ نہیں وہی مہربان رحم کرنے والا ہے۔"

○ ذالکم اللہ ربکم لاالہ الاھو خالق کل شئی

(سورۃ انعام پ ۷ القرآن)

"یہ تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔"

○ ان اللہ لہ ملک السموت والارض یحی ویمیت

(سورۃ توبہ پ ۱۱)

"بے شک اللہ ہی کے لئے آسمان و زمین کی بادشاہت ہے۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے"

○ ومالکم من دون اللہ من ولی ولانصیر

(سورۃ توبہ پ ۱۱ القرآن)

Scanned with CamScanner

"اور تمہارے لئے اللہ کے علاوہ کوئی دوست اور مددگار نہیں۔"

○ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوہ المتین

(سورۃ ذاریات پ ۲۷ القرآن)

"بے شک اللہ ہی رازق اور بہت بڑی قوت والا ہے۔"

○ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو

(سورۃ یونس پ ۱۱)

"اور اگر تجھے اللہ کسی تکلیف میں مبتلا کرے تو کوئی اس کو کھولنے والا نہیں۔"

○ ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم

(سورۃ اعراف پ ۹ القرآن)

"بے شک اللہ کے علاوہ جن اپنے جیسے بندوں کو بلاتے ہو۔"

○ ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک

(سورۃ یونس پ ۱۱ القرآن)

"اور نہ پکار اللہ کے علاوہ کسی کو جو نہ تجھے نفع دے سکے نہ نقصان۔"

○ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیاء

(سورۃ نساء پ ۵ القرآن)

"اور پکار اللہ ہی کو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر۔"

○ الا ان للہ من فی السموت ومن فی الارض

(سورۃ یونس)

"خبردار اللہ ہی کے لئے ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔"

○ بل لہ ما فی السموت والارض کل لہ قنتون

Scanned with CamScanner

(سورۃ بقرہ پ ۱)

"بلکہ اسی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب کے سب اسی کے آگے سرخم کر دیتے ہیں۔"

○ واتاكم من كل ماسالتموه وان تعدو نعمته الله لاتحصوها (سورۃ ابراہیم پ ۱۴۔ القرآن)

"اور اگر تم اس کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو نہیں کر سکتے ہو۔"

○ افحسب الذين كفر وان يتخذو عبادی من دونی اولیاء (سورۃ کہف پ ۱۶)

"کیا ان لوگوں نے گمان کر لیا ہے کہ میرے علاوہ وہ ان کے ولی ہو سکتے ہیں۔"

○ ان الله لايغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذالك (سورۃ نساء پ ۵ القرآن)

"بے شک اللہ ایسے شخص کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے۔"

انبیاء کرام ہی انسانی ہدایت کا واحد ذریعہ ہیں:-

مفکر اسلام سید ابو الحسن علی ندوی ایک جگہ رقمطراز ہیں۔

"اللہ کی ذات اور اس کی حقیقی نشاندہی کرنے والے صرف انبیاء کرام ہی ہیں۔ وہی اللہ کی صحیح معرفت کا ذریعہ ہیں جس میں نہ جہالت و گمراہی کا شائبہ ہو، نہ غلط فہمی یا غیر مناسب انداز بیان کا شبہ، واحد وسیلہ ہیں ان کے بتائے ہوئے طریقوں کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے معرفت حاصل ہی نہیں ہو سکتی، نہ تنہا عقل راہنمائی کر سکتی ہے، نہ ذہن کی تیزی و ذکاوت کافی ہو سکتی ہے، نہ فطرت کی سلامتی اس کا ذریعہ بن سکتی ہے، نہ ذہن کی

Scanned with CamScanner

بلند پروازی کا وہاں گذر ہے نہ عقل و خرد کی کاوشیں اس تک پہنچا سکتی ہیں۔ نہ تجربات کا دامن ہی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار قرآن کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

"لقد جاءت رسل ربنا بالحق" (سورۃ اعراف پ۸)

"بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کی بعثت ہی کی وجہ سے اللہ کی معرفت حاصل ہوئی اسی کے نتیجے میں جنت میں داخلہ ممکن ہوگا۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

انبیاء کرام کی تعلیمات کے بغیر اللہ کی ذات و صفات کی صحیح معرفت اور توحید کے صحیح مقام تک پہنچا نہیں جاسکتا" انبیاء کی ہدایت کے بغیر اس دولت کا راستہ پانے سے عقلیں عاجز ہیں"

عقیدہ آخرت:-

○ اذا وقعت الواقعہ لیس لوقعتھا کاذبہ

(سورۃ واقعہ پ۲۷)

"جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوگی اور اس کا واقع ہونا جھوٹ نہیں۔"

○ یوم یفر المرء من اخیہ (سورۃ عبس پ۳۰)

"جس دن بھاگے گا ہر شخص اپنے بھائی سے"

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ایک حساب کا دن تم پر آنے والا ہے جس دن زندگی کی ایک ایک چیز کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔"

Scanned with CamScanner

عقیدہ رسالت :-

خدائی پیغام کو انسانوں تک پہنچانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کی قدسی الاصل جماعت کو معبوث کیا گیا، ان برگذیدہ ہستیوں نے براہ راست خدا کے فرستادوں کے ذریعے فلاح انسانیت کے خدائی پیغامات دنیا تک پہنچائے۔

اسلام نے بھی پہلی شریعتوں کے مطابق عقیدہ توحید کے بعد رسالت کو ایمان کا مرکزی نقطہ قرار دیا۔ اسلام کے نزدیک ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء خدا کے سچے پیغمبر اور اپنے اپنے عہد میں خدا کے نمائندے تھے۔ ان کی عظمت شان کامرانی، خلوص اور مسلسل جدوجہد تاریخ کا عظیم عنوان ہے۔ بلاشبہ کئی انبیاء پر بہت بڑی انسانی مخلوق ایمان لائی کئی ایک کے پاس صرف چند افراد کا اجتماع قائم ہوا۔

بعض نبیوں کو رسالت کے ساتھ ساتھ حکومت بھی عطا ہو گئی۔ ہر رسول اپنے اپنے مشن میں کامیاب ہو کر رخصت ہوا، کیونکہ ہر تکلیف اور مصیبت جھیل کر انہوں نے خدائی پیغام میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اسلام میں نبی اس کو کہتے ہیں۔ جو پچھلی شریعت کے مطابق احکام الٰہی کو لوگوں تک پہنچائے۔ اور رسول کا اطلاق صرف صاحب شریعت پر ہی ہوتا ہے۔

اسلام کا حکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار اور آخری رسول ہیں۔ آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور رسول پیدا نہیں ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ عظیم اور بے مثال پیغمبر ہیں۔ جن کی نبوت و رسالت اور پیغام و اصلاح قیامت تک آنے والی ہر قوم ہر ملک ہر نسل اور ہر علاقے کے لئے ہے۔

آنحضرت ﷺ کے آنے کی خبر پہلی تمام کتابوں میں موجود ہے۔ آپ کی عالمگیر

رسالت کا اقرار تورات و انجیل اور زبور کے صفحات پر بھی موجود ہے۔

☆

انبیاء و رسل کا مرتبہ و مقام :-

آنحضرت ﷺ کا عہد اور آپ سے پہلے شرک کا سب سے بڑا سبب انبیاء و اولیاء اور برگزیدہ ہستیوں کی عقیدت میں غلو اور ان کے درجہ اور مقام کی تعیین میں افراط و تفریط عام تھا۔ اس لئے خدا کی طرف سے انبیاء کی حیثیت کا تعین بھی ضروری سمجھا گیا، کیونکہ اس میں بڑے بڑے عقلاء کو دھوکہ ہو جاتا ہے۔ کئی لوگ جہالت کی وجہ سے انبیاء کو الوہیت کی صفات سے متصف کر دیتے ہیں۔

عیسائیوں اور یہودیوں نے انبیاء کی حیثیت میں جب غلو کیا۔ انبیاء کو خدا کا بیٹا بنا دیا چنانچہ قرآن کا ارشاد ہے۔

وقالت الیھود عزیر بن اللہ وقالت

النصاری المسیح بن اللہ		(سورۃ توبہ پ ۱۰)

"یہود نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔"

چنانچہ قرآن عظیم نے کئی مقامات پر انبیاء کرام کے مرتبہ و مقام کی وضاحت کر دی ہے کہ وہ بھی انسان ہیں اس طرح خدا نے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو شرک و کفر سے بچانے کا سامان مہیا کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر کئی قلوب غلو کے گرداب میں کھو کر شرک کی کھائیوں میں جاں بلب ہوں تو اسے بدنصیبی اور حقارت و نکبت کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

○ قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم

(سورۃ ابراہیم پ۱۶)

"ان پیغمبروں نے ان سے (اپنی امت) سے کہا بے شک ہم بھی تمہارے ہی جیسے بشر ہیں۔"

- قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا (سورۃ جن پ۲۹)

"آپ کہہ دیجئے میں تمہارے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔"

- قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ

(سورۃ اعارف پ۱۰)

"آپ کہہ دیجئے میں اپنی ذات کے لئے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر یہ کہ جو اللہ کو منظور ہو۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شارح اسلام کی عالمگیر نبوت اور آفاقی حیثیت کا اعلان

- قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا

(سورۃ اعراف پ۹)

"کہہ دو اے لوگو! میں تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

- وما ارسلناک الا رحمت للعلمین (سورۃ انبیاء پ۱۷)

"ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

- وما ارسلنک الا کافت للناس بشیرا ونذیرا

(پ۲۲)

"ہم نے آپ کو ساری انسانی برادری کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا بیان۔

○ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (سورۃ احزاب پ۲۲)

"محمد رسول اللہ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔"

آنحضرت ﷺ کی سنت پر چلنے کا حکم۔

○ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ

(سورۃ احزاب پ۲۱)

"البتہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ موجود ہے۔"

○ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (سورۃ آل عمران پ۳)

"کہہ دیجئے ان کو اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو محبوب رکھے گا۔"

معراج جسمانی کا بیان:۔

○ سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی (سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵)

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد رسول اللہ) کو سیر کرائی رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔"

Scanned with CamScanner

عالمگیر نبوت کا ذکر:-

○ ارسلت الی الخلق کافه وختم بی النبیون (الحدیث)

"میں تمام مخلوق کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا ہے۔"

○ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا رسول بعدی ولا امت بعد امتکم (الحدیث)

"میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی ہے نہ رسول اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔"

آپ کی امت عالمگیر ہے

○ کنتم خیر امته اخرجت للناس

(سورۃ آل عمران پ ۴)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں میں سے منتخب کئے گئے ہیں۔"

○ وکذالک جعلناکم امته وسطا لتکونو اشهداء علی الناس (سورۃ بقرہ پ ۲)

"اور ہم نے تم کو درمیانی جماعت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔"

قرآن کی حقانیت کا عقیدہ:-

○ انا نحن نزلنا الزکر وانا له لحفظون

(سورۃ حجر پ ۱۴)

"بے شک ہم نے نازل کیا ذکر (قرآن) اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

Scanned with CamScanner

قرآن عالمگیر ہدایت کی دستاویز ہے

- ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المومنین (سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵)
"بے شک یہ قرآن قوموں کے لئے سب سے بڑی ہدایت اور مومنوں کو بشارت ہے۔"

- قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن (سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵۔ القرآن)
"کہ دو تمام انسان اور تمام جن جمع ہو کر اس قرآن کی مثل پیش کر دیں"

- فاتوا بسورۃ من مثلہ (سورۃ بقرہ پ۱۔ القرآن)
"پس لاؤ اس قرآن کی مثل کم از کم ایک ہی سورت"

آنحضرت ﷺ کا ترکہ:۔

- ترکت فیکم امرین کتاب اللہ وسنتی (الحدیث)
"میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ:۔

- وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم

(سورۃ نساء پ۶ القرآن)

"حالانکہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نہ انہوں نے ان کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا۔"

○ وامه صدیقه (سورۃ مائدہ پ ٦)

"حضرت عیسیٰ کی والدہ پاک باز ہیں۔"

○ لاتقوم الساعته حتی نزلن عیسی ابن مریم (الحدیث)

"نہیں قائم ہو گی قیامت جب تک عیسیٰ بن مریم نازل نہ ہونگے۔"

امام مہدی کے نزول کا حکم:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے کچھ عرصہ قبل ایک سچے امام مہدی کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ امام مہدی کی پیدائش کا ہونا ان کا نام آنحضرت کے نام پر ہونا۔ ان کے والدین کا نام آنحضرت صلی اللہ کے والدین کے نام پر ہونا بھی مسلم امر ہے۔ ان کے بارے میں شیعہ کا نقطہ نظر اسلام سے بالکل علیحدہ ہے ان کے ہاں امام مہدی چار سال کی عمر میں ۲۲۵ھ میں پیدا ہو کر غائب ہو گئے تھے۔ اب ان کا ظہور ہو گا۔ مسلمانوں میں یہ کسی کا عقیدہ نہیں۔

خروج دجال کا حکم:۔

امام مہدی کے ظہور کے سات سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں چالیس سال قیام کریں گے۔ ان کے آخری دور میں اردن کے علاقے سے دجال کا خروج ہو گا۔ جس کو حضرت عیسیٰ قتل کریں گے۔

جھوٹے نبی کے بارے میں آنحضرت کی پیشگوئی:۔

○ سیکون فی امتی ثلثون دجالون کلهم یزعم انه نبی الله وانا خاتم النبین لانبی بعدی (الحدیث)

Scanned with CamScanner

"عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے دجال پیدا ہونگے۔ جن میں ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

اسلام میں خلافت راشدہ کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ۲۳ سال میں جو دین آسمانوں سے نازل ہوا۔ خلافت راشدہ اس کی عملی تصویر اور بہترین عملی دور کا نام ہے۔

- قرآن کا بیان ہے۔
- وعد الله الذين امنو منكم وعملوا الصلحت يستخلفنهم فى الارض وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم وليبد لنهم من بعد خوفهم امنا (سورۃ نور پ۱۸ القرآن)

"وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں سے کہ ضرور بالضرور زمین میں انہیں خلفاء مقرر کرے گا، تاکہ وہ اقتدار قائم کریں...... اور تبدیل کردیں گے خوف کو امن میں"

- اقتدو باالذين من بعدى ابوبكر وعمر (الحدیث)

"میرے بعد اقتدا ابوبکرؓ و عمرؓ کی کرنا"

- عليكم بسنتى وسنته الخلفاء الراشدين المهديين (الحدیث)

"تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔"

خلافت اسلامیہ کا دور آنحضرت ﷺ کی وفات ۱۱ھ سے شروع ہو کر ۲۱ھ میں حضرت معاویہؓ کی وفات پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ ان میں کل چھ خلفاء تھے جنہوں نے اسلامی تاریخ کے افق پر لازوال نقوش ثبت کیے۔

Scanned with CamScanner

مذکورہ خلفاء میں پہلے چار خلفاء کا مقام و مرتبہ تو بہت ہی بلند تھا۔ قرآنی آیت کے مصداق یہی چار خلفاء ہیں۔ ان خلفاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت فیض سے بہت ہی وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کا دور عزیمت و مرتبت کے لحاظ سے حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کے بیس سالہ دور سے نہایت بلند ہے۔ ان خلفاء (حسن و معاویہ) کی خلافتوں کو نبوت محمدیہ کا تتمہ اور خلافت خاصہ شمار کیا جاتا ہے۔ خلفاء کا عہد، نبوت کا آئینہ دار تھا۔ تاہم حضرت معاویہؓ کا دور فتوحات، جغرافیہ اور مساوات و عدل میں اپنی مثال آپ ہے۔

خلفاء راشدین نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر حضرت معاویہؓ تک ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل کے وسیع و عریض اور دنیا کے نصف حصہ پر نصف صدی تک امن کے گوہر لٹائے۔ خلفاء نبوت کے بارے میں پوری تفصیل راقم کی کتاب "خلافت و حکومت" میں موجود ہے۔

خلفاء راشدین اہل بیت عظام اور صحابہ کرام کے بارے میں اہل اسلام کا عقیدہ:-

"خلفاء راشدین" ایک ایسے مقدس گروہ کا نام ہے۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عام امت کے درمیان اللہ کا عطا کیا ہوا ایک واسطہ ہے۔

- وہ قدسی الاصل قافلہ جو انبیاء کے بعد سب سے افضل اور برتر ہے۔
- ان کے مشاجرات پر تاریخ یا روائتی کسی ایسی خامہ فرسائی کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ جس سے ان کا تقدس پامال ہو۔
- ایسی مستند اور باوثوق جماعت کو بولا جاتا ہے۔ جن کے متعلق بدنیتی بد اعتقادی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

- اس بابرکت گروہ کی طرف برائی کی نیت کرنا ان کے تذکرے کو ناشائستہ بحث کا موضوع بنانا۔ کتاب و سنت کے قانون میں قطعاً جرم ہے۔
- قرآن مجید کے اول مخاطب آنحضرت ﷺ کے قریبی دوست اور آپ ﷺ کے بیان کردہ فضائل کے مصداق ہیں۔
- کم و بیش ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہؓ میں ہر صحابیؓ ہدایت کا چراغ ہے۔ فیض و برکات کی آماجگاہ ہے۔ ساری کائنات کے اولیاء اقطاب اور آئمہ سے افضل ہے۔
- جس صحابیؓ نے پل بھر کے لئے رسول ﷺ کو دیکھا وہ بھی انبیاء کے بعد ساری مخلوق سے افضل ہے۔
- تمام صحابہؓ اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ ان کے متعلق کوئی ایسی تاریخی روائت قبول نہ ہوگی جس سے ان کی عدالت مجروح ہوتی ہو۔
- انبیاء کی طرح صحابہؓ معصوم تو نہیں۔ ان سے کبیرہ صغیرہ گناہ ممکن ہے۔ مگر کسی صحابیؓ کے ذمہ کوئی کبیرہ گناہ باقی نہیں رہا۔ صحابہؓ معصوم نہیں لیکن محفوظ ہیں۔
- جس مسئلہ میں صحابہ کا باہمی اختلاف رہا ہو۔ عہد حاضر میں اس مسئلہ پر اختلاف کرنے والے پر کوئی قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔
- صحابہ پر سب کرنا (گالی دینا) کفر ہے۔ ان کے متعلق دل میں غیظ رکھنا۔ امانت و دیانت میں کسی قسم کا شبہ کرنا خود کو فسق و فجور میں داخل کرنا ہے۔
- صحابہ کرامؓ کے فضائل سوانح و افکار، علوم، موافقات اور علمی سیاسی کارناموں کو اجاگر کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحہ ہستی پہ صداقت ان کی

اسلام کے بنیادی ارکان

پہلا رکن -- کلمہ طیبہ

اسلام کا پہلا رکن کلمہ طیبہ ہے۔ یعنی لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ اس کے پہلے جزو میں اللہ تعالٰی کی توحید اور دوسرے جزو میں حضرت محمدؐ کی رسالت کا اعلان کیا گیا ہے۔ جب کوئی شخص سچے دل سے کلمہ طیبہ ادا کرلیتا ہے۔ تو اسے توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ تمام آسمانی کتابوں، ملائکہ، تقدیر اور قیامت کے دن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس طرح ہر مسلمان کے لئے ایمان مفصل کے طور پر درج ذیل کلمات کا اقرار بھی ضروری ہے۔

امنت باالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الاخر والقدر خيره وشره من الله تعالى والبعث بعد الموت

"میں ایمان لایا اس اللہ کے فرشتوں پر اس کی کتابوں اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اس کی اچھی اور بری تقدیر پر اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔"

○ اسلام کے بنیادی ارکان میں کلمہ طیبہ کی شہادت و اقرار کا ذکر گذر چکا ہے۔

دوسرے ارکان چار ہیں۔

(۲) نماز

(۳) روزہ

(۴) حج

(۵) زکوٰۃ

مذکورہ تمام ارکان در حقیقت خدا کی عبودیت کے اقرار اور اپنے مالک کی بندگی کا

Scanned with CamScanner

نام ہیں۔ اس کی کیفیت و ماہیت ہر رکن میں مختلف ہے۔ کہیں نماز کی ہیئت کزائی کے ذریعے خدا کی عبادت کا حکم ہے کہیں روزہ رکھ کر بھوک کے ذریعے مالک کی اطاعت و انقیاد کی تلقین ہے۔ کہیں حج کی صورت میں مالی اور بدنی قربانی کر کے درویشانہ حالت میں خدائی تصور کے اقرار کا نام ہے۔ کہیں زکوۃ کی ادائیگی کے ذریعے اپنے مال کو نکالنے اور اس کی غریب مخلوق کو اس کا حق عطا کرنے کو اسلام کہا جاتا ہے۔

اسلام کا دوسرا رکن نماز

اسلام میں نماز کی حقیقت اور اہمیت:۔

قرآن کی شہادت کے مطابق تمام انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو نماز کی تعلیم دی۔ خصوصاً ملت ابراہیمی میں اس کی حیثیت سب سے نمایاں ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو مکہ کی وادی غیرذی زرع بے آب وگیاہ سرزمین پر آباد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے ہیں۔

"ربنا لیقیموا الصلوہ" (سورۃ ابراہیم پ ۱۳)

"اے ہمارے پروردگار تاکہ وہ نماز قائم کریں"

حضرت ابراہیم نے اپنی نسل کے لئے یہ دعا کی۔

"رب اجعلنی مقیم الصلوہ ومن ذریتی"

(سورۃ ابراہیم پ ۱۳)

"اے پروردگار مجھ کو میری نسل کو نماز پڑھنے والا بنا"

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی۔

Scanned with CamScanner

یابنی اقم الصلوٰہ (سورۃ لقمان پ۲۱)

"اے بیٹے نماز قائم کر"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا

اقم الصلوٰہ لذکری (سورۃ طٰہٰ پ۱۶)

"میری یاد کے لئے نماز قائم کر"۔

قرآن عظیم کے مطابق۔

من اھل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ اناء اللیل وھم یسجدون" (سورۃ آل عمران پ۴)

"اہل کتب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راتوں کو کھڑے ہو کر خدا کی آیتیں پڑھتے ہیں، اور سجدہ کرتے ہیں۔"

جب اسلام پورا چار دانگ عالم میں لہرایا، تو اس وقت بھی بعض یہودی اور عیسائی نماز پڑھتے تھے۔ نماز اسلامی عبادات کا پہلا رکن ہے۔ نماز اصل میں مخلوق کا اپنے خالق کے سامنے دل، زبان اور ہاتھ پاؤں سے بندگی اور عبودیت کا اظہار ہے۔ مالک حقیقی کے بے پناہ احسانات کا شکر ادا کرنے اور اس کی یکتائی اور واحدانیت کے اقرار و تسلیم کا عنوان ہے۔ حقیقت میں یہ غلام و آقا کے درمیان ربط و تعلق اور وابستگی کا ذریعہ ہے۔

○

نماز امیر و غریب، مرد و عورت، بوڑھے جوان، بیمار و تندرست، بڑے چھوٹے، کالے، گورے، پر یکساں فرض ہے۔ ایسا فرض جو کسی حالت میں ساقط نہیں ہوتا۔ کسی حالت میں نماز سے معافی نہیں۔ اسلام کا حکم ہے کہ اگر آپ کھڑے ہو کر ادا نہیں کر سکتے تو بیٹھ کر، بیٹھنے کی بھی قدرت نہیں تو لیٹ کر، منہ سے بولنا ممکن نہیں تو اشاروں سے ادا کرو،

Scanned with CamScanner

میدان جہاد میں عین لڑائی کے دوران بھی رخصت نہیں۔

نماز ہر عاقل، بالغ، ہوشمند پر فرض ہے۔ اس کی ادائیگی میں سستی اور کاہلی کو نفاق کی علامت اور چھوڑ دینے کو کفر کی نشانی بتلایا گیا ہے۔ ایمان اور توحید کے بعد سب سے زیادہ درجہ نماز کا ہے۔ ترک نماز سے کفر و شرک میں گرفتار ہونے کا خدشہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عبادتوں میں نماز کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔

○

قرآن میں نماز کے لئے صلوٰۃ کا لفظ بولا گیا ہے۔ عربی لغت میں صلوٰۃ کے معنی دعا کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں "صلوٰۃ" خاص عبادت کا نام ہے۔ جو تکبیر تحریمہ سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہو جاتی ہے۔

نماز کی روحانی غرض وغائیت یہ ہے کہ نماز کے ذریعے مالک حقیقی کے احسانات کے سامنے سر جھکا دیا جائے۔ اس کے لطف بے پایاں اور عنایات بے حد و بیاں کا شکر دل اور زبان سے کیا جائے۔

انسان کا نفس، دل اور دماغ اس کی عظمت و کبریائی، کے سامنے بے چارگی، عاجزی، فروتنی، کم مائیگی، کا احساس زندہ رکھے--- چنانچہ جبرائیلؑ کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

"تم اپنے پروردگار کی اس طرح عبادت کرو، کہ گویا اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے ہو، تو یہ گمان رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"

○

نہ صرف یہ کہ نماز سے انسان روحانی مدارج میں اعلیٰ مقام پر پہنچتا ہے بلکہ اسلام کے اس رکن کے اخلاقی اور تمدنی فوائد پر غور کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ نماز کے

Scanned with CamScanner

ذریعے، پانچ وقت ہر انسان وضو کرنے سے صفائی اور پاکیزگی حاصل کرتا ہے، ستر پوشی کا حسن اس کے حصہ میں آتا ہے۔ ایک ہی صف میں غریب و امیر کے کھڑا ہونے سے معاشرتی مساوات کا کمال جنم لیتا ہے۔ صبح سویرے اٹھنے سے حفظانِ صحت کے اصولوں کی پاسداری ہر نمازی کے حصہ میں آتی ہے۔ نماز باہم الفت و محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

○

○ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر

(سورۃ عنکبوت پ ۲۱ القرآن)

"بے شک نماز برائیوں سے روکتی ہے۔"

○ قرۃ عینی فی الصلوۃ (الحدیث)

"میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔"

○ الصلوۃ معراج المومنین (الحدیث)

"نماز مومن کی معراج ہے۔"

اس طرح ۱۰۰ سے زائد قرآنی آیات اور ۲۰۰ سے زائد احادیث رسول اللہ علیہ وسلم میں نماز کی تاکید اور حکم موجود ہے۔ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اس کے علاوہ نماز تہجد، (صبح صادق یعنی اذان فجر سے پہلے، ۱۲ رکعتیں) نماز اشراق، (سورج نکلنے کے بعد، چار رکعت) نماز چاشت (سورج ڈھلنے سے پہلے، چار رکعتیں) نماز اوابین (بعد نماز مغرب، ۸ رکعتیں) صلوٰۃ الکسوف، صلوٰۃ الحاجت، صلوٰۃ تراویح، صلوٰۃ العیدین، مسنون ہیں۔

اسلامی عبادات کے چار درجے ہیں۔

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب

Scanned with CamScanner

نماز کے مسائل اور ادائیگی نماز کا طریقہ :-

نماز کی ادائیگی کے لئے جسم کا پاک ہونا۔ کپڑوں کا پاک ہونا۔ جگہ کا پاک ہونا۔ ستر کا چھپانا۔ نماز کا وقت ہونا۔ قبلہ رخ ہونا اور نیت کرنا فرائض میں سے ہیں۔

نماز باجماعت سنت موکدہ ہے۔ اس کی بہت تاکید ہے۔ بعض علماء تو اسے فرض اور بعض واجب بھی کہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جماعت کے بہت فائدے ہیں مثلاً (۱) ایک نماز پر ستائیس نمازوں کا ثواب ملنا۔ (۲) پانچوں وقت مسلمان کا آپس میں ملنا۔ (۳) اس کی وجہ سے آپس میں اتفاق اور محبت پیدا ہونا۔ (۴) دوسروں کو دیکھ کر عبادت کا شوق اور رغبت پیدا ہونا۔ (۵) نماز میں دل لگنا۔ (۶) جماعت میں بزرگ اور نیک لوگوں کی برکت سے گنہگاروں کی نماز کا بھی قبول ہونا۔ (۷) ناواقفوں کو واقف لوگوں سے مسائل پوچھنے میں آسانی ہونا۔ (۸) حاجتمندوں اور غریبوں کا حال معلوم ہوتے رہنا۔ (۹) ایک خاص عبادت یعنی نماز کی شان ظاہر ہونا۔ ان کے سوا اور بھی بہت سے فائدے ہیں!

عورتیں، نابالغ بچے، بیمار، بیمار کی خدمت کرنے والے، لولے، لنگڑے، اپاہج، کٹے ہوئے پاؤں والے، بہت بوڑھے، اندھے۔ ان سب کے ذمہ جماعت میں حاضر ہونا لازم نہیں۔

سخت بارش، راستہ میں زیادہ کیچڑ، سخت جاڑا، رات میں آندھی، سفر مثلاً ریل یا جہاز کی روانگی کا وقت قریب آجانا۔ پاخانہ پیشاب کی حاجت ہونا۔ کھانے کا اس حال میں کہ بھوک زیادہ لگی ہو سامنے آجانا۔ ان سے جماعت کی حاضری کی تاکید جاتی رہتی ہے۔ تمام نمازوں میں جماعت سے نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ نماز تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے۔ رمضان شریف میں نماز وتر کی جماعت مستحب ہے۔

Scanned with CamScanner

کم سے کم دو آدمی جماعت کے لئے کافی ہیں۔ ایک مقتدی ہو اور ایک امام۔ مگر اس حالت میں مقتدی امام سے دائیں جانب کھڑا ہو اور جب دو مقتدی ہوں تو امام کو آگے بڑھ کر کھڑا ہونا چاہیے۔ جماعت میں لوگ مل کر اور صفیں سیدھی کر کے کھڑے ہوں۔ درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑیں۔ بچوں کو پیچھے کھڑا کریں۔ بڑے آدمیوں کی صفوں میں بچوں کو کھڑا کرنا مکروہ ہے۔ عورتوں کی صف بچوں کے بعد ہونی چاہیے۔

امامت کا مستحق اول عالم ہے۔ یعنی وہ شخص جو مسائل نماز سے اچھی طرح واقف ہو بشرطیکہ اس کے اعمال بھی اچھے ہوں۔ اس کے بعد جو قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو۔ اس کے بعد جو زیادہ متقی پرہیز گار ہو۔ اس کے بعد جو زیادہ عمر والا ہو۔ اس کے بعد جو زیادہ خوش خلق ہو اور شرافت ذاتی رکھتا ہو۔ اس کے بعد جو زیادہ خوبصورت اور صاحب وقار ہو۔ اس کے بعد جو نسبی شرافت رکھتا ہو۔

بدعتی اور فاسق اور جاہل غلام اور جاہل گنوار اور احتیاط نہ کرنے والے اندھے اور ولد الزنا یعنی حرامی کے پیچھے نماز مکروہ ہے لیکن اگر غلام اور گاؤں کا رہنے والا شخص عالم ہو اور اندھا احتیاط رکھتا ہو اور عالم ہو یا قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو اور ولد الزنا عالم اور نیک بخت ہو اور ان سے بہتر کوئی اور شخص موجود نہ ہو تو ان کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

دیوانے یا نشہ والے اور کافر یا مشرک کے پیچھے تو کسی شخص کی نماز صحیح نہیں ہوتی اور جس نے باقاعدہ وضو یا غسل کیا ہے۔ اس کی نماز معذور کے پیچھے نہیں ہوتی اور جو پورا ستر ڈھانکے ہوئے ہے اس کی نماز ایسے شخص کے پیچھے جس کا ستر کھلا ہوا ہو صحیح نہیں ہوتی اور جو رکوع سجدہ کرتا ہے اس کی نماز رکوع سجدے کو اشارے سے ادا کرنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایک فرض (مثلاً ظہر) پڑھنے کی نماز دوسرا فرض (مثلاً عصر) پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوتی۔

تراویح بھی نابالغ کے پیچھے جائز نہیں۔ ہاں جب لڑکا پندرہ سال کا ہو جائے تو اگرچہ

Scanned with CamScanner

اور کوئی علامت بلوغ کی ظاہر نہ ہو اس کے پیچھے تراویح اور فرض نماز جائز ہے۔

مفسدات نماز کا بیان:-

مفسدات نماز ان چیزوں کو کہتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ یعنی ٹوٹ جاتی ہے اور اسے لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔ مفسدات نماز درج ذیل ہیں۔

نماز میں کلام کرنا۔ چاہے قصداً ہو یا بھول کر تھوڑا ہو یا بہت ہر صورت میں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (۲) سلام کرنا یعنی کسی شخص کے سلام کرنے کے قصد سے سلام یا تسلیم یا السلام علیکم یا اسی جیسا کوئی لفظ کہہ دینا۔ (۳) سلام کا جواب دینا یا چھینکنے والے کو یرحمک اللہ یا نماز سے باہر والے کسی شخص کی دعا پر آمین کہنا۔ (۴) کسی بری خبر پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا یا کسی اچھی خبر پر الحمد للہ کہنا یا کسی عجیب خبر پر سبحان اللہ کہنا۔ (۵) درد یا رنج کی وجہ سے آہ یا اف کرنا۔ (۶) اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کا لقمہ دینا یعنی قرات بتانا۔ (۷) قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا۔ (۸) قرآن مجید پڑھنے میں کوئی سخت غلطی کرنا۔ (۹) عمل کثیر کرنا یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔ (۱۰) کھانا پینا قصداً ہو یا بھولے سے۔ (۱۱) دو صفوں کی مقدار برابر چلنا۔ (۱۲) قبلے کی طرف بلا عذر سینہ پھیر لینا۔ (۱۳) ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا۔ (۱۴) ستر کھل جانے کی حالت میں ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا (۵) دعا میں ایسی چیز مانگنا جو آدمیوں سے مانگی جاتی ہیں۔ مثلاً یا اللہ مجھے آج سو روپے دے دے۔ درد یا مصیبت کی وجہ سے اس طرح رونا کہ آواز میں حرف ظاہر ہوں۔ بالغ آدمی کا نماز میں اس طرح رونا کہ آواز حرف ظاہر ہو جائیں۔ بالغ آدمیوں کا نماز میں قہقہہ مار کر یا آواز سے ہنسنا۔ (۱۸) امام سے آگے بڑھ جانا۔

Scanned with CamScanner

مکروہات نماز کا بیان:-

(۱) سدل یعنی کپڑے کا لٹکانا مثلاً چادر سر پر ڈال کر دونوں کنارے لٹکا دینا یا اچکن یا چوغہ بغیر اس کے کہ آستینوں میں ہاتھ ڈالے جائیں مونڈھوں پر لٹکا دینا۔ (۲) کپڑوں کو مٹی سے بچانے کے لئے ہاتھ سے روکنا یا سمیٹنا۔ (۳) اپنے کپڑوں یا بدن سے کھیلنا۔ (۴) معمولی کپڑوں سے جنہیں پہن کر مجمع میں جانا پسند نہیں کیا جاتا نماز پڑھنا (۵) منہ میں روپیہ یا پیسہ یا اور کوئی چیز رکھ کر نماز پڑھنا۔ جس کی وجہ سے قرات کرنے سے مجبور ہو جائے اور اگر قرات سے مجبوری ہو جائے تو نماز بالکل نہ ہوگی۔ (۶) سستی اور بے پروائی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔ (۷) پاخانہ یا پیشاب کی حاجت ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا۔ (۸) بالوں کو سر پر جمع کر کے چٹلا باندھنا۔ (۹) کنکریوں کو ہٹانا۔ البتہ اگر سجدہ کرنا مشکل ہو تو ایک مرتبہ ہٹانے میں مضائقہ نہیں۔ (۱۰) انگلیاں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔ (۱۱) کمر یا کوکھ یا کولہے پر ہاتھ رکھنا۔ (۱۲) قبلے کی طرف سے منہ پھیر کر یا صرف نگاہ سے ادھر ادھر دیکھنا۔ (۱۳) کتے کی طرح بیٹھنا یعنی رانیں کھڑی کر کے بیٹھنا اور رانوں کو پیٹ سے اور گھٹنوں کو سینے سے لگا لینا اور ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر بیٹھنا۔ (۱۴) سجدے میں دونوں کلائیوں کو زمین پر بچھا لینا مرد کے لئے مکروہ ہے۔ (۱۵) کسی ایسے آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہو۔ (۱۶) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔ (۱۷) بلا عذر چار زانو ہو کر یعنی (آلتی پالتی مار کر) بیٹھنا۔ (۱۸) قصداً جمائی لینا یا روک سکنے کی حالت میں نہ روکنا۔ (۱۹) آنکھیں بند کرنا لیکن اگر نماز میں دل لگنے کے لئے بند کرے تو مکروہ نہیں۔ (۲۰) امام کا محراب سے ایک ہاتھ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا اور اگر اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں۔ (۱۲) اکیلے امام کا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا اور اگر اس کے

ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں۔ (۲۲) ایسی صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونا جس میں جگہ خالی ہو۔ (۲۳) کسی جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔

(۲۴) ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ نمازی کے سر کے اوپر یا اس کے سامنے یا داہنے بائیں طرف یا سجدے کی جگہ پر تصویر ہو۔ (۲۵) آیتیں یا سورتیں یا تسبیحیں انگلیوں پر شمار کرنا۔

(۲۶) چادر یا کوئی اور کپڑا ایسی طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ جلدی سے ہاتھ نہ نکل سکیں۔

(۲۷) نماز میں انگڑائی لینا یعنی سستی اتارنا۔ (۲۸) عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا۔

(۲۹) سنت کے خلاف نماز میں کوئی کام کرنا۔

سنت اور نفل نمازوں کا بیان:۔

دو رکعتیں نماز فجر کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں (ایک سلام سے نماز ظہر اور جمعہ کے فرضوں سے پہلے اور چار رکعت اور دو رکعت جمعہ کے فرضوں کے بعد اور دو رکعت نماز ظہر، مغرب اور عشاء کے فرضوں کے بعد رمضان شریف میں نماز تراویح کی بیس رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔

صبح صادق ہونے کے بعد فجر کی دو رکعت سنتوں کے علاوہ فرض سے پہلے نفل نماز مکروہ ہے۔

فجر کے فرضوں کے بعد آفتاب نکلنے سے پہلے پہلے نفل نماز مکروہ ہے۔ عصر کے فرضوں کے بعد آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پہلے نفل نماز مکروہ ہے۔ لیکن ان تینوں وقت میں فرض نماز کی قضا اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بلا کراہت جائز ہے۔ اور آفتاب نکلنے کے شروع ہونے سے پہلے ایک نیزہ بلند ہونے تک اور ٹھیک دوپہر کے وقت۔ اور آفتاب متغیر ہونے سے غروب ہونے تک ہر نماز مکروہ ہے۔ ہاں اگر اسی دن کی عصر کی نماز نہ پڑھی ہو تو اسے آفتاب متغیر ہونے اور غروب ہونے کی حالت میں بھی پڑھ لینا جائز ہے۔

Scanned with CamScanner

اسی طرح خطبہ کے وقت سنت اور نفل نماز مکروہ ہے۔

آفتاب متغیر سے مراد یہ ہے کہ جب آفتاب سرخ ٹکیہ کی طرح ہو جائے اور اس پر نظر ٹھہرنے لگے تو سمجھو کہ آفتاب متغیر ہو گیا۔

قبلہ کی طرف منہ کرنے کا بیان:-

انسان اگر کسی ایسی جگہ ہے کہ قبلہ معلوم نہیں ہو تا کدھر ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے جدھر دل گواہی دے اس طرف پڑھ لے۔ اگر بے سوچے پڑھ لے تو نماز نہ ہوگی لیکن بے سوچے پڑھنے کی صورت میں اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تو نماز ہو جائے گی۔

اگر کوئی بتلانے والا نہ ملا اور دل کی گواہی پر نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ جدھر نماز پڑھی ہے ادھر قبلہ نہیں ہے تو بھی نماز ہو گئی۔ اور بے رخ نماز پڑھی پھر نماز ہی میں معلوم ہو گیا کہ قبلہ ادھر نہیں ہے بلکہ فلاں طرف ہے تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف گھوم جائے اب معلوم ہونے کے بعد اگر قبلہ کی طرف نہ پھرے تو نماز نہ ہوگی۔

فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان:-

نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے اور اللہ اکبر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھائے اور ناف کے نیچے باندھ لے اور دانے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے پہنچے کو پکڑ لے اور پڑھے۔ سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر فاتحہ پڑھے اور ولا الضالین کے بعد آمین کہے پھر بسم اللہ پڑھ کر کوئی سورت پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور سبحان ربی العظیم تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ کہے اور رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑلیں اور انگلیاں کھلی رکھے۔

Scanned with CamScanner

پھر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہتا ہوا سر کو اٹھائے۔ جب خوب سیدھا کھڑا ہو جاوے تو پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے میں جائے۔ زمین پر پہلے گھٹنے رکھے۔ پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھے اور انگلیاں خوب ملالیوے پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں ماتھا رکھے اور سجدے کے وقت ماتھا اور ناک دونوں زمین پر رکھ دے اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے خوب کھل کر سجدہ کرے پیٹ کو رانوں اور بانہیں پہلو سے جدا رکھے۔ اور سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ سبحان ربی الاعلی کہہ کے اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔ پھر بسم اللہ اور سورۃ پڑھ کے دوسری رکعت اسی طرح پوری کرے۔ جب دوسرا سجدہ کر چکے تو بائیں پیر پر بیٹھے۔ دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لے ور انگلیاں خوب ملا کر رکھے پھر پڑھے۔ التحیات للہ والصلوت والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمت اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ اور جب کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر لا الہ کہنے کے وقت انگلی اٹھائے اور الا اللہ کہنے کے وقت جھکا دے۔ اگر چار رکعت پڑھنا ہو تو اس سے زیادہ اور کچھ نہ پڑھے بلکہ فوراً اللہ اکبر کہہ کر اٹھ کھڑا ہو اور دو رکعتیں اور پڑھ لے اور فرض نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ اور کوئی سورت نہ ملائے۔ جب چوتھی رکعت پر بیٹھے تو پھر التحیات پڑھ کر یہ درود شریف پڑھے۔ اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابرھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی الہ محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید O پھر یہ دعا پڑھے۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنته وفی الاخره حسنته وقنا عذاب النار یا یہ دعا پڑھے اللھم اغفر لی والوالدی ولجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات یا کوئی اور دعا پڑھے جو حدیث یا قرآن مجید میں آئی ہو۔ پھر اپنے داہنے طرف سلام پھیرے اور کہے السلام علیکم ورحمته اللہ پھر یہی کہہ کر بائیں طرف سلام پھیرے۔

روزہ اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے

روزہ روح اور صحت دونوں کی غذا ہے۔ روزہ روحانی تازگی اور باطنی صحت کا آئینہ دار ہے۔ عہد جدید وقدیم کے حکماء کے اقوال کے مطابق روزہ جسمانی صحت کے لئے نہ صرف یہ کہ مفید ہے بلکہ کئی مواقع پر اس کا رکھنا ازحد ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کو جسم کی زکوٰۃ قرار دیا ہے۔

اکثر وبیشتر بیماریوں کی جڑ معدہ ہے۔ اس کی وجہ معدہ کی مشین کا ہر وقت چلنا اور اسے ہمہ وقت مشغول رکھنا ہے۔ اس پر بوجھ کی صورت میں آدمی بلڈ پریشر کا مریض بن جاتا ہے۔ کبھی اس کی وجہ سے انسان ہضم، نفخ، تیزابیت اور طرح طرح کی عوارض کا شکار ہو جاتا ہے۔ معدہ کو آرام پہنچانے اور اس کو صاف رکھنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم روزہ رکھیں، انسانیت کے سب سے بڑے رہبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہینے میں چاند رات سے کم از کم تین روزے رکھتے تھے۔ ہفتے اور دوشنبے کو بھی آپ کا روزہ ہوتا تھا۔

ہمارے لئے ایسا کرنا مشکل ہو تو کم از کم سال بھر میں رمضان میں ایک ماہ کے روزے رکھ کر معدہ کو آرام پہنچایا جاسکتا ہے۔ تاہم بہت سے روزہ دار سحری اور افطاری

Scanned with CamScanner

کے وقت اس غریب معدہ پر اتنا بوجھ ڈال دیتے ہیں کہ آرام کی گھڑیاں بھی بوجھل ہو جاتی ہیں۔

روزہ میں بھوک اور پیاس کے وقت انسان کو غریب اور بھوکے لوگوں کی تکلیف کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے معاشرے کی پسی ہوئی انسانیت کے ہر کرب کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ روزہ معاشرے کی اصلاح کے ساتھ ساتھ گوناگوں مصائب میں الجھی ہوئی انسانیت اور دکھوں کے شکنجوں میں کسے ہوئے نادار لوگوں سے ہمدردی کا سبق سکھاتا ہے۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ہی دنیا کا وہ دین ہے۔ جس میں ایک ہی فریضہ کی صورت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا موقع میسر آتا ہے۔

قرآن کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ روزہ صرف امت محمدیہ پر ہی فرض نہیں ہوا بلکہ پہلی امتوں پر بھی روزہ فرض کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ○ (سورۃ بقرہ پ ۲)

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔"

انسائیکلو پیڈیا جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۳۴۷ پر مرقوم ہے۔

"یہودیوں اور عیسائیوں کے روزے کفارہ یا توبہ کے لئے ہوتے تھے۔"

ایک دوسری جگہ کی تصریحات ملاحظہ ہوں

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر چالیس روزے رکھے" (خراج ۳۴-۳۸)

"حضرت دانیال علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیروکار بھی روزے رکھتے تھے" (دانیال باب ۱۵ مرقس ۱۲-۱۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی روزوں کی لذت چکھی تھی، انہوں نے بھی چالیس دن کے روزے اپنے اوپر لازم کئے تھے۔" (متی ۱۴-۱۳)

ایشیاء کی تاریخ سے بھی پتہ چلتا ہے۔ جناب مہاتما بدھ وہ پہلی تاریخی شخصیت ہیں۔ جنہوں نے پانچ سو سال قبل مسیح میں ہی ترک طعام اور ترک لذات کی رسم وضع کی تھی، اور انہوں نے سالوں تک کھانے پینے اور دوسری لذات کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔

ملاحظہ ہو کہ پہلی تمام امتوں پر ترک طعام اور روزوں کے مقاصد محدود تھے۔

وہ اقوام جن کے نزدیک دنیا کا مقصد ہی کھانا پینا اور لذات و عیش تھا۔ ان کے ہاں روزہ کو بطور سزا کے استعمال کیا جاتا تھا یہود کی ایک شاخ کے مطابق روزے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ افطار کے وقت جو کچھ کھالیتے اسی پر اکتفا کرتے۔

ہندو برت میں روزہ کی حالت میں پھل وغیرہ قسم کی ہر چیز کھائی جاسکتی ہے۔ البتہ اناج ممنوع تھا کیونکہ یہ جنت کے روائتی دانہ گندم کی طرح دانہ تھا۔ چینیوں کے ہاں روزہ بعض اوقات کئی کئی ہفتوں کا ہو جاتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اس کے نزدیک تمام فرائض و واجبات کا تعین بھی انسانی فطرت کے مطابق کیا گیا ہے۔ اس کے روزے میں کھانے کے اوقات میں ردوبدل کیا گیا ہے۔ صبح کے کھانے کی بجائے سحری ہے۔ شام کا کھانا اسی طرح بحال ہے۔ گویا اسلام عادت کا غلام بنانے کی بجائی انسان کو عادت بدلنے پر قادر رہتا ہے۔ اس کے پیش نظر ایذا رسانی نہیں۔ دوسرے مذاہب کے روزے صرف شمسی مہینے کے حساب سے رکھے جاتے تھے اگر ایک مرتبہ سخت گرمیوں میں متعین ہو چکے تو ہمیشہ اسی موسم میں آئیں گے۔ اسلام نے اس معاملہ میں قمری مہینے کا حساب رکھ کر گرم و سرد ہر ذائقہ سے انسان کو لذت آشنا کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

روزے کی حقیقت اور فلسفہ

اصطلاح عرب میں روزہ کے لئے صوم کا لفظ بولا گیا ہے، مفردات میں امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ "صوم" کے اصل معنی کسی کام سے رک جانے کے ہیں۔۔ اصطلاح شریعت میں کھانے پینے اور مباشرت، سے رکنے کا نام صوم ہے۔ اسلام کی ابتدائی تعلیمات سے واقفیت رکھنے والا انسان اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ جو شخص روزہ رکھتا ہے۔ حقیقت میں اس کے تمام اعضاء کو غلط کاموں اور گناہ کے امور سے رکنا پڑتا ہے۔ زبان جھوٹ اور غیبت سے، کان غلط چیزیں سننے سے، پاؤں غلط سمت جانے سے، ہاتھ غلط چیز کو مس کرنے سے، آنکھ نامحرم کی طرف اٹھنے سے رکنا روزہ کی حقیقت اور کمال کو پانے کے مترادف ہے۔

قرآن حکیم نے روزے کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے اسلوب خاص کے مطابق ایک بڑا ہی بلیغ لفظ استعمال کیا ہے۔

لعلکم تتقون

(تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں) "تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو"

روزہ کی تشریح کے لئے حضرت ابی بن کعب کا قول ملاحظہ ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ ان سے سوال کیا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

"کیا آپ کبھی ایسے راستے پر گذرے ہیں جس کے دونوں اطراف میں خاردار جھاڑیاں ہوں۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا ہاں، پوچھا آپ اس راستے کو کس طرح طے کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا اس وقت میں اپنے کپڑوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیتا ہوں، حضرت ابی نے فرمایا "بس یہی تقویٰ ہے۔

Scanned with CamScanner

دیکھا جائے تو نہ کورہ مثال گناہوں سے اٹی ہوئی جھاڑیوں والی اس دنیا پر واضح طور پر صادق آتی ہے۔ جہاں سے بے احتیاطی سے چلا جائے تو انسان ہلاکت کے گہرے گرداب میں خرمن حیات راکھ کر دیتا ہے"۔ متقی وہ جو اس راستے میں قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے، اور اپنے دامن کو ہر عیب اور گناہ سے سمیٹ لیتا ہے۔۔ امام ابن قیم کے مطابق چھوٹے بڑے ہر گناہ کو چھوڑنے کا نام تقویٰ ہے۔

روزہ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اسی تقویٰ کی شاہراہ پر گامزن ہو اور نیکیوں کو سمیٹنے کے ساتھ ساتھ گناہوں سے دامن بچاتا چلا جائے۔

فضائل روزہ

- یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

(سورة بقره پ ۲ القرآن)

"اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔"

- الصیام والقران یشفعان للعبد یوم القیمه

(الحدیث)

"روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندہ کے حق میں سفارشی ہوں گے۔"

- رب صائم لیس له من صیامه الا الجوع ورب قائم لیس له من قیامه الا السحر (الحدیث)

Scanned with CamScanner

"بہت سے روزے داروں کو سوائے بھوک کے کچھ نہیں ملتا اور بہت سے راتوں کو جاگنے والوں کو جگوں کے سوا کچھ میسر نہیں آتا۔"

○ الصوم لی وانا اجزی بہ (الحدیث)

حضور نے فرمایا خدا کا ارشاد ہے۔ "روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کا بدلہ ہوں۔"

○ الصوم جنتہ مالم یخرقھا

"روزہ ڈھال ہے جہنم کے لئے۔ جب تک ڈھال کو توڑا نہ جائے۔"

مسائل روزہ

رمضان شریف کے روزے:-

ہر مسلمان عاقل، بالغ، مرد، عورت پر فرض ہیں۔ ان کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور بلاعذر چھوڑنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔ اگرچہ نابالغ پر نماز روزہ فرض نہیں لیکن عادت ڈالنے کے لئے بلوغ سے پہلے ہی روزہ رکھوانے اور نماز پڑھوانے کا حکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو نماز کا حکم دو۔ اور جب دس برس کا ہو جائے تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ اسی طرح جب روزہ رکھنے کی طاقت ہو جائے تو جتنے روزے رکھ سکتا ہو اتنے روزے اس سے رکھوانے چاہئیں۔

(۱) سفر یعنی مسافت کی حالت سفر میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے لیکن اگر سفر میں مشقت نہ ہو تو روزہ افضل ہے۔ (۲) مرض یعنی ایسی بیماری جس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو یا بیماری بڑھ جانے سے کا اندیشہ ہو۔ (۳) بہت بوڑھا ہونا۔ (۴) حاملہ

ہونا۔ جب کہ عورت کو یا حمل کو روزے سے نقصان پہنچنے کا گمان غالب ہو۔ (۵) دودھ پلانا۔ جب کہ دودھ پلانے والی کو یا بچے کو روزے سے نقصان پہنچنے کا گمان غالب ہو۔

(۶) روزے سے اس قدر بھوک یا پیاس کا غلبہ ہو کہ جان نکل جانے کا اندیشہ ہو جائے۔

(۷) حیض و نفاس کی حالتوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔

زکوٰۃ — اسلام کا چوتھا رکن

اسلام نے انسانیت پر کوئی ایسا فرض عائد نہیں کیا جو اس کی بساط سے باہر ہو یا اس سے پہلے اسکی کوئی نظیر نظر نہ آئی ہو۔

اسلام میں زکوۃ ایک ایسا اہم فریضہ ہے جو نماز روزہ کی طرح پہلی امتوں پر مختلف صورتوں میں فرض رہا۔ نصاب، مقدار، اور مصارف زکوۃ کی صورتیں گو مختلف رہیں لیکن اپنے مال کے کچھ حصہ پر مستحقین کے حق کی قدر مشترک رہیں،

قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کا قول نقل کیا۔

○ واوصانی باالصلوته والزکوه مادمت حیا

(سورۃ مریم پ۱۶ القرآن)

"خدا نے مجھے زندگی بھر نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی تاکید کی"

بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا

○ لئن اقمتم الصلوه واتیتم الزکوه

(سورۃ مائدہ پ۶ القرآن)

"اے بنی اسرائیل اگر تم نماز قائم رکھتے اور زکوۃ دیتے رہتے۔"

حضرت اسمٰعیل کے ذکر پر قرآن کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

Scanned with CamScanner

○ وکان یامر اهله بالصلوه والزکوه

(سورة مریم پ۱۶ القرآن)

"اور وہ (اسمٰعیل) اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کی تلقین کرتے تھے۔"

زکوٰۃ ایک ایسا اسلامی فریضہ ہے جس کا تعلق انسانوں کے حقوق سے ہے۔ انسانوں کے لئے نماز روزہ بدنی عبادتیں جبکہ زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔

قرآن میں بیس مقامات ایسے ہیں جہاں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو ملا کر ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے عالم انسانیت پر یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ اسلام نے حقوق اللہ کے ساتھ ہی حقوق العباد کو اہمیت دی ہے اسلام کا روحانی نظام عبادات سے مربوط ہے تو زکوٰۃ اسلام کے معاشی اور اقتصادی نصب العین سے عبارت ہے۔

فضائل زکوٰۃ

○ خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها

(سورة توبہ پ۱۱ القرآن)

"(زکوٰۃ) تو ان کے اموال میں سے صدقہ ان کی طہارت اور تزکیہ کے لئے"

○ اقام الصلوته واتوا الزکوته　　(القرآن)

"نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو"

○ واتوحقه یوم حصاده　(سورة انعام پ۸)

"کٹائی کے وقت خدا کا حق (زکوٰۃ و عشر) ادا کرو"

○ والذین یکنزون الذهب والفضته ولاینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم سورة توبہ پ۱۰)

Scanned with CamScanner

"جن لوگوں نے سونے اور چاندی کا خزانہ کیا اور اسمیں زکوۃ ادا نہ کی اسکو درد ناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔"

لغوی طور پر زکوۃ کے معنی پاک و صاف ہونا اور مال کے بڑھنے کے ہیں، اسلامی تعلیمات کے مطابق جب ایک آدمی اپنے مال سے شرعی طریقہ کے مطابق زکوۃ ادا کرتا ہے تو اس کا باقی مال پاک ہو جاتا ہے اس فریضہ کی ادائیگی کے باعث اس کا مال بابرکت ہو کر بڑھتا ہے

اسلام سے پہلے بھی کئی مذاہب میں زکوۃ کا نظام رائج تھا لیکن افراط و تفریط کے باعث اس نظام سے انسانوں کو خاطر خواہ فوائد میسر نہ آسکے مثلاً توریت کے مطابق زکوۃ کا بیسواں مقرر تھا مگر تین برس میں ایک مرتبہ قابل وصول تھا انجیل کے مطابق زکوۃ کی ادائیگی کی کوئی مقدار ہی متعین نہ تھی۔

اسلام پہلا مذہب ہے جس نے زکوۃ کو افراد جماعت اور حکومت کی بنیاد پر منظم کیا۔ اس کی ادائیگی کی مدت نہ تو اتنی قریب تھی کہ لوگ ادا کرنے سے انکار کر دیں اور نہ اتنی طویل رکھی کہ ان مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور ضرورت مندوں کو جان جوکھوں میں ڈال کر اپنے حق کا انتظام کرنا پڑے۔ اسلام نے زکوۃ کی ادائیگی کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کی کیونکہ تمام مہذب اور باقاعدہ حکومتوں کے ہاں بجٹ اور ٹیکسوں کی وصولی کی مدت ایک ہی سال معین ہے۔ زکوۃ ایک عبادت ہے۔ اسے ٹیکس کہنا اس کے مفہوم سے ناآشنائی کی دلیل ہے۔ اس فریضہ عبادت کے ذریعے دولت مند لوگوں سے ان کی دولت ان کی خوشی سے لے کر غریبوں کو دی جاتی ہے۔

مقدار زکوٰۃ مصارف مقاصد زکوٰۃ:۔

زکوۃ کا نصاب یہ ہے کہ جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے

سات تولے سونا ہو وہ زکوٰۃ ادا کرنے کا پابند ہے۔ زکوٰۃ کے مستحق فقراء مساکین اور زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر کیے جانے والے اور مولفۃ القلوب اور غلام، مجاہدین اور مسافر ہیں۔ (موجودہ دور میں زکوٰۃ کا بہترین مصرف مدارس عربیہ کے طلبہ ہیں۔)

اسلامی حکومت کی ذمہ داری:۔ اسلام نے زکوٰۃ کی فرضیت اور صدقات و خیرات کی تاکید سے جہاں یہ مقصد پیش نظر رکھا کہ دولت اور سرمایہ پر چند افراد کی اجارہ داری قائم نہ رہ جائے۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "توخذ من اغنیاءھم و ترد الی فقرائھم" زکوٰۃ سے بالواسطہ ایک مقصد یہ بھی سامنے رکھا کہ تجارت و زراعت کو جو دولت کا اصل سرچشمہ ہے ترقی دی جائے۔

چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں ہدایت کی تھی کہ یتیموں کے اموال، جائداد اور سرمائے کو منافع بخش کاروبار میں لگایا جائے تاکہ زکوٰۃ نفع سے ادا ہوتی رہے۔

اس کی تفصیل اقتصادی اور معاشی نظام کے تحت آگے آرہی ہے۔

○

حج — اسلام کا پانچواں رکن

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ اس میں مالی، بدنی دونوں عبادتوں کا امتزاج ہے۔ یہ اجتماعی اور انفرادی قربانی اور ایثار کا عظیم شاہکار ہے۔ حج وحدت و یگانگت کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔ جس کا اعزاز کسی دوسرے مذہب کو نہیں ملا، حج انفرادی صلاح و فلاح کا آئینہ دار ہے۔ انسانی مساوات، اجتماعیت اور یکسانگی اس کے ہر شعار سے نمایاں نظر آتی ہے۔

Scanned with CamScanner

○

عربی لغت میں "حج" کا معنی ارادہ کرنا ہے۔ اصطلاح شریعت میں دنیا بھر کا ہر وہ مسلمان جو ماہ ذوالحجہ میں مکہ کی طرف اللہ کے فرائض واحکام کے لئے سفر کرتا ہے۔ اس کو حج کا سفر کرنے والا کہا جاتا ہے۔

○

فلسفہ حج:۔

ہر انسان کے دل میں اپنے وطن کی محبت ایک فطری امر ہے۔ دنیوی مال و اسباب سے اس کا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اپنی جان کا آرام و آسائش اس کی طبیعت ثانیہ ہے۔ حج میں انسان ان تینوں چیزوں کی قربانی پیش کرتا ہے۔ اسے اپنے وطن کو چھوڑ کر، کئی ہزار کی رقم خرچ کرکے، دو ان سلے کپڑوں میں دیار حرم کی طرف کوچ کرنا پڑتا ہے۔ اعلیٰ لباس، قسم قسم کی خوشبو اور ہر قسم کی بناوٹ و سجاوٹ کو خیر آباد کہہ کر دربار الٰہی میں دیوانہ وار پھرنا پڑتا ہے۔ اس طرح ایک مالک کی حقیقی محبت، اس کے غریب بندوں سے میل ملاپ، دھوپ کی گرمی، پیدل سفر، بے آرامی، وطن سے ہزاروں میل دور خدائی لشکر بن کر مالک کے سامنے عجز و نیاز، درماندگی و فروتنی کے اظہار سے اس کی روحانی زندگی آئینہ کی مانند شفاف ہو جاتی ہے۔ روح کی بالیدگی پر ایمان کی تازگی کا غلاف چڑھتا ہے۔ قلب و جگر کی کثافتیں، حسد و بغض، شرک و کفر، معصیت و نافرمانی کی غلاظتیں دھل جاتی ہیں۔

دو کپڑوں کے زیب تن ہونے سے قبر کی دنیا سامنے آجاتی ہے۔ اس طرح لاکھوں انسانوں کی معیت میں ہر مسلمان اپنے قلب و جگر کے ویرانوں میں خدا اور رسول کی محبت کی قندیل روشن کرکے واپس لوٹتا ہے۔

تصحیح نیت کی صورت میں حاجی، خیر و برکت، بخشش و مغفرت کی دولت بے پایاں سے

Scanned with CamScanner

باریاب ہو کر لوٹتا ہے۔ اسلام کے پانچوں ارکان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حج باقی چار ارکان کا مجموعہ ہے۔ لبیک کے ترانوں اور توحید کے مراکز اول کے باعث توحید کا نغمہ خواں رہتا ہے۔

دوسرا رکن نماز ہے۔ صبر کی ادائیگی کے لئے اسے ایک تو لاکھوں انسانوں کی معیت میسر آتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اسے خانہ کعبہ میں ایک لاکھ اور مسجد نبوی پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

ایک رکن روزہ کی حقیقت خدا کی خوشنودی کی طلب اور اپنی خواہشات کی قربانی ہے۔ یہ سب کچھ حج میں نمایاں ہوتا ہے۔ یہاں بیوی کا قرب بھی میسر نہیں آتا۔

زکوۃ کے رکن میں انسان مال خرچ کرتا ہے۔ حج میں بھی اسے خطیر رقم کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ بلاشبہ حج کی وجہ سے اس پر فریضہ زکوۃ کی ادائیگی آسان ہو جاتی ہے۔

حج کے فضائل

○ من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه (بخاری مسلم)

"جس نے اللہ کے لئے حج کیا۔ اس حال میں کہ اس نے فحش بات نہ کی نہ خدا کی نافرمانی کی تو وہ ایسے لوٹے گا، جیسے ماں کے پیٹ سے نکلنے کے دن تھا۔"

○ اذا کان یوم عرفته ان الله ینزل الی اسماء الدنیا فیباھی بھم الملائکه فیقول انظرو الی عبادی اتونی شعثا

جب حج کا دن ہوتا ہے۔ اللہ تعالی آسمان دنیا پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ فرشتوں کا لشکر ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ دیکھو میرے بندوں کی طرف۔ میرے پاس اس حالت میں آئے

Scanned with CamScanner

غبرا ضاحین من کل فج عمیق اشھدکم انی غفرت لھم فیقول الملائکه یارب فلان کان یرحق وفلان وفلانته قال یقول الله عزوجل قد غفرت لھم قال رسول الله فما من یوم اکثر عتیقا من النار من یوم عرفه (مشکوۃ)

کہ سر کے بال بکھرے ہیں اور کپڑے غبار آلود ہیں دور دور سے چل کر آئے ہیں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے گناہ معاف کر دیئے فرشتے عرض کرتے ہیں یا اللہ فلاں شخص گناہوں کی طرف منسوب ہے اور فلاں عورت۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے ان سب کو معاف کر دیا۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی دن بھی لوگ جہنم کی آگ سے آزاد نہیں ہوتے۔

من ملک زادا ورحلته تبلغه الی بیت الله ولم یحج فلاعلیه ان یموت یھودیا اونصراینا (مشکوۃ)

جس آدمی کے پاس حج کی استطاعت ہو لیکن وہ حج نہیں کرتا خدا کو اس کی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو کر مرے

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی حج کے بارے میں ایک حدیث کی تشریح میں رقم طراز ہیں۔

"جو شخص اخلاص کے ساتھ حج یا عمرہ کرتا ہے۔ وہ گویا اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں غوطے لگاتا اور غسل کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ گناہوں کے گندے اثرات سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں بھی اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و کرم ہوتا

Scanned with CamScanner

ہے کہ فقر و محتاجی اور پریشان حالی سے اسے نجات مل جاتی ہے اور خوش حالی اور اطمینان قلب کی دولت نصیب ہو جاتی ہے اور مزید بر آں اج سرور کے صلہ میں جنت کا عطا ہونا اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے۔" (معارف الحدیث جلد نمبر ۴، ص ۱۹۶)

پانچواں باب

اسلام ایک دین رحمت

اسلام کی عمومی رحمت:۔

اسلام کی رحمت اس قدر وسعت وہمہ گیری کی حامل ہے کہ اس میں ہر انسان کو ایک دوسرے سے باہمی الفت و محبت کے بارے میں کسی قسم کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ اسلام کے شارح صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے حقوق کی دستاویز بیان کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا۔

لافضل لعربی علی عجمی

کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں۔

انسانوں کے مابین کسی قسم کی تفاوت اور اونچ نیچ کے خاتمے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ حکم دنیا بھر کے تمام انسانوں میں ایک اعلیٰ منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ عہد حاضر میں حکمرانوں اور رعایا کے مابین پروٹوکول کا نظام، سپاہیوں کی طرف سے اعلیٰ حکام کو سلامی، وزراء، سی ایس پی افسران، اور اعلیٰ سطحی افسران کی طرف سے سائلوں اور عام لوگوں سے پہلو تہی کرکے گذرنا، غریب آدمی کے سلام تک کا جواب نہ دینا۔ غریب، محتاج، مزدور، محنت کش، ملازم، کلرک، نادار، کم ذات رکھنے والے مزدور کو سرمایہ داروں، جاگیرداروں، اعلیٰ حکام، مل مالکان، صنعت کاروں اور حکمرانوں کا موجودہ برتاؤ کسی طرح بھی اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

اسلام تو بغیر کسی ضروری مجبوری کے حکمرانوں کے دروازوں پر دربان مقرر کرنے کا بھی مخالف ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے انسانی مخلوق کا ہر فرد باہمی الفت، رواداری،

Scanned with CamScanner

ارتباط، اور میل جول کا مستحق ہے۔ کوئی شخص کسی کو کمی نہیں سمجھ سکتا، کوئی بڑا کسی چھوٹے کو حقیر نظروں سے دیکھ نہیں سکتا۔ تا آنکہ کسی انسان سے کوئی جرم سرزد ہو اسلام نے تو ایک انسان کے مجرم قرار دینے کے باوجود اس سے نفرت کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ محکمہ احتساب کے افراد پر لازم ہے کہ وہ کبھی بھی ملزم و مجرم کو نظر حقارت سے نہ دیکھیں، ہاں برائی کی ممانعت ضروری ہے جبکہ برائی کے مرتکب کو تادیباً اس سے روکنا خود اس کے ساتھ بھی بھلائی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں بڑے سے بڑا آپ کا کوئی دشمن بھی آپ کی رحمت عامہ سے حصہ لئے بغیر نہ جا سکا۔ اسلام کے شارح نے ایک مقام پر اسلام کی عمومی رحمت کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

"ارحمو اهل الارض یرحمکم من فی السماء"

(ابوداؤد ترمذی)

"زمین میں بسنے والوں پر تم رحم کرو جو آسمان پر ہے وہ تم پر رحم کرے گا۔"

اسلام کی عمومی رحمت کے لئے کسی کا مسلمان ہونا ہی ضروری نہیں۔ آپ کا یہ حکم دنیا عصبیت اور اسلامیت سے بہت آگے دنیا بھر کو درس رحمت عطا کرتا ہے۔

حیوانات بھی اسلام کی دولت رحمت سے محروم نہیں:۔

پھر اسلام کی رحمت عامہ صرف انسانوں پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے ظل عاطفت سے کوئی ذی روح مخلوق بھی حظ وافر پائے بغیر نہیں رہتی۔

جانوروں سے حسن سلوک کا حکم:۔

اسلام کے مجسم رحم و کرم پیغمبر کا ارشاد ہے۔

"بنیما اجل یمشی بطریقه اشد علیه العطش،

Scanned with CamScanner

فوجد بئرا فنزل فیھا فشرب ثم خرج فاذا کلب یلھث یاکل الثری من العطش فقال الرجل لقد بلغ ھذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغ منی فنزل البئر فملاء خفہ ماء ثم امسکہ بفمہ حتی رقی فسقی الکلب فشکر اللہ فغفر لہ" (بخاری مسلم)

"ایک بار ایک آدمی راہ پر چلا جارہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی اتنے میں اسے ایک کنواں نظر آیا وہ کنویں میں اتر پڑا پانی پی کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کے مارے ہانپ رہا ہے اور کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے سوچا کتا بھی پیاس سے اتنا ہی پریشان نظر آتا ہے۔ جتنا میں خود پریشان ہو گیا تھا، چنانچہ وہ کنویں میں پھر اترا اور اپنا چرمی موزہ پانی سے بھر لیا وہ اسے اپنے منہ سے پکڑے رہا۔ یہاں تک اوپر چڑھ آیا اور آکر کتے کو جی بھر کر پانی پلایا تو اللہ نے اس کے اس عمل کی بڑی قدر کی اور اسے بخش دیا"

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ اللہ کے رسول کیا حیوانوں کے ساتھ حسن سلوک پر اجر ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"بلی فی کل کبد رطبة اجر" (بخاری مسلم)

"ہاں ہر ذی حیات کے ساتھ حسن سلوک پر اجر ہے!"

بخاری میں ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا۔

" دخلت امراہ فی النار فی ھرہ ربطتھا فلم تطعمھا ولم تدعھا کل من خشاش الارض"

"ایک عورت دوزخ میں اس لئے ڈال دی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھے رکھا، نہ تو خود اسے کچھ کھلایا نہ چھوڑ دیا، کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا کر پیٹ بھر لے"۔

اسلام کا ہر اصول اور ہر ضابطہ دنیا بھر کی ہر چیز کے لئے رحمت و رفت کا آئینہ دار ہے۔

جانوروں کو تکلیف نہ دو:۔

اسلام نے حیوانات پر رحم و شفقت اور ان کے بارے میں حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ سواری کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا اگر کسی سے باتیں کرتا ہے یا اس کو دیر تک کھڑا رکھتا ہے۔ تو اسلام اس سے بھی منع کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"لاتتخذوا ظهور دوابكم كرسى"

"جانوروں کی پیٹھوں کو کرسی نہ بنالو"

اس طرح حیوان کا بھوکا رہنا، ضرورت سے زیادہ اس سے کام لینا، چارہ تھوڑا ڈالنا، اس کو نحیف و نزار کرنا، ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ آپ ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ بھوک کی وجہ سے پیٹھ کے ساتھ لگا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

" اتقو الله فى هذه البهائم العجمه فاذاكبوها صالحه واتركوا صالحته" (ابوداؤد)

"ان حیوانات کے معاملے میں میں اللہ سے ڈرو جو بول نہیں سکتے۔ ان پر سواری کرو، (جبکہ وہ) اس قابل ہوں اور انہیں چھوڑ دو (جبکہ وہ) اچھی حالت میں نہ ہوں۔"

برداشت سے زیادہ کام لینے کی ممانعت:۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں آپ نے ایک اونٹ دیکھا۔ اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بلبلانے

Scanned with CamScanner

لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، آپ اس کے پاس آئے اور اس کے آنسو پونچھے اور فرمایا۔ اس اونٹ کا مالک کون ہے۔ اس کے مالک نے کہا "میں ہوں اللہ کے رسول" آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "کیا تمہیں اس حیوان کے بارے میں اللہ کا خوف نہیں ہے" جس کو اللہ نے تیری ملکیت بنایا ہے۔ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس سے کام تو لیتے ہو، لیکن اسے بھوکا رکھتے ہو" (مسند احمد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معجزہ کے طور پر جب جانور کی تکلیف کا علم ہوا تو آپ کی بے پایاں رحمت حیوان کی اذیت بھی برداشت نہ کر سکی، اس طرح آپؐ کے اس حکم سے حیوانوں کے لئے اسلام کا ایک ضابطہ حیات تیار ہو گیا۔

جانوروں کو بلاوجہ نشانہ بنانے کی ممانعت:۔

اسی طرح بلا ضرورت مختصر تفریح کے لئے حیوانات کا شکار کھیلنا بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"من قتل عصفورا عبثا عج الی اللہ یوم القیمہ یقول یارب ان فلانا قتلنی عبثا ولم یقتلنی منفعتہ" (نسائی)

"جس نے ایک چڑیا کو بھی کھیل کے طور پر قتل کیا تو وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے فریاد کرے گی کہ اے اللہ اس نے مجھے کھیل کے طور پر قتل کیا تھا، اور کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے قتل نہیں کیا گیا تھا۔"

بخاری اور مسلم کی روایت کے مطابق آپؐ نے حیوانات کو نشانہ بازی کی مشق کے طور پر بھی استعمال کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔

"لعن رسول اللہ من اتخذ شیاء فیہ الروح غرضا"

Scanned with CamScanner

"رسول اللہ نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی ذی روح کو بطور نشانہ استعمال کرتا ہے"

اسلام کی رحمت اور رافت کا دامن کتنا وسیع ہے کہ وہ حیوانوں پر بھی کسی قسم کی زیادتی اور تجاوز کی اجازت نہیں دیتا۔ دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی دین ایسے درخشندہ لطف وکرم کی تعلیم نہیں رکھتا۔ جس کا امین امت مسلمہ کو بنایا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایذا رسانی کے معاملے میں بہت زیادہ حساس تھے۔ عام انسان، قیدی، مسکین، غریب اور مزدور تو کجا آپ جانوروں کے بارے میں شفقت و رحم کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے گدھے کے پاس سے گذرے جس کے چہرے پر داغ لگائے گئے تھے تو آپ نے فرمایا "اس آدمی پر اللہ کی لعنت جس نے یہ کام کیا"۔ ایک اور حدیث میں آپ نے حیوانات کو باہم لڑانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ایک جگہ شارع اسلام نے جانوروں پر نشانی لگانے، آگ سے داغنے اور باہم لڑانے کو جاہلیت قرار دیا ہے۔ عہد حاضر میں کتوں، مرغوں، مینڈھوں، بھیڑوں اور ریچھوں کی لڑائی اسی جاہلیت کی عکاسی ہے۔ اسلام اس قسم کی کسی زیادتی کو بھی برداشت نہیں کرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو جانور کو ذبح کرنے کے معاملے میں اسے تکلیف دینے کو گوارا نہیں کرتے۔ ایک جگہ آپ نے فرمایا۔ "اللہ نے ہر چیز کے ساتھ احسان ضروری قرار دیا ہے۔ لہٰذا اگر کسی کو قتل کرنا پڑے، تو اچھے طریقے سے قتل کرو۔ اور اگر ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، ذبح کرنے والا اپنی چھری کو تیز کرے اور ذبح کو ٹھنڈا ہونے دے"۔ (صحیح مسلم)

کیونکہ کند چھری سے ذبح کرنا یا چھری کو تیز کرنے سے پہلے گرا دینا بے رحمی اور سنگدلی کے ضمن میں آتا ہے۔ ایک آدمی نے اپنی بکری کو پچھاڑ رکھا تھا اور وہ چھری تیز کر رہا تھا، تو آپ نے فرمایا۔ "اتریدان تمیتھاموتات" ترجمہ:۔ "کیا

تم اسے مردار کرنا چاہتے ہو۔"
اس کے بعد فرمایا تم نے اس کو گرانے سے پہلے ہی چھری کیوں نہیں تیز کرلی تھی،
اسلامی تعلیم کا یہ شہہ پارہ کس قدر اثر انگیز رحم و کرم اور قابل رشک اور رحم خوئی کا آئینہ دار ہے۔ اسلامی اقدار کا حسن کس قدر نکھر کر چمک رہا ہے۔

ایک درخشاں تصویر:۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔ ایک جگہ ہم نے ایک "حمرہ" (چڑیا جیسا ایک چھوٹا سا پرندہ) دیکھا، جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔ ہم نے ان دونوں کو پکڑ لیا، حمرہ آکر ہمارے سروں پر منڈلانے لگا۔ رسول اللہ ہم تک آئے آپ نے فرمایا، اس کے بچے چھین کر اس کو کس نے دکھ پہنچایا ہے۔ اس کے بچے اس کو واپس کردو، اور اسی سفر کا یہ واقع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ چیونٹیوں کا گھر جلا دیا گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا" یہ کس نے جلایا ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں" ہم نے جواب دیا۔" ہم نے" تو آپ نے فرمایا اللہ کے سوا کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو آگ میں جلانے کی سزا دے"۔ ابوداؤد) (بحوالہ اسلامی تہذیب کے درخشاں پہلو ۱۷۳)

فقہاء اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انہی ہدایات کی روشنی میں اصول وضع کیا ہے کہ مالک پر لازم ہے کہ وہ حیوانات کی ضروریات فراہم کرے اگر وہ اس کی ضروریات فراہم نہیں کر سکتا تو اسے اسلامی حکومت مجبور کر سکتی ہے کہ وہ اسے جنگلات میں کھلا چھوڑ دے یا فروخت کردے۔ اسلامی تعلیم کا یہ پہلو منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ اگر

Scanned with CamScanner

ایک اندھی بلی کسی کے گھر چلی جائے اور ادھر ادھر نہ جاسکے تو اس کے گھر والوں پر اس کی خوراک واجب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح فقہاء نے قوت سے زیادہ جانوروں پر بوجھ لادنے سے منع کیا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جا رہے تھے کہ انصار کی کسی عورت نے اونٹنی سے کہا۔ "تم پر لعنت" جبکہ وہ اس پر سواری کر رہی تھی۔ حضور کے کانوں میں جب یہ آواز پڑی تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا۔ اس اونٹنی سے نیچے اتر آؤ اور اسے کھلا چھوڑ دو، کیونکہ جس سواری پر لعنت کر دی جائے، اس سے کام لینا جائز نہیں۔

اسلام کی انہی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ اسلام کے ایک خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"گھوڑوں کو بے جا کچوکے نہ لگائے جائیں، کسی شخص کو گھوڑے کے منہ میں بھاری لگام ڈالنے کی اجازت نہ دیں۔ نہ ایسا کوڑا استعمال کرنے کی اجازت دیں، جس کے سرے پر لوہا لگا ہوا ہو"

حیوانوں کے ساتھ رحمانہ برتاؤ کی ایک دلکش مثال وہ ہے جو ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابو داؤدؓ نے پیش کی انہوں نے وفات کے وقت اپنے اونٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اے اونٹ قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے مجھ سے نہ جھگڑنا، کیونکہ میں نے تیری طاقت سے زیادہ کبھی تجھ پر بوجھ نہیں ڈالا۔ ایک دوسرے صحابی حضرت عدی بن حاتم چیونٹیوں کے لئے روٹی کا چورا بناتے اور کہتے تھے۔ "یہ ہماری پڑوسن ہیں لہٰذا ہم پر ان کا بھی حق ہے"

اسلام نے اپنی مقدس تعلیمات میں انسانوں کے ہر طبقے کے علاوہ حیوانوں تک سے حسن سلوک اور نیکی کا حکم دیا ہے، لیکن چشم فلک نے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں یہ بھی دیکھا ہے کہ وہاں جانور تو جانور انسان بھی کسی رحم و کرم کے مستحق قرار نہیں پاتے،

غلاموں کی خرید و فروخت، قیدیوں پر مظالم، پڑوسیوں سے زیادتی، عورتوں سے بیمانہ سلوک، چھوٹوں اور بڑوں سے تجاوز اور تعدی کا عام رواج تھا۔

قدیم ادوار کی چند دفعات ملاحظہ ہوں۔

رومی قانون:-

اگر کسی کاشت کار کا بیل کاشت کے دوران کھیتوں کے اندر زیر کاشت حصہ اور اس کے متصل اس کے پڑوسی کے کھیت کی درمیانی حد سے گزر جاتا تو اسے اور اس کے مالک دونوں کو سزائے موت دی جاتی۔ (اسلامی تہذیب کے درخشاں پہلو ص ۱۷۸)

قدیم یونان میں:-

قدین یونانیوں کے ہاں ایک خاص محکمہ تھا۔ جس میں ایسے جرائم پیشہ حیوانات کے فیصلے ہوتے تھے۔ جو کسی انسان کی ہلاکت کا باعث بنتے تھے۔ اس محکمے کا نام "بریتانیون" تھا۔ اگر ایک کتا کسی انسان کو کاٹ لیتا، تو مالک پر فرض ہوتا تھا کہ وہ اسے مجرم کی طرح رسیوں سے جکڑ کر لائے اور کاٹے ہوئے آدمی کے سامنے پیش کرے۔ کاٹا ہوا آدمی اس کو قتل کر دے یا کوئی اور سلوک کرے۔ (اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو ۱۸)

یہودی شریعت کی چند دفعات:-

اگر ایک بیل کسی عورت کو سینگ مارے اور وہ مرجائے تو اس صورت میں اس بیل کا قتل کرنا واجب ہے۔

اگر اس جانور کی عادت سینگ مارنے کی نہ ہو۔ اتفاقاً اس نے سینگ مار دیا ہو، اور وہ مرگیا تو کچھ نہ کیا جائے گا۔

قدیم ایرانی قانون:-

اگر باؤلا کتا کسی بکری کے بچے کو کاٹ لیتا اور وہ مرجاتا یا کسی انسان کو کاٹ لیتا اور وہ زخمی ہو جاتا تو اس کتے کا دایاں کان کاٹ لیا جاتا، اگر وہ دوبارہ ایسا کرتا تو اس کا بایاں کان کاٹ لیا جاتا۔ تیسری دفعہ دایاں پاؤں چوتھی دفعہ بایاں اور پانچویں دفعہ اس کی دم جڑ سے نکال دی جاتی۔ اسی طرح بلجیم، سویڈن، جرمنی اور اٹلی میں بھی سولہویں صدی تک یہ قانون جاری رہے۔

تاریخ کی کتابوں کے مطابق ۱۴۹۴ء فرانس میں انگوروں کے باغوں کو نقصان پہنچانے کے بدلے میں کیڑوں مکوڑوں کے خلاف باقاعدہ مقدمہ درج ہوا۔ اس مقدمہ میں دو ماہرین قانون نے بطور وکیل صفائی کام کیا۔

سوئٹزرلینڈ کے شہر بال میں ۱۴۷۴ء میں مرغ کے انڈہ دینے پر ایک عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ مرغ عدالت میں پیش کیا گیا اور اسے سزائے موت دے دی گئی۔

آج جن ممالک کو ترقی یافتہ کہا جاتا ہے۔ ان کے ترقیاتی کارناموں اور حیوانوں کے ساتھ ان کی مقدمہ بازی کی جھلک تاریخ کے عجائبات کا حصہ ہے۔

Scanned with CamScanner

چھٹا باب

اسلام کا اخلاقی اور معاشرتی نظام

اسلامی تعلیمات کی رو سے ایک انسان کا اخلاق و کردار کی بلندیوں پر فائز ہونا ضروری ہے۔ اختلاف و انتشار کی اس دنیا میں ضروری ہے کہ کوئی ایسا لائحہ عمل اور دستور زندگی موجود ہو۔ جس کی روشنی میں ہر انسان، رہن سہن معاشرت و مفاہمت، سماجی، اخلاقی، اور عمرانی لحاظ سے ایک اچھا اور نہایت اعلیٰ طرز عمل اختیار کر کے اچھا انسان بن جائے۔ اسلام اپنے ماننے والے مسلمان سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ خوش خلقی کے ذریعے اپنے ماحول کی آنکھوں کا تارا بنے۔ اس کے پڑوسی، اس کے کاروباری شرکاء، تمدنی رفقاء اور رشتہ دار و اقارب، کو اس کے ذریعے کوئی تکلیف نہ پہنچے، وہ تلخ کلامی غیبت، ترش روئی، جھوٹ، بغض، حسد، اور ہر قسم کے عیب سے قطعی محفوظ رہے، اس کا وجود پورے ماحول کے لئے ایک رحمت مونس، غمگسار، ہمدرد، اور خیر خواہ کے طور پر ثابت رہے۔ وہ دنیوی معاملات میں اس قدر اعلیٰ روایات کا حامل ہو، کہ لین دین، وعدہ وفائی، میں کسی کو اس سے کوئی شکایت نہ ہو، دوران سفر اس کا برتاؤ بے مثال ہو، وہ اپنوں اور غیروں پر خرچ کرنے کے معاملے میں تواضع طبع ہو، وہ کشادگی اور فراخی کا دلدادہ ہو، وہ کسی مہمان کی آمد پر قلبی خوشی محسوس کرے، دوسرے بھائی کی خدمت کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر ادا کرے۔ وہ گناہوں سے نفرت کرے لیکن گناہگاروں کو اعلیٰ اخلاق کے ذریعے برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتا رہے، دو گروہوں کی لڑائی میں اس کا کردار ایک فیصل اور لڑائی ختم کرانے والے محسن اور دونوں کو جوڑنے والے مسیحا کا ہو، اسلام دوسرے انسانوں کو دعوت دینے کے معاملے میں اثر انگیز تصریحات رکھتا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ

Scanned with CamScanner

کسی کو دعوت دینے یا نصیحت کرتے وقت تمہارا انداز حقارت اور نخوت کا نہ ہو، بلکہ حکمت عملی، محبت اور نہایت الفت و رافت ہر ادا سے جھلکتی ہو، بگڑے ہوئے اس معاشرے میں گانا بجانے والوں، بے حیائی پھیلانے والوں فحاشی کے مرتکبین، بے پردہ عورتوں، اوباش نوجوانوں اور ہر سوسائٹی کے افراد کو نیکی کی طرف راغب کرنے اور بھلائیوں کی شاہراہ پر گامزن کرنے میں وسعت قلبی اور اعلیٰ حکمت و دانش مندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

اسلام کے بارے میں تنگ نظری کرنے والے بعض نافہم مبلغوں نے جس طرح اسلام سے نئی نسل کو دور کیا ہے۔ یہ کوئی اسلام کی خدمت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہالت کے دور میں مبعوث ہوئے۔ معصیت و کفران اور نافرمانی میں وہ قوم کسی گناہ کے ارتکاب میں کسی معاشرے سے پیچھے نہ تھی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ماحول اور ایسے نافرمان اور بتوں کے خرابات سے آلودہ معاشرے کی اصلاح کے لیے جو طرز عمل اختیار کیا۔ وہی طریقہ عہد حاضر کے ماحول میں تریاق کا کام دے گا۔ آپ کی پوری زندگی میں کسی دشمن پر بھی طعنہ زنی، حقارت آمیز لہجہ، عجب پر ور انداز اور ہر دوں سے نفرت کے معاملے میں افراط کہیں نظر نہیں آئے گا۔

اسلام کے شارع نے دنیا کے ایک بہت ہی بگڑے ہوئے معاشرے کو دعوت و تبلیغ کے ذریعے ایسے طریقے سے نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف راغب کیا کہ برائیوں کی آماجگاہیں، اچھائیوں اور صالح مندیوں کی مراکز بن گئیں۔

جہاں ایک وقت غلاظتیں ہی غلاظتیں تھیں۔ وہاں دوسرے وقت رحمتیں، راحتیں، عبادت گاہیں جنم لینے لگیں، اسلام ایک ایسے صالح معاشرہ اور ایمان پرور ماحول کا تقاضا کرتا ہے۔ جس میں برائی کی ہر خلش، گناہ کی ہر چبھن، معصیت کے ہر شمہ، کفران کے ہر دریچہ کو جڑ سے اکھاڑ کر نیکیوں کے گلشن آباد کئے گئے ہوں۔ ہر طرف ایک دوسرے کا غم، ایک دوسرے کا خیال، دوسروں کو ترجیح عام ہو۔

ذیل میں اسلام کے اخلاقی نظام کی نسبت قرآن اور آنحضرت کے فرمان کے چند جواہر پارے پیش کئے جا رہے ہیں۔

اسلام کے سچے رسول نے فرمایا:۔

○ الراحمون یرحمھم الرحمن ومن اعطی الرفق فقد اعطی حظہ من خیر الدنیا والاخرہ

(مسند احمد)

"رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے جسے نرم خوئی دی گئی اسے دنیا و آخرت کی بھلائی کا ایک حصہ دیا گیا۔"

اعلیٰ اخلاق کی تعلیم اور اخوت باہمی:۔

○ مثل المومن فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم کمثل الجسد اذاشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی (صحیح بخاری و مسلم)

"باہم لطف و کرم اور انس و محبت میں باہم مسلمان کا حال جسم کا سا ہے کہ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے، تو بدن کا عضو بے خوابی اور بخار کے ذریعے اس کا شریک غم بن جاتا ہے۔"

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے موقع پر تعاون کی ایک اور لطیف اور معنی خیز تصویر کھینچی ہے۔

○ المومن للمومن کالبنیان لیشد بعضہ بعضا

(صحیح مسلم بخاری)

Scanned with CamScanner

"ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی اینٹوں کی مانند ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو تھامے رہتی ہے۔"

باہمی محبت کے لازوال نقوش:۔

انسانوں کی باہمی محبت ایک دوسرے سے نیکی اور حسن سلوک کی اسلام سے اعلیٰ مثال دنیا میں کسی فکر یے یا مذاہب نے پیش نہیں کی ہے۔ ۔ ۱۴ صدیاں قبل اسلام نے درخشندہ اصولوں کی شکل میں کائنات کے سامنے پیش کیا تھا۔ آپ ؐ نے ایک سچے مومن اور اعلیٰ انسان کی نشانی بتلائی ہے۔

○ من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له و من كان له فضل زاد فليعد به من لا زاد له

(مسلم ابوداؤد)

"جس کے پاس زائد سواری ہو، وہ اسے دے دے، جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد خرچ ہو وہ اسی کے حوالے کردے جس کے پاس نہ ہو۔"

ایک مسلمان بھائی کی طرف دوسرے مسلمان کے لئے ایثار و قربانی کی یہ وہ درخشندہ تعلیم ہے جو صرف زیب قرطاس ہی نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرام ؓ نے ہجرت کے موقع پر مواخات قائم کر کے جو نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا وہ عین انہی کی ہدایات کی عملی تصویر تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دوسرے ارشاد کی روشنی میں اسلامی تعلیم کا ایک اور شہہ پارہ ملاحظہ ہو۔

Scanned with CamScanner

○ من کان عنده طعام اثنین فلیذهب بثالث فان اربع فخامس او سادس (صحیح البخاری مسلم)

"جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو، وہ تیسرے آدمی کو (مہمان بنا کر) لے جائے اور اگر چار کا ہو تو پانچویں کو یا چھٹے کو"

آج کے متمدن معاشروں میں بھی بے شمار ایسی جگہیں آج بھی موجود ہیں۔ جہاں انسانیت نان جویں کو ترس رہی ہے۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے کتوں کو مکھن ملتا ہے جبکہ ایک غریب اور نادار کے لئے ایسی بھی میسر نہیں، محتاج اور پسے ہوئے کئی طبقات آج بھی ظلمت شب کی گھنگھور گھٹاؤں میں کسی ایسی روشنی کے متلاشی ہیں جہاں ان کے معاشی اور روحانی امراض کا علاج ہو، یہ علاج صرف اسلام ہی مہیا کر سکتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات

○ انما المومنون اخوة فاصلحو بین اخویکم

(سورة حجرات پ۲۶)

"بلاشبہ تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔ پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو۔"

○ یایها الذین امنو لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونو خیرا منهم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منهن۔ (سورة حجرات پ۲۶)

"اے ایمان والو! تم میں سے کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے شاید وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، شاید ان سے بہتر ہوں۔"

3:48 94%

الفت و مودت کی پاسداری:-

○ ولاتلمزو انفسکم ولاتنابزو بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان (سورۃ حجرات پ۲٦)

"اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو، اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو، ایمان کے بعد برا نام رکھنا برائی ہے۔"

○ یایھا الذین امنو اجتنبو اکثیر امن الظن، ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احد کم ان یاکل لحم اخیه میتا فکر ھتموہ (سورۃ حجرات پ۲٦)

"اے ایمان والو، بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو، یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور تم جاسوسی نہ کرو اور نہ ہی غیبت کرو، کیا اس بات کو تم پسند کرتے ہو، کہ کوئی تم میں سے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے حالانکہ اس کو برا سمجھتے ہو،" (یعنی کسی مومن کی غیبت کرنا اپنے بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف ہے۔)

قرآن کے پہلے احکام میں انسانوں کو باہمی اتفاق اور صلح صفائی سے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب ایسی چیزوں سے روکا گیا ہے کہ جس سے مسلمانوں کے درمیان پھوٹ پڑتی ہے۔ سنی سنائی باتوں اور غلط گمان کے ذریعے انسانی قلوب نفرت کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔ اسلام نے ایک دوسرے کی جاسوسی کرنے، نام بگاڑنے، عیب تلاش کرنے، جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے اور ایک دوسرے کو برا کہنے سے روکا ہے۔ اسلام کے نزدیک کامل انسان وہ ہے جو ہر قسم کی اخلاقی بیماریوں سے محفوظ ہو۔

○ قال رسول الله علیه وسلم لاتزول قد ماعبد

Scanned with CamScanner

حتی یسئل عن خمس عن عمرہ فیما افناہ و عن علمہ فیما عمل و عن مالہ من این کسبہ انفقہ و عن جسمہ فیما ابلاہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (قیامت کے دن بندے کے قدم اس وقت تک نہ ہٹیں گے۔ جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ ہوگا۔ (اس سے پوچھا جائے گا) کہ اس نے عمر کہاں گذاری اس نے اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا اس نے مال کہاں سے لیا اور اس کو کہاں پر خرچ کیا اس کے جسم کے بارے میں کہ اس کو کن کاموں میں (استعمال کر کے) بوسیدہ کیا۔"

اولمن خان واذا حدث کذب واذاعاھد غدر واذا خاصم فجر

"جس شخص میں چار خصلتیں ہوں، پورا منافق ہے، اگر ان میں ایک خصلت ہو تو نفاق کی علامت ہے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کی جائے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، کسی سے جھگڑے تو بدزبانی کرے۔"

○ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یضمن لی مابین لحییہ ومابین رجلیہ اضمن لہ الجنہ　(راوہ البخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے۔ جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان (منہ) ہے اور جو اس کی دو ٹانگوں کے درمیان (یعنی شرمگاہ) ہے، میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

○ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس

Scanned with CamScanner

المومن بالطعان واللعان ولا الفاحش البذی

(مشکوٰۃ)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن دوسروں پر طعن کرنیوالا دوسروں پر لعنت کرنے والا بے ہودہ اور بے حیا نہیں ہوتا۔"

○ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر (بخاری مسلم)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمانوں کو گالی دینا گناہ اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔"

انسانیت پروری اور باہمی محبت کے درخشندہ اصول:۔

○ خیر الناس من ینفع الناس (الحدیث)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہترین آدمی وہ ہے۔ جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے۔"

○ المومن من امنہ الناس الحدیث

"مومن وہ ہے جس سے دوسرے لوگ امن میں رہیں۔"

○ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

الحدیث

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔"

○ ومن کان فی حاجت اخیہ کان اللہ فی حاجتہ (صحیح مسلم)

Scanned with CamScanner

"جو شخص کسی بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ اس کی حاجت روائی کرتا ہے۔"

○ اللہ فی عون العبد ما کان فی عون اخیہ (ابوداؤد)

"بندہ جب تک اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ اس وقت تک اللہ اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔"

اسلام کا اصل مقصود رضائے الٰہی اور تعلق مع اللہ ہے۔ اور یہ اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب دین و دنیا دونوں کے متعلق اللہ کے مقرر کردہ حقوق و فرائض ادا کیئے جائیں اور اسلام نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے یا جن کی اجازت دی ہے ان پر خدا کی خوشنودی کے لئے عمل کیا جائے۔

باہمی صلح کی اہمیت:-

○ الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصیام والصلوۃ والصدقہ قالو بلی یارسول اللہ قال اصلاح ذات البین۔

(بخاری کتاب الادب)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم کو روزہ، نماز اور زکوۃ سے بڑے درجے کی چیز بتاؤں صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ فرمایا لوگوں میں صلح کرانا۔"

یتیموں، بیواؤں اور عام لوگوں سے نیکی کی تلقین:-

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسلمانوں کا سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور گھر والے اس یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوں۔ اور سب سے برا وہ ہے۔ جس کے گھر میں یتیم ہو اور گھر والے اس سے برا سلوک کرتے ہوں۔"

○ قال انا و کافل الیتیم فی الجنۃ کھاتین
(صحیح بخاری ۹)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اتنے ہی قریب ہوں گے، جتنی یہ دونوں انگلیاں۔"

○ قال الساعی علی الارملۃ والمسکین کا المجاھد فی سبیل اللہ او کا الذی یصوم النہار و یقوم اللیل (بخاری کتاب الاداب)

"آپ ؐ نے فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کے لئے کوشش کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے یا اس کی مثل جو دن بھر روزے رکھتا اور رات بھر نمازیں پڑھتا ہے۔"

○ قال کل معروف صدقہ (بخاری کتاب الاداب)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر اچھی چیز صدقہ ہے۔"

○ کن لیتیم کا الاب الرحیم (بخاری باب ادب المفرد)

"آپ ؐ نے فرمایا۔ یتیم کے لئے مہربان باپ کی طرح ہو۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مسلم پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو فرمایا محنت کر کے کمائے خود بھی اس سے فائدہ اٹھائے۔ دوسروں پر بھی صدقہ کرے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر اس کی طاقت نہ ہو یا ایسا نہ کر سکے۔ فرمایا کہ تکلیف میں مبتلا حاجت مند کی مدد کرے۔ لوگوں نے عرض کیا اس کی بھی قدرت نہ ہو تو فرمایا۔ کم سے کم نیکی اور بھلائی کی ترغیب دے۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس یتیم لڑکے اور لڑکی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا۔ جو اس کے پاس ہے تو وہ اور میں اکٹھے جنت میں

Scanned with CamScanner

ہوں گے۔

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بیوی بچوں کو روٹی کھلانا بھی (صدقہ) نیکی ہے۔
- ولاتاکلو مال الیتم (القرآن)
"یتیموں کا مال مت کھاؤ۔"
- قال الخلق کلھم عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ
آنحضرت نے فرمایا۔ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

نیک لوگوں کی نشانی:۔

- ویطعمون الطعام علی حبہ مسکین وویتیما واسیرا (سورۃ دھر پ۲۹ القرآن)
"وہ خدا کی محبت میں محتاج، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔"
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتے۔ جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ بتاؤں آپس میں محبت کا کیا ذریعہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ فرمایا ایک دوسرے کو سلام کرو۔ تم میں محبت پیدا ہو جائے گی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس وقت تک تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ جب تک آپس میں محبت کا برتاؤ نہ کرو۔ لوگوں نے عرض کیا ہم سب رحم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ایک شخص کی رحمت مطلوب نہیں بلکہ رحمت عام مطلوب ہے۔

Scanned with CamScanner

(مشترک حاکم ج ۴ ص ۱۶۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ایک غریب عورت آئی۔ اس کے پاس دو
چھوٹی بچیاں تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس کو تین کھجوریں عنایت کیں۔ اس
نے ایک ایک کھجور دونوں بچیوں کو دے دی۔ جب وہ تیسری کھجور خود کھانے
لگی، تو بچیوں نے وہ بھی اس سے لے لی۔ اس نے اس کی دو پھانکیں بنا کر
دونوں کو تقسیم کر دیں۔ حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ حضورؐ کو سنایا تو آپ نے
آبدیدہ ہو کر فرمایا، اس عورت پر جنت واجب ہو گئی۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لایرحم
الناس لایرحمہ اللہ بخاری ادب المفرد

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر
رحم نہیں کرتا۔"

لیس المومن لعان من دلوک فی اناء اخیک
(ترمذی باب البر)

ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مومن گالیاں دینے والا
نہیں ہوتا۔ مقصد اس سے یہ بھی ہے کہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو
اور اپنے ڈول سے اس کے برتن میں پانی ڈال دو۔"

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اشر الناس
منزلہ عند اللہ یوم القیمتہ من ودع اوترکہ
الناس اتقاء فحشہ۔ (ترمذی باب مداراۃ میں بیہقی فحش)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے نزدیک درجہ میں سب سے برا

انسان وہ ہے۔ جس کی بد کلامی سے بچنے کے لئے لوگ اس کو چھوڑ دیں۔"
(ص ۸ اسلام کی آفاقی تعلیمات)

ظلم کی ممانعت:۔

○ عدل و انصاف اور رحم و سلوک سے جس طرح انسانیت سنورتی ہے۔ معاشرہ طمانیت سے مسرور ہوتا ہے۔ دنیا راحت پاتی ہے۔ اسی طرح ظلم سے انسانی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ معاشرہ کا امن و سکون غارت ہو جاتا ہے۔ راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ زندگی منہ چڑانے لگتی ہے۔ انسانیت رو پیٹ کر ہار جاتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے جتنی تاکید عدل و احسان اور مساوات و انصاف کے لئے کی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ظلم کی برائی بیان کی ہے۔

○ واللہ لایحب الظالمین ۔ (آل عمران پ ۳ القرآن)

"اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔"

○ واعتدنا للظالمین عذابا الیما

۔ (القرآن سورۃ فرقان پ ۱۹)

"اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

○ الا لعنتہ اللہ علی الظالمین (القرآن)

"خبردار اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔"

○ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتقو الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامہ (مسلم کتاب البر)

"ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ہے۔"

○ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتق دعوہ

Scanned with CamScanner

المظلوم فان لیس بینھا و بین اللہ حجاب

(بخاری)

حضور نے فرمایا۔ "مظلوم کی بد دعا سے بچو' کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔"

عدل و انصاف کی تاکید:۔

○ اعدلو ھو اقرب للتقوی (سورۃ مائدہ پ۶)

"انصاف کرو یہی تقوٰی کے زیادہ قریب ہے۔"

رشتہ داروں سے اچھے سلوک کا حکم

○ فات ذالقربی حقہ (القرآن سورۃ روم پ۲۱)

"رشتہ داروں کو ان کے حقوق ادا کرو۔"

○ الرحم شجنۃ من الرحمن فقال اللہ من وصلک وصلتہ من قطعک قطعتہ (بخاری کتاب الداب)

"رحم شکم مادر سے نکلی ہوئی ایک شاخ ہے۔ اللہ نے فرمایا جو تجھ کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا جو تجھ کو کاٹے گا، میں اس کو کاٹوں گا۔"

والدین کے حقوق:۔

○ ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا (القرآن سورۃ احقاف پ۲۶)

Scanned with CamScanner

"اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔
اس کی ماں نے اس کو تکلیف اٹھا کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف اٹھا کر جنا۔"

قرآن کی دوسری آیت میں اس بات کا بھی حکم ہے کہ والدین کے سامنے اف بھی نہ کہو، اسلام میں شرک سے بری کوئی چیز نہیں، لیکن والدین کا اتنا بڑا حق ہے کہ تمام مسلمانوں کو حکم ہے کہ اگر ان کے والدین مشرک یا عیسائی بھی ہوں، تب بھی ان کے ساتھ نیکی کریں۔ ان کی خدمت کریں۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ ان کی ضروریات کا خیال کریں۔ ہاں اگر وہ انہیں ان کے دین سے علیحدہ ہونے کی تلقین کریں تو اس کام میں ان کی اطاعت کی اجازت نہیں ہے۔

- حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ خدا کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام کونسا ہے۔ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ پوچھا پھر کون فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا پوچھا اس کے بعد فرمایا جہاد فی سبیل اللہ

(بخاری کتاب الاداب)

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بدبخت ہے۔ جو بوڑھے باپ کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکا۔ (مشکوۃ)
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے۔ خدا کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الاداب)

- جس شخص کے ماں باپ زندہ ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جہاد اور ہجرت کی اجازت نہ دیتے تھے کہ اس کے والدین کو تکلیف ہوگی، اور وہ اس کی خدمت سے محروم ہو جائیں گے۔

Scanned with CamScanner

○ حضورؐ نے فرمایا۔ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ (بخاری)

اولاد کے حقوق والدین پر:۔

○ ماں باپ کے حقوق کو جزوی طور پر تو ہر مذہب نے تسلیم کیا ہے۔ لیکن اسلام پہلا مذہب ہے۔ جس نے اولاد کے بھی والدین پر حقوق کی وضاحت کی ہے۔ اسلام نے دونوں طرف کے باہمی حقوق کا نہایت تفصیل کے ساتھ احاطہ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اصول ارشاد فرمایا ہے۔

○ من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا

"جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا۔ اور ہمارے بڑوں کا ادب نہیں کرتا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (مسلم)

اولاد کا پہلا حق استقرار حمل سے شروع ہوتا ہے، کہ بغیر کسی طبی ضرورت کے اسقاط حمل گناہ ہے۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ بچہ پیدا ہو تو سب سے پہلے اس کا اچھا نام رکھا جائے۔ اس کے بعد پرورش اور نشوونما میں کوتاہی نہ کی جائے۔ جب وہ شعور کو پہنچے تو اس کے لئے تعلیم دین کا اہتمام کیا جائے۔

اسی لئے ارشاد ہے۔

طلب العلم فریضته علی کل مسلم ومسلمته (مشکوۃ)

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"

طلوع اسلام کے وقت عرب اور کئی اقوام کے اندر بچیوں کو زندہ دفن کر دینے اور اولاد قتل کرنے کی وحشیانہ رسمیں جاری تھیں۔ اسلام نے ان کو حرام قرار دے کر جڑ سے

Scanned with CamScanner

اکھاڑنے کا حکم دیا۔

ان رسوم کے کئی اسباب تھے۔ ایک سبب یہ تھا کہ والدین دیوی اور دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے اولاد کو بھینٹ چڑھاتے تھے۔ یہ رسم بعض وحشی اور بت پرست قبائل میں اب بھی جاری ہے۔ روما کے قانون میں باپ کو اولاد کے مار ڈالنے کا پورا اختیار تھا۔ اس کی کوئی بازپرس نہ تھی۔ عربوں کے علاوہ راجپوتوں میں بھی دختر کشی کا عام رواج تھا۔ لڑکی کی شادی کی عار سے بچنے کے لئے پیدا ہوتے ہی اس کو مار ڈالتے تھے۔ اسلام نے قرآن کی زبان میں اس جاہلانہ عقیدہ کی تردید ان الفاظ میں کی۔

قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھا بغیر علم

(القرآن سورۃ انعام پ ۸)

"بے شک وہ لوگ بڑے گھاٹے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی اور جہالت سے مار ڈالا۔"

عربوں کا قتل اولاد تنگدستی کی وجہ سے تھا۔ وہ اولاد کو مالی طور پر وبال کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اسلام نے بتایا کہ ہر جان کو خدا نے پیدا کیا وہی اس کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے فقر و فاقہ کے خوف سے کسی کو قتل کرنا روا نہیں۔

○ ولاتقتلوا اولادکم خشیتہ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطاء کبیرا

"اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے نہ مار ڈالو۔ ہم ہی ان کو رزق دینے والے ہیں۔ ان کو مار ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے۔" (سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵)

پڑوسیوں اور مہمانوں کے ساتھ حسن سلوک:۔

اسلام نے سوسائٹی کے ہر فرد کو اپنے اپنے مرتبے کے مطابق ہر ایک انسان کے

Scanned with CamScanner

ساتھ نہایت اعلیٰ طریقے سے پیش آنے کا حکم دیا۔ اعزاء و اقارب کے بعد سب سے زیادہ ذمہ داری پڑوسیوں اور مہمانوں کی عائد کی۔ اس لئے کہ وہی شادی، غمی اور کلفت و مصیبت میں شریک ہوتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

واعبدو اللہ ولاتشرکو بہ شیاء وبالوالدین احسانا وبذی القربی ولیتامی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب باالجنب وابن السبیل وماملکت ایمانکم　(القرآن سورۃ نساء پ۵)

اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ والدین اور قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں اور قریب والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس بیٹھنے والے لوگوں اور مسافروں اور لونڈی اور غلاموں سے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"جبرائیل پڑوسیوں کے بارے میں اتنی تاکید کرتے رہے کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ ان کو وراثت میں حصہ دار بنائیں گے۔"　(صحیح بخاری)

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"جو شخص خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو چاہیے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔"

○ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، ایک عورت رات بھر نمازیں پڑھتی ہے اور دن کو ہمیشہ روزے رکھتی ہے۔ اور صدقہ بھی کرتی ہے، لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف دیتی ہے۔ فرمایا وہ دوزخی ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے عرض کیا۔ فلاں عورت صرف نمازیں پڑھتی

Scanned with CamScanner

ہے۔ رمضان کے روزے رکھتی ہے۔ کچھ کپڑے خیرات کرتی ہے، لیکن کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی فرمایا وہ جنتی ہے۔

- آپ ؐ نے فرمایا۔ "جو شخص آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ پڑوسی کی عزت کرے۔"
- "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے"
- آپ ؐ نے فرمایا۔ "ایک دن رات مہمان کی خاطر مدارت اور پر تکلف کھانے تین دن عام کھانا مہمان کا حق ہے۔"
- آپ ؐ نے فرمایا۔ "مہمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اتنا ٹھہرے کہ میزبان بار جائے۔"
- ایما اهل عرصه اصبح فیهم امرؤ جائعا فقد برئت ذمته الله (مسند احمد)

حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ رات بھر بھوکا رہا۔ اس بستی سے اللہ کی حفاظت و نگرانی کا وعدہ ختم۔

- قال النبی صلی الله علیه وسلم للمومن علی المومن ست خصال یعده اذا مرض ویشهده اذامات ویجب اذا دعاه ویسلم علیه اذالقیه ویشمته اذاعطس وینصح له اذاغاب اوشهد

(مشکوۃ)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مومن کے دوسرے مومن پر چھ حقوق ہیں۔ جب وہ بیمار پڑے تو عیادت کرے، جب وہ فوت ہو جائے تو اس

Scanned with CamScanner

کے جنازے میں شریک ہو، جب وہ دعوت دے تو اُسے قبول کرے۔ جب اس سے ملے تو سلام کہے، جب وہ چھینک مارے (خود الحمد کہے) تو یرحمک اللہ کہے، اور اس کی خیر خواہی کرے وہ غائب ہو یا ظاہر"

٥ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المؤمن الذی یشبع وجارہ جائع الی جنبہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھاتا ہے، جبکہ اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا رہتا ہے۔"

ساتواں باب

اسلام کا روحانی نظام

اسلام صرف ظاہری عبادات، دینی شعائر کی پابندی ہی کا نام نہیں۔ اس کا ایک مرکزی نقطہ اور اہم جز "روح" کی پاکیزگی ہے۔ انسانی جسم کی کثافتیں تو پانی اور دیگر اشیاء سے صاف ہو جاتی ہیں، لیکن اس کی روح کی غلاظتیں اور آلائش دور کرنے کے لئے اسلام نے بڑا اہتمام کیا ہے۔ انبیاء کی بعثت میں خاص طور پر جن چار مقاصد کا ذکر ہے۔ ان میں ایک مقصد صفائی روح یعنی تزکیہ نفس ہے۔ روح کی بالیدگی اور اس کی تطہیر کے امور کو عرف عام میں اسلام کا روحانی نظام کہا جاتا ہے۔

نبوت کے چار کام:۔

قرآن کریم نے حضرت ابراہیم کی ایک مشہور دعا نقل کی ہے۔

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایاتک ویعلمھم الکتاب والحکمتہ ویزکیھم

(سورۃ بقرہ پ ۱ القرآن)

"اے ہمارے رب (میری اولاد میں) ایک ایسا رسول بھیج، جو تیری کتاب کی تلاوت، تعلیم، حکمت اور تزکیہ نفس کرتا رہے"

اسلام کہتا ہے کہ انسان کی روح نفس کی غلام ہے۔ نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد سب سے بڑی نیکی ہے۔ نفسانی امور کی مخالفت کو اسلام نے جہاد قرار دیا ہے۔

Scanned with CamScanner

صفائی قلب کی تلقین:-

اسلام کا تقاضا ہے کہ ہر انسان اپنی روح کو آئینہ شفاف کی مانند مصفی کرے۔ روح کی پاکیزگی کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے دل کی دنیا کو تبدیل کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

فی جسم الانسان مضغۃ اذا صلحت صلحت الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب

"انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ لوتھڑا انسان کا دل ہے۔"

اسلام چاہتا ہے کہ انسان کا دل عام دنیوی برائیوں سے پاک وصاف ہو کر صرف نیکیوں کی طرف مائل ہو جائے، اس کے دل کی وادی میں اعلیٰ اخلاق، عالی کردار ابدی زندگی کا دھیان، دنیوی آزمائشوں کے بعد حیات اخروی میں کامیابی کے حصول کا جذبہ ہر دم و ہر وقت موجزن رہے۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، بولنا، کاروبار کرنا، دنیوی امور سرانجام دینا، زندگی کے ہر فیصلہ، سوسائٹی کی ہر ضرورت اور ماحول کے ہر فساد کا تصفیہ کرنے میں خدائی احکامات واوامر کا پابند ہو، جس خدا کا یہ بندہ اور غلام ہے، اسی کے تعمیل امر کے لئے ہر چیز قربان کر دے، اس کی پاکیزگی اور خدا ترسی کا یہ معیار ہو کہ انسان وہی کچھ پسند کرے جو اس کے اللہ کو پسند ہو، اور یہ ہر اس چیز سے نفرت کرے جو اس کے خدا کو ناپسند ہو، خدا کی طرف سے اس کے حکم اور اشارے پر جان ومال قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ جیسے ان چیزوں کی اس کے سامنے کوئی وقعت نہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ زندگی کے ہر دکھ کا علاج بھی خدائی ہدایات سے تلاش کرے، روحانیت کے اس اونچے مقام کو آنحضرت ؐ نے "احسان" کے لفظ سے یاد کیا ہے۔

خدائی قرب حاصل کرنے کا طریقہ:-

انسانی روح کی پاکیزگی کے لئے خدا نے نماز، روزہ، حج، زکوۃ ایسے فرائض لازم کئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ صفائی روح کے لئے زیادہ سے زیادہ خدا کے ذکر اور یاد الٰہی کا حکم دیا گیا ہے۔

- فاذکرونی اذکرکم (سورۃ البقرہ پ ۲ القرآن)
  "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔"
- اذکروا اللہ ذکرا کثیرا (القرآن)
  "اللہ کا ذکر کرو، بہت زیادہ ذکر۔"

امت محمدیہ میں آگے چل کر ذکر و اذکار کے مختلف طریقے قائم ہوئے۔ صفائی روح کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے والے مسلمانوں کو اولیاء عظام کہا جاتا ہے۔ اولیاء کی حیثیت روحانی طبیبوں اور نفسانی بیماریوں کے ڈاکٹرز کی ہوتی ہے۔ یہ لوگ قرآن و سنت کی ہدایات کے مطابق انسان کی اندرونی اصلاح و تربیت اور باطنی صفائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ برگزیدہ ہستیاں مختلف وظائف و اعمال کے ذریعے انسان کو ہر قسم کی برائی اور عیب سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ان کی نگاہیں قرآن سنت اور اعلیٰ کمالات کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

اتقو بفراست المومن فانہ ینظر بنور اللہ

"مومن کی فراست سے ڈرو، پس بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

اولیاء کی روحیں ہر قسم کے اخلاقی، لسانی، عملی عیوب سے محفوظ ہوتی ہیں۔ ولایت روحانی میں کئی افراد مقام قطبیت، ابدالیت، تخلق، باخلاق اللہ کے مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ یہ مقام اس وقت عطا ہوتا ہے۔ جب انسان اپنی ہر خواہش اور ہر ضرورت کو خدا ہی کے

Scanned with CamScanner

احکام کا غلام بنا دیتا ہے۔

اس کے کردار و اطوار سے اسلامی شریعت کا غازہ نمودار ہوتا ہے۔ اس کی ہر ادا سنت محمدیہ کی رہین ہوتی ہے۔ پھر اولیاء اسلام میں ذکر الٰہی، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب و ذہن کے لئے مختلف طریقے رائج ہیں۔ روحانی تزکیہ کے اس علم کو طریقت اور اسلام کے دیگر اوامر احکام کو شریعت کا نام دیا جاتا ہے۔

آئمہ اربعہ اور اولیائے اسلام کا کردار:۔

اسلامی شریعت کو قرآن وحدیث کے تمام ذخیرے کی روشنی میں انسانوں کی زندگیوں میں رائج کرنے کے لئے جن علماء نے مسائل ترتیب دیئے اور آنے والے ہر دور کے لئے اسلامی قوانین کی تدوین کی وہ چار امام ہیں یہ لوگ فقہاء کے گروہ میں درخشندہ ستاروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں امام ابو حنیفہ ؒ امام مالک ؒ، امام شافعی ؒ، امام احمد بن حنبل ؒ بڑے فقیہ شمار ہوتے ہیں۔ ان لوگوں نے اسلام کے اصول و فروع کو ایک صراط مستقیم کے طور پر ترتیب دیا ہے۔ یہ اسلامی شریعت کہلاتی ہے۔ جبکہ روحانی اقدار کے نقیبوں کی تعداد بھی چار ہے۔ یہ مسلم اولیاء کے نام سے معروف ہیں، ان برگزیدہ ہستیوں نے اسلام کی روحانی اقدار کو چار مختلف طریقوں سے ترتیب دیا ہے۔ روحانیت کی یہ تعلیمات اسلامی طریقت میں نقشبندی سہروردی چشتی اور قادری سلاسل کے نام سے مشہور ہیں۔

ائمہ اربعہ اور اولیائے اسلام کی تمام تعلیمات قرآن وحدیث کا حقیقی نچوڑ اور خلاصہ ہیں۔ ائمہ کے اجتہاد و طریق کے فروعی اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں، اپنے اپنے فہم کے مطابق اسلام کی مذکورہ تشریحات سے اسلام کی اصولی اور بنیادی تعلیمات میں سرمو فرق نہیں کرتے۔ ان تشریحات کی ہر شخص کو اجازت نہیں، یہ تمام مستنبط شدہ اصول اسلام ہی کی حقیقی روح سے عبارت ہوتے ہیں۔ اسلام کے ظاہری احکام کو شریعت اور

Scanned with CamScanner

باطنی اور روحانی احکام کو طریقت کہا جاتا ہے۔ اسلام کی مثال ایک مسجد کی ہے جس کے چار دروازے ہیں۔ آپ جس دروازے سے بھی داخل ہوں مسجد میں پہنچیں گے، اس طرح مختلف اطراف مختلف اقوام مختلف اذہان کے لوگ چاروں طرف سے اسلام ہی کے دامن عاطفت میں سایہ فگن ہونگے، روایت و درایت کے اختلاف کی صورت میں ہر دو مسئلے عامہ الناس کی ہدایت و فلاح اور کامرانی کے زیادہ قریب واقع ہوتے ہیں۔

تقویٰ --- روحانیت کی معراج :-

اسلام نے عملی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت "تقویٰ" کو دی ہے۔ قرآن و حدیث کا پورا ذخیرہ اسی صفت کی وقعت و اہمیت سے بھرا پڑا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے کوئی بڑا ہو چھوٹا، سید ہو یا کم ذات والا ہو، اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہو، اچھے حسب و نسب کا مالک ہو، بڑی برادری، زیادہ جائیداد کروڑ پتی، ارب پتی، بے مثال صنعت کار، دولت مند، کسی نہ کسی امیر شہرت کی بلندیوں کو چھونے والا، بادشاہ، وزیر، گورنر، قاضی، جج، عالم، قاری، مفکر، دانشور، لیڈر، سیاستدان، معلم اسی صورت میں اللہ کے نزدیک اعلیٰ مقام پا سکتا ہے، جب کہ وہ صفت تقویٰ سے متصف ہو، اسلام نے دولت و ثروت، عہد و امارت کے ترازو میں انسانوں کو نہیں تولا، بلکہ دنیا کا یہ واحد مذہب ہے جو ایک غریب سے غریب انسان کو اس ارب پتی پر فوقیت دیتا ہے۔ جو "متقی اور پرہیز گار" ہو۔

جو شخص "تقویٰ" کے جس قدر قریب ہو گا۔ وہ اسی قدر خدا کے قریب ہو گا، اسلام کے روحانی نظام میں خدا کی قربت ہی انسان کی حقیقی معراج ہے۔ اسی قربت کی وجہ سے مقامات ولایت، اور چمنستان ریاضت کے گلشن کھلتے ہیں۔ "تقویٰ" عربی کے لفظ "تقی یقی" سے ہے۔ اس کا لغوی معنی بچنا، محفوظ رہنا، ڈرنا اور پرہیز کرنا ہے" اصطلاح شریعت میں

Scanned with CamScanner

تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ انسان خدا اور رسول کے احکام کو جوں کا توں قبول کرکے اس پر عمل کرے اور جن جن چیزوں سے اسے روکا گیا ہے۔ وہ اس سے مکمل طور پر اجتناب کرے۔ خدائی احکام پر انسان کے عمل پیرا ہونے اور برائیوں سے بچنے کے لئے اس کا قلب وجگر ایسے طریقے سے آمادہ ہو جائے کہ وہ ظاہر و باطن کھلے عام اور پوشیدہ، دن اور رات، خوشی اور غمی، دکھ اور سکھ اور زندگی کے ہر معاملے میں خداہی کے احکام کو مد نظر رکھے۔ وہ دنیوی عیش و طرب کی تمام راحتیں خدا کے لئے چھوڑ دے۔ اپنے نفع کے ان تمام علائق سے دور ہٹ جائے۔ جب اس کے سامنے خدائی احکام کی رکاوٹ آجائے۔ وہ زندگی کے ہر کام میں برادریوں، خاندانوں، اولاد، معاشرہ، سوسائٹی کی تمام قیودات سے علیحدہ ہو کر اپنے آپ کو صرف اور خدا کے احکام کا تابع بنائے۔ ہر برائی اور عیب سے کلیتہ پرہیز کرے، گناہ و معصیت کے اندھیاروں سے نکل کر "تقویٰ" کی روشنی میں چلے۔

تقویٰ کا مفہوم:-

حضرت عمرؓ نے مشہور صحابی کعب احبار سے تقویٰ کی حقیقت پوچھی تو آپ نے فرمایا۔

آپ کبھی کسی خاردار درخت کے قریب سے گذرے ہیں۔
فرمایا۔ ہاں، پوچھا کس طرح، تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کپڑے سمیٹ کر بچ بچا کر چلا کہ کہیں کانٹے دامن سے نہ الجھ جائیں، حضرت کعب نے فرمایا یہی "تقویٰ" ہے یعنی دنیا کے خاردار جنگل میں گناہوں کے کانٹوں اپنے دامن کو سمیٹ کر بچ بچا کر نکل جانے کو تقویٰ کہتے ہیں"

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔
"متقی وہ شخص ہے۔ جو شرک اور کبائر سے پرہیز کرتا ہو"

Scanned with CamScanner

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مطابق "اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا ہی "تقویٰ" ہے۔

مورخ اسلام مولانا سید سلیمان ندوی تقویٰ کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"تقویٰ دل کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس کے حاصل ہونے کے بعد دل کو گناہوں سے جھجک محسوس ہونے لگتی ہے اور نیک کاموں کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے" (سیرۃ النبی)

در حقیقت تقویٰ کا اصل تعلق دل سے قائم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے مجمع میں دل کی طرف اشارہ کرتے فرمایا: "التقویٰ ھھنا" تقویٰ یہاں ہے، کیونکہ دل ہی خوف خدا کی آماجگاہ ہے۔

تقویٰ کے مدارج:-

اسلام کے ایک عظیم محقق اور قرآن کے مفسر امام بیضاوی نے فرمایا: تقویٰ کے چار درجے ہیں۔

(۱) شرک سے بچنا۔
(۲) حرام چیزوں سے محفوظ ہونا۔
(۳) مشکوک چیزوں سے پرہیز کرنا۔
(۴) اپنے ہر کام میں اللہ کی رضا کو مد نظر رکھنا، اللہ سے غافل کر دینے والی چیزوں کو چھوڑ دینا۔

تخلیق انسانی کا مقصد عبادت اور عبادت کا مقصد تقویٰ:-

قرآن عظیم کی زبان میں انسانی تخلیق کا مقصد خدائے واحد کی بندگی اور عبادت ہے، اپنے آپ کی غلامی اور نیازمندی کے اختیار کرنے کا حکم ہے۔ تاہم عبادت کی

حقیقت و اصلیت پر غور کیا جائے، تو صاف نظر آتا ہے کہ خدا کی بندگی اصل میں اس کے ڈر اور تقوٰی سے اختیار کرنے کیلئے کی جاتی ہے۔ قرآن کا واضح حکم ہے۔

یایها الناس اعبدو ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون (سورۃ بقرہ پ ۱ القرآن)

"اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ"

تقوٰی کے مظاہر اور اس کی تقسیم:-

اسلام کے جملہ ارکان کی غایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں ہر چیز کا مقصد تقوٰی و پرہیزگاری ہے۔ خدا کی توحید کا اقرار ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا یقین ہو، نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ کے امور ہوں۔ ہر جگہ تقوٰی اور خشیت الٰہی کی تاکیدات نظر آئیں گی۔ اسلام کی حقیقت میں یہ بات داخل ہے کہ اس کے حاملین کا سب سے بڑا اعزاز مالک حقیقی کا خوف اور اسی کا دھیان ہے۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والا ہر شخص اس بات کا پابند ہے کہ وہ زندگی کے ہر موڑ پر معاملت و معاشرت، عبادت و احکام اور بندگی کے معراج کمال کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کا دل خوف خدا، توجہ الی اللہ، معصیت کے اجتناب، ممنوعات کے پرہیز اور ہر قسم کے عیب سے بچنے کو ہی زندگی کا حقیقی نصب العین قرار نہ دے۔

نماز کا مقصد:-

ان الصلوۃ تنهی عن الفحشاء والمنکر

(سورۃ عنکبوت پ۲۱ القرآن)

"بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔"

Scanned with CamScanner

روزے کا مطلب:۔

لعلکم تتقون "تاکہ تم متقی بن جاؤ" (سورۃ البقرہ پ ۲)

حج کی حقیقی روح:۔

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب

(سورۃ حج پ ۱۷ القرآن)

"اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا پس بے شک یہی تقوے والے دل کی نشانی ہے۔"

سفر حج کی اہمیت اور تقوٰی کی اہمیت:۔

فان خیر الزاد التقوی (سورۃ البقرہ پ ۲)

"بہترین زادِ راہ تقوٰی ہے۔"

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اسلام حجاج کو حکم دیتا ہے کہ ہزاروں روپے خرچ کرنے سے بھی بڑا ایثار اور عظیم بالشان کام یہ ہے کہ تم تقوٰی اختیار کرو۔ اس سے بڑا سفر خرچ کوئی نہیں کہ آخرت کے سفر میں یہی زادِ راہ کام آئے گا۔

قربانی کی اصلیت:۔

لن ینال اللہ لحومہا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقوی منکم (سورۃ حج پ ۱۷)

"اللہ تعالٰی ہرگز انکے گوشت اور خون کا طالب نہیں اور لیکن وہ تم سے تقوے کا طالب ہے۔"

Scanned with CamScanner

اچھا لباس:-

لباس التقوی ذالک خیر (سورۃ الاعراف پ ۸)

"تقوے کا لباس ہی اچھا ہے۔"

عدل و انصاف:-

اعدلوا ھو اقرب للتقوی (سورۃ مائدہ پ ۶ القرآن)

"عدل کرو وہ تقوے کے سب سے زیادہ قریب ہے۔"

متقی کی عظمت:-

واللہ یحب المتقین (سورۃ آل عمران پ ۳ القرآن)

"اور اللہ تقوے اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

تقوی کی حد کیا ہے:-

اتقوا اللہ حق تقاتہ (سورۃ آل عمران پ ۴ القرآن)

"خدا سے اس طرح ڈرو، جس طرح ڈرنے کا حق ہے"

ایک اور جگہ انسان کی رعائیت کرتے ہوئے یہ بھی آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اتقوا اللہ ما استطعتم (سورۃ طلاق پ ۲۸ القرآن)

"اپنی استطاعت کے مطابق خدا سے ڈرو۔ کیونکہ خدا سے ڈرنے کا حق ادا کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔"

Scanned with CamScanner

انسانیت کی تکریم تقویٰ میں ہے:-

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

(سورۃ حجرات پ۲۶ القرآن)

"بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے متقی ہے۔"

دونوں جہاں کی کامیابی:-

والعاقبہ للمتقین　　(القرآن)

انجام کار متقین کے لئے ہے۔

والعاقبۃ للتقوی　　(سورۃ طہٰ پ۱۶)

آخری کامیابی تقویٰ اور خوف خدا رکھنے والوں کے لئے ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کو حضورﷺ کی نصیحت:-

اوصیکم تقوی فانہا ابدا بکل شئی　　(الحدیث)

"میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہی ہر چیز کی ابتداء ہے۔"

مسجد کی بنیاد تقویٰ پر ہے:-

اسس علی التقوی من اول یوم ان تقوم فیہ

(سورۃ توبہ پ۱۱)

Scanned with CamScanner

"البتہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ واقعی اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔"

عفو و درگذر کی تاکید:-

وان تعفوا اقرب للتقوی

"عفو و درگذر تقویٰ کے قریب ہے۔"

تقویٰ پر معاونت کی تلقین:-

بلی من اوفی بعهده واتقی فان الله یحب المتقین (سورۃ آل عمران پ ۳)

"ہاں جو اپنا وعدہ پورا کرے اور بد عہدی سے بچے تو اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

متقی کی مدد کا خدائی وعدہ:-

واعلموا ان الله مع المتقین (سورۃ توبہ پ ۱۰)

"جان لو بے شک اللہ کی مدد متقیوں کے ساتھ ہے۔"

دشمن سے حفاظت تقویٰ کی وجہ سے ہوگی:-

○ "اگر تم ثابت قدم رہو اور تقویٰ اختیار کرو تو دشمن کی چال تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔" (القرآن)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اسلام میں انسان کو عملی زندگی خدائی احکام کے عین مطابق گزارنے کا حکم کس قدر تاکید کے ساتھ واضح ہوا۔

Scanned with CamScanner

تقویٰ کی اہمیت اور وقعت کے بعد آپ پر یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیے، کہ سب سے اچھا مسلمان سب سے اعلیٰ درجہ کا خدائی انسان، وہی شخص ہو گا۔ جو سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہو، تقویٰ کے خلعت سے آراستہ ہو۔

اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں تقویٰ ہی روحانیت کی معراج ہے۔ اسلام کی ظاہری عبادتیں، اور واضح احکام و مسائل اس وقت تک کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ جب تک انہیں تقویٰ کی مہمیز نہ لگائی گئی ہو۔

تقویٰ کے ذریعے محاسبہ نفس کا حکم:۔

ہر کلمہ گو انسان کو ضرور تقویٰ کے بارے میں ہے۔ نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ وہ اس عظیم صفت سے کس حد تک مستفید ہے۔ اور خدا نے جس کمال کو اعلیٰ درجے کی مسلمانی کا معیار قرار دیا ہے۔ ہم اس سے کتنی دور ہیں۔

اس موقع پر صرف عام انسان ہی نہیں بلکہ دین کے بڑے بڑے علمبردار پاسدار اور نام لیواؤں کو بھی عملی زندگی میں اسی تقویٰ کے معیار پر اپنے آپ کو پرکھنا چاہیے۔

جدت پسندی، دنیوی ہوس، حسد و بغض اور نفسانیت نے ایسے ایسے گل کھلائے ہیں کہ خود تقویٰ کا درس دینے والے کئی ہمارے دوست اس سے کوسوں دور ہیں۔ بلاشبہ تقویٰ ہی اسلام کی روحانی تربیت کا نقطہ آغاز ہے۔

روحانی پاکیزگی کے لئے قرآنی ہدایات:۔

صبر کی تلقین:۔

○ الذین صبر واجر ہم باحسن ماکانو یعملون

(سورۃ النحل پ ۱۴ القرآن)

"ہر دکھ اور تکلیف میں صبر اور تحمل و برداشت کو اسلام نے انسان کے اعلیٰ کمالات میں شمار کیا ہے۔"

- ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین (سورۃ بقرہ پ ۲ القرآن)

"اور ہم تمہیں آزمائیں گے تھوڑے سے خوف اور بھوک اور مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور خوشخبری ہے صبر کرنے والوں کے لئے"

- الذین صبروا وعلی ربھم یتوکلون (سورۃ النحل پ ۱۴ القرآن)

"جو لوگ صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

توکل:۔

- ان کنتم امنتم باللہ فعلیہ توکلو (سورۃ یونس پ ۱۱)

"اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہو تو پس اسی پر توکل کرو۔"

- ان اللہ یحب المتوکلین (آل عمران پ ۴)

"بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

شکر:۔

- ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ (سورۃ لقمان پ ۲۱ القرآن)

Scanned with CamScanner

"اور جس نے شکر کیا تو بے شک اس نے اپنی جان کے لئے شکر کیا۔"

○ وسیجزی اللہ الشاکرین (سورۃ آل عمران پ ۴)

"جو شکر گذار بندے بن رہیں گے خدا ان کو جزا دے گا۔"

دوستی اور دشمنی اللہ کے لئے:-

○ لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ (سورۃ المجادلہ پ ۲۸ القرآن)

"آپ نہ پائیں گے کسی قوم کو جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت کے دن پر کہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ اور اس کے رسول ؐ کے۔"

ایمان کا ثمرہ:-

حضور نے فرمایا

○ ان تعبدو اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

"اگر تو اس کی عبادت کرے تو یوں سمجھ کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، کیونکہ تم اس کو نہ دیکھ سکو گے وہ تو تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے۔

جاسوسی اور غیبت کی مذمت:-

ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحمہ اخیہ میتافکر ھتموہ

Scanned with CamScanner

(سورۃ حجرات پ ۲۶ القرآن)

"اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو، کیا تم میں سے کسی کو اچھا لگتا ہے کہ وہ کھائے گوشت اپنے مردہ بھائی کا، سو گھن آتا ہے تم کو اس سے۔"

روحانیت پرور ایمان کی علامتیں:-

○ انما المومنون الذین اذاکر الله وجلت قلوبهم واذاتلیت علیهم ایاته زادتهم ایمانا وعلی ربهم یتوکلون ○ الذین یقیمون الصلوه ومما رزقنهم ینفقون ○ اولئک هم المومنون حقا (سورۃ انفال پ ۹ القرآن)

"ایمان والے وہی ہیں کہ جب نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں ان کے دل، اور جب پڑھا جائے ان پر اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو، اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں وہی ہیں سچے ایمان والے۔"

○ قد افلح المومنون ○ الذین هم فی صلوتهم خاشعون ○ والذین هم عن اللغو معرضون والذین هم للذکوه فاعلون ○ والذین هم لفروجهم حافظون ○ الاعلی ازواجهم اوما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین ○ فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک هم العادوان ○ الذین

Scanned with CamScanner

ھم لاماناتھم وعھدھم راعون' والذین ھم علی صلوتھم یحفظون (المومنون پ۱۸ القرآن)

ترجمہ:۔ "تحقیق کامیاب ہو گئے ایمان والے، جو اپنی نماز میں جھکنے والے ہیں اور جو نکمی بات پر دھیان نہیں کرتے اور جو زکوۃ دیا کرتے ہیں اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں۔ مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال باندیوں پر، سو ان پر نہیں کچھ الزام، پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا، سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے، اور جو اپنی امانتوں سے اور اپنے قرار سے خبردار ہیں اور جو اپنی نمازوں کی خبر رکھتے ہیں۔"

○ لیس البران تولو وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملائکہ والکتاب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوالقربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوہ واتی الزکوہ والموفون بعھدھم اذاعاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون ○

(سورۃ بقرہ پ۲)

ترجمہ:۔ نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی، اور لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر، اور قیامت کے دن پر، اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر، اور پیغمبروں پر، اور دے مال اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور

یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو، اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں، اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ، اور پورے کرنے والے اپنے اقرار کو، جب عہد کریں، اور صبر کرنے والے سختی میں، اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت، یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیزگار۔

اسلامی تعلیمات میں اعلیٰ اور بھلے لوگوں کی علامات:۔

○ وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا (سورۃ فرقان پ۱۹ القرآن)

ترجمہ:۔ "رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔"

○ تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا۔ (سورۃ سجدہ پ۲۱)

"وہ لوگ (ایمان والے ہیں) جن کی پیشانی اور کریں اللہ کے خوف سے جھکی جاتی ہیں۔"

○ انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا واولئک ھم المفلحون (سورۃ نور پ۱۸)

ترجمہ:۔ بے شک ایمان والوں کا کہنا یہی ہے جب انہیں پکارا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف تاکہ ان کے درمیان فیصلہ ہو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا، اور ہم نے اطاعت کی، اور یہی لوگ ہیں کامیاب۔

Scanned with CamScanner

توبہ اور استغفار روحانیت کی معراج ہے:-

انسانی فطرت میں دنیوی محبت، غصہ، جذبہ انتقام، اور دولت اور عورتوں سے رغبت خاص طور پر موجود رہتی ہے۔ اس پر شیطان مسلط ہے۔ جو اسے ہر وقت بدکاری اور فحاشی کی طرف راغب کرتا ہے، گناہ کے کمالات اس کے سامنے حسین بنا کر پیش کرتا ہے۔ خود انسان کے اندر چھپا ہوا سرکش نفس بھی اسے ہر وقت برائیوں کی دعوت دیتا اور دنیوی لذات کی طرف کھینچتا رہتا ہے۔ ان سب باتوں کے نتیجہ میں انسان اپنی نفسانی خواہشات کے سامنے عاجز اور درماندہ ہو کر عصیان و طغیان کے گرداب میں گر جاتا ہے۔

ایک مسلمان جب گناہ و معصیت سے آلودہ ہوتا ہے، تو اسلام نے اس کو صرف عمل کی نافرمانی کے باعث اپنے دائرہ سے خارج نہیں کیا، بلکہ وہ اس کے گناہ کی کثافت کو دھونے اور اس کی روح کو پھر سے شفاف بنانے کے لئے انسان کو توبہ اور استغفار کی تلقین کرتا ہے۔

اللہ نے اپنے بندوں سے فرمایا ہے کہ اگر تم چاہو تو تمہارے سارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ پھر تم اس طرح ہو جاؤ گے جس طرح تم نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ سچی توبہ کے نتیجے میں بلکہ اس کا بھی امکان ہے کہ گناہوں کے بدلے میں تمہارے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھ دی جائیں۔ یہ محض خدائے رحیم کا خصوصی فضل اور انسانوں کے معاملے اللہ کے بے پایاں کرم کا نتیجہ ہو گا، یہ قرآن کا ارشاد ہے۔

" الامن تاب وامن و عمل صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما

(سورۃ فرقان پ ۱۹ القرآن)

"اور یہ کہ کوئی (گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا

ہوا ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔"
اسلام کے نزدیک توبہ کا دروازہ اس وقت تک کھلا رہتا ہے جب تک وہ تندرست صحیح سلامت ہو، یہ دروازہ موت کے وقت یعنی نزع کی حالت میں بند ہو جاتا ہے۔

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ کر اطاعت کی لوٹنے کا سچا وعدہ کرے۔ (اس لئے بحالت نزع اس کے توبہ اور اقرار سے کوئی فائدہ نہ ہوگا) ہر برے کام سے کنارہ کش ہو جائے۔

توبہ کا باطن یہ ہے کہ آپکے اندر گناہ کے برا ہونے کا شعور پیدا ہو، اور اسکا ظاہر یہ ہے کہ آپ گناہوں سے عملاً باز رہیں، مثال کے طور پر ایک شخص ایک راستے پر چلا جا رہا ہے۔ اسے ایک کتبہ نظر آتا ہے۔ جسے پڑھکر وہ جان لیتا ہے کہ یہ وہ راستہ نہیں، جس پر اسے جانا ہے۔ یعنی اسے احساس ہو جاتا ہے کہ وہ غلط راہ پر چل رہا ہے۔ دراصل غلط راستے کا یہ احساس ہی بنیادی بات ہے، اگر اسے غلطی کا احساس ہی نہ ہو تو درست راہ مل ہی نہیں سکتی، لیکن اگر جان لینے کے بعد بھی وہ غلط راستہ ہی پر چلتا رہے تو ظاہر ہے کہ اسے اس غلطی کے احساس نے بھی کوئی فائدہ نہ دیا، نتائج کے اعتبار سے یہ ایک انتہائی خطرناک روش ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

انما التوبہ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالتہ ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیہم، وکان اللہ علیما حکیما، ولیست التوبہ علی اللہ للزین یعملون السیات، حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الان ولاالذین یموتون وہم کفار، اولئک اعتدنا لہم عذاباً الیما۔ (سورۃ نساء پ ۴)

ترجمہ:- توبہ قبول کرنی اللہ کو تو ان کی ہے جو کرتے ہیں برا کام جہالت سے پھر توبہ

کرتے ہیں جلدی سے، تو ان کو اللہ معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا۔ اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو برے کام کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت سامنے آجاتی ہے تو کہتا ہے میں توبہ کرتا ہوں اب نہ ایسوں کی توبہ قبول نہیں، ان کے لئے تو ہم نے تیار کیا ہے عذاب دردناک۔

توبہ کی ایک شرط یہ ہے کہ انسان جو برائیاں اور گناہ کر چکا ہے۔ ان کے بدلے میں نیکیاں کرے، اور ہر خرابی کی اصلاح کرے یعنی اپنا کردار بدل کر درست راہ اختیار کرے، ہر قسم کے عیب اور ظلم سے باز رہے۔ قرآن عظیم کا بیان ہے۔

کتب ربکم علی نفسہ الرحمہ انہ من عمل منکم سوء بجہالتہ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور رحیم　(سورۃ انعام پ ۷ القرآن)

"تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا، تو پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے"

الا الذین تابوا واصلحوا وبینو فاولئک اتوب علیہم　(سورۃ بقرۃ پ ۲ القرآن)

"البتہ جو لوگ اپنی غلط روش سے باز آجائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کرلیں جو کچھ چھپاتے تھے اسے بیان کرنے لگیں تو میں ان کو معاف کر دونگا"۔

اصلاح یہ ہے کہ آپ حقیقتاً گناہ ترک کر دیں۔ ہر معصیت سے عملاً کنارہ کشی کر لیں آپ کا یہ ارادہ پختہ ہو تو اس توبہ کو قرآنی زبان میں "توبۃ النصوح" کہا جائے گا۔ اسلام کا دامن رحمت اتنا وسیع ہے، اور یہ انسان کی اصلاح کے معاملے میں اتنا حساس ہے کہ سچی توبہ کے بعد بھی اگر کسی وقت گناہ میں مبتلا ہو گئے پھر آپ نے توبہ کی تو دوبارہ آپ کی توبہ

قبول ہو جائے گی، اگر آپ یہ حرکت بار بار کریں اور بار بار توبہ کریں پھر بھی توبہ قبول ہو جائے گی، بشرطیکہ آپ کا ارادہ اور نیت میں استقلال نہ ہو اور آپ ہر مرتبہ سچے دل ہی سے ہی توبہ کرتے ہوں، دل میں یہ خیال بھی نہ آنے پائے کہ جب تو اخلاقیات سے مجبور ہوں کہ گناہ کر کے پھر توبہ کروں گا ایسی توبہ کو ہی توبہ قرار نہیں دیا جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اسلام کا حکم ہے کہ معاشرے کو برے سے برا اور قبیح سے قبیح عمل کا مرتکب بھی جب خدا کے حضور سچی توبہ کرتا ہے تو اسے دامن عفو میں جگہ دے دی جاتی ہے، کسی مسلمان کو خدا کی رحمت اور اس کی بے پناہ عنایات سے کبھی مایوس ہی نہیں کرنی چاہیے۔ خود خدائے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا

(سورۃ الزمر پ ۲۴ القرآن)

"کہہ دو، اے میرے بندو جو لوگ اپنی جانوں پہ زیادتی کر بیٹھے ہیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

استغفار سے مراد اللہ سے طلب مغفرت اور بخشش مانگنا ہے۔ یعنی وہ ہماری برائیوں سے درگذر کر کے اخروی جہاں میں ہمیں کامیابی عطا کرے استغفار کا اسلامی شریعت نے خود حکم دیا ہے۔ قرآن پاک میں کئی جگہ اس کی تلقین کی ہے۔ خدا اپنے بندوں کو خود طلب مغفرت کی تلقین کرتا ہے۔

ایک بچے سے غلطی ہو جائے تو باپ اس کو سکھاتا ہے کہ وہ اس طرح معافی طلب کرے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ آئندہ کے لئے اس کام کے قریب نہ جائے، خدا اپنے بندوں پر ان کی ماؤں اور باپوں سے بھی زیادہ مہربان اور شفیق ہے، قرآن کی زبان

Scanned with CamScanner

میں خدا نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے۔

- ○ هو انشاكم من الارض واستعمركم فيها فاستغفروه (سورۃ ھود پ ۱۲ القرآن)

"وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور جس نے تم کو یہاں بسایا ہے۔ لہٰذا تم اس سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ۔"

- ○ واستغفروا ربكم (سورۃ ھود پ ۱۲ القرآن)

"دیکھو اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف لوٹ آؤ بے شک میرا رب رحیم اور اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔"

- ○ یاقوم استغفروا ربكم ثم توبوا اليه

(سورۃ ھود پ ۱۲ القرآن)

"اے میری قوم کے لوگو! اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف آ جاؤ۔"

اس قسم کی بے شمار ہدایات خدا نے مختلف انبیاء کے ذریعے دنیا کی مختلف اقوام کے سامنے پیش کی ہیں۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اسلام انسانیت کو برائیوں سے روکنے کے لئے کیا کیا دعائیں عطا کرتا ہے۔ اسلام توبہ اور استغفار کے ذریعے انسانوں کی روحوں کو پاکیزہ اور شفاف بنا کر ایک اعلیٰ درجہ اور بلند مقام عطا کرتا ہے۔

بخل کی ممانعت:۔

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاهم الله من فضله هو خیر لهم بل هو شر لهم سیطوقون ما بخلوا به یوم القیامه (آل عمران پ ۴ القرآن)

ترجمہ:- "اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں، اس چیز پر جو اللہ نے ان کو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل بہتر ہے۔ ان کے حق میں، بلکہ یہ بہت برا ہے ان کے حق میں، طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔ ان کے گلوں میں، وہ مال جس میں بخل کیا تھا۔

تکبر اور عجب کی مذمت:-

ولا تمش فی الارض مرحا، انک لن تخرق الارض لن تبلغ الجبال طولا ○ (سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵ القرآن)

ترجمہ:- "اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل، تو پھاڑ نہ ڈالے گا زمین کو، اور نہ پہنچے گا پہاڑوں تک لمبا ہو کر۔"

دوسرے انسانوں کو اپنے سے بہتر سمجھنے کا حکم:-

اسلام کے روحانی نظام میں یہ وہ امتیازی خصوصیات ہیں۔ جن کے باعث انسان معاشرے کا سب سے اعلیٰ فرد قرار پاتا ہے۔ اسلام کے نزدیک انسان کی حیثیت ایک مشین اور الیکٹرک آلے کی نہیں کہ وہ بٹن دبانے سے چلتا رہے گا۔ اس کو ماحول کی کسی اچھی اور بری کیفیت اور آلودگی سے کچھ غرض نہ ہو، اسلام انسان کو معاشرے کا سب سے بہتر عنصر قرار دے کر اس کے ذریعے کسی انسان کو اپنے ملک، قوم، ماحول، علاقے اور بستی کا سب سے بہترین فرد بنایا جا سکتا ہے۔ مومن یا مسلمان اپنی حیات مستعار کے تمام لمحات کو خالق حقیقی ہی کی فرمانبرداری میں صرف کرے گا۔ اس کی ذاتی خواہشات اسلام پر ایمان لانے کے بعد ختم ہو گئی ہیں۔ وہ جس مالک کی طرف سے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اسے اسی مالک کے احکام کو حرز جان بنا کر نیکیوں کو عام کرنا ہے۔۔ یہ تعلیمات خدا نے اپنے آخری رسول کے ذریعے دنیا تک پہنچائیں۔ آپ ؐ کے صحابہ کرام ؓ اور بعد میں آنے والے اسلام کے علماء، مشائخ، مفسرین محدثین، اور فقہاء اور اسلام کے نمائندوں نے پورے عالم میں عام کی ہیں۔

اسلام کا سیاسی نظام

سیاست کا مفہوم :۔

"سیاست" سائس سے ہے۔ سائس کے معنی گھوڑوں کی رکھوالی کرنا ہے۔ اسی سے سائنس ہے۔ جو مختلف اشیاء کی چھان پھٹک اور اندرونی کیفیت کے جاننے سے عبارت ہے۔ "سیاست" کا لغوی معنی انتظام وانصرام اور مملکت کے امور کی دیکھ بھال ہے۔ یہ عربی لفظ ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے مطابق "اسلامی سیاست" کا مفہوم محمدی شریعت کی بنیاد پر دنیا کے کسی خطے کا نظم ونسق سنبھالنا ہے اور مملکت کے تمام حکومتی نظام کو خدائی اور محمدی احکام کی روشنی میں قائم کرنا ہے۔ اسلام اپنے مزاج کے مطابق حکومت وسلطنت سے لے کر زندگی کے ہر شعبے میں بطور رہنما اور مقتدا انسانوں کی قیادت کا علمبردار ہے۔ اس کا حقیقی مقصد کائنات کے تمام قوانین پر بالادستی اور دنیا کی تمام حکومتوں پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔

اسلام ایک ایسی حکومت اور بادشاہت کا متقاضی ہے۔ جو مذہب کی بالادست قوت کے ساتھ ملکر ایک طرف انسانوں کے قلوب کو خدائی احکام کا پابند بناتی ہے۔ پھر عوام کو ضابطہ الٰہی کی جملہ ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتی ہے۔

اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ایسا نظام مملکت اور ایسے حکومتی قوانین سے آراستہ ہے جو دنیا کے سب سے بڑے اور طاقتور دین سے آراستہ ہو کر سلطنت کے کل امور پر حاوی ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ "اسلام اور اس کا مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے"

"سیاست اور دین جدا جدا ہیں"۔ "مذہب کو مملکت کے قوانین میں دخل اندازی کا کوئی حق نہیں"۔ صرف بیمار ذہنیت اور ناواقف سوچ کا آئینہ دار ہے۔

ایک طرف مملکت کا نظام اگر انسانوں کے بنائے ہوئے چند اصولوں کا مجموعہ ہو۔ جن کی بالادستی انسانوں کے قلوب اور اذہان پر نہ ہو۔ وہ مجموعہ قوانین صرف حکومتی ضابطوں اور قاعدوں پر منحصر ہو۔ ایسے قوانین لینن کے مارکسی نظام اور ابراہام لنکن کے مغربی جمہوری ضابطوں کی طرح ایک دو صدیوں سے زیادہ انسانوں کی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر انسانوں کو ایسا نظام میسر آئے۔ جو ان کی تخلیق کے فطری اصولوں، کائنات کی ابدی حقیقتوں مرد اور عورت کے حسین امتزاج اور تخلیقی ساخت کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہو۔ پھر اس پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں انسانوں کو مالک حقیقی کی رضامندی کا اعزاز اور قوموں کے سچے رہبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا تمغہ بھی میسر آنے کی نوید عطا ہوئی ہو تو مذہبی قوت سے آراستہ اس نظام کی طاقت دوچند ہو جاتی ہے۔

اسلام ایسے ہی طاقتور نظام اور عبقری صفت قوانین سے آراستہ ہے۔ اس کی حکومت میں اصلی حاکمیت خلاق عالم کی ہے۔ اس کے سچے رسول خدائی قوانین کے شارح ہیں۔ اسلامی حکومت کا فرمانروا۔ خدا اور اس کے رسول کے نمائندے اور خلیفہ کی حیثیت سے اقتدار پر متمکن ہوتا ہے۔ حکومت کے اس خدائی حق کو استعمال کرنے والا اسلامی حکمران غلبہ اسلام کے حقیقی مقصد کی تکمیل کے ارادے ہی سے یہ منصب سنبھالتا ہے۔ اسلامی سیاست کا مقصد ایسی حکومت کا قیام ہے جو غلبہ اسلام کی جدوجہد کرے۔

اسلام کا مطلوب غلبہ:۔

اسلام کو حکومت اور سلطنت کے حق سے علیحدہ قرار دینے والے یہ بتائیں کہ اگر

Scanned with CamScanner

اسلام کا مزاج اور حقیقی حصول حکومت نہ تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے ہاتھوں دنیا کی فتح اور اس پر غلبہ کی خبریں دی تھی۔ قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا درج ذیل مقصد کیوں بتایا تھا۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (سورۃ فاتح پ ۲۱)

"(اللہ) وہ ذات ہے جس نے رسول بھیجا ہدایت کے ساتھ تاکہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا۔

"زمین کے مشرق و مغرب کے علاقے میرے ہاتھ میں دیئے گئے ہیں اور میری امت اس کا نظام اپنے ہاتھوں میں لے گی۔

(از ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۱ مطبوعہ دمشق)

صحیح بخاری کے مطابق آپ نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا تھا۔

"قیصرو کسریٰ کے شہنشاہوں کا خاتمہ ہو جائے گا" اور یہ بھی اشارہ فرمایا کہ اس قسم کے شاہی نظام دوبارہ قائم نہیں ہونے چاہیں۔

البدایہ والنہایہ میں حافظ عماد الدین ابن کثیر نے صحیح بخاری، مسلم اور ابن ماجہ کے حوالے سے یہ روایت بھی نقل کی ہے۔

"یمن فتح ہو جائے گا عراق فتح ہو جائے گا اور عرب و عجم کے علاقے فتح ہو جائیں گے۔"

(بحوالہ اسلام کا نظام حکومت ص ۱۳۲)

تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام پیشگوئیاں حرف بہ حرف حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں پوری ہوئیں۔ اگر اسلام کو سیاست اور حکومت

سے علیحدہ تصور کیا جائے۔ تو سوال ہو گا یہ تمام ملک صرف تسبیح پھیرنے اور نماز و عبادت سے ہی کیسے فتح ہو گئے۔ اسلام کا مزاج سیاسی اور اس کی حکومتوں کا نظام رفاہی اور سماجی ہے۔ اسلام کا سیاسی نظام دنیا بھر میں اسلام کو غالب کرنے، خدائی احکامات کو ہر ہر شعبے میں رائج کرنے، پڑوسی ملکوں سے اچھے تعلقات قائم کرنے اور ظالم حکومتوں سے انسانوں کو نجات دلانے سے عبارت ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام میں دستور مملکت کی اساس۔ غیر مسلموں سے معاہدے خارجہ اور داخلہ پالیسی اور رعایا کے جملہ حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ہم نے اسلام کے سیاسی نظام کے تحت اس کی اساسی ہیئت کذائی۔ قانونی حیثیت۔ خدا اور اس کے رسول اور مملکت کے سربراہ کی ذمہ داریوں کا ذکر کیا ہے۔ دیگر تمام امور اسلام کے نظام حکومت کے باب میں درج کئے گئے ہیں۔ جو ایک لحاظ سے اسلام کے سیاسی نظام کا ایک حصہ ہیں۔

غلبہ اسلام کی جد و جہد ہر مسلمان پر فرض ہے:-

اسلام کے عالمگیر نظام کے بارے میں بعثت نبوت کی حقیقت کو جاننے والا یہ بھی نظریہ رکھتا ہے کہ اسلام کے مزاج میں غلبہ اور بالادستی شامل ہے۔ اس کا مقصد ہی دنیا بھر میں غالب آنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقصد حقیقی کو آپ کے خلفاء نے پایہ تکمیل تک پہنچا کر پوری امت محمدیہ کو باور کرایا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت اور آفاقی حیثیت کا تقاضا ہے کہ اس کا ہر امتی اپنے دین کے غلبے کی جد و جہد کرے۔ جب تک محمدی دین پوری دنیا پر غلبہ نہیں حاصل کرتا۔ اس وقت تک اسلام کے حامل اور وارث اپنی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔

مقصد نبوت:- لیظھرہ علی الدین کلہ "تاکہ (دین محمدی) دنیا بھر کے

مذاہب پر غالب آئے۔"

آج کا مسلمان اپنی ذمہ داریوں سے کتنا دور ہے۔ عصر حاضر کے علماء نبوی مقاصد کی تکمیل سے کیوں غافل ہیں۔ یہ ہمارے دور کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ اسلام کو دنیا بھر میں غالب کرنا۔ اس کی روشنی کو آزمائے ہوئے افکار کے اندھیروں میں فروزاں کرنا۔ ہر قوم اور ہر نسل کو بلا تفریق اسی کے ابدی اور فطری اصولوں سے واقف کرانا۔ عیسائی۔ یہودی۔ ہندو۔ سکھ اور کمیونسٹوں کے ہر ملک ہر علاقے اور ہر ریاست میں اسلام کا عالمی پیغام اس کا فلاحی کردار اس کی سچی اور ابدی صداقتوں سے ۵ ارب انسانوں کو آگاہ کرنا ہر مفکر ہر مجتہد۔ ہر داعی اور ہر مبلغ کا اولین فریضہ ہے۔

تمام مسلمانوں کا مذہبی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ محمدی دین کے مزاج اور منشاء کے مطابق اپنی اپنی آمدنی اور پیداوار کا ایک حصہ غلبہ دین کی جدوجہد پر خرچ کریں۔ اسلام کو صرف نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور انفرادی عبادات کا مذہب قرار دینے والوں نے اس کی عالمگیر حیثیت سے مجرمانہ غفلت اختیار کر رکھی ہے۔ مکہ مکرمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نماز و عبادات کے جرم میں نہیں نکالا گیا۔ قیصر و کسریٰ اور دنیا کی بڑی بڑی قوتوں سے معرکہ آرائی صرف انفرادی عبادات کی ترویج کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ اسلام کی ابتدائی اور آخری تمام کاوشوں میں اسلام کو ہر ملک اور قوم میں غالب کرنے کا فلسفہ کارفرما نظر آتا ہے۔

دنیا بھر کے مسلم مفکرین نے غلبہ اسلام کے اولین فریضے سے چشم پوشی کر کے اسلام کی روح کو مسخ کر ڈالا ہے۔۔۔ "غلبہ اسلام" کی جدوجہد کے لئے اسلام کے نظام جہاد اور صحابہ کرامؓ خلفاء راشدینؓ کے ولولہ اور تب و تاب سے رہنمائی حاصل کرنا ازحد ضروری ہے۔

کیا روس کے ظالمانہ تسلط کے خاتمہ کے لئے میوزیکل کلچر کو آلہ بنایا گیا تھا۔ نائٹ

کلبوں کو سجایا گیا تھا۔ رقص و سرود کو فروغ دیا گیا تھا۔ ناچ گانے اور مغربی کلچر سے رہنمائی حاصل کی گئی تھی۔۔ ہرگز نہیں ہم ۱۴۰۰ سو سال دور جانے کی بجائے اسلام کے نظام جہاد کی بہار کو ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۷ء تک کی افغان مجاہدین اور روسیوں کے مابین ہونے والی معرکہ آرائی میں دیکھ چکے ہیں۔ افغان کوہ پیماؤں نے اپنے پہاڑوں پر مقام بدر اور جذبہ احد و حنین کے پھریرے لہرا دیئے تھے۔

۱۵ لاکھ انسانوں کی شہادت نے ان کے جذبہ اسلام کو آج بھی سرد نہیں کیا۔ ۵۰۰۰۰ کشمیریوں کی شہادت ڈھائی لاکھ بوسنیائی مسلمانوں کی لاشوں کا دکھ محمدی شریعت کے پیروکاروں کا ولولہ سرد نہ کر سکا۔ اسلام کو دنیا بھر میں غالب کرنے کی جدوجہد ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ ہر کوشش سے بڑی کوشش ہے۔ ہر کام سے اہم کام ہے۔ ہر کاوش اور سعی سے بڑی کاوش و سعی ہے۔ مسلمان ہو کر جہاد سے منہ موڑیں۔ مسلمان ہو کر فردوس بریں میں اترنے سے احتراز کریں۔ مسلمانوں ہو کر اسلام کے غلبے کی جدوجہد سے اعراض کریں۔۔ یہ منافقت ہے۔۔ یہ مجرمانہ چشم پوشی ہے۔۔

مقصد نبوت کی تکمیل کے لئے صحابہ کرامؓ کی جدوجہد:۔

"غلبہ اسلام" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حقیقی مقصد ہے۔ اس کی تکمیل کے تقاضوں ہی نے صحابہ کرامؓ کو گھروں سے نکال دیا تھا۔ عرب کے بدوؤں کو قیصرو کسریٰ سے ہم کلام کیا تھا۔ خسرو اور ہرقل بے خانماں دیہاتیوں کے باج گذار بن گئے تھے۔ مراکش سے ہندوستان تک۔ حجاز عرب سے پرتگال تک ہر جگہ صحابہ کرامؓ کی تگ و تاز صاف نظر آتی ہے۔ ان کے خون کے قطروں سے عرب و عجم کے تمام خطے مہک رہے ہیں۔۔۔۔ آہ کہ۔۔۔ جو گلشن انہوں نے آباد کیا تھا۔ جس گلستان کو انہوں نے خون ناب سے سینچا تھا۔ غلبہ اسلام کا جو قلعہ انہوں نے تعمیر کیا تھا۔ قیصر و کسریٰ کے خاتمے اور دنیائے

Scanned with CamScanner

کفر کے استیصال کے لئے جو کاوش انہوں نے کی تھی۔ جس فریضہ اسلام کے لئے وہ جان تک قربان کر گئے تھے۔ جن کی گرمی عشق نے انہیں فکر معاش۔ فکر اولاد۔ فکر وطن سے آزاد کر کے ریگزار عرب اور صحرائے عجم سے گذار کر یورپ و افریقہ کے ایوانوں میں اسلام کا پیغام پہنچایا۔۔ وہ جذبہ ہم نے فروعی اختلافات کی بھینٹ چڑھا دیا۔ ذاتی ہوس کی کھائیوں میں تباہ کر ڈالا۔ الحاد و مغربیت کی آگ میں جلا دیا۔ میوزیکل گیجر اور ناچ گانے کی بازیگری میں ہار دیا۔ جس سے اسلامی سوچ و فکر کے سارے سوتے خشک ہو گئے۔۔ آؤ ہم پھر وہ جذبہ اپنائیں۔ غلبہ اسلام کے لئے عالمی جد وجہد کو فروغ دیں۔ مغرب و مشرق کے سارے فاصلے مٹا کر۔ قوموں ملکوں میں ہر زبان میں اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ ہر گھر پر دستک دیں۔ ہر ملک کو مسخر کریں۔ ہر قوم اور ہر طبقہ کو اسلام سے ہم آغوش کریں۔۔ حشر کے روز آج کی جدید ترقی کے دور میں وسائل کی کم یابی اور فاصلوں کی دوری کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔ قدرت نے سالوں کو مہینوں، دنوں، گھنٹوں اور منٹوں میں سمیٹ کر تمہارے لئے اپنے فریضہ کی ادائیگی کی شاہراہ کھول دی ہے۔ سائنس اور جدت نے زمین کی تہوں کو لپیٹ کر ہر قوم تک پہنچنے، ہر ملک کو مسخر کرنے، ہر زبان کی گتھیاں سلجھانے، ہر لغت کا مفہوم سمجھنے، ہر نسل اور آبادی کی ضروریات جاننے کا بہت بڑا موقع فراہم کیا ہے۔ یہ سب کچھ "غلبہ اسلام" کے راستے ہموار کرنے کے لئے ہے۔ قدرت الٰہی۔۔۔۔۔ امت مسلمہ کو تیل، سونا، ربڑ کی دولت دے کر سوا ارب مسلمانوں اور ۵۸ آزاد ریاستوں کے ذریعے اس بات کی منتظر ہے کہ غلامی و جہالت میں آسودہ خواب مسلمان کب بیدار ہو کر قوموں کے جزیرے میں کب نوا پرداز ہو گا۔ حقیقی فریضہ سے کب سبکدوش ہو گا۔ خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے سرفراز ہو کر بھولے بسرے انسانوں کو اسلام کے سایہ عاطفت میں کب جگہ دے گا۔

اسلامی قوانین کی اساس اور اسلام کا سیاسی ڈھانچہ:۔

اسلامی حکومت میں قانون مملکت اور دستور حکومت خدا کی بالادستی اور اس کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت پر مبنی ہے

سربراہ مملکت کو خدا کے نائب اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ نئے پیش آمدہ حالات میں قانونی ترامیم اور حک و اضافہ بھی قرآنی اصولوں کی روشنی میں روا رکھا ہے۔ جدید دور کی ضرورتوں کے مطابق اسلام کی رہنمائی اجتہاد کے عمل سے فروغ پاتی ہے۔

اسلامی حکومت میں قانون کی اساس کے لئے ۶ ماخذ متعین کئے گئے ہیں۔ دستور مملکت کی ہر شق انہی اصولوں کی بنیاد پر وضع کی جائے گی۔ یہ خدائی اصول قیامت تک آنے والے ہر قسم کے حالات میں ایک رہنما اور رہبر کا درجہ رکھتے ہیں۔

(۱) قانون قرآن

(۲) قانون سنت

(۳) قانون اجماع صحابہ کرامؓ

(۴) قانون اجماع امت (فقہاء و علماء)

(۵) قانون شوریٰ (علماء اور فقہا اور صاحب رائے افراد کی تحقیق)

(۶) ارتقائی مسائل کے لئے فقہاء کی مشاورت

اسلامی حکومت کے قیام کے فوراً بعد تمام سابقہ دساتیر کو یکسر منسوخ کر دیا جاتا ہے۔۔۔ مملکت کے نظام کے چلانے کے لئے صاحب الرائے افراد کی شوریٰ (پارلیمنٹ) ہی پورے نظام کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

مملکت کا ہر قضیہ اور نظام حکومت کی ہر دفعہ شوریٰ کی مشاورت سے منظور کی جاتی ہے۔

Scanned with CamScanner

اسلامی حکومت کن اصولوں پر قائم ہوتی ہے :-

بھارت کے ممتاز اسلامی مفکر مولانا حامد الانصاری غازی مرحوم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب اسلام کا نظام حکومت ص ۲۲۸ میں اسلامی حکومت کے پہلے اصول کے بارے میں لکھا ہے۔

"حکومت الٰہی اخدائی بادشاہت، اسلامی سلطنت کے اختیار کا سرچشمہ خدا کو سمجھتی ہے۔ حکومت ایک تنظیم ہے۔ جسے خدا نے اپنی مرضی سے پیدا کیا ہے۔ حکومت خدائے واحد کا حکم ہے۔ جس کا اقتدار اعلیٰ خود خدا کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کے لئے یہ ایک نیابتی ذمہ داری ہے۔ جو خلافت کے عنوان سے قائم ہوتی ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے۔ یہ ذمہ داری دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے چھین لیتا ہے"۔

اسلامی حکومت اصلاً انسانی حکومت نہیں بلکہ یہ نیابتی حکومت ہے۔ اس میں اصل حاکم خدا ہے۔ زمین پر اس کا خلیفہ اور نائب ہے۔ قدیم افکار سے بھی خدائی بادشاہت کا اقرار ثابت ہو چکا ہے۔ خدائی بادشاہت کا بلند عقیدہ کوئی نیا نہیں۔ انسانیت نے لادینیت اور سیکولر فکر کے سایہ سے پہلے خدائی حکومت کو ہی اصلی اقتدار تسلیم کیا تھا۔ کنفیوشس نے ۵۰۰ق م میں کہا تھا۔ "خدا ہی فرمانروائے اعظم ہے" افلاطون نے ۴۰۰ق م بھی حکومت الٰہی کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام الٰہی سلسلہ ہی کے ایک سچے پیغمبر تھے۔ وہ بھی خدائی بادشاہت کے علمبردار تھے۔ لیکن ان کے بعد کلیسا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر ان کی طرف سے اعلان کر دیا کہ

"جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو"۔

"اسلام کے نزدیک خدائی حکومت کے معنی یہ ہیں کہ سب انسان برابر ہیں۔ خدا کا قانون سب کے لئے یکساں ہے۔ انسان انسان کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتا۔ خدا اپنے عرش سے سب کو احکام سناتا ہے کہ اچھے قوانین پر عمل کرو اور تمام برائیوں کو ختم کر دو"

اسلام کی خدائی حکومت کے اصول اور اسلام کے سیاسی قوانین:-

اسلامی حکومت میں اقتدار اعلیٰ خداوند عالم" کی ہستی ہے۔ حاکیت اور اقتدار کی
حقیقی اساس کامالک وہی پروردگار ہے۔ حکومت الٰہیہ یا اسلامی حکومت میں مملکت کا قانون
بھی اس مقتدر اعلیٰ کے احکام کے مطابق ہوتا ہے۔ قرآن و سنت کی بالادستی اور خدائی
قوانین کاغلبہ ہی اسلامی حکومت کا شرف و امتیاز ہے۔ اس حکومت میں خلافت یا امارت کا
فقط اقتدار اعلیٰ کی سچی تابعداری اور نیابت اصلی کا آئینہ دار ہے۔ کائنات کی تخلیق اور
کارخانہ عالم کے ایجاد کنندہ ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بنائے ہوئے انسانوں کے اس
جہاں پر اپنا حکم چلائے اسے انسانوں کی فطری اور طبعی ضرورتوں کا انسانوں سے زیادہ
احساس بھی ہے اور علم بھی۔ وہ اپنی صناعی اور اپنی قدرت کی کرشمہ سازیوں کے باعث اپنی
مخلوق کی اخروی اور دنیوی کامیابی کو جانتا ہے۔ اسے یہ علم ہے کہ انسان کی کمزوریاں کیا
ہیں۔ اس کی خوبیاں کونسی ہیں۔ یہ کن اصولوں پر زندگی گذار سکتا ہے۔ اس کو اپنے اپنے
فعل پر اختیار دے کر دنیا میں بھیجنے اور اس کے آزمائش و امتحان میں سرخرو کرنے کا اختیار
بھی اسی کے پاس ہے۔ انسان تو عاجز و درماندہ ہے۔ یہ کسی اپنے ہی ہم جنس کے لئے اعلیٰ
اصول کیسے بنا سکتا ہے؟ اس کی نظر صرف چند سالوں اور مہینوں پر محیط ہے لیکن خدائے لم
یزل ابتدائے آفرینش سے آج تک زمانوں کے مدوجزر۔ نشیب و فراز سے مکمل واقف
ہے۔ اسی کی قدرت اور حاکمیت ہی قرین قیاس ہے۔ عقل اس بات کی متقاضی ہے کہ اس
کے لئے بشری بھلائی کے اصول وضع کیئے جائیں۔۔ ان اصولوں کی تخلیق بھی اسی خدا کی
طرف سے ہونی چاہیے۔ جو اس کا خالق ہے اور صانع ہے۔ اس کے مزاج۔ جسمانی قوت
اور عزم و ارادہ کی وسعت و ضعف سے واقف ہے۔

چنانچہ اسلام اپنے نظام حکومت کو ایسے خالق کے اصولوں کی روشنی میں قائم کرتا

ہے۔اس کی حاکمیت کو اس کے درج ذیل احکامات کی روشنی میں تسلیم کیا گیا ہے۔

اصلی اقتدار خدا ہی کا ہے:۔

○ ان الحکم الاللہ امر الاتعبدو الاایاہ الخ

(سورۃ یوسف پ ۱۲ القرآن)

"حکم اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں اس کا فرمان ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو یہی صحیح دین ہے۔"

○ للہ الامر (سورۃ روم پ ۲۱ القرآن)

حکم اللہ کا ہے۔

○ فسبحن الذی بیدہ ملکوت کل شی

(سورۃ یٰسین پ ۲۳

"پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھوں پر چیز کی ملکیت ہے۔"

○ واللہ یحکم لامعقب لحکمہ

(سورۃ الرعد پ ۱۳ القرآن)

"اور اللہ حکم دیتا ہے کوئی اس کے حکم کو نہیں موڑ سکتا۔"

○ الالہ الخلق والامر (سورۃ الاعراف پ ۸ القرآن)

"خبردار۔اسی کی خلق ہے اور اس کا حکم ہے۔"

۷۔ قل ان الامر کلہ للہ (سورۃ آل عمران پ ۴ القرآن)

"کہو اختیار سارا اللہ ہی کا ہے۔"

○ وما اختلفتم فیہ من شئی فحکمہ الی اللہ

(سورۃ شوریٰ پ ۲۵ القرآن)

Scanned with CamScanner

"تمہارے درمیان جو اختلاف بھی ہو۔ اس کا فیصلہ کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔"

خدائی قوانین پر عمل کی تاکید :-

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون

(سورۃ المائدہ پ٦ القرآن)

"اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں"۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الظالمون

(سورۃ المائدہ پ٦ القرآن)

"اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں"۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفسقون

(سورۃ المائدہ پ٦ القرآن)

"اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔ وہی فاسق ہیں"۔

افحکم الجاملیتہ یبغون ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون (سورۃ المائدہ پ٦ القرآن)

"کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

الم تر الی الذین یزعمون انہم امنو بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفرو بہ ویرید الشیطن ان یضلھم ضلالا بعیدا (سورۃ النساء پ٥ القرآن)

"کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تیری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تجھ سے پہلے نازل کی گئی تھیں۔ اور پھر چاہتے ہیں کہ فیصلے کے لئے اپنا معاملہ طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں اس کا انکار کرنے کا حکم دیا گیا تھا شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بھٹکا کر گمراہی میں دور لے جائے"

اسلامی حکومت میں خدا کے رسول کی حیثیت:-

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله

(سورۃ النساء پ ۵ القرآن)

"ہم نے جو رسول بھی بھیجا اس لئے بھیجا کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے"

ومن یطع الرسول فقد اطاع الله (سورۃ النساء پ ۵)

"اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی"

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساءت مصیرا (سورۃ النساء پ ۵)

"اور جو کوئی رسول سے اختلاف کرے جبکہ ہدایت اس پر واضح ہو چکی ہو اور ایمان والوں کی روش چھوڑ کر دوسری راہ چلے اسے ہم اسی طرف پھیر دیں گے۔ جدھر وہ خود پھر گیا اور اس کو جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔"

وما اتکم الرسول فخذوه ومانهکم عنه فانتهوا واتقوا الله ان الله شدید العقاب (سورۃ الحشر پ ۵ القرآن)

"جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے روک دے اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ سخت سزا دینے والا ہے"

Scanned with CamScanner

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فی ماشجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (سورۃ النساء پ۵)

"پس نہیں۔ تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک کہ (اے نبی) وہ تجھے اپنے باہمی اختلاف میں فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں اور پھر جو فیصلہ تو کرے اس پر اپنے دل میں بھی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سربسر تسلیم کر لیں"

خدا اور رسول کے قانون کی بالاتری کا واضح حکم:-

وماکان لمومن ولامومنتہ اذاقضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرہ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقدضل ضلالامبینا (سورۃ الاحزاب پ۲۲)

"کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو اپنے اس معاملے میں ان کے لئے کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا"۔

ویقولون امنا باللہ وبالرسول واطعنا ثم یتولی فریق منھم من بعد ذالک وما اولئک بالمومنین ○ واذادعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم اذافریق منھم معرضون (سورۃ النور پ۱۸)

"وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور ہم نے اطاعت قبول کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق منہ موڑتا ہے۔ یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں اور جب ان کو بلایا جاتا ہے اللہ اور رسول کی طرف تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرتے تو ان میں سے ایک

Scanned with CamScanner

فریق منہ موڑ جاتا ہے"۔

انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولو اسمعنا واطعنا واولئک ھم المفلحون (سورۃ النور پ۱۸)

"ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جائیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

اسلامی حکومت میں خدا رسول اور اسلامی حکمران کی حیثیت:۔

(الف) یایھا الذین امنو اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر (سورۃ النسا پ۵)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے اولی الامر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو"۔۔۔۔

مذکورہ بالا قرآنی حکم سے درج ذیل احکامات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کا ہر اطاعت پر مقدم ہونا۔

۲۔ اولی الامر (اسلامی حکمران) کی اطاعت کا اللہ اور رسول کی اطاعت کے تحت ہونا۔

Scanned with CamScanner

۳۔ یہ کہ اولی الامر اہل ایمان میں سے ہو۔

۴۔ یہ کہ لوگوں کو حکام اور حکومت سے نزاع کا حق ہو۔

۵۔ یہ کہ نزاع کی صورت میں ایک ایسا ادارہ ہونا چاہیے۔ جو اولی الامر اور عوام کے دباؤ سے آزاد رہ کر اس بالاتر قانون کے مطابق جملہ نزاعات کا فیصلہ دے۔

اسلامی حکومت میں خدا اور اس کے رسول کے ساتھ ساتھ فرمانروائے سلطنت یا ایوان کو شرعی نگران کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اسلامی حکومت کا پورا ڈھانچہ خلافت کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ جس کی تصریحات راقم کی کتاب "خلافت و حکومت" میں موجود ہیں۔

گذشتہ بطور مثال پیش کی جانے والی قرآنی آیات سے اسلامی حکومت کے سرسری ڈھانچہ اور اس کی قیود کا تعین سامنے آچکا ہے۔ اسلام کے اس حقیقی ماخذ اور متن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور خلفاء راشدین کے طرز حکومت کی روشنی میں نہایت آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔

اسلامی حکومت کے ارکان دولت کے لئے خصوصی ہدایات:۔

مامن وال یلی رعیت من المسلین فیموت وھو غاش لھم الاحرم اللہ علیہ الجنتہ (از بخاری کتاب الاحکام باب ۷)

"کوئی حکمران جو مسلمانوں میں سے کسی رعیت کے معاملات کا سربراہ ہو۔ اگر اس حالت میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دھوکہ اور خیانت کرنے والا تھا تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا"

مامن امیر یلی امر المسلمین ثم لایجھد لھم ولا ینصح الالم یدخل معھم فی الجنت۔ (از مسلم کتاب الامارہ)

"کوئی حاکم جو مسلمانوں کی حکومت کا کوئی منصب سنبھالے۔ پھر اس کی ذمہ داریاں

Scanned with CamScanner

ادا کرنے کے لئے جان نہ لڑائے اور خلوص کے ساتھ کام نہ کرے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں قطعاً داخل ہو گا"

یا اباذر انک ضعیف وانها امانته وانها یوم القیامته خزی وندامت الامن اخذ بحقها وادی الذی علیه فیها۔ (از کنز العمال ج ٦ ١٢٢)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا) اے ابوذر۔ تم کمزور آدمی ہو اور حکومت کا منصب ایک امانت ہے۔ قیامت کے روز وہ رسوائی اور ندامت کا موجب ہو گا۔ سوائے اس شخص کے جو اس کے حق کا پورا پورا لحاظ کرے اور جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ اسے ٹھیک ٹھیک ادا کرے"۔

من اخون الخیانته تجاره الوالی فی راعیته (از کنز العمال ج ٦ ص ٧٨)

"کسی حاکم کا اپنی رعیت سے تجارت کرنا بدترین خیانت ہے"۔

خادما اولیس له مسکن فلیتخذ مسکنا۔ اولیس له دابت فلیتخذ دابته۔ فمن اصاب سوی ذالک فهو غال او سارق (از کنز العمال حدیث نمبر ٣٤٦)

"جو شخص ہماری حکومت کے کسی منصب پر ہو وہ اگر بیوی نہ رکھتا ہو تو شادی کرے۔ اگر خادم نہ رکھتا ہو تو ایک خادم حاصل کر لے۔ اگر گھر نہ رکھتا ہو تو گھر لے۔ اگر سواری نہ رکھتا ہو تو سواری لے لے۔ اس سے آگے جو شخص قدم بڑھاتا ہے وہ خائن ہے یا چور"

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں:

من یکن امیرا فانه من اطول الناس حسابا واغلظه عذابا ومن لایکون امیرا فاذنه من

Scanned with CamScanner

الیسر الناس حسابا واھونہ عذابا لان الامراء اقرب الناس من ظلم المومنین و من یظلم المومنین فانما یخفر اللہ (از کنز العمال ج ۵ حدیث نمبر ۲۵۰۵)

"جو شخص حکمران ہو اس کو سب سے زیادہ بھاری حساب دینا ہو گا اور وہ سب سے زیادہ سخت عذاب کے خطرے میں مبتلا ہو گا اور جو حکمران نہ ہو اس کو ہلکا حساب دینا ہو گا اور اس کے لئے ہلکے عذاب کا خطرہ ہے کیونکہ حکام کے لئے سب سے بڑھ کر اس بات کے مواقع ہیں۔ کہ ان کے ہاتھوں مسلمانوں پر ظلم ہو اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے وہ خدا سے غداری کرتا ہے"

حضرت عمرؓ کہتے ہیں:

لو ھلک حمل من ولد الضان ضیاعا بشاطئ الغرات خشیت ان یسالنی اللہ (از کنز العمال ج ۵ ص حدیث نمبر ۲۵۲)

"دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی اگر ضائع ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے باز پرس کرے گا"۔

اسلامی حکومت میں اقتدار کی حیثیت خلافت کی ہے:-

اسلام میں خلیفہ کی انفرادی حیثیت کا تقاضا ہے کہ ہم ہر انسان کو خدا کا خلیفہ سمجھیں۔ اسی تصور کے پیش نظر انسان کو جس خدا نے اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ اسے اپنے آقا اور مولیٰ کی اطاعت شعاری اور فرنبرداری کو ہر قدم پہ ملحوظ رکھنا ہو گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ خلیفہ تو خدا کا ہو اور اس کی زندگی کے تمام اطوار خدائی احکام کے خلاف ہوں۔ خالق حقیقی نے انسان کو پیدا کر کے اس کا مقصد ہی اپنی اطاعت و عبادت قرار دیا ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (سورۃ ذاریات پ ۲۷)

"(اللہ) نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔"

انسان اگر خدائی احکام سے بغاوت کر کے نفسانی خواہشات پر چلتا ہے۔ تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے خالق کی ہدایات ہی کا باغی نہیں ہوا بلکہ وہ اپنے مقصد زندگی کو پس پشت ڈال رہا ہے اسے غور کرنا چاہیے کہ اگر بجلی کی ٹیوب لائٹ اور لاؤڈ سپیکر۔ جس کام کے لئے وہ وضع کئے گئے ہیں۔ ان پر پورا نہ اتریں اور ٹیوب لائٹ روشنی نہ دے سکے۔ لاؤڈ سپیکر آواز آگے نہ پہنچا سکے تو ان دونوں چیزوں کی قیمت ختم ہو جاتی ہے۔ مقصد صناعت کی انجام دہی کے بغیر ان کا وزن اور وقعت باقی نہیں رہے گی۔ بالکل اسی طرح جب پیدا کرنے والے خالق نے انسان کا مقصد زندگی ہی اپنی عبادت واطاعت قرار دیا ہے اور اس کی تخلیق سے قبل ہی اس کی روح کو پیدا کر کے اس سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا جا چکا ہے تو اس کی حیثیت بھی خدا کے خلیفہ اور نمائندہ کی بنا دی گئی ہے تو اب اگر وہ خدائی احکام سے منحرف ہوتا ہے۔ تو اسے یہ بات جان لینی چاہیے کہ وہ اپنا مقصد زندگی کھو چکا ہے۔ اس نے اپنے مالک کی طرف سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے بغاوت کی ہے وہ انسانی زندگی میں صرف عبودیت الٰہی پر عمل کرنے کا ذمہ دار ہے۔ دنیوی امور بھی اس اصلی مقصد کے تابع ہو کر ادا کر سکتا ہے۔

قرآن کا بیان ہے کہ

واذقال ربک للملائکہ انی جاعل فی الارض خلیفہ

(سورۃ بقرہ پ ۱ القرآن)

ترجمہ:۔ "اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ بے شک میں بناؤں گا زمین میں خلیفہ"

اجتماعی خلافت ونیابت کی ذمہ داری

خدا کی طرف سے انسانوں پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ جب زمین کے کسی خطے پر خدائی حکومت قائم کریں تو اس کی عمارت کو خلافت کی اجتماعی ذمہ داریوں کی بنیاد پر استوار کریں۔

اسلام کی ہر حکومت کو حکومت الہیہ۔ اور نظام مصطفیٰ کی حامل گورنمنٹ بھی کہا جا سکتا ہے تاہم اس کی حیثیت نظام خلافت کی ہے اگر یہ نظام من وعن محمدی شریعت کے عین مطابق قائم ہو اور عزیمت و مرتبت میں پورا نظم مملکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں ہی پر کھڑا کیا گیا ہو تو اسے اسلامی اصطلاح میں نظام خلافت راشدہ اور خلافت علی منھاج النبوۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ اسلامی حکومت جو خدائی احکام کی شاہراہ پر قائم کی جاتی ہے وہ حقیقت میں خلافت کی حامل سلطنت کہلاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال میں قرآن کی شکل میں جو دنیائے عالم کے لئے سب سے اعلیٰ وارفع صحیفہ فطرت نازل ہوا۔ اور انسانوں کی فلاح وکامرانی کے سب سے اعلیٰ چارٹر قرآن کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لوح قلب پر اتارا گیا اس ضابطے کو دنیا میں خدا اور رسول کی منشا اور توقع کے عین مطابق جس دور میں زمین کے سینے پر نافذ کیا گیا۔ وہی دور خلافت راشدہ ہے۔ جس کے انعقاد کا سہرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خلفاء اور انتہائی قابل اعتماد رفقاء کے سر باندھا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت فیض سے اپنے خدوخال کو سنوارا تھا۔ آپ ہی کے مقدس دور سے ابدی اسلامی ضابطوں سے حظ وافر پایا تھا۔ ان سے بہتر کون

سی جماعت اس خدائی نظام کو خدا کی زمین پر نافذ کرنے کا اعزاز حاصل کر سکتی ہے۔

خلفاء اسلام میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت حسنؓ حضرت معاویہؓ حضرت عبداللہؓ کا نام نمایاں ہے۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور نبوت سے روشنی پا کر اسی روشنی کو نصف دنیا پر بکھیر اتھا۔

قرآن نے خلفاء اسلام کی حکومتوں کے قیام اور خلافت کے انعقاد کی ان الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ۵۰ سال تک پوری ہوتی رہی۔

خلافت راشدہ کے بارے میں قرآنی پیشین گوئی:۔

(۱)　ان الارض یرثھا عبادی الصالحون

(سورۃ انبیاء پ۱۷)

"بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہیں۔"

(۲)　الذین ان مکناھم فی الارض اقامو الصلوہ واتوالزکوہ　(سورۃ حج پ۱۷)

"جن لوگوں کو زمین میں تم خلافت دیتے ہیں وہ نماز کو قائم کرتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔"

(۳)　وعداللہ الذین امنو منکم و عملو الصلحت لیستخلفنھم فی الارض　(سورۃ نور پ۱۸)

"وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے رہے۔ ضرور انہیں خلیفہ بنائے گا زمین میں۔"

قرآن کے ان صریح احکامات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قائم

ہونے والی اسلامی خلافت کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

ہم یہاں یہ بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام میں کسی قسم کی موروثی حکومت کا بھی کوئی تصور نہیں۔ اسلام نے کسی جگہ کسی خلیفہ کی جگہ اس کے بیٹے کو (بطور بیٹا ہونے) جانشین مقرر کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اگر کسی جگہ ایسا ہو تو اس میں اس کی صلاحیت اور اہلیت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

دوسری طرف اسلام کے بالکل متوازی شیعہ کا نقطہ نظر ہے۔ جس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے داماد حضرت علیؓ کو آپ کا جانشین تسلیم کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں ان کے صاحبزادے حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت زین العابدینؒ حضرت باقرؒ حضرت جعفر صادقؒ حضرت رضا کاظمؒ حضرت موسیٰ کاظمؒ حضرت نقی علی حضرت تقی علی حضرت حسن عسکریؒ کو بالترتیب ایک دوسرے کا جانشین تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ سب لوگ حضرت علیؓ کی اولاد میں شامل تھے۔ شیعہ نقطہ نظر نے اسلام کو موروثی نظام کا حامل بتا کر اسلام کی آفاقی حیثیت کو چیلنج کیا ہے۔

پھر یہ بات بھی تاریخ کے مسلمات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت حسنؓ۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر سریر آرائے خلافت ہوئے۔

اسلام کا یہی نقطہ مسلمانوں کے تمام طبقات میں تسلیم کیا گیا ہے اور حقیقت واقعہ اور تاریخی صداقت بھی اسی نقطہ نظر کی تائید کرتی ہے۔ جبکہ شیعہ کا نقطہ نظر ایک طرف اسلام کو موروثی بادشاہت کا حامل قرار دیتا ہے۔ دوسری طرف حقائق و واقعات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

جس خدا نے خلافت کی قرآن میں پیشین گوئی کی تھی آئندہ آنے والے واقعات کا اس کے خلاف وقوع پذیر ہونا ممکن ہی نہیں۔

Scanned with CamScanner

شیعہ نے حضرت علیؓ کی اولاد میں جن دس گیارہ بزرگوں کو اپنا پیشوا قرار دیا ہے۔ اسلامی تاریخ میں بھی وہ قابل قدر اور برگذیدہ حضرات تھے۔ لیکن ان میں کسی نے اپنے آپ کو نہ تو اسلامی خلافت کے لئے پیش کیا نہ ہی حضرت حسن کے علاوہ ان میں کوئی حکومت کی مسند پر براجمان ہوا۔ حضرت حسنؓ کے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اسلامی خلافت کا اجماع بھی حضرت معاویہؓ پر ہو گیا تھا۔ اس طرح قرآن عظیم نے جس خلافت کی پیشین گوائی کی تھی۔ جن خلفاء کے ہاتھ فتوحات اور اسلامی شوکت کی وسعت کا اعلان کیا گیا تھا آنے والے واقعات نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ لوگ حضرات ابوبکر و عمر و عثمانؓ و علیؓ ہی تھے۔ جنہوں نے اسلام کی ریاست کو مدینہ منورہ سے مراکش ہندوستان اور پرتگال تک وسیع کر دیا تھا۔

آٹھواں باب --- دوسرا حصہ

اسلام کا نظام حکومت

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ دنیا میں سب سے بڑی قوت کا نام کیا ہے۔ ایسی قوت جس کے سامنے قوموں، ملکوں اور سلطنتوں کی شوکت بھی ہیچ ہو، ایسی قوت جس کے مقابلے میں بڑی سے بڑی شخصیتوں اور بڑے بڑے فاتحوں اور جرنیلوں کے چراغ بھی بجھ گئے ہوں، بڑی سے بڑی طاغوتی طاقتوں کی ساری حشمت سرد ہو گئی ہو تو اس کا صاف جواب یہ ہے وہ قوت، "مذہب" کی ہے۔ جس سے زیادہ طاقتور اور مضبوط کوئی چیز نہیں، قوت کے لحاظ سے دوسرا نمبر حکومت کا ہے۔ لیکن مذہب کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں، پھر اگر حکومت بھی مذہبی ہو تو اس کی بنیادوں کی مضبوطی میں کوئی کلام نہیں۔

جمہوری اور اشتراکی حکومتوں کی ناکامی اور لادین عناصر کے تمام تجربات کی پامالی کی اصل وجہ یہی ہے کہ ان حکومتوں کے نیچے، کسی بھی مذہبی طاقت کا سہارا نہ تھا۔ اسی لئے کمیونزم نے ایک صدی بھی نہ گذاری کہ اس کے سارے ستون گر گئے۔ مغربی جمہوریت کو کئی تجربوں سے گذر کر بھی ابھی اپنے خدوخال میں کئی تبدیلیاں کرنی پڑیں، لادین ضابطوں، سیکولر قواعد اور مذہب کی غیر مرئی طاقت کے بغیر کاغذی قوانین کے تمام تجربات ناکام ہو چکے ہیں۔ انسانوں کے بتائے ہوئے ضابطے خالق حقیقی کے اصولوں کا کیونکر مقابلہ کر سکتے ہیں۔

حکومت کا مفہوم:۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۱ ص ۹ پر ج کے بلنچلی کے نظریہ سلطنت کے

Scanned with CamScanner

مطابق حکومت کا مفہوم یہ ہے۔

"حکومت ایک ایسی ہیئت حاکمہ سے عبارت ہے۔ جو انسان کی اجتماعی زندگی میں جہانگیری اور جہانبانی کا تصور پیش کرتی ہے۔ یہ ہیئت حاکمہ زمین کے کسی مخصوص خطے پر اپنے اقتدار و اختیار کے مطابق انسانی دنیا کو ایک نظم اور قاعدے کے مطابق چلانا چاہتی ہے"

(بحوالہ اسلام کا نظام حکومت ص ۱۸)

افلاطون کہتا ہے۔

"حکومت کی اصلی خوبی یہ ہے کہ اس کے دائرے میں قوم کے ہر فرد کو وہ درجہ حاصل ہو، جس کا وہ مستحق ہے، قوم کا ہر فرد ایک احتیاج رکھتا ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کو پورا کرے۔

(از کتاب الاخلاق ص ۲۸۴)

مصری مفکر احمد امین کے مطابق حکومت کا مفہوم یہ ہے۔

"حکومت قانون اور نظم کی وہ اعلیٰ ہیئت ہے جو قوم کے ہر فرد کی ذاتی ترقی کے لئے مرکز اور منشا بنتی ہے اور ایک آسان وسیلہ کی حیثیت اختیار کر کے قوم کے تمام طبقوں کو اس کے حقوق مہیا کرتی ہے۔ حکومت ہی ایک متوازن سوسائٹی کے قیام کا موجب ہوتی ہے۔

(از کتاب الاخلاق ص ۲۸۲)

ارسطو کے مطابق حکومت جو ہر انصاف کو عام کرنے کا نام ہے۔ ابن خلدون کے مطابق حکومت انسانی ضرورتوں کو قاعدے اور ضابطے کے مطابق پورا کرنے کا نام ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے پیروکار علامہ ابو البقاء نے گیارہویں صدی میں حکومت کا

مفہوم ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

"حکم اور امتناعی حکم کی صورت میں ایسا تصرف جس کا مقصد اور منشا اصلاح ہو"۔　(از کلیات ابو البقا ص ۲۸۰)

حکومت کے اس مفہوم کا حاصل یہ ہے کہ ایسی اجتماعی ہیئت جو انسانوں کی فلاح و بہبود اور ان کی اصلاح کے لئے وجود میں آئی ہے۔

حکومت کے اس مفہوم کے بعد ہم یہ دیکھیں گے کہ اس کی اصلی غایت کے معیار پر اسلام سے بہتر کون سا نظام پورا اترا ہے۔

حکومت کی حقیقی تقسیم:۔

عہد آفرینش سے آج تک جتنی حکومتیں دنیا میں قائم ہوئی ہیں۔ وہ دو قسم پر تھیں۔ مذہبی اور لامذہبی ان دونوں کو ہم دینی اور دنیاوی حکومتوں کے دائرے میں بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔

حکومت کی اس تقسیم پر ہندوستان کے ممتاز مفکر مولانا حامد الانصاری غازی مرحوم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب اسلام کا نظام حکومت میں اس طرح روشنی ڈالی ہے۔

"نظریہ دینی یعنی وہ مثالی حکومت جو قانون سازی، اجرائے قوانین اور نفاذ اسلام کے دائرے میں انسانیت عامہ کے ضوابط اجتماعی سے متاثر ہو کر ایک بلند اور برتر وجود کے مافوق الادراک آئینی اقتدار، قانونی بالادستی اور حق قانونسازی کا زندگی کے ہر شعبہ میں اعتراف کرتی ہو، اپنے تمام سیاسی افکار و عمل میں مذہب کی حاکمیت کو ایمان و یقین کا معیار قرار دیتی ہو، نظریہ نبوت و آخرت پر ایمان رکھتی ہو۔۔ مادی عناصر کے لئے روحانی عوامل کو بشریت کی اصلاح اور ترقی کا واحد ذریعہ تصور کرتی ہو، اور سب سے پہلے اور سب سے

Scanned with CamScanner

آخر اللہ کو کارخانہ عالم اور کائنات کے اجتماعی نظام کا موجد اور اس کے طاقتور ارادہ کو متصرف سمجھتی ہو۔۔ ایسی حکومت کا ظہور جہاں کہیں ہو اور جب بھی ہو، اس کو نظریہ دینی اور نظریہ ربانی کی حکومت قرار دیا جائیگا۔ نظریہ دنیاوی یعنی وہ حکومت جو اپنی وضع و ساخت میں خدائی پیغام کی برکت سے محروم ہو۔ جس کے قوانین، ضوابط اور احکام کے بنانے اور بگاڑنے میں تنہا اور تنہا انسان کے دماغی پندار اور عقلی غرور کا دخل ہو۔ جو دنیا میں ہوا کے رخ پر بگڑی ہوئی گھڑی کے پنڈولم کی طرح کبھی ادھر کبھی ادھر حرکت کرے، کبھی آہستہ، کبھی تیز، کبھی متحرک اور کبھی ساکن ہو، جو دنیاداری کے خالص مادی حوائج پر مبنی ہو، جس کا مدار نفس کی آزاد خواہشیں ہوں، ظلوم و جہول انسان کے بے مہار ارادے، بے فیض اعمال اور بے قید علوم و فنون ہوں، ایسی حکومت دنیوی طرز کی حکومت ہوگی جس کو انسانی حکومت کا خطاب دینا بھی صحیح ہے۔

مختصر یہ کہ حکومت اگر دین کی ازلی و ابدی صداقتوں کے ماتحت ہو تو دینی ہے اور اگر صرف دنیاداری کیلئے ہو تو دنیاوی ہے۔ حکومت کا سب سے بڑا کام انسانیت عامہ کی اصلاح ہے اگر یہ کام مذہب کی اصلاحی حکمت عملی کے ماتحت کیا جائے تو یہ دینی حکومت ہوگی۔

اسلامی حکومت کی اساس کیا تھی:۔

اسلام کی پہلی حکومت

عصر حاضر کی تمام بڑی بڑی سلطنتوں میں کوئی ملک جغرافیہ اور وسعت کے لحاظ سے خلافت راشدہ کے دور کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کسی مملکت کی صرف یہی کامیابی نہیں کہ وہاں کارخانے زیادہ لگ رہے ہیں، مشینری بام عروج پر ہے، فوج بہت بڑی ہے، زرعی پیداوار

Scanned with CamScanner

زیادہ ہے، ایٹمی توانائی حیرت انگیز ہے، فی کس آمدنی سب سے زیادہ ہے، معدنیات زیادہ مہیا ہو رہی ہیں، بڑی بڑی بلڈنگیں اور فلک بوس عمارتیں موجود ہیں۔ بلکہ دنیا کی کامیاب ترین حکومت اور اعلیٰ دستور کی حامل سلطنت صرف وہی ہو سکتی ہے جہاں رعایا کو ہر قسم کے بنیادی حقوق میسر ہوں، اقلیتیں تک خوشحال ہوں، حقیقی طور پر ایک ہی لاکھ امن ہو، بے روزگاری کا نام و نشان نہ ہو، امیر امیر تر نہ ہو، انسانیت کے ہر طبقے کا احترام ہو، عدلیہ اور انتظامیہ بالکل الگ الگ ہوں، سربراہ مملکت کو ایک ایک فرد کی ضروریات سے آگاہی ہو، تعلیم و تربیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہو، معاشی زندگی میں ایسا نہ ہو کہ ایک طبقہ اتنا خوشحال ہو اس کا معیار زندگی اتنا بلند ہو کہ اس کے کتوں کو مکھن ملے اور اس ملک میں دوسرے طبقہ کو لسی کا ایک گھونٹ بھی میسر نہ ہو، غریبوں کے بچوں کے لئے سخت بیماری کی حالت میں نبض دیکھنے والا ڈاکٹر بھی میسر نہ ہو اور امراء کے پیشاب اور پاخانہ ٹیسٹ کرنے کے لئے سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی قطاریں موجود ہوں، ایمبولنسوں کی لائنیں لگی ہوئی ہوں معاشی اونچ نیچ میں ایک طرف محنت کش مزدوروں اور ناداروں کے بچوں کے لئے بیرون ملکوں سے اعلیٰ معلم آکر ائرکنڈیشنڈ کمروں اور نرسریوں میں بچوں کو تعلیم دیتے رہیں۔ سرمایہ دار ایک غریب کی کمائی سے فائیو سٹار ہوٹلوں میں عیش و عشرت کے طاؤس نچائے، قحبہ خانوں میں ایک ایک شب میں ہزاروں روپیہ خرچ کر ڈالے۔ دوسری طرف غریب انسان غربت کی چکی میں پستے رہیں۔ راتیں فٹ پاتھوں پر بسر کریں۔

کسی ملک نے اگر اسلحہ میں ترقی کر لی، ایٹمی توانائی میں اعلیٰ مقام پالیا، تو کیا ہوا!، آزادانہ نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو قدرتی مظاہر کے ذریعے مشینی انسان اور مشینی فکرو سوچ کو کبھی ترقی کی اوج ثریا کا حامل نہیں کہا جا سکتا۔ جب کہ اس کی مملکت میں انسان کی فکر و سوچ پر پہرے بٹھا دے جائیں، اختلاف کرنے والوں کو کارخانوں کی بلند و بالا چمنیوں میں ڈال کر راکھ کر دیا جائے۔ صرف معاشی ذرائع ہی کو زندگی کا اصلی مقصد سمجھ لیا جائے۔

Scanned with CamScanner

روٹی دے کر انسان کی آزادی، سوچ، فکر اور رائے کو خرید لیا جائے۔

آیئے ہم آپ کو آج اسلام کی پہلی حکومت کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔ جو اپنے وقت میں دو بڑی طاقتوں سے نبرد آزما بھی تھی۔ جس کے حکمران اپنے دور کے تقاضوں کے عین مطابق اسلحہ جمع کرتے اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو زیر و زبر بھی کرتے ہیں۔ کسی نے ہٹلر کی طرح مفتوح اقوام کی لاشوں کے مینار نہیں بنائے اور نپولین کی طرح ان کی مجبوریاں نہیں خریدیں۔ بلکہ مفتوحہ اقوام کو اخلاق و کردار کے ذریعے اسلام کا پیراہن اوڑھایا۔ ان کے دور میں مختلف نسلوں کے لوگ موجود تھے۔ سفید و سیاہ فام باشندوں کی بستیوں پر بھی ان کی حکومتیں قائم ہوئی تھیں۔ عرب و عجم اور یورپی اقوام ہی ان کے زیر نگین نہیں تھیں، بلکہ وہ شام سے پرتگال تک اور مدینہ سے کابل کی سرحدوں تک حکومت کرتے تھے۔ اس دور میں کارخانے نہ تھے، صنعتیں موجود نہ تھیں، ہوائی جہاز اور ریل کا انتظام نہ تھا، معاشی ذرائع کی موجودہ فراوانی نہ تھی۔ مختلف اقوام و قبائل اور مختلف الوان و زبان کے حامل ان کی رعایا میں تھے۔ ایرانی، عراقی، شامی، لبنانی، افریقی، ہندوستانی، افغانی، مکرانی اور بدو بھی ان کی رعایا میں تھے۔ مغربی خطوں کے لوگوں پر بھی انہوں نے برس ہا برس حکومتیں قائم کیں۔ کہیں بھی سفید اور سیاہ فام کے جھگڑے نہ اٹھے۔ کسی نے معاشی تنگدستیوں پر جنگ نہ کی، کوئی بستی رنگ و نسل کے تفاوت پر بغاوت پر نہ اتری۔ آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ خلفاء راشدین کے ادوار میں عیسائیوں، یہودیوں، صابیوں، آتش پرستوں کی بڑی بڑی آبادیاں ان کے زیر نگیں تھیں۔ مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود کسی جگہ مذہبی فسادات رونما ہوئے، کسی نے اقلیتوں کے حقوق نہ دبائے، کہیں بھی افلاس و غربت اور معیار زندگی کے تفاوت کا جھگڑا نہ اٹھا۔ خلفاء نے کھلی کچہریاں لگائیں، عدالتیں اتنی آزاد بنائیں کہ فرمانروائے حکومت بھی ان کے سامنے جوابدہ تھا۔ خلفاء نے راتوں کو خود پہرے دیئے، غریبوں کے دروازوں پر جا کر ان کی

حاجتیں پوچھیں، بیواؤں کے پانی بھرے، یتیموں کے لئے فنڈ مقرر کئے، بچوں کے لئے وظائف متعین کئے، گورنروں کی خود نگرانیاں کیں، عمال حکومت کو بر سر عام سزائیں دیں، تعلیم و تربیت کا لازمی قانون جاری کیا، ہمسایوں سے اچھے سلوک رکھے، امور خارجہ اور امور داخلہ میں دیانتدار اور متقی لوگوں کو متعین کیا، خدا کا خوف رکھنے والے، رعایا کی داد رسی کرنے والے، راتوں کو خدا کے سامنے رونے والے، دینی تعلیم سے مکمل واقف افراد مختلف محکموں میں مقرر کئے۔ مملکت کے بیسیوں صوبوں پر کڑی نگاہیں رکھیں۔ فوج، پولیس، قاضی اور گورنروں تک کو قانون کا پابند بنایا۔ ایک ایک بستی، ایک ایک شہر، ایک ایک صوبہ، ایک ایک خاندان، ایک ایک قبیلہ اور ایک ایک قوم کے بنیادی حقوق، ضروریات اور مسائل کا ہر وقت ہر آن جائزہ لیا۔

جغرافیائی طور پر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت اور سب سے بڑے اسلامی دور کو آج رہنمائی کے لئے پھر سے دنیا کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ تصریحات ہر ملک کے حکمران، ہر صوبہ کے گورنر، ہر ضلع کے حاکم، ہر عدالت کے جج اور ہر علاقے کے رئیس تک پہنچیں۔

کس قدر افسوس ہے کہ آج امریکی، برطانوی، فرانسیسی، بھارتی اور روسی قوانین میں بہت سی باتیں اسلام کے اسی درخشندہ عہد سے ماخوذ ہیں۔ بہت سی حکومتوں نے مختلف ادوار میں اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے اسی کو مملکت کے اساسی دستور میں شامل کیا۔ لیکن آج کا بے حس مسلمان، مغربی پروپیگنڈہ سیکولر ذہنیت اور جہالت و غوایت کا پیکر دانشور اور سیاستدان اپنے ملک میں دستور کے نفاذ کے لئے کبھی فرانسیسی نظام کا معائنہ کرتا ہے، کبھی روس کے بالشویک انقلاب پر اپنا لائحہ عمل وضع کرنا چاہتا ہے، کبھی لینن کی کتابوں سے اصول وضع کرنا چاہتا ہے۔ عالم اسلام کے لیڈر اور حکمران کبھی امریکی اصلاحات کا جائزہ لیتے ہیں، کبھی برطانوی قوانین کو اپنے ملک میں نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ کس

Scanned with CamScanner

قدر افسوس ہے کہ دوسروں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں سے روشنی حاصل کرنے والوں کو اپنے گھر میں چمکتا ہوا روشن سورج نظر ہی نہیں آتا۔ اسلام کے اس آفتاب کی روشنی سے وہ حصہ نہیں پاتے، اس کے فطری قوانین اور اعلیٰ طرزِ حکومت سے لمعہ افروز نہیں ہوتے۔

یہ احساس کمتری اور حماقت کا کتنا بڑا کرشمہ ہے کہ جن کا دین ایک لازوال دستور زندگی عطا کرتا ہے، بے مثال حکومت کی اصلاحات رکھتا ہے، انسانیت کے عظیم منشور اور بنیادی حقوق کا چارٹر رکھتا ہے۔ اس کے نام لیوا کبھی اس دین کو سیاست سے علیحدہ کرنے کی باتیں کرتے ہیں، کبھی اپنے عالمگیر مذہب کو نماز، روزہ اور عبادات تک محدود کرنا چاہتے ہیں، کبھی اسلام کے معاملے میں اسے صرف خدا اور بندے کا معاملہ قرار دے کر اسلام پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کو عیسائیت اور یہودیت کی طرح خیال کیا۔ وہ مذہبی زندگی کو معاشرتی سیاسی عمرانی، اخلاقی، ملکی اور قومی امور سے دور رکھنے لگے۔ ہم آئندہ سطور پر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام زندگی کے پورے نظام کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ صرف قرآن و حدیث کے اوراق ہی کی زینت نہیں بلکہ اسلام کے سیاسی اور عالمی دستور العمل کو نصف صدی تک دنیا میں حکومتی قانون کی حیثیت بھی حاصل رہی ہے۔ مسجدیں بھی اسلام کی سیاست کا مرکز بنی رہی ہیں۔ نصف صدی تک دنیا پر حکومت کرنے والے خلفاء راشدین نے دینی مراکز کو ہی اسلامی سیاست کا محور بنا دیا تھا۔ ہر ظلم کے خلاف آواز بھی مسجد ہی سے اٹھتی رہی ہے۔ اگر آج کی مسجدوں کے محافظ اور علماء اسلامی عبادات پر عمل کرنے کے باوجود ماحول کے ظلم اور معاشرہ کی زیادتیوں کے خلاف آواز بلند نہیں کرتے تو دراصل علماء کا ایک گروہ بھی لاعلمی اور کج فہمی کا شکار ہے۔ اسے اپنی تاریخ کے چمکتے ہوئے یہ نقوش نظر نہیں آتے۔ ان کو بھی احساس کمتری میں مغربی اور اشتراکی تمدن سے وابستہ کم نظر سیاست دانوں، لیڈروں اور حکمرانوں کی طرح اسلام کا

ایک بار پھر بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی ہی نہیں بلکہ آپ کی دس سالہ مدنی زندگی، خلفاء راشدین کی حکومتوں اور ان کے دستور زندگی پر گہری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

آیئے ہم جائزہ لیں کہ خلفاء راشدین کی حیرت انگیز حکومتوں نے نظم مملکت کی تعمیر و ترقی کے لئے کونسا طریقہ اختیار کیا، ان کے یہاں گورنروں، افسران بالا، قاضی اور رعایا کے حقوق کی نگہداری کے لئے خلفاء نے کیا طریقہ وضع کیا ہے۔ کس طرح انہوں نے جان جوکھوں میں ڈالکر اپنوں اور محافظوں سے خراج تحسین وصول کیا۔ امراء، غرباء اور ہر طبقہ کے افراد کو کونسی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ ان کے قلوب میں رعایا پروری اور انسان دوستی کی کیا اہمیت تھی۔ وہ رعایا کی تکلیف پر کسی طرح بے چین ہو جاتے تھے انہوں نے قانون کی پابندی کے لئے کس طرح خود کو پیش کیا۔ ان کی زندگی کے شب و روز کیسے تھے۔ ان کا خدا کے ساتھ معاملہ کیا تھا وہ خدائی احکامات اور نبویؐ ہدایات کے معاملے میں کس قدر حساس تھے۔ اس کے بعد ہمیں عہد حاضر کی اسلامی سلطنتوں اور مملکت کے سربراہوں اور اسلامی حکومتوں کی نوکر شاہی کو پرکھنے میں بڑی آسانی رہے گی۔ اسلام اور رعایا کے بارے میں حکمرانوں کے دعوؤں اور اسلام ہی اسلام کے نام پر سب کچھ کرنے والے خلفاء راشدین کے ایام و شہود کو پرکھ کر ہم بخوبی اندازلگاسکتے ہیں کہ ہم اور ہمارے حکمران جب اسلام کی باتیں کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسلام سے کتنے دور ہیں اور ہماری ناکامی کی اصل وجہ یہی ہے۔

خلافت راشدہ کا سنہری دور:۔

خلفاء راشدین کا مقصد آنحضرت ﷺ کی قائم کردہ اسلامی ریاست کے مطابق دنیا کی سب سے بڑی دو جبروتی طاقتوں سے مظلوم انسانیت کو نجات دلانا تھا۔ قیصر و کسریٰ

Scanned with CamScanner

کے صفحۂ ہستی سے مٹ جانے کے بعد اسلام ایک تیسری طاقت کی حیثیت سے افقِ عالم پر جلوہ گر ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے خلفاء کا طرزِ حکومت سادگی، عدل، انصاف اور رعایا پروری پر مبنی تھا۔ ان کے عہد میں ظلم و جور کے وہ تمام راستے مسدود کر دیئے گئے تھے۔ جنہیں ایک طویل عرصہ سے ظالم حکمرانوں نے کھول رکھا تھا۔ عہد خلافت میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت نے سکھ کا سانس لیا۔ غریب پروری کے واقعات جب عام ہوئے تو چاروں طرف اسلام ہی اسلام کا شہرہ ہوا۔ عیسائیت، یہودیت، مجوسیت اور صلیبیت کے تمام ہتھکنڈے خاک میں مل گئے۔ عدل و مساوات کے بیت چمنستانوں پر سدا بہار امن و امن کے کنول کھل گئے۔ راحت و سکون اور باہمی الفت و محبت کی متاع گراں مایہ سے لاکھوں انسانوں آنحضرت ﷺ کے طوقِ غلامی کو دنیا کی جھوٹی آزادیوں پر ترجیح دینے لگے۔

خلافت راشدہ کے زمانہ میں حکومت کے تمام انتظامی اور تشریعی امور قرآن و سنت سے طے پاتے تھے۔ جو حکم قرآن و سنت سے نہ ملتا اسے صحابہؓ کی مجلس شوریٰ میں طے کیا جاتا تھا۔

خلفاء راشدین خدائی قانون کے پابند تھے۔ حاکمیت خداوندی یا سیرۃ النبوی ان کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی تھی۔ وہ خود کسی قانون سے بالاتر نہ تھے۔ نہ اپنے لئے کسی امتیاز اور خاص استحقاق کا دعویٰ رکھتے تھے۔

خلافت راشدہ کے دور کی خصوصیات:۔

قرآن و حدیث کی تشریحات کے عین مطابق خلفاء راشدین کے ادوار حکومت میں چار خصوصیات ایسی ہیں جو ان کے مقدس عہد کو دنیا بھر کے تمام قوانین و دساتیر سے ممتاز کر دیتی ہیں۔

مساوات:-

خلفاء راشدین نے جس طرز حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس میں اسلام کے نظریہ مساوات کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ جس کا مطلب کلی مساوات نہیں جو فطرت کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی دو آدمی ایسے نہیں جو ہر لحاظ سے برابر ہوں۔ کوئی حکومت یا ریاست مختلف لوگوں کی ذہنی صلاحیتوں یا جسمانی قابلیتوں کو مساوی سطح پر لانے کی خواہ کتنی ہی کوشش کرے وہ سب بیکار ثابت ہوگی۔ قرآن کا ارشاد ہے:

والله فضل بعضكم على بعض فى الرزق

(سورۃ نحل پ ۱۴)

"اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے رزق میں۔"

اسلام کے نظریہ مساوات کا مطلب ہے۔ "قانونی مساوات" یعنی قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ شہری حقوق و فرائض میں سب یکساں ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلامی مساوات جو ہر شخص کو بلا تفریق رنگ و نسل، بلا امتیاز حسب و نسب یکساں مواقع فراہم کرتی ہے۔ اسلامی حکومت میں کسی شخص کی قدر و منزلت اس کے حسب نسب کی وجہ سے نہیں کی جاتی۔ بلکہ اس کی اہلیت کردار اور خدمت اسلام کی بنا پر کی جاتی ہے۔

آزادی اظہار:-

خلافت راشدہ کی دوسری خصوصیت "آزادی" تھی۔ جو اپنے صحیح خد و خال میں اسلام کا ہی سب سے پہلا شرف ہے۔ خلافت راشدہ میں ایک ادنیٰ شہری بھی مملکت کے بڑے سے بڑے عہدیدار حتیٰ کہ سربراہ مملکت پر بھی تنقید کر سکتا تھا۔ وہ برسرِ منبر اپنے سربراہ سے باز پرس کر سکتا تھا۔ کسی غریب کے محاسبہ کے سوال پر کوئی قانون حرکت میں

Scanned with CamScanner

نہیں آتا تھا۔ کسی کو انتقام کا نشانہ نہیں بنایا جاتا تھا۔ کسی پر امن عامہ کی دفعات لاگو نہ ہوتی تھیں۔ کسی پر ڈی۔ پی۔ آر اور تخریب کاری کے الزام نہیں دھرے جاتے تھے۔ وہاں سوال کرنے والے بھی ایسے مخلص ہوتے کہ اپنے انداز میں ان کا مقصود اصلاح ہوتا۔ کسی طرح بھی تہمت طرازی، مذاق یا بدنیتی کا عیب ان کے قریب نہ پھٹکتا تھا۔

باہمی محبت و اخوت:۔

خلافت راشدہ کی ایک خصوصیت "باہمی محبت اور اخوت" تھی۔ تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی تصور کئے جاتے تھے۔ یہ اخوت اسلامی اس قدر مضبوط تھی کہ اس کے مقابلے میں خونی رشتہ بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ آقا و غلام، سیاہ و سفید، امیر و غریب، عربی و عجمی، کی تفریق ختم ہو گئی تھی۔ رنگ و نسل اور زبان و اقوام کے تفاوت مٹ کر رہ گئے تھے۔ اسلامی اخوت کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ قریبی سے قریبی رشتوں کی بجائے "تقویٰ" کی بنیاد پر باہم ربط و ضبط کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔

عدل:۔

خلافت راشدہ کی ایک اور امتیازی خصوصیت "عدل" تھی۔ اسلامی عدل کی نظر میں کسی بھی آقا اور امیر کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ عدل کے بارے میں مسلم و غیر مسلم سب برابر تھے۔ خلفاء راشدین کا پورا نظام عدل کی بنیاد پر استوار تھا۔ ہر سوسائٹی اور ہر معاشرہ، مملکت کا ہر شعبہ "عدل" کی بہاروں سے مزین تھا۔ غریب و امیر کے لئے عدالتوں میں کوئی ترجیحات نافذ نہ تھیں۔ کسی موقع پر بھی کسی وی۔ آئی۔ پی (V.I.P) کے لئے کوئی رعائت و سہولت نہ برتی جاتی تھی۔ کسی بااثر شخصیت کے لئے علیحدہ قانون نہ تھا۔ عدالتوں کی حاضری سے خلیفہ وقت بھی مستثنیٰ نہ تھا۔ تمام ارکان دولت صرف خلیفہ وقت کے سامنے جوابدہ نہ

Scanned with CamScanner

تھے بلکہ ان کے قلوب میں خدا اور رسول ﷺ کی ناراضگی کا خوف بھی طاری رہتا تھا۔

خلافت راشدہ کے دور میں ہر شخص کو دوہری ذمہ داری کا احساس رہتا تھا۔ محکمہ احتساب کے سامنے جوابدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسے خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا ڈر بھی تھا۔ احتساب کی سختی کے باعث کوئی شخص اعلانیہ جرم کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ پوشیدہ طور پر جرم کرنے سے ہر شخص باز رہتا تھا کہ اس کو اللہ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا یقین تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خلافت راشدہ کے دور میں ایک شہری کی سماجی اور ذاتی زندگی میں کوئی تضاد نہ تھا۔

خلفاء راشدین کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک:۔

خلافت راشدہ کی ایک خصوصیت "غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک" تھا۔ قرآن کے واضح حکم "لا اکراہ فی الدین" (دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں) کے مطابق مملکت کا ہر شخص اپنے مذہب کے معاملے میں آزاد تھا۔ کسی غیر مسلم پر زبردستی اسلام کو مسلط نہیں کیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے خلفاء راشدین نے غیر مسلموں کو ان کی ثقافت، روایات اور رسومات سے کبھی نہیں روکا۔ حتیٰ کہ غیر مسلموں کی ذمہ داری بھی اسلامی حکومت پر ڈالی۔ ان کی آزادی ضمیر، حفاظت اور جان و مال کے معاملات میں مسلمانوں کی طرح انہیں بھی تمام شہری حقوق عطاء کیے گئے۔

خلفاء راشدین کی حکومتیں اسلامی طرز جمہوریت کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔ جس کی بنیاد شورائی اصول تھے۔

آج کل کی اصطلاح کے مطابق اسلام کا طرز حکومت نہ شخصی ہے، نہ مروجہ مذہبی (THEOCRATIC)، نہ اس میں ڈکٹیٹر شپ ہے، نہ پاپائیت، نہ مغربی طرز جمہوریت، نہ

روسی طرز آمریت، نہ فرانسیسی طرز کا معجون مرکب اور نہ ہی چینی طرز کی خود ساختہ اشتراکیت اسلام میں ایسے کسی تخیل کی کوئی گنجائش نہیں۔ جس کے مطابق مطلق العنان بادشاہت قائم ہو یا شخصیت پرستی کو رواج ملے۔ اسلام میں حکمران و خلیفہ تو ایک طرف خود پیغمبر ﷺ بھی حقوق العباد کی ادائیگی اور دنیوی معاملات میں ان ہی قوانین کے پابند ہوتے ہیں، جو عام لوگوں کے لئے ہوتے ہیں۔

خلافت راشدہ کا دور اسلام ہی کی عملی تصویر کا نام ہے۔ بلاشبہ یہ ایسی مذہبی حکومت ہے۔ جس کا منشور اور دستور قانون الٰہی ہے۔ خدائی دستاویز (قرآن) اس کا اصل متن ہے۔ پیغمبر کی زندگی اور کردار اس کی تشریح و تفصیل ہے۔ خلافت راشدہ کی حکومت کو اصل روح کے اعتبار سے "جمہوری" کہا جا سکتا ہے۔ یعنی جس کی بنیاد صائب الرائے افراد کے مشورہ پر ہوتی تھی۔ مغربی جمہوریت میں افراد کی گنتی کا اعتبار ہے۔ مغربی طرز جمہوریت اور اسلامی جمہوریت میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں عددی اکثریت پر ہی تمام فیصلوں کا دارومدار ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی طرف اکاون (51) ووٹ ہوں اور وہ سب جاہل، خود غرض، معاملہ نافہم لوگ ہوں اور اس کے خلاف دو کم یعنی انچاس (49) ہوں لیکن یہ سب معاملہ فہم اور دانا لوگ ہوں تو فیصلہ اکثریت کے حق میں ہوتا ہے۔ جبکہ اسلام میں اس عددی اکثریت کی کوئی اہمیت نہیں۔ اسی مغربی جمہوریت کے بارے میں شاعر مشرق علامہ اقبال نے کس قدر خوبصورت بات کہی ہے۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

خلافت راشدہ کے دور میں نیک اور دانشور احباب کی مجلس شوریٰ قرآن و حدیث کی روشنی میں تمام ملکی قوانین مرتب کرتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ افراد کے نظام حکومت میں نیک لوگوں کے باہمی مشورہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

Scanned with CamScanner

خلافت راشدہ کے جمہوری اصول:-

عصر حاضر کی مغربی جمہوریت سے کوسوں دور عوامی، شورائی اور اسلامی حکومت کے قواعد و ضوابط مندرجہ ذیل تھے۔

(1) خلیفہ کا انتخاب رائے عامہ سے ہوتا تھا۔ خلیفہ کی بیعت کی نوعیت آج کل کے ووٹ کی تھی، مگر ووٹروں کا صائب الرائے ہونا ضروری تھا۔

(2) ہر شخص کو پورا حق حاصل تھا کہ وہ خلیفہ کے کسی عمل یا فعل پر نکتہ چینی کرے۔

(3) خلیفہ اپنے آپ کو لوگوں سے ممتاز یا برتر نہیں جانتا تھا، بلکہ اپنے آپ کو عوام کا خادم سمجھتا تھا۔

(4) خلیفہ کے انتخاب کے لئے مجلس شوریٰ خفیہ رائے شماری بھی کرا سکتی تھی۔

(5) ارباب دانش کھلے عام (بالغ رائے دہی کی بنیاد پر) سربراہ کا انتخاب کر سکتے تھے۔

(6) خلیفہ ہر اہم کام کے لئے عوام کی رائے معلوم کرتا تھا۔ اپنی رائے کو لوگوں پر مسلط نہیں کرتا تھا۔

(7) اسلامی جمہوریت میں پارٹی کی عصبیت کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ خلفاء کے دور میں بھی صحابہؓ کی پارٹیاں تھیں۔ لیکن ان کے ہاں غلط اور صحیح کو پارٹی کی بنیاد پر نہیں بلکہ عدل و انصاف کے ترازو میں تولا جاتا تھا۔ اسلامی طرز جمہوریت کی اصل یہی خلافت تھی

آج کے دور میں دینی اور اسلامی حکومت کس طرح قائم ہو سکتی ہے:-

جدید دور میں مسلمانوں کی حالت:-

مسلم امہ کا یہ المیہ ہے کہ آج سے نصف صدی پیشتر تمام مسلم ممالک غلامی کی

Scanned with CamScanner

زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ برصغیر پاک وہند اور مغربی قومیں برطانوی استبداد کی غلام تھیں۔ جبکہ الجزائری ممالک اور ریاستیں فرانسیسی پنجہ ظلم میں محبوس تھیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب دنیا میں صنعتی دور کا عروج ہوا تو ہم سب نئے نئے آزاد ہوئے تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آزادی کے ساتھ ہی ہم مسلم تشخص کو فروغ دیتے۔ اسلامی وحدت اور ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال پاشا کے ہاتھوں شکستہ خلافت کو از سرنو زندہ کر کے مسلمانوں کی اقوام متحدہ تشکیل دیتے، لیکن ہم جن قوموں کے غلام رہے تھے انہی کے تمدن اور تہذیب کو ہم نے جدید دور میں ترقی کا زینہ سمجھا۔ اس طرح مصر اور الجزائر عرب نیشنلزم کی زد میں آیا۔ برصغیر کے آزاد ہونے والے ممالک برطانوی اقدار ہی کو اپنی کامیابی کی کلید قرار دینے لگے۔ نتیجتاً دنیا بھر کا مسلمان ایک طرف جدید صنعتی ترقی میں سب سے پیچھے رہ گیا۔ بعد میں آزاد ہونے والے چین، کوریا، تائیوان وغیرہ کی مصنوعات اور صنعتی ترقی امریکہ اور جاپان کے مقابلے میں آگئی، آج مسلمان بیچارہ آزادی کے بعد بھی نہ اسلامی اقدار سے ہم آہنگ اپنا عدالتی ڈھانچہ تشکیل دے سکا، نہ اپنا نظام تعلیم اپنا سکا، نہ ہی جدید دور کے تقاضوں کے مطابق سائنسی چکاچوند میں کوئی مقام پا سکا، غیر ملکی قرضوں اور ترقی میں بھی امریکی، جاپانی، برطانوی قوموں کا باج گذار بن گیا۔

آج اگر ہم اپنی اپنی مملکتوں کو اسلام سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کا یہ طریقہ نہیں کہ انگریزی قوانین ہی کو پیوند لگا کر اسلامی بنائیں، بلکہ اس سلسلے میں امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ کے اصول "فک کل نظام" یعنی باطل قوموں کے تمام نظام یکسر مٹا دیئے جائیں "اور ان کی جگہ نیا اسلامی تعلیمی ڈھانچہ جو ہر قسم کی دینی اور سائنسی تعلیم سے آراستہ ہو تیار کیا جائے، نیا عدالتی نظام قائم کر کے اسلامی انصاف کو ہر مظلوم کے دروازے تک پہنچایا جائے۔

دنیا بھر کی مسلم قوموں کی امداد کے لئے عالمی اسلامی جہاد کونسل بنا کر دنیا کے ڈیڑھ

Scanned with CamScanner

اور مسلمانوں کو جدید ہتھیاروں سے لیس کیا جائے۔

یہودیوں، عیسائیوں اور غیر ملکی قوموں سے قرضوں کا سلسلہ رفتہ رفتہ بند کر کے خود انحصاری کی پالیسی کو فروغ دیا جائے۔

آج کے دور میں مکمل اسلامی نظام کا نفاذ ہی مسلمانوں کی وحدت کو باقی رکھ سکتا ہے۔ جو ملک اسلام کے لئے قائم ہوا ہے۔ جن قوموں کو اسلام ہی نے فضیلت دے کر دیگر قوموں پہ سرفراز کیا ہو وہ اسلام کو اپنے پانچ فٹ کے جسم پر بھی نافذ نہ کر سکیں۔ تو ان کا دعویٰ اسلام کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے دینی ملکوں میں اسلام کا نفاذ کیوں نہیں ہو رہا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ اکثر حکمرانوں کو اسلام کے نفاذ کی صورت میں اپنی غیر اسلامی حرکتوں کو چھوڑنا پڑے گا۔ جس کے لئے وہ تیار نہیں اور دوسرا یہ کہ اکثر حکمران اسلام سے ناواقف ہیں، انہیں اسلامی دفعات اور اصولوں پر خود ہی اعتماد نہیں۔ وہ خدائی حکومت کے قیام کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ان کو تو شاید علم نہیں، وہ انگریزی تعلیم سے آراستہ ہو کر محمدی تعلیم کو فروغ کس طرح دے سکتے ہیں۔ مغربی حکومتوں کے سائے میں پل کر جوان ہونے والے اسلامی حکومتیں کس طرح قائم کر سکتے ہیں۔ ہماری قوم کا مزاج ہی ایسا بن گیا ہے۔ جو حاکم غیر ملک سے پڑھ کر آئے، اسے اپنے ملک کی نہ زبان آتی ہو نہ وہ اپنے وطن کا لباس پہن سکتا ہو۔ اس کا امتیاز صرف یہ ہو کہ وہ مسیحی تہذیب سے آراستہ ہو۔ جس اسلامی نظریہ کے حامل ملک پر وہ حکمرانی چاہتا ہے۔ اس کے نظریہ سے ذرا بھی شناسائی نہ رکھتا ہو تو اسے منتخب کر کے اقتدارتی ایوانوں میں بٹھا کر ہم اس سے اسلام کے نفاذ کے امیدوار بن جاتے ہیں۔

یہ وہ دھوکہ ہے جس میں پاکستان سمیت اکثر ملک مبتلا ہیں۔ ایک شخص گاڑی کا ڈرائیور نہ ہو تو اسے گاڑی کے سٹیرنگ پر اگر زبردستی بٹھائیں یا وہ خود زبردستی گاڑی چلاتا ہے تو انجام کیا ہو گا۔ سب کو معلوم ہے۔ اسی طرح ایک شخص اگر اسلام کی گاڑی کے

Scanned with CamScanner

حروف سے ہی واقف نہیں تو اس سے اسلام کے نفاذ کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے۔

مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اسلام کے نفاذ کے لئے عملی کوشش کریں سب سے پہلے ہمیں اپنے نظام تعلیم سے انحراف کرنا ہو گا۔ یونیورسٹیوں میں دینی تعلیم سے دوری ہے۔ ہم اس دورخی پالیسی سے خود اپنی نسلوں کو دو تہذیبوں میں بانٹ رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء اسلام اور ملک بھر کے دانشور اعلیٰ سطحی نگرانی میں ایسا نظام تعلیم تشکیل دیں۔ جو ایک انسان کو سچا مسلمان بنا کر اسے جدید دور کے تمام علوم سے آراستہ کرے۔

جب نئی نسل اسلام سے آراستہ نہ ہو گی۔ جدید ترقی سے شناسائی حاصل نہ کرے گی۔ دنیا کی جملہ قوموں کے مقابلے میں اپنے آپ کو تیار نہیں کرے گی۔ ہم اس وقت تک نہ اسلام کے نفاذ کی بہاریں لوٹ سکتے ہیں' نہ جدید دور میں اسلام کو بالادستی عطا کر سکتے ہیں۔ ۱۵ ویں صدی کو ہمیں اسلام کے غلبے کی صدی کے طور پر قبول کرنا چاہیے۔ نصف صدی قبل اگر ہم غلام تھے تو آج ہم دنیا کے تمام اہم قدرتی وسائل سے مالامال ہیں۔ ایک عام مسلمان کو غلبہ اسلام کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ غلبہ اسلام کے لئے خلفاء راشدین کے طرز حکومت اور نظام جہاد کو مشعل راہ بنانا ازحد ضروری ہے' اور شرعی سٹیٹ کا اعزاز صرف اسلام کو حاصل ہوا ہے۔ ورنہ عیسائیت' یہودیت اور ہندومت کے ہاں مذہب صرف انسانی زندگی کے انفرادی مسائل کا احاطہ کرتا ہے' وہاں اجتماعی زندگی کی ابدی فلاح اور ازلی کامیابی کا کوئی تصور نہیں۔

خدا کے بنائے ہوئے ضابطوں کو چھوڑ کر ہر دوسری حکومت نے انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں پر مملکتوں کی عمارتیں کھڑی کیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عمارتیں ریت کے تودے ثابت ہو کر چند سالوں کے بعد ہی دم توڑ گئیں۔

انگریزی استبداد نے مسلم حکومتوں کی بنیاد ختم کر دی:-

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ اسلام کو بھی بے شمار مسلم حکومتوں نے اپنے اپنے اقتدار کا زینہ بنایا۔ اپنی اپنی خواہشات کے راستے میں اسلامی تعلیمات کو رکاوٹ سمجھ کر اسلام کے جگ مگ کرنے والے سورج سے روشنی حاصل نہیں کی۔ عہد حاضر کی ۵۵ اسلامی حکومتیں آج اسی جرم کی سزا کے طور پر معاشی، سیاسی، اقتصادی اور سیاسی غلبہ سے محروم ہو کر بدترین زبوں حالی کا شکار ہیں۔۔ ایک مخلص مسلمان ہو کر اپنے مذہب کو پس پشت ڈالتا ہے۔ حکومتی معاملات میں مذہب کی عدم مداخلت کا تصور پیش کرتا ہے۔ تو سمجھ لیجئے یہ انسان اسلام سے حقیقی طور پر ناواقف ہے۔ انگریزی، فرانسیسی اور ہندو سامراج کی لادین اور سیکولر سوچ نے اس کے مشام جان کو محمدی شریعت کے تابناک اصولوں سے محروم کر رکھا ہے یہ بیچارہ جدید دنیوی تعلیم حاصل کر کے بھی اپنے دین میں خود اعتمادی سے محروم ہے۔ اس کے وہم و ادراک کا گوشہ گوشہ برطانوی، امریکی افکار کا غلام ہے۔ اسلام سے مکمل شناسائی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اپنے گھر میں روشن ہونے والے سورج کی روشنی کا علم ہی نہیں، یہ دوسروں کے بجھے ہوئے چراغوں سے روشنی مانگنے کے لئے مارا مارا پھر رہا ہے۔

یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آج سے نصف صدی قبل مسلمان برطانیہ اور فرانس کے غلام تھے۔ غیر ملکی قوموں نے دو صدیوں تک مسلم قوموں کے قلب و دماغ کو اپنی اپنی تعلیمات سے ہم آغوش رکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے برصغیر میں انگریزی تعلیم کے فروغ اور دینی تعلیم کے خاتمہ میں مرکزی کردار ادا کیا تھا، صرف دھلی اور لکھنؤ میں ۱۸۶۱ء میں ایک ہزار دینی مدارس بند کر کے انگریزی سکول قائم کئے گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۴۰۰ سو سال سے دنیا کے ہر ملک

میں رائج اسلامی تعلیم کو ثانوی حیثیت مل گئی۔ ۸۰۰ سو سال کمل قرطبہ اور غرناطہ میں عام ہونے والے علوم جن سے یورپ نے جدید تمدن اور نئی تہذیب کا سبق پایا تھا۔ جدید دور میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے ہاتھوں دوسرے نمبر پر پہنچ گئے۔

غیر ملکی آقاؤں کی تعلیم کے حامل افراد جب آزادی کے بعد آزاد ہونے والے ملکوں کے حکمران بنے تو یہ نام کے تو مسلمان تھے لیکن ان پر یورپی تہذیب کی چھاپ نمایاں تھی۔

آج کی مسلم اقوام اسی عہد غلامی کے زخم چاٹ رہی ہے کہ اسلام کے تمام تر دعوؤں نعروں، اخلاص سے کی گئی کوششوں کے باوجود ۵۸ اسلامی ملکوں میں کسی جگہ بھی مکمل اسلامی نظام قائم نہیں۔ جدید سعودی عرب کے بانی شاہ عبدالعزیز ابن سعود نے ۱۹۵۳ء کے بعد اپنے ملک میں اسلامی اصلاحات کو جس جرات اور اعلیٰ تدبر سے نافذ کیا۔ وہ قابل تعریف ہے۔ اسی کی بدولت آج اسلامی اصلاحات کا کافی حصہ سعودی قوانین کی زینت ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا میں اسلامی نظام حکومت کی برکات کے باعث جرائم میں حیرت انگیز طور پر کمی واقع ہوئی ہے۔

اسلام کا یہ اعزاز ہے کہ اس کے ذریعے قوموں کی فلاح اور عالمی امن کا سورج طلوع ہو سکتا ہے۔ امریکہ برطانیہ، سمیت آج بھی دنیا کے تمام ملکوں میں اسلام کی مقبولیت کی وجہ اس کی سلامتی، امن، عافیت، انسانیت پروری، اعلیٰ اخلاقی معاشی اصلاحات اور یگانگت کے اصول ہیں۔ جن سے واقفیت حاصل کرنے والا کوئی شخص اسلام کو تنگ نظری کا مذہب قرار نہیں دے سکتا۔

اسلام کی طرف سے خدا کی بادشاہت کا تصور اس کا منفرد اور یکتا کارنامہ ہے۔ آسمانی دین میں روحانیت و مادیت کا امتزاج قائم ہے۔ اس کی تعلیمات میں غیر مسلموں کے حقوق سے لے کر ہر قوم اور ہر ملک کی اصلاح کے اصول ہی آج کے جدید دور میں انسانیت

Scanned with CamScanner

کو اعلیٰ شرف عطا کر سکتے ہیں۔

اسلام میں خدائی حکومت کے اس تصور کو محمدی حکومت اور خلفاء راشدین کا اقتدار اور حکومت الیہ اور نظام مصطفیٰ بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ سب کچھ خدا کے احکامات کی بالادستی سے عبارت ہیں۔

اسلام کے بارے میں یورپ و مغرب اور اشتراکیت کے دیوتاؤں کی طرف سے جو نئے حقائق سامنے آتے ہیں۔ وہ قابل تعریف ہیں۔

وہ امریکہ جس نے ۱۷۸۹ء کے اعلان حقوق انسانی میں مذہب اور سیاست کی علیحدگی کا اعلان کیا گیا تھا۔ جرمنی میں فرینکفرٹ اور برلن میں ۱۸۴۸ء اور سوئزرلینڈ میں ۱۸۶۶ء میں اس چارٹر کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔ امریکہ جرمنی اور دیگر مسیحی ملکوں کی مذہب سے دوری کی وجہ "نظریہ کلیسا" تھا۔ جس میں مذہب انسان کا ذاتی معاملہ قرار دیا گیا تھا۔ اور مذہبی پیشوا ہی خدا کی طرف سے سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ تھیا کریسی کے اس تصور نے مسیحی قوموں کو مذہب سے دور کر دیا تھا۔ اشتراکی روس نے ۱۹۱۹ء میں مذہب اور کلیساء کو اپنی تلوار کا نشانہ بنایا۔ اسی امریکہ کے سابق صدر آنجہانی نکسن اسلام سے دلچسپی اور اس کی حقانیت کو تسلیم کرنے کا واشگاف اظہار کیا۔ حال ہی میں جنوری ۱۹۹۶ء میں امریکہ کی طرف سے پاکستان میں متعین ہونے والے سفیر کے ریمارکس بھی اخبارات کی زینت بنے اور امریکہ کے موجودہ صدر بل کلنٹن کی بیوی لیری کلنٹن کا بیان بھی عالمی پریس کی زینت بنا ہے۔ جس میں اس نے اسلام کو تمام مذاہب سے بہترین اور فطرتی قرار دیا ہے۔

اسلامی حکومت کیا ہے؟

اسلام صرف نماز، روزے، زکوۃ، حج اور انفرادی عبادات ہی کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ اسلام ایک نہایت جامع نظام حکومت اور معاشرہ کی ہر سوسائٹی میں عدل و مساوات کے

Scanned with CamScanner

قیام کا ضامن ہے۔ اسلام کی تعلیمات پر غائرانہ نگاہ ڈالنے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اسلامی حکومت میں حکمران، صدر، یا وزیر اعظم کی حیثیت اللہ اور اس کے رسول کے نمائندے اور خلیفہ کی ہوتی ہے۔ کوئی اسلامی حکمران اپنی مرضی سے مملکت کا نظام قائم نہیں کر سکتا۔ وہ مملکت کے ہر شعبے میں خدائی احکام کے نفاذ کا پابند ہے۔

قرآنی تصریحات کے مطابق اسلامی حکومت اس بات کی پابند ہے کہ زندگی کے ہر پہلو کو خدا کے احکام کے نور سے منور کرے، تہذیب و تمدن کے ہر گوشے میں خالق حقیقی کا قانون نافذ ہو، اسلامی حکومت جس معاشرے میں قائم ہوتی ہے۔ اس کا سب سے اولین فریضہ یہ ہے کہ وہ تمام سابق دساتیر کو کالعدم قرار دے کر مملکت کی بنیادوں کو خالص اسلامی نظریات پر استوار کرے، حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی کے نظریہ "فک کل نظام "یعنی ہر غیر اسلامی نظام کے مکمل خاتمے کے بعد خدا کی زمین پر خدا کا قانون جاری کرنے کا غازہ نمودار کرے۔

اسلام ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے مشن کو تکمیل کے آخری زاویہ تک پہنچانا چاہتا ہے۔ انبیاء کی بعثت کے حقیقی مقصد یعنی ہدایت ربانی کے نور سے پوری دنیا کو منور کرنے کے لئے سب کچھ تج دینے کا حکم دیتا ہے۔ اس کا واضح حکم ہے۔ آنحضرت ﷺ انبیاء علیہم السلام کے مشن کو مکمل ترین شکل میں دنیا میں نافذ کرنے کے لئے تشریف لائے، آپ کے بعد آپ کی امت کے علماء، دانشور، اور اس آخری دین کے وارث اس بات کے پابند ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق اسلامی اقدار کو ہر سوسائٹی میں رائج کرنے کے لئے کوشاں ہوں، مملکت کے نظام میں دخیل ہو کر صحیح اسلامی روایات کو فروغ دیں۔ عہد غلامی کی یادگار کے طور پر صرف عیاشوں، سرمایہ داروں، جاگیرداروں ہی کو نظام مملکت اور غریب عوام کی عزت سے کھیلنے کے لئے کھلا نہ چھوڑیں۔ بلکہ اسلامی مملکت میں اسلام کے علمبردار اپنے اسلامی فریضہ کی ادائیگی کے لئے سیاسی نظام

Scanned with CamScanner

میں حصہ لیں۔ اسلامی حکومت میں اللہ کی حاکمیت اور اس کا اقتدار اعلیٰ ہی حقیقت میں سب سے سپریم طاقت ہے۔ اس کی حاکمیت کے مقابلے میں کسی کا حکم قابل تسلیم نہیں۔ اس کے رسول خدائی اقتدار کی سربلندی اور دنیا کی ہر قوم، ہر ملک، ہر خطے اور ہر گوشے میں اسلام کے سیاسی، روحانی، معاشی اور اصلاحی قوانین کو جاری وساری کرنے اور انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے تشریف لائے تھے۔ قرآن کی تشریحات کی صورت میں آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ، اعلیٰ اقدار کا گنج ہائے گراں مایہ کئی لاکھ احادیث واقوال، احکام و فرامین ہدایات و تصریحات کی صورت میں دنیا میں موجود ہے کہ یہ نظام دنیا کے ہر چیلنج کا مقابلہ کر سکتا ہے، ہر ملک کی ہر قوم کے دکھ کا مداوا کر سکتا ہے۔ ہر دور اور ہر عہد کی روایات پر پورا اتر سکتا ہے۔ ہر ذہن و فکر اور قلب و دماغ میں جگہ پا سکتا ہے۔ اس کے فطری اصول زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کر سکتے ہیں۔

اسلام وہ دین ہے جو خدا کی حاکمیت پر قائم ہے۔ جسے اللہ نے صحیح طریقہ زندگی قرار دیا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی
ورضیت لکم الاسلام دینا (سورۃ مائدہ پ ٦)

"آج کے دن میں نے تم پر دین مکمل کر دیا گیا ہے اور تمہارے اوپر
اپنی نعمت مکمل کر کے دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا ہے"

ان الدین عند اللہ الاسلام (سورۃ آل عمران پ ۳)

"بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔"

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ
(سورۃ آل عمران پ ۳ القرآن)

Scanned with CamScanner

"جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور نظریہ کی بات کی وہ ناقابل قبول ہے۔"

اسلام کا طرز حکومت شورائی ہے:۔

اسلام کا سارا نظام باہمی مشاورت اور ایک دوسرے کی آراء پر عمل و تطبیق کے دائرے کے اردگرد گھومتا ہے۔ اسلام کا حکم ہے کہ انفرادی، جماعتی، حکومتی، تعلیمی، اصلاحی، سیاسی اور اخلاقی زندگی کے ہر موڑ پر ہر انسان اپنی اپنی سوسائیٹیوں میں ذاتی رائے پر عمل کرنے کی بجائے اجتماعی سوچ اور مشاورتی فکر کو زندہ کرے، اگر آپ ایک گھر کے نگران ہیں تو گھریلو امور میں ڈکٹیٹر شپ چلانے کی بجائے تمام اہم امور پر اہل خانہ سے مشاورت کریں اگر آپ کسی جماعت کے امیر ہیں، تو یہاں آمر مطلق بننے کی بجائے ہر عمل میں جماعتی ساتھیوں سے مشورہ اور باہمی اعتماد کی فضا قائم کریں۔ اگر کسی دینی ادارہ، تعلیمی سکول، بڑی سے بڑی یونیورسٹی، ایجوکیشن سنٹر، انسٹیٹیوٹ، انجینئرنگ کمیشن، اور کسی بھی شعبہ زندگی میں کسی کام پر مامور ہیں۔ تو آپ پر لازم ہے کہ ہر اہم کام میں اپنے رفقاء کار، جماعتی احباب، سوسائٹی کے ارکان، ادارہ کے دیگر عہدیداروں کی رائے، فکر اور سوچ کو بھی سامنے رکھیں، ہر پیش آمدہ مسئلہ میں باہمی مشاورت سے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جہاں ایک طرف ہر قسم کے اختلاف کا خطرہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہاں تنہا ذمہ داری اٹھانے والے کا کام بھی تقسیم ہو جاتا ہے۔ نفع اور نقصان میں ایک ہی شخص پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

ایک دوسرے کے خلاف بدظنی، آمریت، شخصی انا کی طعنہ زنی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ طرز درخشندہ اور پاکیزہ فکر کا شاہکار ہے۔ جس سے قوموں کی تعمیر عمل میں آتی ہے۔

اسلامی حکومت کی ساری کاوش ہی باہمی مشاورت پر قائم کی گئی ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر تو اگلے صفحات میں آئے گا۔ یہاں ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام میں باہمی

Scanned with CamScanner

مشورہ کی اہمیت وافادیت کا انکار کوئی اسلام کا مخالف بھی نہیں کر سکتا۔

جنگی معرکہ میں بھی مشورہ کا حکم:-

جنگی اور جہادی زندگی میں باہمی مشاورت کے لئے خالق کائنات کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح ہدایت دی گئی ہے۔ جنگ احد میں ایک موقع پر خدا نے فرمایا۔

فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الامر

(سورۃ آل عمران پ ۴)

"اے نبی ؐ انہیں معاف کر دیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیجئے اور ان سے معاملات پر مشورہ لیتے رہیں۔"

یہ آیت اس وقت اتری جب بعض جانثار غلط فہمی کے باعث مقررہ جگہ سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اسی وجہ سے جیتی ہوئی بازی شکست میں تبدیل ہو گئی تھی۔ یہ ایسا نازک موقع تھا کہ اکثریت کی فکر ورائے کی عظمت فروتر ہونے کا خطرہ تھا، فوراً قرآنی آیت نے پیچھے ہٹنے والوں کی معافی اور صحابہ کرام ؓ سے مشورہ کا حکم نازل فرمایا۔

اسلامی حکومت میں باہمی مشورہ کا بیان:-

اسلام نے صرف خاص مواقع پر ہی اپنے ماننے والوں کو مشورہ کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ حکومت وسلطنت کے سربراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں واضح طور پر ارشاد فرمایا۔

وامرهم شورى بينهم (سورۃ شوریٰ پ ۲۵ القرآن)

Scanned with CamScanner

"ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔"

علامہ ابو بکر جصاص حنفی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

"ایمان واقامت کے ساتھ شوریٰ کا تذکرہ اس کی جلالت شان اور ساتھ ہی اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ امت مسلمہ مشورہ کرنے پر مامور اور اس کی پابند ہے" (از احکام القرآن ج ۳ ص ۴۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ارکان اسلام کی مانند باہمی مشورہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں یوں لکھا ہے۔

"صحابہ کرامؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب ان کے روبرو کوئی معاملہ پیش ہوتا۔ وہ جمع ہوتے اور مشورہ کے ذریعے اسے حل کرتے، اللہ نے مذکورہ آیت میں ان کی اس صفت کی تعریف کی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ صحابہ کرامؓ انفرادیت کی بجائے اجتماعیت پر یقین رکھتے تھے۔

(از تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۱۵)

اسلام حکومت وسلطنت اور انفرادی زندگی میں باہمی مشورہ کے ذریعے خواہشات نفس اور ذاتی رائے کو یکسر ختم کرنے پر زور دیتا ہے۔

انفرادی رائے سے اجتماعی رائے کا بہتر ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ جو اسلام کی امتیازی قدروں میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔

اجتماعی رائے کی فوقیت کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق کا اعلان:۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے پہلے خطبے میں اعلان فرمایا تھا۔

Scanned with CamScanner

فاذا رایتمونی قد استقمت فاتبعونی وان زغت
فقومونی (از ادب المفرد امام بخاری ص ۵۴)
"جب تم مجھے دیکھو میں سیدھے راستے پہ چل رہا ہوں تو میری اتباع کرو،
اگر میں راہ راست سے بھٹک جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔"

اسلام کے خلیفہ اول کے اعلان سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ اسلامی حکومت کا قیام عوام کی رائے اور مرضی سے عمل میں آتا ہے۔ اس حکومت کی اصلی روح شورائی اور عوامی ہے۔ مغربی جمہوریت کی طرح اس میں لوگوں کی بھیڑ اور بندوں کی کثرت کی بجائے صاحب اسرار لوگوں کی آراء اور خواہشات و مشاورت کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے مغربی جمہوریت کا تعارف ان لفظوں میں کرایا ہے۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اسلامی حکومت کا قیام صاحب علم، دیانت دار، علم و فضل سے آراستہ معاشرہ کے اہل عقل و خرد کی رائے سے عمل میں آتا ہے۔

حکومتی مشینری کے قیام کے علاوہ ملکی اور قومی سطح کے ہر مسئلے پر مشاورت کا حکم اسلام میں اتنا اہم ہے کہ اس کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بھی پابند بنایا، حالانکہ خدا کے برگزیدہ رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صاحب وحی ہیں۔ آپ کسی کے مشورہ کے محتاج نہیں لیکن خالق فطرت نے اپنے فطری دین کی ترویج اور اپنے آخری پیغام اسلام کی حکومت اور مسلم سوسائٹی اور محمدی معاشرے کی جملہ قدروں کو باہمی مشورہ اور اجتماعی فکر سے آراستہ کر دیا۔

باہمی مشورہ کی قانونی حیثیت:۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے مشورہ کے حکم کے بعد یہ بات بھی سراحتاً سامنے آچکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ سے باہمی مشورہ کا حکم تو صرف اگلی قوموں کے سامنے اتمام حجت کے لئے تھا لیکن اس حکم سے مشورہ کا پوری امت اور بعد کی اسلامی حکومتوں اور مسلم اقوام پر واجب ہونا ظاہر ہو گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ سے ہر اہم کام میں مشورہ فرماتے تھے:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سرداران امت کے مشورہ کو کیا اہمیت دیتے تھے۔ اسے خود زبان رسالت ماب کے الفاظ میں سنیے۔

لو اجتمعتما فی مشورہ ما خالفتکما — "اگر تم دونوں کسی معاملہ پر متفق ہو جاؤ تو میں اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔"

آنحضرت ؐ کے شب و روز کے ایک رفیق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

ما رایت احدا اکثر مشورہ من رسول اللہ — "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشورہ کرنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔"

۔ طباطبائی لکھتے ہیں!

کان رسول اللہ یشاور اصحابہ دائما — "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے ہمیشہ مشورہ کیا کرتے تھے۔"

علامہ ابو خلدون فرماتے ہیں:

فکان صلی اللہ علیہ — "آنحضرت ؐ صحابہ سے اپنی عام و خاص

وسلم یشاور اصحابہ	مہمات میں مشورہ فرماتے تھے اور صحابہ
ویفاوضھم فی مھماتہ	میں بھی حضرت ابو بکرؓ سے خاص طور پر
العامۃ والخاصۃ	مشورہ کرتے تھے کیونکہ ان کے اندر
ویخص مع ذلک ابابکر	بعض مخصوص خصوصیتیں تھیں جو اوروں
بخصوصیات اخری	میں نہیں پائی جاتی تھیں۔"

امام ترمذی نے اس حدیث کو بلا سند نقل کیا۔ لیکن امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے سند پیش کی ہے گوکہ اس میں ارسال ہے کہ لیکن فقہاء و محدثین نے جس کثرت سے اس روایت کو قبول کیا ہے اس سے یہ نقص بہت حد تک کم ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کی مشاورت:۔

آنحضرت کے عم محترم حضرت عباسؓ کو زمانہ اسلام اور قبل اسلام میں جو مقام حاصل رہا ہے وہ بالکل آشکارا ہے، اس سردار قوم کو فاروقی دور خلافت میں کیا مقام حاصل تھا۔اس کا اندازہ ایک تاریخی بیان سے کیجئے۔

وکان عمر اذا استشار	"حضرت عمرؓ کسی سے مشورہ کرتے تو
احدا لا یبزم امرا حتی	حضرت عباسؓ سے مشورہ کے بعد ہی اسے
یشاور العباس	آخری شکل دیتے۔"

حضرت عمرؓ کو جب کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا تو عبداللہ بن عباسؓ فرماتے "ابن عباسؓ اس قسم کے مشکل مسائل کا حل کرنا تمہارا ہی حق ہے"

دور صحابہ کے مشہور عالم قرآن حضرت ابی بن کعبؓ کے تذکرہ میں علامہ حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

وکان یسئالہ عن النوازل	"یعنی حضرت عمرؓ ابی بن کعبؓ سے پیش

Scanned with CamScanner

ويحاكم الهيئة في المعضلات

اور مسائل کے حل کے لئے مشورہ فرماتے اور مشکلات میں انہیں حکم بناتے۔"

امام ابن تیمیہؒ حضرت عمرؓ کی سیاست کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

فان عمر بن الخطاب كان كثير المشاورة فيما لم يتبين فيه امر الله ورسوله

"جن معاملات میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم واضح نہیں ہوتا ان میں حضرت عمرؓ بہت زیادہ مشورہ کرتے تھے۔"

مصر کے جدید مورخ محمد حسین ہیکل واضح الفاظ میں تصریح کرتے تھے

"جس شخص کو مسائل میں قول محکم کی تلاش ہو اسے حضرت عمرؓ کے فیصلوں کو اختیار کرنا چاہیے کیونکہ آپ صحابہؓ کے مشورہ سے فیصلہ فرماتے تھے"۔

حضرت عمرؓ کا ایک فرمان ہے "لاخلافة الا عن مشورة" خلافت مشورہ کے بغیر منعقد نہیں ہو سکتی۔

امارت مشورہ کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی:۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرماتے ہیں تین باتیں ہیں۔ جنہیں ذہن نشین کرلو ان میں سے ایک ہے۔ الامارة شورى امارت شوریٰ کے ذریعے طے پائیگی۔

حضرت عمرؓ اپنے ایک طویل خطاب میں فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاتھ پر مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر بیعت کرے گا تو نہ اس کی بیعت کا کوئی اعتبار کیا جائے گا اور نہ اس شخص کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ ہاں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں دونوں کی گردنیں نہ اڑا دی جائیں"۔

Scanned with CamScanner

حضرت عمرؓ ہی کا ایک قول ہے:۔

من دعا الی امادہ نفسہ او غیرہ من غیر مشورہ فلا یحل لکم ان لا تقتلوہ	جو شخص اہل حل وعقد کے مشورہ کے بغیر خود امیر بنئے یا دوسرے کو امیر بنانے کی دعوت دے تو تمہیں لامحالہ اسے قتل کر دینا چاہیے۔

حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت سے پہلے خلافت کے معاملہ کو جن چھ اشخاص کی کمیٹی کے حوالہ کیا تھا کہ باہمی مشورہ سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لینا، اس کمیٹی سے خطاب کر کے فرمایا:

فمن تامر منکم علی غیر مشورہ من المسلمین فاضربو عنقہ	تم میں سے جو شخص مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر امیر بن جائے تو اس کی گردن قلم کردو۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے حضرت علیؓ سے خلافت کی پیش کش کی تو آپ نے جواب دیا۔ یہ کام رواروی اور جلد بازی میں طے کرنے کا نہیں ہے، حضرت عمرؓ کی متعین کردہ شوریٰ موجود ہے وہ باہمی مشورہ سے کسی کو امیر منتخب کرے گی۔

ابن قتیبہؒ نے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ زیادہ صاف اور واضح ہیں۔

لیس ذلک الیکم انما ہو لاہل الشوریٰ واہل بدر نمن رمنی بہ اہل الشوریٰ واہل بدر فہو الخلیفہ فتجتمع وتنظر فی ہذا الامس	انتخاب امیر تمہارا کام نہیں۔ یہ اہل شوریٰ اور اہل بدر کا حق ہے۔ جس شخص پر اہل شوریٰ اور اہل بدر متفق ہو جائیں گے وہی خلیفہ ہوگا۔ پس ہم جمع ہوں گے اور اس معاملہ پر غور کریں گے۔

Scanned with CamScanner

اس وقت حضرت زبیرؓ نے جو تقریر کی اسے ابن قتیبہؒ نے ان الفاظ میں محفوظ کیا ہے:

ان الله قدرضی لکم الشوری فاذهب به الهوی وقد تشاورنا ورضینا علیا فبایعوه	اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے نظام شوریٰ پسند کیا ہے جس کے بعد کسی شخص کو اپنی خواہشات کی پیروی کا موقعہ نہیں رہا۔ ہم امامت کے معاملہ پر مشورہ کے بعد حضرت علیؓ پر متفق ہو گئے ہیں۔ لہٰذا تم بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔

ان تصریحات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امت کے اس اعلیٰ طبقہ کا اقتدار کتنا وسیع اور قوی ہے۔

شیخ محمد خضریؒ لکھتے ہیں۔

"شاورهم فی الامر" کا خطاب پوری امت سے ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کے تمام اہم کاموں کی اساس شوریٰ ہی ہے۔ ان میں اہم ترین کام خلیفہ کا انتخاب ہے جو بغیر مسلمانوں کے مشورہ اور ان کی رضامندی کے عمل میں نہیں آسکتا۔

"شوریٰ اہل حل و عقد کا دوسرا نام ہے۔ جس میں کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم شامل ہیں۔ جنہیں حضور اکرمؐ کی شرف صحبت کے بیش از بیش مواقع فراہم ہوئے اور جنہیں نور بصیرت عطا کیا گیا تھا اور جو جانتے تھے کہ امت کی اصلاح وفلاح کس کے انتخاب میں ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح تصریح:۔

شوریٰ کے بے شمار فوائد اور اس کے ناقابل تصور نتائج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے ذیل کے الفاظ میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔

المشاورہ حصن من الندمتہ وامان من الملامتہ	مشورہ کرنا شرمندگی سے محفوظ رہنے کا ایک قلعہ ہے اور ملامت سے بچنے کی ایک امان گاہ ہے۔

آپ کا ایک حکیمانہ قول ہے:

ماخاب من استخار ولا ندم من استشار	وہ آدمی ناکام نہیں ہوا جس نے استخارہ کیا اور نہ اس شخص کو شرمندگی اٹھانی پڑی جس نے مشورے سے کام کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے امت کو یہ تعلیم دی ہے:

استعینوا علی امورکم بالمشاورہ	اپنے کاموں میں باہمی مشورے سے مدد حاصل کرو۔

امام ابوداؤد نے اپنی "مراسیل" میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "جزم" یعنی احتیاط اور مضبوطی کار کسے کہتے ہیں۔ آپؐ نے جواب دیا ان تشاور ذارای ثم تطیعہ یہ کہ تم صاحب رائے سے مشورہ کرو اور اسکے مشوروں کی پابندی کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شوریٰ کے ذریعہ طے کردہ معاملات کے استحکام اور استواری کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"ایک شخص کی رائے اکہرے اور کچے دھاگے کی سی ہے۔ جب دو رائیں کسی مسئلہ پر جمع ہو جاتی ہیں تو ان کی نوعیت دو مضبوط دھاگوں کی سی ہو جاتی ہے۔ جب کسی معاملہ میں تین رائیں متفق ہو جاتی ہیں تو وہ ناقابل شکست ہوتی ہیں۔"

(بحوالہ کتاب اسلام کا شورائی نظام ص ۳۲)

حضرت علیؓ کی صراحت:-

حضرت علیؓ کا ایک دوسرا قول ہے:

الاستشارہ عین الهدایہ وقدخطر من الستغنی برایہ	باہمی مشورہ سے کام کرنا ہی اصل ہدایت ہے۔ وہ محض خطرات میں گھر گیا۔ جس نے اپنی رائے کے ساتھ انفرادیت اختیار کی۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا ارشاد ہے:

"ایک دوسرے سے مشورہ کرنا اور آپس میں علمی مذاکرہ کرنا خیر و برکت کی کلید اور حیت کے دروازے ہیں کیونکہ ان دونوں کے اختیار کرنے کے بعد کسی رائے کے بھٹک جانے اور حزم واحتیاط کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔"

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

واللہ مااستشار قوم قط الاہدو الافضل مابھناتھم ازادب المفرد	قسم بخدا جب کوئی قوم آپس میں مشورہ کرتی ہے تو پیش آمدہ مسائل میں راہ صواب پالیتی ہے۔

اسلام کے نظام شوریٰ کی جملہ تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اسلام کا مزاج مطلق العنان بادشاہت اور ڈکٹیٹر شپ کی حامل حکومت سے یکسر جدا ہے، اسلام ایسی حکومت کی بنیاد قائم کرتا ہے جس میں حکمرانوں کے انتخاب سے لے کر نجی سے نجی مسائل تک تمام امور اصحاب رائے افراد کی مشاورت سے طے پاتے ہیں۔

حکومت و سلطنت کے باب میں اسلامی شوریٰ کا قیام موجودہ پارلیمانی نظام سے

Scanned with CamScanner

قریب تر ہے' اس لحاظ سے چند جزیات کو چھوڑ کر دونوں کی روح ایک ہے۔

اسلام کے شورائی نظام کو رائے عامہ کی ہر جائز ضرورت کی تکمیل کا آئینہ دار قرار دیا گیا ہے۔ انفرادی اجتماعی اور خالص نجی ہر معاملہ میں اسلام کا نظام مشاورت رعایا کی فلاح و بہبود کی تکمیل کے لئے سب سے بڑا رہنما ثابت ہوتا ہے۔

اسلامی حکومت کے فرائض:۔

دنیا کے جس خطے پر اسلامی حکومت قائم ہوتی ہے۔ اس پر اسلام کی طرف سے کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اسلامی حکومت کی ترجیحات کیا ہیں، مسلمانوں کے خلیفہ اور سربراہ حکومت کا حق حکمرانی کب تک قائم رہتا ہے' اسلام اپنی حکومت کے ارکان سے کیا تقاضا کرتا ہے۔ اسلامی اقتدار اور محمدی شریعت کی حاکمیت میں اولین فرائض کون سے ہیں۔ جن سے عہدہ براہونا سب سے پہلا کام ہے۔

اس سلسلے میں آپ کے سامنے ہم قرآن و حدیث کے چند احکامات اور خلفاء راشدین کی تصریحات پیش کریں گے، جن سے اسلامی حکومت کے فرائض اور ذمہ داریوں کا تعین ہوتا ہے۔

نیکی کرنے کا حکم اور برائیوں سے اجتناب کی تلقین:۔

○ کنتم خیر امتہ خرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(سورة آل عمران پ ۴)

"تم سب سے بہترین امت ہو، تمہیں دنیا بھر سے اس لئے چنا گیا ہے کہ تم نیکی کا حکم دوگے اور برائیوں سے روکو گے۔"

اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ وہ جس علاقے پر اقتدار کی حامل ہے اس پورے ماحول کو نیکیوں کے فروغ اور برائیوں کے خاتمے کی عمومی کوششوں کا آغاز کرے، اصولی طور پر مملکت کے ہر ہر شعبے میں نیکیوں کو رواج دینے اور منکرات و عیوب سے انسانوں کو محفوظ کرنے کے لئے ہر سطح پر اقدام کئے جائیں۔

معاشرے کی اونچ نیچ، ظلم و تعدی، تجاوز و زیادتی، زناء، شراب، لواطت، اغواء، قتل اور ہر قسم کی بدامنی اور برائی کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے ہر طبقے میں اقدامات کرے، کارخانوں کے مزدوروں پر ہونے والی زیادتیوں کو روکنے، کسانوں پر جاگیرداروں کے مظالم کے خاتمے، زبردستوں کے ہاتھوں زیردستوں پر زیادتیوں کے مکمل استحصال کے لئے ایسے طریقے وضع کئے جائیں جس کے باعث پورا معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے۔

خدا کا یہ وہ اصولی حکم ہے جس کی روشنی میں اسلامی سلطنت ہر قسم کی برائیوں کے خاتمے کے لئے کم تولنے، جوئے کے اڈے ختم کرنے، ہیروئن فروشی، شراب نوشی، قحبہ گری، ملامت اور بے شمار معاشرتی برائیوں کو جڑ سے کاٹنے کے لئے اقدام کرتی ہے۔

اسلامی حکوت کا سب سے پہلا فرض معاشرے میں قیام امن ہے۔ قیام امن کو ایک چیلنج کی حیثیت سے قائم کرنا۔ مسلم حکمرانوں کا فرض ہے۔ برائیوں کے خاتمے اور نیکیوں کے فروغ کے ساتھ ہی پورا ماحول امن و آشتی کی آماجگاہ بن جائے گا۔

حکمرانوں کی ذمہ داری:۔

اسلام کی طرف سے حکمرانوں کو یہ کہہ کر خبردار کیا گیا ہے کہ

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ (الحدیث)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلم حکمرانوں کی حیثیت پوری قوم کے خدام اور نوکروں کی ہے۔"

Scanned with CamScanner

اسلامی حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ ایک خادم اور خیر خواہ رضاکار کی طرح مملکت کے ہر فرد کی بنیادی ضروریات مہیا کریں اور ہر قسم کی زیادتیوں کا ازالہ کریں۔

رعایا کے پانچ بنیادی حقوق کی ادائیگی کا حکم:۔

اسلام کے نزدیک ہر انسان کے پانچ ایسے بنیادی حقوق ہیں۔ جن کی ادائیگی اسلامی حکومت کا بنیادی فریضہ ہے۔ جو حکومت اپنی رعایا کو یہ حقوق مہیا نہیں کر سکتی۔ اسے اقتدار پر رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

اسلام کے دوسرے خلیفہ اور حکمران حضرت عمرؓ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

وعلی الحکومته الاسلامیه للجائع خبز وللعاری ثوب یواری عورته ولدیت له سکینه وله علم یهله وللمریض یعالجه

"اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ وہ بھوکے کو روٹی، ننگے کو کپڑے، بے خانہ کو مکان اور عام آدمی کے لئے تعلیم اور مریض کے لئے علاج کا انتظام کرے۔"

خلیفہ راشد کا تاریخی حکم اسلامی حکومت کے اصلی فرائض اور ذمہ داریوں کو آشکار کرتا ہے۔ خلفاء راشدین کی حکومتوں نے اپنی اپنی مملکتوں کو گہوارہ امن بنا کر انسانوں کے مذکورہ حقوق کی ادائیگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

آج کے دور کی جمہوری اشتراکی اور لادین حکومتیں بھی انسان کے بنیادی حقوق کی ادائیگی کا نعرہ بلند کرتی ہیں، لیکن اسلام کی اس واضح اور اولین ذمہ داری کی کوئی نظیر نہیں۔

اسلام نے چودہ سو سال قبل انسان کے جن بنیادی حقوق کا چارٹر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ آج کا جدید دور اور جدید حکومتیں ان حقوق کی ادائیگی کے لئے کئی ضابطے اور

Scanned with CamScanner

قوانین تیار کر کے بھی اس چارٹر کی ہمسر نہیں ہو سکتیں۔

اسلامی حکومت کے فرائض، ارکان، مملکت کی ذمہ داریوں اور غریب پروری کے اصولوں پر مشتمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند احکامات اور خلفاء راشدین کی چند تصریحات ناظرین کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے اسلامی دستور اور نظم مملکت کی بنیادی ترجیحات کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

آج اسلام کے حقیقی مذہب اور خدائی احکام کی روشنی میں دنیا بھر کے ہر انسان پر لازم ہے کہ کمیونزم کی ناکامی کے بعد وہ اپنے مالک حقیقی کی طرف لوٹ آئے اسے تعصب اور مذہب دشمنی کی عینک اتار کر اپنے فطری نظام کو اپنانا چاہیے۔ اس طرح وہ دنیوی اور اخروی زندگی میں اپنی فلاح اور کامیابی کا سہرا سجا سکتا ہے۔

بلاشبہ عالمی امن صرف اسلام پر عمل پیرا ہو کر ہی قائم کیا جا سکتا ہے۔ آیئے اس عظیم روشنی سے احاطہ قلب و جگر کو منور کیجئے اور انسانیت کو ہولناک تباہیوں اور حیرت انگیز ہلاکتوں سے بچایئے۔

اسلامی حکومت میں سربراہ مملکت کی ترجیحات

اسلام کی پہلی حکومت خلافت راشدہ کے طرز عمل کی روشنی میں

آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء کی حکومتیں جب قائم ہوئیں تو ان میں ابتدائی طور پر عوام کی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کے ساتھ ہر قسم کی خیر خواہی کا انتظام کیا گیا تھا۔ اسلامی سلطنتوں کے پورے دور میں رعایا کی ہر بنیادی ضرورت کا خاص طور پر خیال رکھا گیا۔ اسلامی ریاست اس بات کی ذمہ دار ہے کہ ہر فرد کو ضروریات کی تکمیل کرنے والی اشیاء اور خدمات کی مطلوبہ یا ضروری مقدار بہم پہنچاتی رہے۔ انسان کی

Scanned with CamScanner

بنیادی ضروریات میں غذا، لباس اور تعلیم شامل ہے۔ ان پانچ اشیاء پر بنیادی ضروریات کے انحصار کا مقصد یہ ہے کہ کسی انسان کی زندگی کی بقاء انہی چیزوں پر موقوف ہے۔ ان کی عدم تکمیل انسان کی جان کو خطرے میں ڈال سکتی ہے۔

ان اشیاء کے علاوہ ماحول کی اصلاح، شہروں کی خوشحالی اور ترقی ان پر مستزاد ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

○ "مامن عبد یسترعیہ اللہ رعیتہ فلم یحطہا بنصیحت لم یجدرانحت الجنت"

(صحیح بخاری کتاب الاحکام)

"جس بندہ کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔"

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصریحات:۔

○ "حق علی الامام ان یحکم بما انزل اللہ وان یودی الامنت فاذا فعل ذلک فحق علی الناس ان یسمعوالہ وان یطیعوا وان یجیبوا اذا دعوا"

ترجمہ:۔ "مسلمانوں کے حکمران پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے اور امانت ادا کرے، پھر جب وہ اسی طرح کام کر رہا ہو، تو لوگوں پر فرض ہے کہ اس کی سنیں اور مانیں اور جب بلایا جائے تو لبیک کہیں۔

ایک اور خطبے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

○ ماامرتکم بہ من اطاعتہ اللہ فحق علیکم طاعتی فیما احیتم وما کرھتم وماامرتکم بہ

Scanned with CamScanner

من معصیحه الله فلاطاعحه فی المعروف
الطاعه فی المعروف الطاعت فی المعروف
الطاعحه فی المعروف"

ترجمہ:- "میں اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے تم کو جو حکم دوں اس کی اطاعت تم پر فرض ہے، خواہ وہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند اور جو میں تمہیں اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے حکم دوں تو معصیت میں کسی کے لئے اطاعت نہیں، اطاعت صرف معروف میں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے۔"

تنگ دستوں کے ساتھ تعاون، حکومت کی ذمہ داری ہے:-

آنحضرت ﷺ کے ایک ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت انسانوں کی جملہ جائز ضروریات پورا کرنے کی بھی پابند ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

فلمافتح الله علیه الفتوح قال انا اولی بالمومنین من
انفسهم فمن توفی من المومنین فترک دینافعلی
قضاء ومن ترک مالاافلورنته"

"پھر جب اللہ نے آپ پر فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے مسلمانوں کو اپنی جانوں سے زیادہ لگاؤ ہے، لہٰذا جو مسلمان قرض چھوڑ کر وفات پائے اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کے لئے ہوگا۔"

ایک فوت ہونے والے مسلمان کی بے سہارا اولاد کے بارے میں آپ کا فرمان ہے :

"اناا عوله وانفق علیه" (ترمذی ابواب الفرائض)

Scanned with CamScanner

میں اس کی کفالت کروں گا اور اس پر مال خرچ کروں گا"

حضرت عمرؓ نے اپنی ذمہ داریاں گناتے ہوئے ایک عام خطبے میں فرمایا تھا:

"ایھا الناس قد کلفنی ان اصرف عن الدعاء"

"لوگو! اللہ نے مجھ پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ میں اس کے حضور کی جانے والی دعاؤں کو روکوں۔"

اس ارشاد کی تشریح کرتے ہوئے مشہور شافعی فقیہ ابو محمد عزالدین لکھتے ہیں۔

ترجمہ:۔ "اللہ کے حضور کی جانے والی دعاؤں کو روکنے کا مطلب یہ ہے کہ امام ظالموں کے مقابلے مظلوموں کے ساتھ انصاف کرے اور لوگوں کو اس بات کی ضرورت نہ پڑے کہ وہ اللہ سے انصاف کے طالب ہوں۔ اسی طرح وہ لوگوں کی ضروریات اور حاجتیں پوری کرے تاکہ ان کو اس کی ضرورت نہ رہے کہ رب العالمین سے ان کی تکمیل کے طالب ہوں۔ حکمرانوں پر مسلمانوں کے جملہ حقوق کے بیان میں یہ کتنا جامع اور واضح جملہ ہے۔" (قواعد الاحکام صفحہ ۱۴۸، بحوالہ اسلام کا نظریہ مملکت)

کفالت عامہ کے لئے خصوصی محکمہ کی تشکیل:۔

سماجی تحفظ کا تقاضا ہے کہ اسلامی ملک کا کوئی باشندہ بھوکا، پیاسا، ننگا، بے ٹھکانا، بے علاج اور بیروزگار نہ رہے۔

قال ابو مریم الازدی دخلت علی معاویہ فقال انعمنا بک ابافلان فقلت حدیثا سمعتہ اخبرک بہ سمعت رسول اللہ یقول من ولاہ اللہ عزوجل شیئا من امور المسلمین فاحتجب دون حاجتھم وخلتھم

وفقرهم احتجب الله تعالی عنه دون حاجته و خلته

وفقرهم احتجب الله تعالی عنه دون حاجته و خلته

وفقره قال فجعل رجلا علی حوائج الناس

(ابو داؤد کتاب الخراج)

"ابو مریم ازدی نے کہا کہ میں معاویہؓ کے پاس گیا انہوں نے کہا" کیسے تشریف لائے "میں نے کہا" آپ کو حضور ﷺ کی ایک حدیث سنانے آیا ہوں، جسے میں نے سنا ہے"۔ آپؐ فرماتے تھے "جسے اللہ نے مسلمانوں کے امور کا نگران بنایا ہے اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر بیٹھ رہا' اللہ تعالی اس کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر بیٹھ رہا' اللہ تعالی اس کی ضروریات اور فقر سے بے نیاز ہو جائے گا"

"ازدی کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اسی وقت لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے خصوصی طور پر ایک محکمہ قائم کیا اور ایک مدبر شخص کو اس کا نگران بنایا۔

ایک اور روایت میں حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔

" قال عمرو بن مره لمعاویه انی سمعت رسول الله یقول مامن امام یغلق بابه' دون ذوی الحاجته والخلته والمسکنته الااغلق الله ابواب السماء دون خلته وحاجته ومسکنته فجعل ماعویت رجلا علی حوائج الناس (ترمذی کتاب الاحکام)

"عمرو بن مرہ نے معاویہؓ سے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو امام ضرورت مندوں اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے' اللہ اس کی ضروریات اور فقر پر اپنے دروازے بند کر لیا ہے" یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے ایک آدمی

Scanned with CamScanner

لوگوں کی ضروریات پوری کرنے پر مامور کر دیا۔"

لوگوں کی ضروریات کا پورا کرنا اتنا اہم ہے کہ اسلامی حکومت کی اس ذمہ داری کا احساس فرمان نبوی کے ذریعہ خلیفہ وقت کو ہوتا ہے تو وہ بلا کسی حیل و حجت اور وقفہ کے اسی وقت اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

رعایا پروری کا نبوی ﷺ حکم:-

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

مامن امتی احد ولی عن امر الناس شیئا لم یحفظھم بما حفظہ بہ نفسہ واھلہ الالم یجد رائحۃ الجنۃ

(طبرانی، بحوالہ مجمع الزوائد، جلد ۵)

"حضورؐ نے فرمایا، میری امت میں سے کوئی شخص لوگوں کے معاملات کا نگران بنا اور اس نے ان کے معاملات کی اس طرح حفاظت نہ کی جس طرح اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتا ہے تو جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا۔"

رعایا کے مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے پوری مملکت کا دورہ:-

بائیس (۲۲) لاکھ مربع میل کی وسیع و عریض مملکت میں کئی علاقے ایسے تھے جن کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مکمل حالات جاننے میں کافی دشواری پیش آتی تھی۔ فتوحات میں وسعت کے ساتھ ساتھ آپ میں رعایا کے ہر طبقے کے مسائل معلوم کرنے کی خواہش اتنی شدید ہو گئی تھی کہ وہ تمام صوبوں کی طرف قاصد روانہ کر کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا اتنا احساس تھا کہ میری رعایا میں ایک چھوٹی سی بستی بھی ایسی نہ رہ جائے جہاں میں عدل و انصاف مہیا نہ کر سکوں، مبادا کوئی قوم ظلم و جبر کی چکی کے نیچے پستی رہے اور عمر رضی اللہ عنہ اس سے بے خبر ہو۔

Scanned with CamScanner

طبری کے بیان کردہ ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ خلافت کے آخری سالوں میں آپ کا یہ احساس اتنا شدید ہو گیا تھا کہ آپ نے پورے ملک کے سرکاری دورے کا وسیع پروگرام بنالیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا تھا:

"اگر میں زندہ رہا تو (ان شاء اللہ) ایک سال تک اپنی رعایا کے علاقوں کا دورہ کروں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں عوام کی بعض ضروریات ایسی ہیں۔ جن کی خبر مجھ تک پہنچ نہیں پاتی۔ ان کے مقامی حاکم مجھے ان کی ضروریات سے باخبر نہیں رکھتے اور خود وہ لوگ مجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ میں پہلے شام جاؤں گا اور وہاں دو ماہ قیام کروں گا، پھر الجزائر جاؤں گا، وہاں دو ماہ ٹھہروں گا، پھر مصر جاؤں گا، وہاں بھی دو ماہ قیام کروں گا، پھر بحرین جاؤں گا اور دو ماہ وہاں ٹھہروں گا، پھر کوفہ جاؤں گا اور وہاں دو مہینہ قیام کروں گا، پھر بصرہ جاؤں گا اور وہاں دو ماہ قیا کروں گا۔ خدا کی قسم! یہ سفر کتنا اچھا ہو گا۔" (طبری صفحہ ۲۷۳۸ مطبوعہ مصر)

مگر اس فرمان کے آٹھ ماہ بعد شہادت نے آپؓ کو اس پروگرام پر عمل پیرا نہ ہونے دیا۔

حضرت عمرؓ اپنے ماتحت حکام کو بھی لوگوں کی ضروریات کا احساس دلاتے رہتے تھے۔ بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ جب ایک وفد کے ساتھ مدینہ آئے تو آپ نے ان کو فرمایا:

"الا اوسعوا الناس فی بیوتهم واطعموا عیالهم"

(طرطوشی سراج الملوک صفحہ ۳۹ مطبع خیریہ مصر)

"سنو! لوگوں کے گھروں میں ان کے لئے فراخی کا سامان پیدا کرو اور ان کے متعلقین کو راحت دینے کا انتظام کرو۔"

Scanned with CamScanner

اسلامی حکومت میں فرائض کی ادائیگی اور عمل احتساب کے بارے میں خلفاء راشدین کی تصریحات

خلیفہ یا امیر المومنین:-

خلیفہ وقت کے ذمہ پوری مملکت کے تمام امور کی نگرانی، معاشی اور عمرانی مسائل کی دیکھ بھال تھی۔ خلیفہ کو سربراہ کی حیثیت سے پوری مملکت کا مسئول و نگران سمجھا جاتا تھا۔ مبلغین اسلام کی روانگی، مساجد و مدارس کی تعمیر، عوامی بہبود کے جملہ مسائل، غرباء اور مساکین، محتاج اور نادار لوگوں کی کفالت، غیر قوموں سے مذاکرات، تمام صوبوں کے گورنروں کے نام تازہ ترین ہدایات، ہر صوبے کی معاشی اور سیاسی صورتحال سے واقفیت، نئے فتح ہونے والی ملکوں میں منتظمین کی روانگی، حکام کا تقرر، عدل وانصاف کے معرکہ آراء فرامین کی ترسیل (سرکلرز کا اجراء) اور رعایا کے جملہ حقوق کی نگہداشت تھی۔ یہ بات بھی خلیفہ کے فرائض میں داخل تھی کہ کوئی گروہ نقص امن تو پیدا نہیں کر رہا؟ کہیں قحط یا مہنگائی نے تو سر نہیں نکالا، کہیں سرمایہ دار اور تاجر غریبوں کو نگل تو نہیں رہے۔ کوئی خطہ اسلام کی روشنی سے محروم تو نہیں۔

حکام کے ایام و شہور کی نگرانی کے لئے الگ محکمہ کا قیام:-

حکام و افسران کے شب و روز کی نگرانی کے لئے ایک الگ محکمہ قائم کیا تاکہ اس عہد کی ظلمتوں کا سایہ دراز نہ ہو جائے اور نورانیت اسلام کی شعاعیں پوری دنیا کو اپنے عدل وانصاف کے سائباں میں جگہ دیں۔

ہر خطہ سکون و امن حاصل کرے، قرار قلب کی پیاس دور ہو، اخوت و ہمدردی کی چادر ظلم کے تمام زاویوں کو چھپادے۔

Scanned with CamScanner

افسران کی تقرری کے لئے شرائط نامہ:-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس شخص کو عامل یا افسر مقرر کرتے اس سے [illegible] عہد لیتے:

- ○ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو گا۔
- ○ باریک کپڑا نہ پہنے گا۔
- ○ اپنے دروازے پر دربان مقرر نہ کرے گا۔
- ○ اہل حاجت کے لئے ہر وقت دروازہ کھلا رکھے گا۔

ان شرائط کی خلاف ورزی کرنے والے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ معزول کر دیتے تھے جیسا کہ گورنر مصر عیاض بن غنم کو دربان مقرر کرنے اور باریک کپڑے پہننے پر معزول کر کے بکریاں چرانے کے لئے بھیج دیا تھا۔

دور خلافت کے یادگار نقوش:-

○... عامل کوفہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب کوفہ میں شاندار محل تعمیر کرایا اگرچہ وہ ذاتی رقم سے تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محکمہ احتساب کے نگران حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیج کر اس محل کو آگ لگا دی۔

○... مصر میں خارجہ بن حذافہ نے ایک بالاخانہ تعمیر کرایا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو بھیج کر یہ پیغام دیا:

"اس بالاخانہ سے ہمسایوں کی پردہ دری ہوتی ہے لہٰذا میرا خط پہنچتے ہی اس کو گرا دو۔" (کتاب الخراج)

○... حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ کو شکایت بھیجی کہ امرائے شام پرندے کا گوشت اور میدے کی روٹی کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور عام لوگوں کو یہ کھانا میسر نہیں۔

اس پر حضرت عمرؓ نے قانون بنا دیا کہ کوئی حاکم روزانہ فی کس دو روٹی اور زیتون کے سوا بیت المال سے کچھ نہ لے سکے گا اور مال غنیمت کی تقسیم بھی مساویانہ ہو گی۔ (تاریخ یعقوبی، صفحہ ۱۶۸، جلد ۲)

○۔۔ عتبہ بن فرقد نے کوفہ کے دورے پر حضرت عمرؓ کے لئے کھانے میں اعلیٰ چیزوں کا اہتمام کیا، تو آپ غصے میں آ گئے۔ اس موقع پر خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے فرمایا:
"یہ تمہارے باپ کی کمائی نہیں، جو خود کھاؤ وہی تمام کو کھلاؤ۔"
(فتح الباری، صفحہ ۲۳۲، جلد ۱)

گورنر کا کل اثاثہ

☆۔۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، وہ آئے تو ان کے پاس ایک توشہ دان، ایک عصاء اور ایک پیالہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا، تو بولے! "کیا تمہارے پاس صرف یہی کچھ ہے؟" تو سعید نے فرمایا:
"عصا پر توشہ دان ٹانگ لیتا ہوں اور پیالے میں کھا لیتا ہوں"۔ (الاستیعاب)

☆۔۔ مشہور صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر بن کر آئے تو ماتحت حکام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا "جو چاہئے گا" طلب فرمایئے گا۔" حضرت حذیفہ بولے: "صرف اپنا کھانا اور گدھے کا چارہ روزانہ کے لئے چاہتا ہوں" جب گورنری سے علیحدہ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو لباس و وجاہت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ امیر المومنین دیکھ کر لپٹ گئے اور کہا:
"تم میرے بھائی اور میں تمہارا بھائی ہوں" (اسد الغابہ تذکرہ فریضہ)

☆۔۔ حضرت عمرؓ شام کے دورے پر آئے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سادگی دیکھ کر

رہ سکے۔ فرمایا: "ابو عبیدہ تمہارے سوا ہم سب کو دنیا نے بدل دیا ہے۔

(اسد الغابہ تذکرہ ابو عبیدہ)

☆-- حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب مصر کی گورنری سے علیحدہ ہوئے تو حضرت عمر نے فرمایا: "اتنے غلام، جانور اور سواریاں کہاں سے آئیں۔ یہ چیزیں تمہارے اثاثوں کی فہرست میں موجود نہیں۔" تو آپ نے فرمایا: "اسی سامان میں یہ چیزیں خود بخود جمع ہوتی رہیں۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا: شک تو نہیں کرتا، لیکن گورنری کے بعد یہ اضافہ پسندیدہ نہیں۔" اس طرح آپ نے تمام باقی چیزیں بیت المال میں جمع کرا دیں۔ (فتوح البلدان صفحہ ۳۲۶)

☆-- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین کی گورنری سے واپس آئے تو ان کے پاس بارہ ہزار درہم تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساری رقم لے کر بیت المال میں جمع کرادی۔ (فتوح البلدان ایضا)

☆-- خلفاء راشدین کے دور میں بڑے بڑے حکام اور افسران کی کڑی نگرانی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کوفہ والوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ وہ نماز صحیح طریقے پر نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا اور انہوں نے کوفہ کی جامع مسجد میں جاکر اس کی تحقیق کی۔

(صحیح بخاری)

☆-- حضرت عمر رضی اللہ عنہ گورنروں کے حالات دریافت کرنے کے لئے کبھی ان کو خفیہ چیک کرتے اور کبھی ان کے علاقوں سے آنے والوں سے حالات معلوم کرتے۔

عمال سے احتساب:-

اسلام کا نظم مملکت جیسا کہ لکھا جاچکا ہے کہ نہ تو مروجہ جمہوری ہے، اور نہ ہی

آمرانہ، بلکہ شورائی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اسلامی حکمران کسی وقت اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا اور نہ ہی اپنی مرضی سے کسی کا احتساب کر سکتا ہے۔ اسلام نے مشورہ کے ساتھ ساتھ خلیفہ کو پورے اختیارات دیئے ہیں۔ وہ اگر بصیرت سے کسی بات کو صحیح سمجھتا ہے اور شوریٰ کا مشورہ اس کے خلاف ہے، تو وہ شوریٰ کی بات کو رد کر سکتا ہے۔ تاریخ میں خلفائے راشدین کے باب میں اس کی بے شمار مثالیں مل جاتی ہیں۔

خلیفہ اگر کسی شخص کے خلاف کوئی شکایت سنتا ہے تو اپنی مرضی اور اختیار سے اس کا محاسبہ بھی کر سکتا ہے۔

حضرت علیؓ بحیثیت امیر المومنین عدالت کے کٹہرے میں:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ آپؓ کی زرہ گم ہو گئی۔ پتہ چلا کہ وہ ایک عیسائی کے پاس ہے۔ آپؓ نے اس کو بلایا اور اسے لے کر قاضی شریح کی عدالت میں چلے گئے۔ وہاں آپ رضی اللہ عنہ نے رعایا کے ایک عام فرد کی طرح اس کے خلاف مقدمہ پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ تھا کہ زرہ میری ہے اور میں نے نہ اسے فروخت کیا ہے نہ ہبہ کیا ہے۔ قاضی شریح نے عیسائی سے دریافت کیا کہ امیر المومنینؓ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کی بابت تمہاری کیا رائے ہے؟ عیسائی نے کہا کہ امیر المومنینؓ بھی جھوٹے نہیں ہیں اور میں بھی جھوٹا نہیں ہوں۔ قاضی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا "امیر المومنینؓ زرہ کی ملکیت پر آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔ حضرت ہنس دیئے اور فرمایا۔ "شریح تم نے ٹھیک کہا میرے پاس ثبوت تو نہیں ہے۔"

ایک روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے گواہ کے طور پر حضرت حسنؓ کو پیش کیا، تو قاضی شریح نے کہا "باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی اسلام میں معتبر نہیں ہے۔" چنانچہ زرہ عیسائی کو دے دی۔ وہ اسے لے کر جانے لگا.... چند قدم چل کر واپس آیا اور کہنے لگا :

Scanned with CamScanner

"میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ نبیوں کا طریقہ ہے اور سچا مذہب ہے
کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ مجھے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور وہ
انہیں کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔"

اس کے فوراً بعد وہ کلمہ شہادت پڑھنے لگا:

"اشهدان لا اله الله واشهدان محمدا عبده ورسوله"

مسلمان ہونے کے بعد وہ گویا ہوا "امیر المومنین رضی اللہ عنہ خدا کی قسم یہ زرہ آپؓ کے بادامی رنگ والے اونٹ سے گری تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "جب تم ایمان لے آئے ہو تو اب یہ تمہارے پاس رہے گی۔"

(کتب الخراج قاضی ابو یوسف)

اسلام کے فریضہ نہی عن المنکر کی قانونی اور آئینی حیثیت:۔

کسی ایک ملک کی نوکر شاہی اور افسران بالا اس کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بیوروکریٹس کے غلط رویہ سے ساری حکومت بدنام ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں تو کرپشن اور خرابی کے سارے شوشے نوکر شاہی سے پھوٹتے ہیں۔ ان کا کام فرمانرواؤں کی چاپلوسی اور خوش آمد ضرور ہوتا ہے، لیکن عملی طور پر جو کچھ ان کی مرضی میں آئے وہی ہوتا ہے۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں چیف سیکرٹری سے لے کر ایڈیشنل، ہوم، جوائنٹ سیکرٹریز کمشنروں اور ڈپٹی کمشنروں تک ہر جگہ انگریزیت کی اجارہ داری ہے، فرنگی افکار کی بالادستی ہے۔ ایس ایس پی افسران کے کورس ہوں، اعلیٰ سطح کے تربیتی ادارے ہوں، ہر نصاب کی تمام کتب آج بھی انہی اصولوں پر قائم ہیں۔ جو برطانوی حکومت نے ایک صدی پیشتر ترتیب دی تھیں۔ ایسی صورت میں اگر ایک حکمران اسلام نافذ کرنا چاہے، بادشاہ وقت قرآن کی بالادستی کے جتنے بھی راگ الاپے، عوام کے مطالبات سے تنگ آکر

Scanned with CamScanner

کارروائی پوری کرنے کے لئے ریڈیو، ٹی وی پر اسلام کے چند شعائر کا اظہار بھی کرے، تو اس کی حیثیت صدا بصحرا، اور ایک ساحل مراد پر نہ پہنچنے والے مسافر کی ہوگی۔ ہمارے تمام اعلیٰ افسروں پر نظر ڈالئے۔ پوری بیوروکریسی کی چھان بین کیجئے، ہر جگہ آپ کو ایسے ہی افراد نظر آئیں گے، جنہوں نے جو کچھ یہاں سیکھا وہ بھی انگریزی تمدن اور تہذیب کا پشتارہ تھا، پھر جو لوگ بیرون ملک کورسوں کے لئے بھیجے گئے وہ بھی غیر اسلامی کلچر کا درس ہی لے کر لوٹے، دوسری طرف ہمارے دوسرے تمام اسلامی ممالک میں انہی افراد کو پذیرائی میسر آتی ہے۔ جو برطانیہ، امریکہ اور فرانس کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہوں۔ جبکہ بائیں بازو کے لوگوں نے روس کو قبلہ و کعبہ بنا رکھا ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ نظم مملکت کے باب میں دوسری اقوام کے وضع کردہ اصول بھی قابل اعتنا ہیں، لیکن کیا ایسے اصولوں سے تمہارا دامن خالی ہے، تمہاری تعلیمات بے بہرہ ہیں، تمہارے گھر کے چراغوں میں روشنی نہیں رہی، تمہارے تمدن اور تہذیب کے درخشندہ کارنامے صفحہ تاریخ سے محو ہو چکے ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اندلس اور یونان کے مسلم فلاسفروں سے خوشہ چینی کرنے والی مملکتیں آج جدت طرازی میں خود ہماری استاد بن گئی ہیں۔ دراصل دو سو سالوں تک مسلم اقوام جو برطانوی اور یورپی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی رہی ہیں، ان کی جھنکار آج بھی ہمارے قلوب کے دریچوں میں چھنک رہی ہے۔

اسلامی انقلاب بپا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ایسی بیوروکریسی اور ایسے افسران کی کھیپ تیار ہو جو خود قرآن و حدیث کی روشنی سے منور ہوں، ان کا فہم و ذکاء اسلامی معارف کے موتیوں سے مالا مال ہو، ان کے قلوب خدا ترسی کی آماجگاہ ہوں، وہ جدید و قدیم علوم کے ساتھ ساتھ رعایا پروری اور فلاح عامہ کی حقیقی روح سے شناسا ہوں، اس بے مثال مقصد کے لئے کسی اور کے گھر سے روشنی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے،

ہمارے گھر میں سورج روشن ہے، خلافت راشدہ کا ماہتاب چمک رہا ہے، حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی کرنیں پورے عالم میں پھیلتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ ان کا طرز حکومت، ایثار فکر، بے لوث خدمت، ادائے فرائض منصبی، احساس ذمہ داری کے شاہکار نمونے ہمارے سامنے ہیں۔

خلافت راشدہ کے دیگر کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ افسران بالا کا احتساب تھا۔ خلیفہ اور صدر ریاست ہر حاکم پر گہری نظر رکھتے تھے۔ نظم حکومت کی اصلاح کے معاملات میں وہ بڑے بڑے جلیل القدر اور صاحب مرتبہ صحابہؓ سے بھی باز پرس کیے بغیر نہ رہتے تھے..... خلفاء کی حکومتوں میں ایسے افراد بھی نظر آتے ہیں، جنھوں نے تاریخ کا رخ پلٹ دیا۔ اپنے تاریخ ساز کارناموں سے اسلامی سلطنت کو بے شمار فوائد پہنچائے..... اور چونکہ یہ سب کچھ اخلاص اور نیک نیتی کی بنیاد پر تھا۔ اس لئے جب ایسے لوگ بھی احتساب کے کٹہرے میں کھڑے کیے گئے ہیں۔ تو انہوں نے کھلے دل سے اپنے خلاف ہونے والے فیصلوں کو قبول کیا، صحابہ کرامؓ معصوم نہ تھے، کسی نہ کسی موقع پر لغزشیں ان کے دور میں بھی رونما ہوئیں، لیکن جس طرح انہوں نے کوتاہیوں کا تدارک کیا، وہ انہی کا حصہ تھا اور جس طرح خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے احتساب کا عظیم محکمہ قائم کر کے حکام کی اصلاح اور سرزنش کا لازوال کام شروع کیا تو ایک دنیا نے دیکھا کہ پورا معاشرہ طہارت اور پاکیزگی کی تصویر بن گیا۔

تجارتی امور کی نگرانی:۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بازاروں کی کاروباری سرگرمیوں اور تجارتی اونچ نیچ کے خاتمے کے لئے ایک خصوصی افسر کو نگران بنایا تھا۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی احتکار، ملاوٹ کے خاتمے اور دیگر امور کے لئے عبداللہ بن عتبہ کو خاص طور پر

Scanned with CamScanner

مامور کیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانی میں ملے ہوئے دودھ کو زمین پر بہا دیا تھا تاکہ ملاوٹ کرنے والوں کو عبرت ہو اور ان سماج دشمن حرکتوں کا سد باب ہو۔

(الحسبہ فی الاسلام صفحہ ۳۴ ابن تیمیہ بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت ص ۱۰۵)

خلفاء کے دور میں سماجی، معاشرتی، معاشی اور اصلاحی امور کے علیحدہ علیحدہ نگران مقرر کئے گئے تھے۔

سپہ سالار کی باز پرس:-

مفصل ہدایات اور احکامات دینے کے بعد کوئی عہدہ دار خواہ کتنی ہی دور اور نظروں سے اوجھل ہوتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی ایک ایک حرکت پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ جہاں اور جب کوئی نقص نظر آتا فوراً اس پر متنبہ فرماتے اور باز پرس کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلامی جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ مداح اور قدردان تھے۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ انہوں نے جنگ یمامہ کے فوراً بعد مجاعہ کی لڑکی سے نکاح کیا ہے تو آپؓ نے ان کو سخت تہدیدی خط لکھا:

> "بلاشبہ اے خالد کی ماں کے بیٹے تیرا دل بے رحم ہے تو اس لڑکی سے نکاح اس وقت کر رہا ہے جب کہ تیرے گھر کے صحن میں بارہ سو مسلمانوں کا خون ابھی تک خشک نہیں ہوا ہے۔"

تاریخ طبری نے تصریح کی ہے:

> "یہ خط اس درجہ غضب آلود تھا، کہ گویا اس سے خون ٹپک رہا تھا۔"

ایک عورت سے نکاح شرعی طور پر بلاشبہ کوئی گناہ نہ تھا لیکن ایسے وقت میں جبکہ ابھی ابھی جنگ ختم ہوئی اور بارہ سو صحابہؓ شہید ہو گئے ہوں، سپہ سالار کا کسی لڑکی سے نکاح ایک نامناسب فعل تھا، جس کے لئے خلیفہ نے فوراً سرزنش کی۔

Scanned with CamScanner

ایک فرمان روا کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ وہ افسران کی ایک ایک حرکت پر کڑی نظر رکھے، وہاں اس پر یہ بھی لازم ہے کہ احتساب کیساتھ اس میں اس قدر تحمل ہو کہ معمولی بھول چوک سے چشم پوشی اختیار کرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں احتساب کی قوت کے ساتھ یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا۔ (قومی ڈائجسٹ صدیق اکبر نمبر ۱۲۶)

طبری میں ہے:

"ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے عمال اور کارپردازان حکومت پر زیادہ دارو گیر اور سخت گیری نہیں کرتے تھے۔"

افسران کے مالی کوائف کی پڑتال:-

علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں حضرت عمرؓ کی حکومت کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپؓ جب بھی کسی شخص کو کسی علاقے کا حاکم بنا کر بھیجتے، اس کے مال واسباب کی مفصل فہرست تیار کر کے اپنے پاس محفوظ کر لیتے، پھر اگر افسر کی مالی حالت میں غیر معمولی ترقی محسوس ہوتی تو اس سے مواخذہ کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ (از طبری) بعض حکام کے بارے میں جب انہیں اطلاع ملی کہ ان کے مال میں اضافہ ہوا ہے تو انہوں نے ان کی جائیداد کا جائزہ لے کر آدھا مال بیت المال میں جمع کرا دیا تھا۔

اسلام کے سب سے بڑے جرنیل کی معزولی:-

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری کے منصب سے ہٹا کر انہیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا نائب مقرر کرنے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے ایک دفعہ شاعر کو دس ہزار کی خطیر رقم انعام میں دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو خط لکھا کہ اگر خالد نے یہ انعام اپنی گرہ سے دیا تو اسراف کیا اور اگر بیت

Scanned with CamScanner

المال سے دیا تو خیانت کی ہے، دونوں صورتوں میں معزولی کے قابل ہیں، چنانچہ جب وہ قاصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خط لے کر آیا تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق معزولی کے طور پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سر سے پگڑی اتاری اور سرتابی کی سزا کے لئے انہی کے عمامہ سے ان کی گردن باندھ دی۔ یہ واقعہ احتساب کی دنیا میں کچھ کم حیرت انگیز نہیں کہ اتنا بڑا جرنیل جس کی نظیر کا کوئی آدمی مسلمانوں میں موجود نہ تھا۔ جس نے ۱۲۵ لڑائیوں میں کبھی شکست نہ کھائی تھی، جس کی تلوار نے شام اور عراق کو فتح کیا تھا، جس کی حسن تدبیر اور جنگجو صلاحیتوں کا شہرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا، اس کی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تلوار کا لقب دیا تھا۔ لیکن حکمرانی کے اصول وضوابط میں جب امیر المومنین نے ان کو بھی قصوروار پایا تو ایسی سرزنش کی کہ احتساب کی ایمانی روح اور خلافت کا وہ منہاج جو نبوت محمدیہ سے مستنیر تھا، تابندہ و روشن ہو گیا، اس سے ایک طرف حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اطاعت شعاری اور خلیفہ وقت کے سامنے ان کی تابعدارانہ طبیعت سے ان کی اولوالعزمی آشکار ہوتی ہے، دوسری طرف یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ خلیفہ وقت کے سامنے کسی بڑے سے بڑے آدمی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور عدل و انصاف کو ہر ہر محکمے میں قائم کرنے کے لئے کسی بھی افسر کی من مانی کو کبھی برداشت نہیں کرتے تھے، ان کے نزدیک قابل سے قابل شخص بھی قانون سے بالاتر نہ تھا، اہم سے اہم آدمی بھی انصاف کے اصولوں پر بھاری نہ تھا۔

گورنروں کا احتساب:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احتساب اور بازپرس کے موضوع پر کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف نے احکام السلطانیہ میں (ابو الحسن ماوردی) اور فتوح البلدان میں علامہ بلاذری نے بے شمار جزئیات نقل کی ہیں، ان تمام کو قومی ڈائجسٹ فاروق اعظم نمبر میں پروفیسر میر

Scanned with CamScanner

محمد سلیم نے نہایت خوبصورت اور اعجاز کے ساتھ نقل کیا ہے۔ جسے من وعن یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پرچہ نویسی کے علاوہ ایک خاص شعبہ افسروں کی تحقیقات کے لئے قائم کیا، پرچہ نویسوں کے ذریعے عمال کی جو شکایات موصول ہوتی تھیں، ان کی تحقیق کے لئے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ مقرر تھے۔ جو اکابر صحابہؓ میں شمار ہوتے تھے، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ انصاری تمام غزوات میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے تھے اور ایک دفعہ جب رسول اللہ ﷺ کسی مہم پر باہر تشریف لے گئے تو ان کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا، ان کی اس جلالت شان کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں انکوائری کمیشن کا سربراہ مقرر کر رکھا تھا، جب کسی عامل کی شکایت موصول ہوتی تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات پر مامور کر دیا جاتا تھا۔ وہ موقع پر جا کر مجمع عام میں لوگوں کے بیانات لیتے تھے۔

☆-- ۱۱ھ میں فاتح قادسیہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب کوفہ کے گورنر تھے، تو لوگوں نے ان کے خلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی یہ وہ وقت تھا، جب ایرانیوں نے بڑے زور شور سے لڑائی کی تیاریاں کر رکھی تھیں اور وہ لاکھ ڈیڑھ لاکھ فوج لے کر نہاوند کے قریب پہنچ چکے تھے، جن کے مقابلے کے لئے کوفہ سے فوجیں روانہ ہو رہی تھیں، عین اسی حالت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت پہنچی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگرچہ نہایت پر خطر وقت ہے لیکن یہ وقت مجھے سعد بن ابی وقاصؓ کی تحقیقات سے نہیں روک سکتا۔ چنانچہ اس وقت محمد بن مسلمہؓ کو کوفہ روانہ کیا گیا، جنہوں نے ایک ایک

Scanned with CamScanner

مسجد میں جاکر لوگوں کے بیانات لئے اور واپسی پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ہمراہ مدینہ لیتے آئے، جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مستغیث کا بیان اپنے ہاتھ سے قلمبند کیا اور ابو موسیٰؓ اشعری کو مدینہ میں بلا کر تحقیقات کیں۔

☆-- ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں سے گزر رہے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی۔ "عمرؓ! کیا عاملوں کے لئے چند قواعد مقرر کر کے تم عذاب الٰہی سے بچ جاؤ گے؟ کیا تم کو خبر ہے کہ مصر کا گورنر عیاض بن غنمؓ باریک کپڑے پہنتا ہے اور اس نے دروازے پر دربان مقرر کر رکھا ہے؟" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ "مصر جاؤ اور عیاض بن غنمؓ کو جس حالت میں پاؤ ساتھ لیتے آؤ۔" محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ واقعی دروازے پر دربان تھا اور عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے باریک کپڑے کا کرتہ پہن رکھا تھا، چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ عیاض بن غنمؓ کو اسی حالت میں مدینہ میں لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ململ کا کرتہ اتروا کر انہیں بالوں کا کرتہ پہنایا اور بکریوں کا ایک گلہ منگوا کر ان کے سپرد کر دیا، کہ اسے جنگل میں لے کر چراؤ۔ عیاض کو مجال انکار نہ تھی۔ وہ بادل ناخواستہ گلہ لے کر روانہ ہوئے لیکن ساتھ ہی ساتھ کہتے جاتے تھے کہ اس سے تو موت بہتر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! "تجھے اس سے عار کیوں ہے، تیرے باپ کا نام غنمؓ اسی وجہ سے پڑا تھا کہ وہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔" غرض عیاض نے دل سے توبہ کی وہ پھر جب تک زندہ رہے نہایت تن دہی سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

☆-- ایک مرتبہ اطلاع ملی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں اپنے لئے ایک محل بنوایا جس میں ڈیوڑھی بھی ہے، حضرت عمرؓ ڈیوڑھی کو عوام اور والی کے درمیان رکاوٹ خیال کرتے تھے۔ چنانچہ اس وقت انہوں نے حضرت محمد

Scanned with CamScanner

بن مسلمہؓ کو مامور کیا کہ وہ کوفہ پہنچ کر سعد بن ابی وقاصؓ کی ڈیوڑھی کو آگ لگا دیں، اس حکم کی پوری طرح تعمیل ہوئی اور سعد کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس قسم کی باتیں بظاہر قابل اعتراض نظر آتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والیوں کے ذاتی معاملات میں دخل دیتے تھے اور ان کو ایک خاص طرز معاشرت اختیار کرنے پر مجبور کرتے تھے لیکن علامہ شبلیؒ کے بقول پورے ملک میں مساوات اور جمہوریت کی جو روح عمر ؓ پھونکنا چاہتے تھے وہ بغیر اس کے ممکن نہ تھی کہ وہ خود اور ان کے عمال اس رنگ میں ڈوبے نظر آئیں۔ عام آدمیوں کو اختیار ہے کہ وہ جو چاہیں کریں کیونکہ ان کے افعال کا اثر بھی انہی تک محدود ہوتا ہے، لیکن جو لوگ ارکان سلطنت ہوں ان کی معاشرت کا ممتاز ہونا لوگوں کے دلوں میں احساس کمتری پیدا کرتا ہے اور رفتہ رفتہ اس قسم کی باتوں سے ہر شخص میں سلطنت کی وہ تمام خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن میں ایک شخص آقا اور باقی سب اس کے غلام بن جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اسلام سے قبل شخصی اور مطلق العنان حکومتوں کا رواج رہا ہے اور اسلام تاریک رات میں روشنی کی پہلی کرن ہے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ شخصی حکومت کی طرف واپس جانے والے تمام راستے بند کر دیئے جائیں اور لوگوں میں عزت نفس اور خود اعتمادی کے جذبات پیدا کئے جائیں تاکہ وہ حکام کو اپنا خدمت گار تصور کریں آقا نہ بنالیں۔ اسی لئے وہ حکام کی چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی گرفت کرتے تھے۔ خصوصاً ان باتوں پر سخت مواخذہ ہوتا تھا، جن سے احساس برتری اور احساس غرور ٹپکتا ہو، جب کسی عامل کی نسبت یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ کمزور کی عیادت کو نہیں جاتا یا کمزور اس کے دربار میں آ نہیں پاسکتا، تو اس کو معطل کر دیا جاتا تھا، اضلاع کے جو عمال تھے ان کی نسبت اور باتوں کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ یہ بھی دریافت کرتے رہتے تھے کہ غلاموں کے ساتھ ان کا سلوک کیسا ہے؟ اگر کسی ضلع

Scanned with CamScanner

عامل (ڈپٹی کمشنر) کی جانب سے غلاموں کی طرف سے بے التفاتی کی شکایت موصول ہوتی تو اس کو اس جرم پر معزول کر دیتے تھے۔ اس امر میں بھی وہ اپنے ذاتی طرز عمل سے اپنے افسروں کے لئے نمونہ پیش کرتے تھے، غلاموں کو اکثر اوقات بلا کر ساتھ کھانا کھلاتے تھے اور حاضرین کو سنا کر کہتے تھے کہ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے سے عار ہے۔ انہوں نے تمام سرداران لشکر کو لکھ کر بھیجا تھا کہ تمہارا کوئی غلام اگر دشمن کو امان دے تو وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے امان سمجھی جائے گی اور امیر لشکر کو اس امان کی پابندی کرنی ہوگی۔

ان کے ذاتی کردار سے متاثر ہو کر ان کے عمال اور حکام نے بھی آزاد اور غلام کا فرق مٹا دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غلاموں کے گروہ میں بڑے بڑے صاحب کمال پیدا ہو گئے۔ جن کی تمام ملک عزت و توقیر کرتا تھا۔ عکرمہ جو ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں، اور جن کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فتوے کی اجازت دی تھی اور نافع جو امام مالک کے استاد تھے اور جن کے سلسلہ روایت کو محدثین سلسلۃ الذہب سنہری زنجیر کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، دونوں غلام تھے اور اسی عہد کے تربیت یافتہ تھے۔

عمال کی سالانہ حاضری:۔

بیوروکریسی کے احتساب کے لئے پرچہ نویسی اور انکوائری کمیشن کے تقرر کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اہتمام بھی کر رکھا تھا کہ تمام عمال ہر سال حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوں۔ اس موقع پر چونکہ حج کے لئے ہر طرف سے عام لوگ بھی آئے ہوتے تھے، اس لئے تمام لوگوں کی موجودگی میں عمال کی کارکردگی کا جائزہ لیا جا سکتا تھا، اس موقع پر کھڑے ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اعلان کرتے تھے کہ جس شخص کو کسی عامل (گورنر) سے کوئی تکلیف ہو وہ بیان کرے۔ یہ کھلا دربار اس قسم کا نہیں ہوتا تھا۔ جس میں افسر شاہی اپنی

Scanned with CamScanner

مرضی کے شکایت کنندون کو ریہرسل کرا کے سربراہ مملکت کے سامنے پیش کر دے اصل شکایت کنندوں کو قریب بھی نہ پھٹکنے دے۔ پاکستان کی گزشتہ حکومتوں میں اس قسم کے کافی ڈرامے دیکھ کر تعجب ہوتا ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کھلی کچہری میں بڑے سے بڑے افسر کے خلاف شکایت پیش کرنے کی پوری آزادی تھی اور شکایت مناسب کارروائی کے لئے سرد خانے میں نہیں ڈال دی جاتی تھی، نہ ہی زیر غور کا لیبل لگا کر معاملے کو ختم کیا جاتا تھا، بلکہ تحقیق کر کے اگر شکایت درست ثابت ہوتی تو متعلقہ افسر کو موقع پر ہی سزا دے دی جاتی تھی، یہی فوری انصاف کی روح تھی، جس سے کسی افسر کو اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سربراہ مملکت اس کے سٹیٹس کا لحاظ کئے بغیر ساری پبلک کے سامنے اسے سزا دینے سے اجتناب نہیں کریں گے۔

شکایات کے لئے عام حکم:۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی گورنروں اور ماتحت افسروں کی شکایات سننے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح عام اعلان کر رکھا تھا۔ بے شک خلیفہ سوئم میں عفو اور درگزر کا غلبہ تھا، تاہم احتساب کے معاملے میں وہ بھی بے حد حساس تھے، آپ نے تمام صوبوں کے گورنروں اور عام مسلمانوں کے نام ایک یادداشت روانہ کی، جسے ہر بڑے شہر کے افسران بالا اور جامع مسجد میں عوام کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا، خط کا مضمون حسب ذیل تھا۔:

"گورنروں کو میری تاکید ہے کہ ہر سال حج کے موقع پر مجھ سے ملیں، جب سے میں خلیفہ ہوا ہوں، میں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تاکیدی احکام بھیج رکھے ہیں۔ اس کے باوجود جب بھی میرے پاس کسی گورنر یا حاکم کی شکایت کی جاتی ہے تو اس کو دور کر دیتا ہوں، میں اپنے اور اپنے اہل و عیال کے سارے حقوق سے رعیت کے حقوق کے مقابلے میں دستبردار ہو گیا ہوں، اہل مدینہ نے رپورٹ کی ہے کہ میرے گورنر کچھ لوگوں کو

Scanned with CamScanner

مارتے ہیں اور کچھ کو برا کہتے ہیں۔ اگر کسی کے ساتھ ایسا کیا گیا ہو تو وہ حج کے موقع پر آئے اور اپنی شکایات پیش کرے، اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا، خواہ وہ زیادتی میری ہو یا میرے حکام کی اگر وہ چاہے تو معاف بھی کر سکتا ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا احتسابی حکم:-

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے حکام پر کڑی نظر رکھتے تھے، وہ کسی شخص کو کسی علاقے کا حاکم بنا کر بھیجتے تو اسے ضروری ہدایات دیتے، پھر اسی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ آپ نے عمال و حکام کے طرز عمل جانچنے کے لئے نگران مقرر کر رکھے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت کعب بن مالک محکمہ احتساب کے انچارج اعلیٰ تھے، پہلی مرتبہ جب انہیں عراق روانہ کیا گیا تو انہیں چند ہدایات لکھوائیں۔ جن کے ابتدائی فقرے یہ تھے:

"تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں پھر کر عمال کی تحقیقات کرو اور ان کے رویہ پر نظر ڈالو۔"

(تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی جلد ۲، باب حضرت علی رضی اللہ عنہ)

گورنر فارس زیاد کو تنبیہہ:-

گورنر فارس زیاد کے بارے میں خیانت کی اطلاع ملی تو آپ نے مراسلہ لکھا:

"میرے قاصد نے مجھے ایک عجیب اطلاع دی ہے کہ تم نے دوران گفتگو اس سے کہا کہ کردوں نے تجھ پر حملہ کر کے خراج کا بہت سا سامان لوٹ لیا ہے۔ اس کے ساتھ تم نے قاصد کو یہ بھی کہا کہ وہ امیر المومنین کو خبر نہ کرے۔" زیاد! بخدا تم جھوٹے ہو، تم نے اپنے ذمہ کا خراج نہ بھیجا، تو میں ایسی سختی سے پیش آؤں گا، جو تم کو مفلس اور نادار

بنادے گی۔"

گورنر منذر بن الجارود کے نام تہدیدی مراسلہ:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گورنر منذر کی شکایت ملی تو آپ نے اسے لکھا:

"مجھے تمہارے والد کی نیک عملی اور پرہیزگاری کی بناء پر تمہارے متعلق دھوکہ ہو گیا، تم اپنی ہوا و حرص کی پیروی ترک نہیں کرتے، جو تمہارے لئے ایک بدنما داغ ہے، مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم اکثر اپنے علاقے کو چھوڑ کر شکار کی تلاش میں نکل جاتے ہو اور کتوں سے کھیلتے ہو، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ اطلاع درست نکلی تو میں تمہارے اسی فعل کی سزا دیئے بغیر تمہیں نہ چھوڑوں گا۔ تمہارے خاندان کے جاہل تم سے اچھے ہیں، میرا خط دیکھتے ہی میرے پاس چلے آؤ"

(از حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط)

ارکان حکومت کا حلف اور ان کا احتساب:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو کسی علاقے کا حاکم یا افسر بنا کر بھیجتے تو اس سے یہ عہد لیتے تھے:

"وہ گھوڑے پر سوار ہو کر نہیں چلے گا، نفیس غذائیں نہیں کھائے گا، نرم و نازک کپڑے نہیں پہنے گا اور یہ کہ مسلمانوں کے لئے اپنے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے گا۔"

اس کے بعد وہ عموماً یہ کہا کرتے تھے:

"اللھم اشھد" (خداوند تو گواہ رہیو۔)

ملاحظہ ہو کہ عام زندگی میں خوشحالی میں جن امور کی اسلام نے اجازت دے رکھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے افسران کو ان چیزوں سے بھی منع کر رکھا تھا۔ تاکہ انہیں لوگوں کی ضروریات کا احساس ہو، وہ فرعون و متکبر بن کر رعایا سے خود کو برتر نہ سمجھیں، وہ حقیقی معنوں میں خادم کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیں۔

ہمارے ہاں تو افسران کا طرز عمل ایسا ہے کہ ایک چھوٹے سے چھوٹا افسر بھی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو کسی غریب آدمی کے سوال کا جواب تک دے، یہاں تو فرعون اور شداد کی سی کیفیت پائی جاتی ہے۔ سو میں سے نہیں بلکہ ایک ہزار میں سے ایک ایسا افسر ہو گا جو کسی سائل یا حاجت مند سے گفتگو کرنے کو اپنی توہین خیال نہ کرے گا، ورنہ تفاخر و عجب کے ایسے نمونے یہاں ملتے ہیں کہ انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ انگریزیت زدہ حکمران حقیقی معنوں میں حکمرانی کے مفہوم ہی سے نا آشنا ہیں، کیا ایسا ممکن ہے کہ کسی شہر کا حاکم کسی ضرورت مند کے گھر چلا جائے، افلاس زدہ افراد کا پتہ لگائے پھر ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے، یا کسی سائل کو بغیر سرزنش کے وہ اپنے گھر داخل ہونے کی اجازت دے سکے، کیا آپ نے یہاں کبھی ایسا بھی کوئی افسر دیکھا ہے جو غریب سے غریب راہ گیر کے سلام کا جواب ہی دے سکے، ایک عام آدمی کے لئے چند قدم چل کر جا سکے، بھوکوں اور ناتوانوں کے دکھ میں شریک ہو سکے، بیماروں اور مریضوں کی ضروریات کا احساس کر سکے یا کسی بلکنے والے غریب اور بے سہارا مریض کی بیمار پرسی تک کر سکے، عمران بن السوید کی روایت ہے ابن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا:

"اگر میرے کسی افسر نے ظلم کیا اور میں اس کو نہ روک سکا تو گویا
یہ ظلم خود میری طرف سے ہوا"

Scanned with CamScanner

حکمرانی کی یہ ہے وہ اسلامی روح جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ممالک یا اسلام کے سہارے اقتدار پر قائم ہونے والی حکومتوں کو خصوصی طور پر اس بات پر غور کرنا چاہیے۔ کہ وہ اپنے ملک میں ظلم کے تمام راستے مسدود کر دیتے ہیں؟ ایسا تو نہیں ہو رہا کہ جاگیردار غریب مزارعین پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، کارخانہ دار مزدوروں کا استحصال کر رہے ہیں، سرمایہ دار اور اعلیٰ طبقے کے افراد غریبوں پر طرح طرح کی زیادتیوں کے مرتکب ہیں، جیل میں قیدیوں پر تشدد تو نہیں ہو رہا، مملکت کا سرمایہ ناجائز طور پر تو استعمال نہیں کیا جا رہا، عدالتی حکام رشوت کے ذریعے بے گناہوں کو سزا تو نہیں دے رہے، مختلف محکموں میں اعلیٰ افسران ملازمین کے حقوق سے تو نہیں کھیل رہے۔ اگر لاکھوں مربع میل کی کسی مملکت میں کروڑوں انسانوں میں کسی ایک جگہ بھی رعایا کے کسی طبقے کے ساتھ بھی زیادتی ہو رہی ہے، کوئی زبردست زیردستوں کو دبا رہا ہے، کسی ایک جگہ بھی تفاوت موجود ہو تو اس کی براہ راست ذمہ داری سربراہ مملکت پر ہوتی ہے۔ وہ ایک ایک انسان کی ضروریات کا جوابدہ ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کہے مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں تھا۔ خلافت راشدہ کی حکومتوں نے دنیا میں یہ تصور بھی مٹا دیا تھا کہ رعایا اگر اپنے مسائل سے آگاہ نہ کرے گی تو ہم جوابدہ نہیں، بلکہ انہوں نے ایسی تابندہ روایات روشن کی ہیں کہ یہاں حکمرانوں ہی کا فرض ہے کہ وہ خود ضروریات کا پتہ کریں، خود مظالم کے راستوں کو مسدود کریں، خود رعایا کی خوشحالی کے اقدامات کریں، ایک ایک طبقے، ایک ایک سوسائٹی اور ایک ایک محکمے پر کڑی نظر رکھیں۔ خلفاء کی حکومتیں ان سے بڑی تھیں، ان کا جغرافیہ ان سے کئی گناہ زیادہ تھا، ان کے وسائل آمدورفت آج کے مقابلے میں بالکل ناکافی تھے۔..... لیکن انہوں نے حکمرانی کے باب میں دنیا کو ایسا لائحہ عمل اور درس روشن عطا کیا کہ اس کی نظیر نہ تو دنیا کا کوئی نظام پیش کر سکتا ہے نہ کوئی دستور اس کی مانند گہوارہ امن بنا سکتی ہے۔

عہد حاضر میں ہمارے حکمران اس قدر غافل ہیں کہ ریلوں، بسوں، جہازوں کے حادثات میں لوگوں کے مرنے کا معمول بن چکا ہے، لیکن حکومت سرسری افسوس کے ایک اخباری بیان پر ہی اکتفا کرتی ہے۔ چوریوں، ڈکیتیوں، دھوکہ دہی کے ذریعے لٹنے والے عوام سے بھی کوئی ہمدردی نہیں کرتا، ظالموں اور مجرموں پر کسی کی کڑی نظر نہیں۔

عمرو بن مرہ کا بیان ہے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ اپنے صوبائی حکام کو عموماً یہ کہا کرتے تھے:

"اے حکام سلطنت، رعیت کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے رعیت پر، بردباری سے بڑھ کر کوئی شے نہیں، اگر یہ بردباری مسلمانوں کے حکمرانوں اور رہنماؤں میں پائی جانے لگے تو اس سے زیادہ محترم اور نفع بخش کوئی چیز نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ آئمہ اور دینی زعماء کی گمراہی اور بے خبری سے زیادہ نقصان دہ کوئی دوسری شے نہیں۔ جو شخص اپنے اہل وعیال کے لئے خیر اور سلامتی کا طالب ہوتا ہے، اللہ اس پر عافیت اور کشادگی نازل فرماتا ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی افسر میں کوئی کجی دیکھتے یا کسی حاکم کی کوئی شکایت سنتے تو اسے فوراً برطرف کر دیتے، ایسا نہیں ہوتا تھا کہ ہمارے ہاں کی طرح رشوت خور افسر کو شکایت ملنے پر ایک جگہ سے دوسری جگہ لگا دیا تاکہ اگر اس نے یہاں سے بہت کچھ حاصل کر لیا ہے تو اب دوسرے علاقے سے بھی تجوریاں بھر لے، بلکہ آپ شکایات کی تصدیق پر نہ صرف یہ کہ اسے برطرف کرتے بلکہ اس کا سخت احتساب کرتے، اس کے سرمائے اور گھریلو زندگی کی چھان بین کراتے۔

Scanned with CamScanner

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک قول نقل کیا ہے:

"اگر ملت کے مفاد میں مجھے ایک گورنر کو ہٹا کر دوسرا گورنر اس کی جگہ بھیجنا پڑے تو یہ میرے لئے معمولی بات ہوگی۔"

(کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف)

امام شعبیؒ سے روایت ہے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ اگر کسی نے ان کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی تو وہ اسے چالیس کوڑوں کی سزا دیں گے۔"

حکومت کا وقار اور اسلامی قانون کی بالادستی:-

جس حکومت میں لوگ قانون کا احترام نہ کرتے ہوں وہ بے وقعت ہوتی ہے۔ بیوروکریسی پر حکمران کی طرف سے نظم و نسق کے قیام کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ تمام ارکان حکومت کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جائے۔ جس سے ان کو سربراہ مملکت پر پورا اعتماد ہو، اور سربراہ مملکت بھی ان کے ساتھ رحمدلی کا سلوک کریں۔ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ نوکر شاہی کو حد سے بڑھنے دیا، نہ خود ان پر ناروا پابندیاں عائد کیں۔ خلفاء راشدین نے حکومت اور افسران بالا میں حد درجہ توازن کی پالیسی قائم رکھی۔ ملاحظہ ہو کہ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے نے گورنر کا فرزند ہونے کے زعم میں ایک غریب آدمی کو بلایا اور اس کو مارا۔ مکہ میں حج کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً ایک قاصد مصر روانہ کیا، جس کے ہاتھ گورنر کو پیغام بھیجا کہ "قاصد کے ملتے ہی اپنے بیٹے کو لے کر میرے دربار میں پہنچو۔" گورنر مصر مکہ پہنچے تو امیر المومنین نے مجمع عام میں گورنر کے فرزند کو اس شخص کے ہاتھوں سزا دلوائی۔ جسے اس

Scanned with CamScanner

نے بے قصور مارا تھا۔ اور حضرت عمرو بن العاص اور ان کے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"متی استعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احرارا"

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ماتحت افسران کے دل میں یہ بات سختی کے ساتھ بٹھاتے تھے کہ "تم نظم و نسق قائم کرنے کے ذمہ دار ہو، تم کو اس بات کا اختیار نہیں دیا گیا کہ لوگوں کی عزت نفس سے کھیلنے لگو اور انہیں اپنا غلام سمجھ کر ان سے زر خرید غلاموں کا سلوک کرنے لگو۔"

انسانوں کی آزادی اور فطری حریت کے باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایسا یادگار قول ہے جس کی نظیر دنیائے عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ جرمنی میں ایک یہودی لڑکی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بنیاد بنا کر آپ کو انسانوں کی آزادی کا سب سے بڑا معمار قرار دیا ہے۔ مذکورہ ادارے جس کا نام فریڈم ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہے۔ اس کے بنیادی مقاصد میں کہا گیا ہے کہ دنیائے معلوم میں افراد کی فلاح اور انسانیت کی نیچرل آزادی پر اس سے خوبصورت لفظ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی کسی ایسی مملکت کا اپنے گورنر کو یہ کہنا کہ "تم نے عوام کو کوڑے مار کر ان کی فطری آزادی کو کیوں سلب کیا، بے جرم فرد تمہاری حکمرانی کے غرور کا نشانہ کیوں بنا، جبکہ وہ آزاد پیدا ہوا، اس کو کسی نے بلا قیود جنم دیا ہے، وہ کسی ضابطہ یا قانون کے تحت تمہارا ماتحت، ریزہ چیں اور پابند نہیں تھا، اسے کیوں مارا گیا۔" پھر یہ الفاظ ایسے دور میں دہرائے گئے جبکہ حکمران بغیر کسی ضابطہ اور قانون کے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔ ہاں! اگر انسان قانون شریعت سے انحراف کا مرتکب ہو تو وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ قانون انسانوں کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے ہے۔

Scanned with CamScanner

امراء اور حکام کی تقرری کے اصول:۔

دور خلافت میں ہر فن کے ماہر کو کسی بھی زمہ داری سے سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک محکمے کے افسران کی نامزدگی کے چند ضابطوں سے دور کا بھی تعلق نہ رکھتا ہو اور اسے اس کا نگران بنادیا جائے۔

- حاکم مقرر کرتے وقت دیانتداری اور تقویٰ کو مد نظر رکھا جاتا تھا۔ مثلاً حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سیاستدانی کے باعث حاکم اور والی بنایا گیا۔
- حکام کو بقدر ضرورت وظیفہ یا مشاہرہ دیا جاتا تھا۔
- خلفاء راشدین عہد نبوی کے حکمرانوں کو ہر دوسرے شخص پر ترجیح دیتے تھے۔
- حکام کے تقرر میں کسی قسم کی سفارش سے کام نہیں لیا جاتا تھا۔ اس معاملے میں رشتہ داری کا لحاظ رکھنا بھی معیوب خیال کیا جاتا تھا۔
- اہم فوجی، ملکی اور بین الاقوامی امور میں جلیل القدر صحابہ کرام ؓ کی اعلیٰ سطحی کمیٹی غور و خوض کے بعد کوئی فیصلہ کر سکتی تھی۔
- اہل علاقہ کی جائز شکایات پر بڑے بڑے عہدہ داران کو معزول کر دیا جاتا تھا۔ بعض اوقات جرم کے مطابق انہیں سخت سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔

حکمرانی کے درخشندہ نمونے:۔

- خلفاء راشدین نے پوری سلطنت کا نظام کنٹرول کرنے کے لئے تمام ریاستوں کی صوبہ وار تقسیم کر دی تھی۔
- فوجیوں کے لئے مناسب مقامات پر چھاؤنیاں، عسکری مراکز اور قلعے قائم کئے گئے تھے۔

Scanned with CamScanner

- دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے حالات کے عین مطابق اسلحہ جمع کرنے اور جدید ہتھیاروں سے فوج کو لیس کرنے کا فوج میں الگ شعبہ بنایا گیا تھا۔
- کئی مواقع پر خلفاء نے دو دشمنوں کی موجودگی میں ایک سے سیاسی معاہدہ کر کے دوسرے کا سر کوٹ دیا۔

تاریخ کا طالب علم اس بات سے واقف ہے کہ قیصر روم اور کسریٰ ایران کے ہاں بھی مملکتوں کے نظام کے لئے الگ الگ محکمے قائم نہ تھے۔ صرف بادشاہوں کی خواہشات ہی ہر قسم کے قانون کا درجہ رکھتی تھیں۔ صحرائے عرب میں سرداری نظام رائج تھا۔ ہر قبیلے کا الگ نظام اور طریقہ کار تھا۔ کہیں بھی حکومت و سلطنت کے الگ الگ قوانین نہ تھے۔ رعایا کی ضرورت کا خیال، عوامی رائے کا احترام، مساوی اور جمہوری اصولوں کی پاسداری، غریبوں، محنت کشوں اور ناتوانوں کی سہولت کا خیال یہ سب عنقا تھے۔ کسی بھی تاریخ میں آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی حکومتوں سے پہلے ایسے قوانین رائج نہ تھے۔

خلافت راشدہ میں عہدوں کی تفصیل

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی مملکتوں کو صوبوں میں تقسیم کر کے درج ذیل عہدے قائم کئے۔

- عامل۔　　　گورنر یا والی صوبہ
- امیر الجیوش۔　　　کمانڈر انچیف یا سپہ سالار
- صاحب بیت المال۔　　　وزیر خزانہ
- امیر الخراج۔　　　ذرائع آمدن کا انچارج
- کاتب یا رجسٹرار۔　　　حکام صوبہ کی کارگزاری اور غیر ملکی

Scanned with CamScanner

	معاہدوں کے مرتب
○ کاتب دیوان۔	دفتر کا میر منشی
○ صاحب احداث۔	انسپکٹر جنرل پولیس (آئی جی)
○ قاضی۔	صیغہ عدالت کا چیئرمین (چیف جسٹس)
○ مشاورتی کونسل۔	تمام عہدوں سے مضبوط تر خلفاء راشدین کی مشاورتی کمیٹی تھی۔ یہاں فتوحات کے نقشے باندھے جاتے سلطنتوں کو زیر کرنے کی تجاویز پاس کی جاتیں، تعمیراتی مسائل، ترقیاتی امور، غیر قوموں سے مذاکرات، خلافت کی اقتصادی، معاشی اور سیاسی پالیسیوں کا جائزہ لیا جاتا۔ خلفاء راشدین کی مجلس مشاورت کا فیصلہ شریعت اسلامیہ کی ناقابل تنسیخ دفعہ اور قانون کہلاتا تھا۔

عہد فاروقی میں جب آمدن کے ذرائع وسیع ہوئے تو زکوۃ کی وصولی کے لئے محصلین زکوۃ کے نام سے علیحدہ محکمہ قائم کیا گیا۔

عمال سے احتساب:-

خلیفہ اگر کسی شخص کے خلاف کوئی شکایت سنتا ہے تو وہ اپنی مرضی اور اختیار سے اس کا محاسبہ بھی کر سکتا ہے۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ خلیفہ اسلام کے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ اپنے گورنروں اور سلطنت کے دورے قائدین کی کڑی نگرانی کرے اور اگر ان کے خلاف ذرا سی بھی کوئی شکایت ملے تو فوراً ان کا محاسبہ کرے۔ سیدنا

Scanned with CamScanner

عمر الفاروق ﷺ کے عہد خلافت میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

○---- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتح فارس، عشرہ مبشرہ کے صحابی اور رسول اللہ ؐ کے ماموں ہیں۔ لیکن جنگ نہاوند سے چند روز قبل ایک شخص جراح بن سنان الاسدی اور اس کی قوم کے چند افراد نے ان کی نماز، دین اور عدل کے بارہ میں بارگاہ خلافت میں شکایت کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات کے لئے بھیجا (یہ آپ کے نہایت معتمد اور انسپکٹر جنرل پولیس تھے اور تحقیقات کے متعلق تمام امور آپ انہیں کے سپرد فرمایا کرتے تھے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فوراً پہنچے، تحقیقات شروع کردی، تحقیقات پوشیدہ طور پر نہیں کیں بلکہ اس عظیم سپہ سالار کو ساتھ لئے مسجد مسجد پھرے اور لوگوں سے اعلانیہ طور پر ان کی سیرت، کردار اور الزامات کے بارہ میں دریافت کیا جو ان پر لگائے گئے تھے۔ سب نے یہی کہا: ہم نے تو ان میں بھلائی ہی دیکھی ہے، ہم ان کے بدلے کسی اور شخص کو نہیں چاہتے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں تک پہنچے جنہوں نے بارگاہ خلافت میں ان کی شکایت کی تھی، لیکن وہ بھی کوئی برائی پیش نہ کر سکے۔

سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر مسجد نبی میں لے گئے اور حاضرین کو قسم دے کر کہا کہ جس کسی کو ان کے بارہ میں کوئی بات معلوم ہو بتائے اس پر ایک شخص قتادہ بن عامر بولا:

"جب آپ نے خدا کی قسم دلائی تو میں کہے دیتا ہوں کہ "یہ شخص مساویانہ تقسیم نہیں کرتا، رعایا کے ساتھ عدل نہیں کرتا اور میدان جنگ میں لڑتا نہیں۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے اللہ اگر اس شخص نے بات جھوٹ، ریا اور میری بدنامی

Scanned with CamScanner

کے لئے کی ہے تو اسے اندھا کر دے، اس کو کثیر الاولاد بنا دے اور اسے
گمراہ فتنوں میں پھنسا دے۔"

چنانچہ یہ شخص اندھا ہوا، دس بیٹوں کا باپ بنا اور جب بھی کسی عورت کے بارے میں سنتا اس کے پاس جاتا اور اسے لوٹتا۔ اگر کوئی شخص معترض ہوتا تو کہتا:

"مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگ گئی ہے"

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں مشرکین کا خون بہایا اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فداک ابی وامی (میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں) نہیں فرمایا، مگر بنو اسد کہتے تھے کہ میں نماز ٹھیک نہیں پڑھتا اور شکار کا دھنی ہوں۔"

سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور شکایت کرنے والوں کو لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور رپورٹ پیش کی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تجھ پر افسوس ہے، تو کیسے نماز پڑھتا ہے"؟ انہوں نے جواب دیا: "امیر المومنین! پہلی دو رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملاتا ہوں اور آخری دو رکعت میں صرف فاتحہ پڑھتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "میرا بھی تمہارے متعلق یہی خیال تھا، میں نے یہ تحقیقات صرف احتیاط کی وجہ سے کی ہیں، ویسے مجھے یقین تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ ان الزامات سے بری ہے۔"

O---- اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں تاریخ کی کتابوں میں منقول ہے کہ سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں حمص میں گورنر بنا کر بھیجا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب حمص تشریف لائے تو پوچھا: "اے اہل حمص! تمہارا گورنر

کیسا ہے؟" لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان سے چار شکایتیں ہیں۔

(۱)..... جب تک دن نہیں چڑھ جاتا گھر سے باہر نہیں نکلتے۔

(۲)..... رات کے وقت کبھی کسی کی پکار نہیں سنتے۔

(۳)..... مہینے میں ایک دن تو بالکل باہر تشریف نہیں لاتے۔

(۴)..... کبھی کبھی بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور لوگوں کی یہ شکایتیں ان کے سامنے بیان کیں اور ان سے ان کے بارہ میں جواب طلبی کی۔

پہلے اعتراض کے بارہ میں گورنر حمص سیدنا بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ "امیر المومنین! میں اس بارہ میں کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا، لیکن اب یہ چاروں باتیں آپ کے سامنے بطور شکایت پیش کی گئی ہیں، لہٰذا ترتیب وار ان کے جوابات سنیں۔

(۱) پہلا اعتراض کہ جب تک دن نہیں چڑھ جاتا میں گھر سے باہر نہیں نکلتا؟ اس کا سبب یہ ہے کہ میری اہلیہ کے پاس کوئی خادمہ نہیں، لہٰذا میں خود آٹا گوندھتا ہوں۔ پھر اس کے خمیر ہونے کے انتظار تک بیٹھا رہتا ہوں۔ پھر روٹی پکاتا ہوں۔ بعد ازاں وضو کرتا ہوں، اس کے بعد باہر آتا ہوں۔

(۲) دوسرا اعتراض کہ میں رات کے وقت کسی کی بات کا جواب نہیں دیتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دن عوام کے لئے اور رات اللہ کے لئے ٹھہرائی ہوئی ہے۔

(۳) تیسرا اعتراض کہ میں ہر ماہ ایک دن باہر نہیں نکلتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے، جو میرے کپڑے دھوئے اور نہ ہی میرے پاس دوسرے کپڑے ہیں، لہٰذا میں کپڑے دھونے اور انہیں خشک کرنے کے لئے بیٹھا رہتا ہوں۔ پھر دن کے آخری حصے میں باہر آتا ہوں۔

Scanned with CamScanner

(۴) چوتھا اعتراض کہ میں کبھی کبھی بے ہوش ہو جاتا ہوں؟ اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں سیدنا خبیب انصاری رضی اللہ عنہ کی موت کا منظر دیکھا تھا کہ اہل مکہ نے ان کی بوٹیاں اڑا کر انہیں کھجور کے تنے پر لٹا دیا اور پوچھا "کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری جگہ ہوتے۔" انہوں نے جواب دیا "واللہ! مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اہل و عیال میں آرام سے ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ذرا سا کانٹا بھی چبھے۔" مجھے جب وہ دن یاد آتا ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس گناہ کی وجہ سے کبھی نہ بخشے گا کیونکہ میں نے اس حالت میں خبیب رضی اللہ عنہ کی مدد نہ کی تھی کیونکہ میں ان دنوں مشرک ہونے کی وجہ سے خدا پر ایمان نہ رکھتا تھا۔ لہٰذا میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔"

گورنر کے یہ جوابات سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری رائے کو غلط ثابت نہ ہونے دیا۔"

عمال سے جس طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں محاسبہ کیا جاتا تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی ان سے اسی طرح احتساب ہوتا تھا۔ کیونکہ عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ جرم اگر بڑے سے بڑا آدمی بھی کرے تو اس کو بھی معاف نہ کیا جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی تعلیمات ہیں۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی جس کا نام فاطمہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چوری کی حد جاری فرمانے کا حکم فرمایا۔ چونکہ وہ عورت اپنے قبیلہ کے سردار کی بیٹی تھی۔ لہٰذا بعض صحابہؓ کو فکر دامن گیر ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرنے کے لئے کہا۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت چہیتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۰۵، بخاری صفحہ ۵۲۸) لہٰذا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور

اس عورت پر حد نہ جاری کرنے کی سفارش کی۔ آپ کو اسامہؓ کی یہ بات ناگوار گذری،
لہٰذا فرمایا:

"اتشفع فی حد من حدود الله"

اے اسامہؓ! "کیا تو اللہ کی حدود میں میرے پاس سفارش کرتا ہے؟"

پھر آپ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں فرمایا:

" انما اهلك الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحدود وايم الله لوان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها"

"تم سے پہلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں کوئی بڑا شخص چوری کرتا تو اس پر حد جاری نہ کرتیں اور جب کوئی کمزور اور چھوٹا آدمی چوری کرتا تو اس پر وہ حد جاری کرتیں۔ بخدا! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں۔"

(بخاری جلد ۱، صفحہ ۴۹۴، صفحہ ۵۲۸)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم کو عملی جامہ پہنایا اور احتساب کے معاملہ میں کسی کی بزرگی اور عہدے کا کوئی لحاظ نہ کیا۔

۵--- اسی سلسلہ میں گورنر کوفہ سیدنا ولید بن عقبہؓ کا واقعہ آپ کے احتساب کی ایک اہم مثال ہے۔ سیدنا ولید بن عقبہؓ ایک نہایت جلیل القدر صحابی تھے۔ خلاف عثمانیؓ میں کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ حالت یہ تھی کہ ان پانچ سالوں میں جب وہ کوفہ کے گورنر تھے، اپنے مکان کا دروازہ تک نہ لگوایا تاکہ مظلوموں اور دادخواہوں کو آنے میں کوئی رکاوٹ

Scanned with CamScanner

نہ ہو۔ نہایت سخی، نرم خو اور محبوب ترین گورنر تھے۔

(طبری، جلد ۲، صفحہ ۲۲۵،۳۱۴۔ البدایہ والنہایہ جلد ۷)

جیسا کہ اہل کوفہ کا شعار تھا کہ وہ اپنے گورنروں پر ہر وقت الزام تراشتے رہتے تھے۔ انہوں نے سیدنا ولیدؓ کو بارگاہ خلافت سے معزول کروانے کے لئے ان پر شراب نوشی کی تہمت لگائی اور اس کے لئے اشرار کوفہ سے چند جھوٹے گواہ بھی مہیا کیئے اور دربار خلافت میں جب خبر پہنچی تو گواہوں کو طلب کیا گیا۔ گواہوں نے سیدنا ولیدؓ کے خلاف گواہی دی۔ جس پر آپؓ نے انہیں کوفہ کی گورنری سے معزول کردیا۔ شعبہ تعزیرات کے انچارج سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ "اسے اسی (۸۰) کوڑے ماریں۔"

(بخاری جلد ۱، صفحہ ۵۲۲)

بخاری کی دوسری روایت میں چالیس کوڑوں کا ذکر ہے جو اس طرح ہے:

ترجمہ: "آپؓ نے ولیدؓ کو چالیس کوڑے مروائے اور سیدنا علیؓ جو کہ حد نافذ کرتے تھے ان کو حکم دیا کہ وہ انہیں کوڑے ماریں۔"

سیدنا ولید بن عقبہ ؓ، سیدنا عثمان ؓ کے بھائی ہیں، گورنر کوفہ ہیں، لیکن شرعی طور پر جب ان کے خلاف شہادتیں مل گئیں، اگرچہ وہ جھوٹی تھیں لیکن آپ نے بغیر کسی رعایت کے قانون کے تقاضے کو پورا کیا اور سیدنا ولیدؓ پر حد جاری فرمائی اور ان کو گورنری کے عہدے سے بھی معزول فرمایا۔

○---- اسی طرح سعد بن ابی وقاص ؓ ایک جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں۔ رشتہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ماموں ہیں۔ اسلام میں قریباً آٹھویں مسلمان ہیں۔ پھر اسلام میں کافروں کی پہلی خونریزی انہی کے ہاتھوں ہوئی۔ (اسد الغابہ جلد ۲، صفحہ ۲۹۱)

غزوہ احد میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارہ میں فرمایا: "یا سعد

Scanned with CamScanner

ارم فداک ابی وامی" (اے سعد رضی اللہ عنہ تیر چلا، میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں) اس کے علاوہ اور بھی بے شمار مناقب کے حامل ہیں۔ پھر عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انہوں نے گورنر کوفہ ہونے کی حیثیت سے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ مہتمم خزانہ سے کچھ رقم قرض لی۔ سیدنا عبداللہؓ نے جب واپسی کا تقاضا کیا، تو بقول ابن کثیرؒ دونوں بزرگوں کے مابین کچھ تلخ کلامی ہو گئی۔ سیدنا عثمانؓ کو جب اس معاملہ کا پتہ چلا تو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ سیدنا سعد ابن ابی وقاصؓ کا موقف غلط ہے۔ لہٰذا آپ نے انہیں گورنری سے معزول فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ، جلد ۷، صفحہ ۱۵۱)

آپؓ کی خلافت کے آخری ایام میں جب سبائیوں نے آپ کے گورنروں پر مختلف قسم کے الزامات عائد کئے تو اگرچہ آپ کو معلوم تھا کہ الزامات سراسر غلط ہیں کیونکہ ان گورنروں کا سابقہ کردار ان الزامات کے غلط ہونے کی ایک بین دلیل تھا۔ لیکن آپ نے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی خاطر مختلف صحابہؓ کے وفود کو تحقیق حال کے لئے بھیجا تاکہ اگر کوئی الزام صحیح ثابت ہو تو اس گورنر کے خلاف تادیبی کاروائی کی جائے۔ چنانچہ محمد بن مسلمہؓ کو کوفہ، اسامہ بن زیدؓ کو بصرہ، عمار بن یاسرؓ کو مصر عبداللہ بن عمرؓ کو اور دوسرے کئی اور لوگوں کو دوسرے علاقوں میں ان الزامات کی تصدیق کے لئے روانہ کیا۔

جنہوں نے درج ذیل الفاظ پر مشتمل رپورٹ پیش کر دی۔

"ماانکرنا شیئا ولا انکرہ اعلام المسلمین وقالوا جمعیا الامر المسلمین الاان امراءہم یقسطون بینہم ویتومون علیہم"

"ہم نے اور ان مقامات کے سربر آوردہ لوگوں اور عوام الناس نے کوئی قابل اعتراض بات ان گو رنروں میں نہیں پائی۔ مسلمانوں کا معاملہ ٹھیک چل رہا ہے اور مسلمانوں کے حکام ان میں انصاف کرتے ہیں اور

Scanned with CamScanner

اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔"

(طبری جلد ۳ صفحہ ۳۶۹۔ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۸۷۔ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۷)

اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے سارے ملک میں ایک فرمان جاری فرمایا کہ:

"تمام گورنر ہر سال حج کے موقع پر آیا کریں اور جن لوگوں کو ان کے خلاف کوئی شکایت ہو وہ بھی آئیں (تاکہ گورنروں کا محاسبہ کیا جا سکے)۔" (طبری جلد ۳ صفحہ ۴۲۷)

طبری اور دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے پورے ملک میں ایک گشتی مراسلہ بھیجا، جس میں پبلک سے کہا گیا:

" من ادی شیئا من ذالک فیلواف الموسم فلیاخذ بحقه حیث کان منی اومن عمالی اوتصدقوا فان الله یجزی المتصدقین"

"جس کو میرے کسی گورنر کے خلاف کسی قسم کی کوئی شکایت ہو وہ حج کے موقع پر آئے، وہ مجھ سے یا میرے گورنروں سے اپنا حق لے لے یا معاف کر دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کو بہترین بدلا دیتا ہے۔" (طبری جلد ۳، صفحہ ۳۸۰)

یہ صرف آپ کے احتساب کے بارہ میں چند مثالیں تھیں جو پیش کی گئیں۔ وگرنہ اس قسم کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے گورنروں سے احتساب کے بارہ میں اگر اپنے پیش رو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں تھے تو پیچھے بھی نہیں تھے۔

اسلامی معاشرے کے پانچ بنیادی اصول یا خلافت راشدہ کے دور میں مسلم معاشرے کی بنیادیں:-

خلافت راشدہ کے دور میں پورا مسلم معاشرہ انہی زریں اصولوں اور مقدس قوانین کے زیر انتظام تھا۔ جس کی بنیادیں آنحضرت ﷺ کے فیض صحبت اور آپ کی نورانی تعلیمات پر استوار ہوئی تھیں۔

قرآن و حدیث میں احکامات اور خلفاء راشدین کی پچاس سالہ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کے عہد میں پورا ماحول جس لائحہ عمل اور نصب العین کا آئینہ دار تھا، اس کے پانچ اہم اصول تھے۔۔

○۔۔ باہمی اخوت اور بھائی چارے کا حکم:-

انما المومنون اخوہ (سورۃ حجرات پ۲۶ القرآن)

ترجمہ: "بے شک تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔"

☆۔۔ المسلمون اخوہ لافضل لاحد علی احد الابالتقوی (الحدیث)

ترجمہ: "مسلمان بھائی بھائی ہیں، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، مگر تقویٰ کے ساتھ"۔

○۔۔ یایھا الناس الاان ربکم واحد لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی احمر ولا لاحمر علی اسود الابالتقوی (الحدیث)

ترجمہ: "اے لوگو، خبردار! بے شک تمہارا رب ایک ہے، عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر، اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے

Scanned with CamScanner

ساتھ۔"

○۔۔ كنتم خيرامت اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر

(سورة آل عمران پ ۴ القرآن)

ترجمہ:۔ "تم سب سے بہترین امت ہو جو دنیا بھر میں منتخب کئے گئے ہو، اچھائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو"

○۔۔ تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (سورۃ مائدہ پ۶)

ترجمہ:۔ "نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرو اور گناہ اور ظلم پر تعاون نہ کرو"

○۔۔ ويوثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصه

(سورۃ حشر پ۲۸)

ترجمہ:۔ "اور ترجیح دیتے ہیں اپنے اوپر (دوسروں کو) اگرچہ خود ان کو ضرورت ہو۔"

پہلی اسلامی حکومت کے فرمانرواؤں کے شب و روز:۔

اوصاف و کمالات، رہن سہن، عادات و اطوار، سادگی، فروتنی، خوراک:۔

روم کی بازنطینی سلطنت ہو یا ایران کی شہنشاہیت، اس زمانے میں حکمرانی کا اولین نقطہ ایک شاندار دربار اور عالی شان قصر و محل تھا۔ جواہرات اور سونے چاندی سے جڑا ہوا تخت شاہی، زرق برق لباس، اطاعت گزار خادم، درباری کاسہ لیسوں کی کھیپ مغنی، ہزال، جنگجو فوجی اور دلیر جانبازوں کا ہجوم اس پر مستزاد تھا۔ استکبار و عجب کے ترانے،

Scanned with CamScanner

ہوش ربا ضیافتیں، ماہ پیکر حسینائیں، حسن و جمال سے مزین دوشیزائیں، جمال صباحت کی رنگینی اور حسن ملاحت کی رعنائی ان کا طرہ امتیاز تھی۔ عوام کی خون پسینہ سے کمائی ہوئی دولت پر عالی شان محلات تعمیر کرنا ان کا قانون تھا۔ غریبوں، ناداروں، حاجت مندوں اور مسکینوں کی فریاد رسی کے لئے کوئی قاعدہ قانون نہ تھا۔ عورتیں صرف خواہش نفس کا نشانہ تھیں۔ مزدور اور کسان کے لئے کوئی روزینہ مقرر نہ تھا۔ موروثی بادشاہتیں انسانیت پر ایسے ایسے مظالم ڈھاتی تھیں کہ ہزاروں افراد ہر سال تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے بچیوں کی عصمت دری ہوتی۔ حکمرانوں کی خواہش کا نام قانون تھا۔ شہزادوں کی نے نوازی کا نام دستور تھا۔ مساوات و برابری کا نام بھی کسی نے نہ سنا تھا۔ رعایا کے حقوق کی بات بھی کسی نے نہ کہی تھی۔ عین ایسے حالات میں آنحضرت ﷺ کی نبوت و حکومت کا سورج طلوع ہوا۔ اس لمعہ افگن روشنی سے ہر انسان فرحت افزا ہوا۔ آپ ﷺ نے دس سال میں ایک ایسی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ جو نئی روایات کی علمبردار تھی، جس کی بنیاد ہی انسانیت دوستی، رعایا پروری، غریب اور مزدور کے حقوق کی پاسداری پر تھی۔ چشم فلک نے یہ نظارہ پہلی بار دیکھا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے تربیت یافتہ ایسے خلفاء مسند اقتدار پر براجمان ہوئے جنہوں نے آپ ﷺ کے باقی ماندہ امور کی تکمیل کی اور آپ ﷺ کے مشن کو تازہ رکھا۔

حکمران منتخب ہونے کے بعد خلفاء کا طرز عمل

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے صاف صاف الفاظ میں کہا تھا۔

"اے لوگو! مجھے تم پر خلیفہ بنایا گیا ہے لیکن میں تم سے بہتر آدمی نہیں ہوں، میری تمنا تھی یہ ذمہ داری کسی اور کے سپرد کی جاتی۔ لیکن اب جبکہ آپ لوگوں نے مجھے منتخب کرلیا ہے تو اگر میں ٹھیک ٹھاک چلوں تو میری اطاعت کرنا، اگر غلط راستہ پر چلوں تو سیدھا کردینا، سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت،...... تم میں جو کمزور ہے وہی میرے لئے طاقت ور ہے تا آنکہ اس کو اس کا حق دلا سکوں، دانائی اللہ کا خوف ہے اور سب سے بڑی بے وقوفی فسق و فجور ہے۔ اے لوگو! میں پہلی راہ پر چلنے والا ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں۔" (ابن ہشام، ص ۱۰۳، ج ۳)

آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے خطبہ میں یہ بھی فرمایا:

"یاد رکھو! جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے خدا اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے۔ خدا اس کو عام مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو، اگر اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ (از تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی)

پہلے خطبے میں آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ "میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں" یعنی خود حاکم نہیں بنا، بلکہ اس کے لئے مجھے چنا گیا ہے۔ اسلامی سربراہ انتخاب سے آتا ہے، تسلط اور طاقت سے نہیں۔ اسلام کا مزاج حکومت یہ ہے کہ جو کسی عہدے کا طالب ہو، اسے یہ ذمہ داری نہ دی جائے، ہاں کسی کے دل میں اس کی خواہش ہو تو اس پر قانون اور اخلاق کی کوئی قدغن نہیں۔

دوسری بات جو آپؓ نے اس خطبے میں فرمائی وہ یہ تھی کہ "میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں" یہ بات سب کو معلوم ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لانے والے

Scanned with CamScanner

تھے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں اس طرح ساتھ رہے۔ جس طرح سایہ اصل کے ساتھ رہتا ہے۔ حضور ﷺ کی بیماری کے دنوں میں آپ رضی اللہ عنہ کا نماز پڑھانا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ شان کی روشن دلیل ہے۔ قرآن پاک میں آپؓ کو ثانی اثنین کہا گیا۔ ان سب باتوں کے باوجود آپؓ کا یہ کہنا کہ "میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں"۔ یہ ایک طرف انکساری اور عاجزی کی دلیل ہے تو دوسری طرف آپ رضی اللہ عنہ نے ذاتی کمالات کو خلافت کا استحقاق قرار دینے کی نفی کی ہے۔ اسی خطبے میں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک اور تاریخی بات فرمائی کہ نظام حکومت کی اساس قران اور سنت ہے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت قران اصلی حالت میں موجود تھا اور حضور ﷺ کی سنن بھی موجود تھیں۔

آنے والے مسلم حکمرانوں کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کا یہ لفظ بھی نشان منزل کا کام دیتا رہے گا۔ انما انا متبع ولست بمبتدع

"میں آنحضرت ﷺ کا پیروکار ہوں۔ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنے والا نہیں"

نئی راہیں قائم کرنے اور پہلوں کے نقش قدم پر نہ چلنے میں جو قباحت تھی۔ آپؓ نے اس کے پیش نظر اسلامی حکومت کی اصل فلاسفی اور روح دنیا بھر کے آنے والے اسلامی حکمرانوں کے سامنے رکھ دی۔

آپؓ نے اس خطبہ میں جہاد کی ضرورت پر زور دے کر آنحضرت ﷺ کی دس سالہ مدنی زندگی کی شاہراہ پر چلنے کا درس دیا۔ خلافت کے آغاز ہی میں آپ رضی اللہ عنہ نے " ایھا الناس "(اے لوگو!) کا لفظ استعمال کر کے یہ بھی بتایا کہ میں صرف مسلمانوں کا حکمران ہی نہیں بلکہ مملکت کے ہر انسان کا حاکم ہوں۔ مجھ پر تمام افراد مملکت کے حقوق کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ ہر جگہ کے مسلمان سربراہ حکومت کو اپنی جگہ کے مسلم یا غیر مسلم ہر انسان کا والی اور نگران بنایا جاتا ہے۔ مسلمان کے حقوق کی طرح اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ بھی خلیفہ اور سربراہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس پہلے خطبہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے

Scanned with CamScanner

مہاجرین و انصار اور صحابہ کرامؓ کے اعلیٰ طبقہ کا بھی کوئی علیحدہ ذکر نہیں کیا۔ خلافت سے پہلے تو یہ باتیں قابل غور ہو سکتی ہیں۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اسوہ حسنہ سے واضح ہوا کہ سب لوگ بحیثیت رعیت حکومت کی نظر میں برابر ہیں۔

عہد حاضر میں مسلمانوں میں جو پارٹی بر سر اقتدار آتی ہے۔ اس کا کام صرف اپنی جماعت کے کام سرانجام دینا اور حقوق و فرائض میں صرف اپنے ووٹروں اور جماعتی کارکنوں کو اہمیت دینا اور مخالف افراد کے جائز حقوق سے صرف نظر کرنا ہوتا ہے۔ لیکن یہ اسلامی روح کے سراسر منافی ہے۔ اسلامی خلیفہ یا سربراہ مملکت پر لازم ہے کہ وہ اقتدار میں آنے کے بعد مملکت کے ہر فرد کے ساتھ مساوی سلوک کرے۔ ورنہ اسلام کی حقیقی روح اور خلافت اسلامیہ کی بنیادی اساس مجروح ہو جائے گی۔

خلفیہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ:-

دور خلافت راشدہ میں حکومتوں کی حیثیت اسلامی جمہوری اور انسانی حقوق کی علمبردار کی تھی۔ یہاں کسی قسم کی شخصیت پرستی اور مطلق العنانی کو کوئی دخل نہ تھا۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پاسداری اور عوام کی مرضی ان کا نصب العین تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مجھے تم سے آزمایا جا رہا ہے اور تمہیں مجھ سے۔ میں پیشروؤں کے بعد تم پر جانشین بن رہا ہوں۔ جو چیز ہمارے سامنے ہو گی (یعنی مدینہ میں) اسے ہم شخصی طور پر انجام دیں گے اور جو غائب (یعنی دوسری جگہ) ہو گی تو اس کے لئے قوی اور قابل افراد کو مامور کریں گے۔ جو اچھا کام کرے گا، اس پر ہمارا احسان بھی زیادہ ہو گا۔ جو برائی کرے گا، اسے ہم سزا دیں گے۔ اللہ ہمیں اور تمہیں معاف کرے۔

Scanned with CamScanner

(طبقات ابن سعد ج ۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبے میں یہ بھی فرمایا:

"احب الناس الی من رفع الی عیوبی" (از طبقات ج ۳)

"میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ آدمی ہے۔

جو مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرے۔"

صاحب کنز العمال نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے خطبے کی یہ عبارت بھی نقل کی ہے۔

واعینونی علی نفسی بالامر بالمعروف والنھی عن المنکر وانصاری النصیحت فیما ولانی اللہ من امرکم"

"اور میرے نفس کے مقابلے میں میری مدد کرو مجھے معروف کا حکم دے کر اور منکر سے روک کر،.... اور اللہ نے مجھے تمہارے امور کا نگران بنایا ہے۔ اس سلسلے میں میرے ساتھ خیر خواہی اور نصیحت کرو"

خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ:-

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد مسلمانوں میں یہ تحریر گشت کرادی تھی۔

" قد سلطت الامته مندولیت علی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر فلا یرفع علی شئی ولاعلی احدمن عمالی الا عطیته"

"جب سے مجھے حکمران بنایا گیا ہے میں نے امت پر بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا اصول نافذ کیا ہے۔ بس میرے یا میرے

Scanned with CamScanner

عمال کو جس ذمہ داری سے بھی باخبر رکھا جائے گا میں اس کو ضرور پورا کروں گا۔ (طبری ج ۴)

ریاست کے امور کی نگرانی اور رعایا کے حقوق کے بارے میں خلفاء کا طرز فکر آنحضرت ﷺ کی درج ذیل فرمان کے عین مطابق تھا۔ جس فرمان کو صاحب کنز العمال نے جلد سوم میں درج ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے۔

"الاسلام والسلطان اخوان توامان لایصلح احد منهما الابصاحبه فالاسلام اسس والسلطان حارس ومالا اسس له یهدم ومالاحارس له فضائع"

اسلام اور اقتدار دونوں جڑواں بھائی کی طرح ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے کا حال درست نہیں رہ سکتا۔ اسلام بنیاد ہے اور اقتدار محافظ۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ منہدم ہو جائے گی اور جس کا محافظ نہ ہو وہ برباد ہو کر رہے گی۔

از کنز العمال ج ۳، حدیث نمبر ۲۸۰۳)

عہدہ خلافت یا عہدہ خدمت

خلفاء راشدین کے مسند اقتدار پر متمکن ہونے کے بعد ان کے طرز زندگی، رہن سہن میں ایسا انقلاب آیا۔ جس کا ان کی زندگی میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آج کل تو حکمرانوں کے انتخابات کے بعد جشن منانا، عشرت کدوں کو رونق بخشنا، ایک روایت بن چکی ہے۔ رقوم جمع کرنا، جائیدادیں بنانا، مختلف ہتھکنڈوں سے دولت سمیٹنا، کوٹھیاں تعمیر کرنا، باہر کے ملکوں میں عشرت کدے تعمیر کرنا، اقتدار کی طوالت کے لئے جھوٹ، فریب، قتل و غارت، مخالفوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا رجحان عہد حاضر کے اکثر حکمرانوں کا شیوہ ہے۔

Scanned with CamScanner

میکاولی کے فکر و نظریہ کے مطابق جو حکمران جتنی اداکاری اور فریب دہی کا مظاہرہ کرے گا اتنا ہی کامیاب ہوگا۔ لیکن خلفاء راشدین کی حکومتوں کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ وہ اقتدار اور خلافت کی بجائے یہ عہدہ خدمت کے طور پر قبول کرتے تھے۔ اسی حیثیت اور طرز کے مطابق انہوں نے معاشرے کے ہر طبقے کی خدمت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اکثر خلفاء جو اقتدار سے پہلے معاشی طور پر خود کفیل اور مالدار تھے، لیکن اقتدار کے بعد وہ ذاتی حیثیت میں غربت و افلاس کی پریشانیوں میں مبتلا ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو وہ عرب میں کپڑے کے سب سے بڑے تاجر تھے۔ سامان تجارت کے علاوہ چالیس ہزار درھم کی رقم بھی ان کے پاس تھی۔ لیکن خلافت کے بعد جب وفات کا وقت آیا تو ان کے پاس اپنے دفن کی رقم بھی موجود نہ تھی۔

خلافت کی ذمہ داریوں نے ان کے آرام و سکون کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ انہوں نے خدمت خلق میں ایسے ایسے نقوش چھوڑے کہ ان کے بڑے بڑے مخالفین اور دشمن پکار اٹھے کہ انہی کے عدل و احسان سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

Scanned with CamScanner

نواں باب

اسلام اور عورت

اسلام میں عورت کو کیا مرتبہ حاصل ہے اس کی عظمت و رفعت کی محمدی شریعت میں کیا وقعت ہے۔ عورت کی ضرورت واہمیت صرف حصول اولاد یا نفسانی خواہشات کے لئے ہے۔ یا اس صنف نازک کو دائرہ انسانیت میں کوئی مقام دیا گیا ہے۔

اسلام کے نزدیک ان سوالات کا جواب جاننے سے پہلے ہم عورت کے بارے میں قدیم وجدید نقطہ ہائے نظر پر بحث کریں گے۔

ظہور اسلام سے پہلے دنیا کے تمام معاشروں میں عورت کو جو مقام ملا تھا۔ اس پر روشنی ڈالنے سے پہلے اسلام کی عطا کردہ عنایات کو سمجھنا مشکل ہو گا۔ دنیا کی جملہ تہذیبوں اور سارے تمدنوں نے انسان کی اس جنس سے کیا برتاؤ کیا تھا۔ آج اس سے جدید معاشرہ کیا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے عورت کے عنوان پر کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہیں، اس کے تقدس کو کس کس بازار میں بیچا ہے۔ اس کی ناموس پر کہاں کہاں شب خون مارے ہیں۔ اس کی آزادی کے نام پر ہم نے اس کا گلشن کیسے اجاڑا ہے۔ اس کی فطرت کو تبدیل کر کے ہم نے مردوں کے ہاتھوں میں اسے کس طرح کھلونا بنایا ہے۔ اس حقیقت سے کون انکار کرتا ہے کہ جدید ترقی، جدید تہذیب اور رنگا رنگ بوقلمونیوں کے ذریعے ہم نے اس بیچاری عورت کو کبھی بازار حسن میں سجایا، کبھی تجارت کی منڈیوں میں اس کی نمائش کی، اس کی سوچ، فہم اور فطرت کی پرواہ کئے بغیر اسے محفلوں کی زینت بنایا۔ اسے ابھرتی ہوئی خواہشات کی تکمیل کے لئے کبھی شمع محفل بنایا، کبھی رقص و سرود سے اس کی راتوں کو آلودہ کیا، کبھی عنفوان شباب کی رنگینی سے بادہ و ساغر اچھالے گئے کبھی اسے جدت طرازی

کی کشمکش کا سزاوار بنایا گیا، لباس تہذیب نے کیا کیا گل کھلائے، عورت جیسی کمزور انسانی نوع کا مذاق، مذہب کے مخالفوں نے تو اڑانا ہی تھا مگر اسلام کے کئی نام لیوا بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھوتے رہے۔

عورت کی ترقی کے نام پر کئی انجمنیں بنائی گئیں۔ انسانی حقوق اور صنف نازک کو اسلام کی پابندیوں سے چھڑانے کے لئے مختلف انداز میں طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا، اپنی حقیقی ماؤں یا بیٹیوں کو محفلوں کی زینت بننے سے کترانے والوں نے دوسروں کی عزت و ناموس سر راہ بیچ ڈالی۔

امریکہ، برطانیہ، یورپی اور مغربی ممالک کے اشتراکی ملکوں سمیت ہر جگہ عورت آج کس حال میں ہے۔ اس کی حقیقی زندگی کو کن بکھیڑوں میں الجھا دیا گیا ہے، اس کے اطوار پر نئی تہذیب نے کس کس انداز سے حملہ کیا ہے۔ مالک حقیقی نے اس کو کس مقصد کے لئے بنایا تھا اور آج ہم اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں، صناع عالم عورت سے کیا چاہتا تھا۔ اس کا مزاج، خد و خال، طبیعت، فطرت، فہم، سوچ کیا تقاضا کرتی ہے۔ ہم نے اسے کہاں جوت رکھا ہے۔ مردوں کی برابری کے دعوؤں کے شور میں ہم کس مساوات کے راگ الاپ رہے ہیں۔

ان تمام سوالات کو جاننے اور جدید تہذیب میں عورت کے احوال کا تجزیہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ ابتدا اسلام سے پہلے کی عورت کا نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا جائے۔ پھر اس بات کے سمجھنے میں آسانی ہوگی کہ کیا اسلام آزادی نسواں کا مخالف ہے یا اس کے حقوق کا سب سے بڑا پاسدار ہے۔

اسلام سے قبل عورت کی حالت:۔

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا میں تین قسم کے سماج قائم تھے۔

Scanned with CamScanner

- روم حکومت قیصر یونان وغیرہ۔
- ایران حکومت کسریٰ اور برصغیر وغیرہ۔
- عرب کا سرداری نظام۔

ظہور اسلام کے وقت روم کی بازنطینی سلطنت اور ایران کی کسرائی حکومت دو سپر پاورز کی صورت میں دنیا میں جلوہ گر تھیں۔ دنیائے عیسائیت، یہودیت، صابیت اور دنیا بھر کے اہل کتاب رومی سلطنت کے تابع فرمان تھے۔ دوسری طرف دنیا بھر کے مجوسی، آتش پرست، ہندو اقوام، اور خدا سے ناآشنا ہر قوم ایرانی کسریٰ کی باج گزار تھی۔

قیصرو کیسریٰ کے دور میں عورت کی حالت:۔

دونوں قوتوں کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی کے ہاں بھی عورت کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ کسی کے یہاں عورت کے لئے نہ کوئی وراثت کا حصہ تھا نہ اس کی حیثیت معاشرے کے کسی قابل قدر فرد کی تھی۔ انسانی نوع کی اس صنف کا وجود حصول اولاد اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا گیا تھا۔ عورت کی حیثیت انسانی خواہشات کی تکمیل کرنے والے اس آلے کی تھی۔ جس کا معاشرے میں کوئی اخلاقی کردار نہ تھا، اسے کسی بھی ماحول میں کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی تھی۔

روم میں عورتوں کو غلاموں کی طرح فروخت کیا جاتا تھا۔ اس کی منڈیاں لگتی تھیں۔ اس کو خواہش براری سے آگے کسی ذمہ داری کا علم نہ تھا۔ ایران میں عورتوں نے بناؤ سنگھار کر کے مردوں کے دل بہلانے ہی کو مقصد سمجھ رکھا تھا۔ دونوں تہذیبوں میں حصول اولاد یا خواہشات کی تکمیل نے عورت کو کوئی مقام نہ دیا تھا۔ عورت چونکہ اپنی جسمانی ساخت اور تخلیقی طور پر مرد سے فروتر ہے۔ اس لئے ہر جگہ عورت کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا گیا تھا۔ یہ کسی کی بیوی یا ماں ہوتی تب بھی کسی قدر و منزلت اور وقار سے عاری تھی۔

Scanned with CamScanner

روم و ایران کی تمام تاریخوں میں عورت کو صرف مرد کی فطرتی ضرورت قرار دیا گیا تھا۔

روم اور ایران کی تہذیب طویل عرصہ تک یہی فیصلہ نہ کر سکی کہ معاشرت میں عورت کا مقام کیا ہے۔ یہ انسانی روح ہے یا حیوانی۔ اگر انسانی روح ہے تو کیا یہ پیدائشی طور پر مرد کی غلام ہے یا اس سے کچھ اونچا مقام رکھتی ہے۔

بعض مواقع پر اگر روم اور ایران میں عورت کی قدر و منزلت بھی نظر آتی ہے تو وہ عظمت اس کی نسوانیت کی نہیں تھی بلکہ یہ قدر و منزلت اس تفریح گاہ کی تھی جو عیاش اور اور بگڑے ہوئے ماحول میں جنسی آسودگی بہم پہنچا سکتی تھی۔

قدیم ایران اور روم میں کسی بھی عورت کی تکریم بحیثیت انسان نہیں نظر آتی، جس ماحول میں عورت کو بحیثیت ماں، بیٹی، بیوی، بہن قبول نہ کیا گیا ہو، اس کی نسوانیت اور عزت و ناموس کے قواعد میسر نہ ہوں، بلکہ اس کی تجارت کا قانون ہو، حسین پیکر دوشیزاؤں کی مجلسوں کا انعقاد سربازار نظر آ رہا ہو۔ عشرت کدے قائم کئے گئے ہوں، مے نوشوں مہ وشوں کو حکومتی سرپرستی میں سامان تفریح مہیا کیا گیا ہو۔ اس معاشرہ میں عورت کی حرمت اور اس کا تقدس کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

قیصرو کسریٰ کی دوسروں قباحتوں کے ساتھ انسانیت سوز قوانین میں عورت کو جس طرح راندہ جہاں بنایا گیا اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

عرب کے قبائلی نظام میں عورت:۔

طلوع اسلام کے وقت قیصرو کسریٰ کے مقابلے میں تیسرا سماج عرب کا قبائلی اور سرداری نظام تھا۔ جس میں شرک و کفر کے اندھیروں اور جہل مرکب کے گھٹاٹوپ بادل سایہ فگن تھے۔ نہ صرف یہ کہ غریب کی کوئی عزت ہوتی، مزدور و محنت کش کے لئے کسی قاعدہ و قانون کا وجود ہوتا۔ بادشاہ، سردار کی خواہش ہی قانون تھی۔ قبائلی زعماء کے

سامنے کوئی شخص آنکھ بھر کر دیکھ لیتا تو قتل کا سزاوار سمجھا جاتا۔

ایسے ماحول میں جہاں سرداری قبائل کی خواہشات ہی قانون کا درجہ رکھتی ہوں، وہاں عورت جیسی صنف نازک زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ حجاز عرب میں عورتوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا۔ بیٹیوں کی پیدائش پر حقارت اور نفرت کے جذبات کو قرآن نے اس انداز سے بیان کیا ہے۔

○ واذا بشر احدھم بالانثی ظل وجهه مسودا وهو كظيم يتوارى من القوم من سوء ما بشر به ايمسكه على هون ام يدسه فى التراب (القرآن ۱۴)

"اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ اس خبر کے رنج سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ اس ذلت کو اٹھا کر اپنے پاس رکھ لے یا اس کو مٹی میں دفن کر دے۔"

لڑکیوں کے زندہ دفن کرنے کے بڑے بڑے دردناک واقعات احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ لڑکیوں کو وراثت کا حصہ نہ دینا، مطلقہ یا بیوہ کی شادی نہ کرنا، سسک سسک کر ساری زندگی گذارنے پر مجبور کرنا، ایام حیض میں عورت کو جنگل میں باندھ دینا یہ سب غلط رسوم تھیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اسلام کے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے دنیا میں رائج تھیں، قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں میں عورت کو صرف خواہش نفسانی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ بناؤ سنگھار سے آراستہ کر کے عورت کو بازاروں میں لایا جاتا اور ہر شخص نگاہ بد سے اسے تاکتا رہتا اسلام نے اس بے حیائی کو جہالت قرار دیا۔ الغرض عورت ایسی مظلوم اور بے بس مخلوق تھی۔ جو یا تو پیدا ہوتے ہی دفن کر دی جاتی جوان ہوتی درندوں کی درندگی کا نشانہ بنتی، اس کی عزت نفس، حیاء و شرافت، عصمت و تقدس،

طہارت و پاکیزگی کے لئے دنیا بھر میں کوئی قانون رائج نہ تھا کہ اسلام کے فطری مذہب کی روشنی چار دانگ عالم میں پھیلنے لگی۔

چنانچہ اسلام نے سب سے پہلے لڑکیوں کی پرورش کو ایک انتہائی مستحسن اقدام قرار دیا۔ تمام رسوم بد کو جڑوں سے اکھاڑنے کے لئے ایسے قواعد ترتیب دیئے جس کے تحت بیواؤں کو سہارا ملا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کے علاوہ تمام بیوہ عورتوں کو حلقہ ازدواج میں شامل کر کے ان کو امت مسلمہ کی مائیں بنا دیا۔ بیوہ عورتوں کو ذلیل اور رسوا سمجھنے والوں کو عورت کی اس بیچارگی پر ہنسنے کی بجائے زیر کفالت رکھ کر زینت خانہ بنایا۔

عہد حاضر کے جدید معاشرے میں جب ہم یورپ، مغربیت، اشتراکیت اور جدت طرازی کے خوگروں کو دیکھتے ہیں، تو صاف نظر آتا ہے، کہ عورت آج بھی مظلومیت کے پہلے ہی دور سے گذر رہی ہے، اس کی آزادی کا نعرہ لگانے والوں نے اسے کسی کام کا نہ چھوڑا۔ یہ کارخانوں میں کام کرے، بچوں کی پیدائش کا فریضہ سرانجام دے، اولاد کی تربیت کرے، اچھی نسل کو فروغ دے یا روزگار کے حصول کے لئے ُری ماری پھرے، آزادی نسواں کے خوشنما نعرے کی زد میں معاشرتی زندگی چھوڑ دینے والی عورت آج کس قدر مغرب اور یورپ کی دہلیز پر پشیمان کھڑی ہے۔ اس کا اندازہ ان کروڑوں خاندانوں کے فیملی سسٹم کی تباہی اور اولاد کے ہاتھوں والدین کو نیست و نابود کرنے کے واقعات سے کیا جا سکتا ہے۔

امریکہ میں آج سب سے زیادہ جرائم کیوں ہو رہے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہاں کھانے کو روٹی نہیں ملتی۔ بلکہ نئی نسل کو مجرم بنانے اور معاشرے میں سب سے زیادہ قانون شکن بنانے کے لئے اس تہذیب نے راستہ دکھایا ہے جس کے مطابق بچوں کو ماؤں گودوں سے الگ کر دیا گیا۔

Scanned with CamScanner

شعور کی آنکھ کھلتے ہی آزادی اور حریت کے نام پر جو درس بچے بچے کے لئے کھولا گیا ہے۔ ماں باپ بھی شفقت سے محرومی اور تربیت والدین کے حسن کی زیبائش جس طرح خاک میں اڑا دی گئی۔ اس سے معاشرتی برائیوں کا طوفان نہ اٹھے تو کیا ہو۔۔۔۔۔؟

صنعتی دور میں عورت کی زبوں حالی:۔

پہلی جنگ ۱۹۱۴ء میں یورپ اور امریکہ کے لاکھوں مرد مارے گئے۔ ایک خاوند کے لئے چار بیویوں کا قانون تو تھا نہیں۔ اب بے خاوند لاکھوں عورتوں نے جس طرح مصائب، شدائد کا سامنا کیا وہ الگ داستان ہے۔

لاکھوں خاوند مارے گئے جو بچ گئے وہ اپاہج ہو گئے۔ کچھ زہریلی گیسوں کی وجہ سے عورت کے قابل نہ رہے۔ ایسے موقع پر اسلام کے قانون پر عمل کیا جاتا تو پورے معاشرے میں بیوہ عورتوں کو کئی شادیوں کے بندھن میں باندھ کر اس بہت بڑی معاشرتی ناہمواریوں کو درست کیا جا سکتا تھا۔

جدید دور میں عورت کو مرد کے برابر لانے اور آزادی نسواں کے پر فریب نعرے نے کس طرح عورت کی ناموس کو پامال کیا۔ اس کی تصویر مصر کے ممتاز مصنف اور سکالر محمد قطب نے اس طرح پیش کی ہے۔

"جنگ کی وجہ سے مردوں کی تعداد میں جو خلا پیدا ہو گیا تھا اس کو بھرنا زندہ رہنے والوں کے بس کی بات نہ تھی۔"

مزدوروں اور کارکنوں کی کمی کے باعث کارخانوں کے کام پر بہت برا اثر پڑا۔ جس کی وجہ سے جنگ کے نقصانات کی تلافی بھی ناممکن ہو گئی۔ اس لئے عورتوں کو مجبوراً گھروں سے باہر نکلنا اور نکل کر مردوں کی جگہ لینی پڑی، کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتیں تو وہ اور ان کے سارے متعلقین۔ بوڑھی عورتیں اور چھوٹے بچے بھوک سے مرجاتے۔ مگر کارخانوں میں

Scanned with CamScanner

اجرت کا کام کرنے کے نتیجے میں عورت کو اپنی سیرت و کردار اور اپنی نسائیت دونوں کی قربانی دینی پڑی۔ کیونکہ یہ چیزیں اب اس کی ترقی میں سد راہ بن گئی تھیں اور ان کی موجودگی میں اس کے لئے آزادانہ روزی کمانا مشکل ہو گیا تھا۔

دوسری طرف کارخانہ داروں کا یہ حال تھا کہ وہ صرف کام کرنے والے ہاتھ ہی نہیں چاہتے تھے۔ اس کے ہوتے ہوئے ان لوگوں کو اپنی حیوانی خواہشات کی تسکین کا سنہری موقع ہاتھ آگیا۔ جس سے انہوں نے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔ اس طرح اب عورت بے چاری کو دوہرے فرائض انجام دینے پڑے۔ ایک تو کارخانے میں مزدوری کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ کارخانہ دار کا دل بہلانا اب صرف بھوک ہی عورت کا مسئلہ نہیں تھا۔ بلکہ جنسی تسکین بھی اس کا ایک سنگین مسئلہ بن گیا تھا۔ جنگ میں مردوں کی کثیر تعداد ختم ہو جانے کی وجہ سے اب ہر عورت کے لئے شادی کرنا بھی ممکن نہیں رہا تھا کہ جائز ذریعے سے اس کے تمام صنفی تقاضے پورے ہو سکتے۔

دوسری طرف یورپ میں جو مذہب رائج تھا۔ اس کی رو سے جیسا کہ اس قسم کے ہنگامی حالات میں اسلام نے انتظام کیا ہے۔ کثرت ازواج کی سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے چاری یورپی عورت اپنے بے رحم جذبات و خواہشات کے رحم و کرم پر چھوڑ دی گئی۔ ایک طرف روزی کمانے کی فکر اور جنسی ناآسودگی اور دوسری طرف قیمتی کپڑوں، بناؤ سنگھار اور بننے ٹھننے کی خواہش ان سب سے مغلوب ہو کر وہ ایک مخصوص ڈگر پر چل پڑی۔

"یورپی عورت کا کام اب صرف یہ رہ گیا تھا کہ مردوں کا دل لبھائے، کارخانوں اور دکانوں میں ملازمت کرے اور اپنی خواہشات ہر جائز و ناجائز ذریعے سے پوری کرے مگر اسکے پاس جس قدر سامان تعیش بڑھتا جاتا تھا۔ اسی قدر اس کی ہوس بھی بڑھتی جاتی تھی۔ جس کو پورا

Scanned with CamScanner

کرنے کا طریقہ صرف یہ تھا کہ وہ اپنے زیادہ سے زیادہ اوقات محنت مزدوری کے لئے وقف کر دے۔ کارخانہ داروں نے عورت کی اس کمزوری سے خوب فائدہ اٹھایا اور صریح بے انصافی کا ارتکاب کرتے ہوئے مردوں کے مقابلے میں اس کے کام کا معاوضہ بہت کم رکھا تاکہ وہ خود زیادہ سے زیادہ نفع بٹور سکیں۔"

انہوں نے آگے جاکر مزید لکھا

"مگر اس انقلاب سے عورت کو کیا ملا؟ جسمانی لحاظ سے اب وہ پہلے سے بھی زیادہ تھکی ہوئی تھی، معاشرے میں اس کی کوئی عزت نہ تھی۔ اور نہ بچے کہ جن کی خاطر قربانیاں دے کر اپنی شخصیت کو اور حقیقی آسودگی اور عظمت کو پاسکتی"۔

یہ تھا وہ حقیقت پسندانہ تجزیہ جو جدید یورپ اور مغربیت کی چھاؤں میں جوان ہونے والی عورت کے بارے میں کیا گیا تھا۔

مغربیت کا یہ فکر جس کے مطابق عورت کو مرد کے برابر لانے کا خمار مذہب سے دور ہر ذہن میں پرورش پا رہا ہے۔ اس نے کیا کیا گل کھلائے ہیں اس کا اندازہ ان واقعات سے ہو رہا ہے۔ جو آئے دن بے راہ روی اور آوارگی کے عنوان سے ہر سال بڑھتے جا رہے ہیں۔۔۔ امریکہ برطانیہ سمیت یورپ کے ہر ملک میں ۱۸ فیصد سے زائد لڑکیاں شادی سے پہلے ہی مائیں بن رہی ہیں۔ اب یہ تناسب اور بھی زیادہ ہو چکا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی حریت کے فتور نے خاندانوں کے خاندان اجاڑ دیئے ہیں۔ فیملی نظام کی زبوں حالی اسی آزاد فکری کی غماز ہے۔

واشنگٹن پوسٹ کی درج ذیل خبر کی اشاعت سے امریکہ کی اخلاقی قدروں کا جنازہ نکلتا نظر آرہا ہے۔

Scanned with CamScanner

"ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہر سال دس سے چوبیس سال کی
۹ لاکھ سولہ ہزار تین سو ستر لڑکیاں شادی سے پہلے ہی ماں بن جاتی ہیں۔
جن میں ۶۱ فیصد سفید فام ۳۵ ہزار سیاہ فام لڑکیاں شامل ہیں۔ نیشنل سنٹر فار
ہیلتھ اسٹیٹکس اور نیشنل وائیل اسٹیٹکس سسٹم کی رپورٹس کے مطابق
امریکہ میں ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران دس سال سے چودہ سال کی بارہ ہزار
سے زائد لڑکیاں شادی سے پہلے ہی رومانس لڑانے کے نتیجہ میں ماں بن
چکی تھیں۔"

عفت و عصمت اور آبرو نامی جنس عنقا ہو چکا ہے۔ شہزادی ڈیانا کی طرف سے ان کے شوہر شہزادہ چارلس کے بارے میں ہونے والے انکشافات نے برطانیہ ہی نہیں دنیا بھر کے مغربی دیوتاؤں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ لیڈی نے بی بی سی انٹرویو میں شادی کے بعد چارلس کے کیملا پارکر سے تعلقات کی خبروں کا ذکر کیا ہے۔ اس سے برطانیہ کا شاہی خاندان پوری دنیا میں رسوا ہو گیا ہے۔ اگر خاوند کے بغیر کسی دوسرے سے جنسی تعلقات آزادی نسواں کے خلاف نہیں تو اس پر شاہی خاندان بدنامی اور ذلت سے کیوں دوچار ہے۔

برطانیہ میں تو اب نکاح کا رواج ہی ختم ہو رہا ہے۔ تین تین سال تک ایک جوڑا ایک مکان میں تنہا رہنے کے بعد فیصلہ کرتا ہے کہ اسے شادی کے بندھن میں اپنے آپ کو باندھنا ہے یا نہیں۔ اتنی دیر میں دونوں کی محبت کا محل ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اب دونوں ہی اپنے لئے علیحدہ محور محبت کے متلاشی نظر آتے ہیں---- عورت کو پیدا کرنے والے خالق نے جن مقاصد کے لئے عورت کو بنایا ہے۔ اس سے انحراف کر کے انسان کہاں کہاں ٹھوکریں کھا رہا ہے۔

دنیائے مغرب و یورپ کا اس وقت حال یہ ہے کہ ہر جگہ اقارب، عزیزداری، کے تمام بندھن ختم ہو چکے ہیں۔ خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کر تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ اولاد کی

Scanned with CamScanner

پرورش نہ ہونے کے باعث معاشرتی برائیاں منہ کھول کر کھڑی ہو گئی ہیں۔

والدین کی محبت کا تصور ہی عنقا ہو چکا ہے۔ انسانی محبت و عقیدت کا پورا رشتہ حرف غلط کی طرح مٹ چکا ہے۔ یہاں عورت کی حیثیت ایک ایسی مشین کی ہے۔ جو بچے پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ روزگار بھی خود تلاش کرے گی۔ پھر جب اولاد شعور کی آنکھ کھولے گی تو وہ محرومی اور مایوسی کے گرداب میں جان بلب نظر آئے گی۔ وہ حریت کے نام نہاد فکر و نظریہ کے تحت بے یار و مددگار ہو گی۔ اس کا دل ماں باپ اور بھائی بہنوں کی محبت کے حسن سے محروم ہو چکا ہو گا۔

اسلام میں عورت کی آزاد حیثیت:۔

اسلام نے عورت کی آراء اس کی تخلیق کو مرد کی تخلیق کے عین مطابق قرار دے کر اس کی قدر و منزلت کو یوں تسلیم کیا ہے۔

یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجالا کثیرا و نساء (سورۃ نساء پ ۴ القرآن)

"اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور دونوں سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔"

خدائی ارشاد سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عورت اور مرد کی تخلیق کا منبع اور مرجع ایک ہی جگہ ہے۔ انسانی زندگی میں عورت کو بھی وہی حقوق میسر ہیں۔ جو مردوں کو حاصل ہیں۔

عورت کا خون مرد کے خون کے برابر ہے۔ عورت کو مرد کے ساتھ جملہ معاشرتی

حقوق میں حصہ دار قرار دیا گیا ہے۔

كل مسلم على المسلم حرام دمه و عرضه و ماله (بخاری و مسلم)

"ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان (مرد عورت) کا خون آبرو اور مال حرام ہے۔"

عورت کے حقوق مرد کے برابر ہیں:۔

اسلام نے عورت کے حقوق کو مرد کے حقوق کی طرح محترم اور قابل عزت قرار دیا ہے۔ اس نے ایسا نہیں کہا کہ مرد اور عورت میں عیب نکالنے مذاق کرنے اور اشیاء کے لین دین میں کوئی فرق ہو۔

عورت کی چار حیثیتیں:۔

گذشتہ صفحات میں آپ پر یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی تین قوتوں کے ہاں عورت کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔

یورپ و مغرب کے جدید تمدن نے بھی عورت کی ذاتی عظمت کی جگہ اس کو مرد کے برابر لانے اور اس کی عادات و اوصاف سے ماوراء ہر دونوں میں مساوات کا نعرہ بلند کیا۔ عورت کی نوع مرد کے برابر کیونکر ہو سکتی ہے۔ یہ بات ہر صاحب انصاف پر واضح ہے۔ عورت اپنی نسائیت کے اعتبار سے اسلام کے نزدیک آزاد جنس ہے۔ بحیثیت انسان یہ ہر قسم کے احترام اور مرتبت سے معمور ہے، اس کے حقوق مرد کے حقوق کے برابر ہیں اس کا خون مرد کے خون کے مساوی ہے۔ انسانی نوع کے اس دوسرے حصے کی مخلوق یعنی عورت کو اس کے خالق نے جن امور کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس میں اس کی حیثیت معاشرے کی ایک برتر ہستی کی ہے۔ خالق کائنات نے عورت کو انسانوں کی تخلیق، تربیت،

Scanned with CamScanner

حفاظت، نشو و نما اور انسانیت کی تعمیر کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس مقام پر عورت کی حیثیت ایک ماں کی ہے۔ جس کی عظمت پر قرآن و حدیث کی بے شمار تصریحات پیش کی جا سکتی ہیں۔ اسلام کے نزدیک عورت ماں بھی ہے۔ اس ممتا کی حیثیت کو صرف اسلام نے تسلیم کیا ہے۔ اسی لئے اس کے رتبہ اور منزلت کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا۔

الجنہ تحت اقدام الامہات (مشکوۃ)

"جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

قرآن نے کہا ہے۔

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا (سورۃ احقاف پ ۲۶)

"انسان کے لئے لازم ہے کہ اپنے والدین سے احسان کا معاملہ کرے۔"

آپ نے دیکھا اسلام نے عورت کو ماں قرار دے کر کس طرح انسانوں کو اس کی عزت و تکریم کا حکم دیا۔ اس کے بچہ جننے کو بہت بڑی اہمیت کے ساتھ ذکر کیا، گویا عورت جس مقصد کے لئے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے اس مقصد کو اس کی عظمت کی بڑی وجہ قرار دے کر جنت بھی اس کے قدموں میں بتائی۔۔۔ عورت کی اس عظیم حیثیت نے اس کو پورے ماحول اور معاشرے کا قابل قدر فرد قرار دے دیا۔

اسی طرح اسلام میں عورت کی ایک حیثیت بیٹی کی ہے۔ جس کی پیدائش اور پرورش کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا ذخیرہ اسی کتاب میں موجود ہے۔ اسلام میں عورت کی تیسری حیثیت بیوی کی ہے، جس کے تمام اخراجات کا کفیل اس کے مرد کو قرار دیا گیا ہے، تاکہ عورت روزگار کے حصول کے لئے در در کی ٹھوکریں نہ کھائے بلکہ اولاد کی تربیت و پیدائش اور گھریلو امور میں جو اس کی ذمہ داریاں ہیں۔ ان کو ادا کرے اور معاشرے کو بہت ہی اعلیٰ بنانے کے لئے نئی نسل کو ایسی آغوش

میسر آجائے۔ جو دن رات بچوں کی تربیت کے فریضے سے سبکدوش ہوتی رہے۔

اسلام نے عورت کو اس کی فطری حیثیت کے مطابق تمام حقوق عطا کئے ہیں۔ میاں بیوی کے باہمی تعلقات کو خوبصورت بنانے کے لئے اسلام نے کئی احکام نازل کئے۔ تاکہ فیملی سسٹم کو عمدہ سے عمدہ بنایا جاسکے۔ آج کے یورپین اور رشین معاشرے کا حال دیکھیں۔ یہاں ماں، باپ، اولاد، بیٹی، بیٹے کسی باہمی رشتہ ومودت میں منسلک نہیں، ہر ایک اپنی اپنی فکر میں مقدس خونی رشتوں کو خیر آباد کہہ چکا ہے۔

پردے کا حکم:۔

اسلام کے نزدیک عورت اپنی مخصوص صنفی حیثیت سے مرد کے لئے کشش کا ایسا سامان رکھتی ہے۔ جس کے بلاجواز استعمال سے معاشرہ کبھی امن وسکون کا گہوارہ نہیں بن سکتا۔ اسلام میں ایک عورت صرف نکاح ہی کی صورت میں اپنے جسم پر کسی مرد کو اختیار دے سکتی ہے۔ اس کے بغیر کوئی مرد اسے چھو نہیں سکتا۔ عورت کی عزت نفس کا تقاضا ہے کہ کوئی مرد اس کی طرف بری نگاہ نہ کرے، اس کو خواہش نفس کا شکار نہ کرے۔۔ پردہ کا حکم عورت کی حفاظت و معنویت اور اس کے دامن عفت کو محفوظ رکھنے کے لئے ہے۔

عورت کے بناؤ سنگھار اور اس کے زرق برق لباس کو صرف خاوند تک ہی محدود کیا گیا ہے اور بر انگیختہ کرنے والے لباس سے اسلام نے منع کیا ہے تاکہ معاشرے میں عورت کی پاکباز حیثیت برقرار رہے۔ وہ صرف ماں بہن، بیوی، بیٹی بن کر رہے، اس کو درندوں اور خواہش پوری کرنے والوں کی بھینٹ نہ چڑھایا جائے، ہر چوک، گلی، ہر محفل میں اس کا تماشہ نہ کیا جائے، اس کا دامن طہارت و پاکیزگی سے آراستہ رہے۔

قرآن نے عورت کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے درج ذیل تصریحات کی ہیں۔

Scanned with CamScanner

○ یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن

(سورۃ احزاب پ ۲۲ القرآن)

"اے نبی کہ دیجئے اپنی بیویوں کو اور بیٹیوں کو اور تمام مومن عورتوں کو نیچی نکالیں اپنے اوپر سے تھوڑی سی اپنی چادریں۔"

○ ولاتبرجن تبرج الجاھلیتہ الاولی (سورۃ احزاب پ ۲۲)

"اور دکھاتی نہ پھر جیسا دکھانا دستور تھا پہلے وقت نادانی کے۔"

عرب کے جاہلی معاشرہ سے لے کر روم وفارس کے ماحول تک ہر جگہ عورت کے ساتھ جو کچھ پیش آیا وہ ایسا المناک باب ہے۔ جس پر غور کرنے والا عورت کے بارے میں اسلامی تعلیمات کو خراج تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات میں عورتوں کے حقوق پر علیحدہ بڑی بڑی کتابیں موجود ہیں۔

اسلام نے عورتوں کی ہر حیثیت سے رہنمائی کی ہے۔ میاں بیوی کے حقوق، بیٹیوں کی کفالت، نگاہ بد سے حفاظت خانگی امور میں رہنمائی، معاشرتی ماحول میں ہر موقع پر کئی کئی ہدایات کے ذریعے ایسا درخشندہ گلشن آباد کیا ہے۔ جس کی چھاؤں میں ہر عہد کے معاشرے کو طمانیت وسکون میسر آیا ہے۔

معاشرتی زندگی میں مرد اور عورت کی برابری:-

یاایھا الذین امنو لایسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیر امنھم ولانساء من نساء عسی ان یکن خیر امنھن

Scanned with CamScanner

ولاتلمزوا انفسکم ولاتنابزوا بالالقاب ولاتجسسو ولا یغتب بعضکم بعضا (سورۃ حجرات پ۲۶)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو اور تجسس نہ کیا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔

یاایها الذین امنو لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتے تستانسو وتسلموا علی اهلها (سورۃ نور پ۱۸)

"اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کرلو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔"

کل المسلم علی المسلم حرام دمه وعرضه وماله (بخاری ومسلم)

س　"ایک مسلمان پر دوسرے کا خون آبرو اور مال حرام ہے۔"

اسی طرح آخرت میں اجر کے لحاظ سے بھی اسلام نے مرد و عورت دونوں کو مساوی قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

فاستجاب لهم ربهم انی لااضیع عمل عامل منکم من ذکر اوانثی بعضکم من بعض (سورۃ آل عمران پ۴)

"سو قبول کرلیا ان کی دعا کو ان کے رب نے میں تم میں سے کسی شخص کے کام کو اکارت نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو۔"

(ص ۱۷۷ اسلام اور جدید ذہن کے شبہات)

جائیداد میں عورت کا حصہ :-

جہاں تک مال اور جائیداد کے حق کا تعلق ہے۔ اس معاملے میں بھی اسلام نے عورتوں اور مردوں میں مساوات کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ مرد ہو یا عورت اپنی جائیداد کی خرید و فروخت اور اس کا انتظام کرنے میں بالکل آزاد ہوتے ہیں۔ وہ چاہے اسے رہن رکھے۔ ٹھ پر دے کسی کو ورثے میں دے فروخت کرے، یا اس کو مزید زمین خریدنے کا ذریعہ بنائے یا اسے اپنی حاجات پوری کرنے میں استعمال کرے، ان تمام معاملات میں عورت کو مرد کے برابر حق حاصل ہیں۔

للرجال نصیب مماترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مماترک الوالدان والاقربون (سورۃ نساء پ ۴)

"مردوں کے لئے بھی حصہ ہے۔ اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے۔ اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں۔"

للرجال نصیب مماکتسبوا وللنساء نصیب مماکتسبن (سورۃ نساء پ ۵)

"مردوں کے لئے ان کے اعمال کا بدلہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا بدلہ۔" ازکتاب (اسلام اور جدید ذہن کے شبہات ص ۱۷۸)

ان تمام اصولوں کو جاننے کے بعد انسان کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ مرد اور عورت ہر اعتبار سے برابر ہیں۔ نظام زندگی میں دونوں کا وظیفہ حیات اور مقصد تخلیق ایک ہی ہے۔ یہ بات ہر حقیقت پسند پر واضح ہے کہ حقوق اور بحیثیت انسان بلاشبہ عورت اور مرد میں مساوات ہو سکتی ہے لیکن دھر ہستی میں ان دونوں کے امور جدا جدا ہیں۔

Scanned with CamScanner

مردوں کا مزاج، قوت، مادہ تولید جس انداز سے ودیعت کیا گیا ہے ظاہر ہے عورت اس سے فطری طور پر محروم ہے۔ عورت بچہ جن تو سکتی ہے خود بخود مادہ رحم سے بغیر کسی مرد کے چھونے کے بنا نہیں سکتی۔ یہاں آکر جدید تہذیب کے خوگر پریشان ہو جاتے ہیں کہ عورت اگر بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو مرد اس سے محروم کیوں ہے۔ مرد اگر مادہ تولید کا حامل ہے تو عورت کو ایسی قوت میسر کیوں نہیں۔ میں حقائق سے انحراف کرنے والوں اور فطرت و قدرت کے مظاہر سے لاعلم اور نابلد سکالروں سے کہوں گا کہ عورت اور مرد کی ہر کام میں برابری کا دعویٰ کر کے کیونکر حقائق کو جھٹلاتے ہو، خالی خولی نعروں اور جدت طرازی کے عنوان پر بیچاری عورت سے ہمدردی کے لئے سچی حقیقتوں پر کیوں پردہ ڈالتے ہو۔ تم نے مادر پدر آزادی اور کھلی حریت کے عنوان پر عورت ایسی مقدس انسانی نوع کو کہاں کہاں رسوا نہیں کیا، قدرت حقیقی نے جب دونوں کی فطرت اور وظائف حیات ہی علیحدہ علیحدہ بنائے ہیں۔ اور عورت کی نسائیت اور مرد کی مردانگی کے کرشمے اور مظاہر ہی مختلف ہیں تو پھر اس مسئلے میں دونوں کی مساوات کا نعرہ لگا کر حقائق کو کب تک چھپاؤ گے۔ انسان ہونے کی حیثیت سے دونوں کے حقوق ماننا، دونوں کی ضروریات پورا کرنا۔ دونوں مرتبت کا خیال رکھنا، دونوں سے برابری کی بنیاد پر اعلیٰ سلوک کرنا تو معقول بات ہے۔ خانوادہ انسانیت میں دونوں ارکان اہم ہیں۔ ایک ہی باپ سے دونوں کی پیدائش ہوتی ہے، لیکن زندگی کے فرائض اور ان کی بجا آوری میں آپ دونوں کو کس طرح مساوی قرار دے سکتے ہیں۔ کیا اس قسم کی مساوات ممکن ہو سکتی ہے۔ ساری دنیا کی عورتوں کو عورتوں کی آزادی کے نام پر سڑکوں پر لے آؤ، بیجنگ کانفرنس جیسی ہزاروں کانفرنسیں کر ڈالو کیا اس سے عورت کے وظیفہ زندگی اور فطری تخلیق کی مخصوص نوع کو بدل سکتے ہو۔ اس سے مرد عورتوں کی بجائے حمل کے حامل ہو سکتے ہو۔ مرد، بچوں کے دودھ پلانے کی ذمہ داری نبھا سکتے ہیں۔ انسانی نوع کے دونوں ارکان کی طبعی اور نفسیاتی

Scanned with CamScanner

تفریق کو تمہاری چکا چوند جدوجہد اور رنگا رنگ کاوشیں اس صنف نازک کو فریب تو دے سکتی ہے، لیکن اسے نفسیاتی لحاظ سے مرد کے برابر نہیں لا سکتیں۔ ماں کی ممتا، حمل و رضاعت کے فرائض میں عورت کا وظیفہ کیونکر مرد بجا لا سکتا ہے۔

مرد اور عورت کے دو اسلامی مظاہر:۔

زندگی کے سفر میں اسلام نے عورت اور مرد کو دو موقعوں پر نہایت ہی باریک حکمت عملی کے تحت علیحدہ علیحدہ قرار دیا ہے۔ یہ جدائیگی انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ ایک تقسیم وراثت کا اور دوسرا خاندان کی سربراہی کا۔

قانون وراثت میں مرد کی فوقیت فطرت کے عین مطابق ہے:۔

وراثت کے متعلق اسلام کا قانون یہ ہے کہ۔

للذکر مثل حظ الانثیین (سورۃ نساء پ ۴ القرآن)

"مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔"

اسلام کی طرف سے ہونے والی یہ تقسیم نہایت منصفانہ اور فطری ہے۔ کیونکہ اخراجات کا سارا بوجھ اسلام نے تنہا مرد پر ڈالا ہے۔ عورت پر سوائے اپنی ذات کے کسی نان نفقہ کا بوجھ نہیں۔۔ البتہ اگر کوئی عورت کسی خاندان کی سربراہ ہو تو معاملہ دوسرا ہے۔ یہ صورت اسلامی معاشرے میں بہت کم پائی جاتی ہے، کیونکہ جب تک عورت کا کوئی عزیز، بیٹا، بھائی اور رشتہ دار موجود ہے۔ عورت کو باہر نکل کر کمانے کی صورت کم ہی پیش آتی ہے۔ کیا حقوق نسواں کے علمبردار اس قانون کو بھی ظلم سے تشبیہ دیں گے۔ جو اسلام کی طرف سے مرد پر مکمل گھریلو ذمہ داری کے باعث قائم کیا گیا ہے۔

اسلام میں وراثت میں کل ورثہ سے ایک تہائی عورت کو صرف اپنی ذات کے لئے ملتا ہے۔ جبکہ مرد کے لئے دو تہائی باقی رہ جاتا ہے۔ جس سے وہ اپنے بچوں بیوی اور خاندان

Scanned with CamScanner

کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ آپ ہی بتائیں کہ وراثت کا زیادہ حصہ کس کو ملا۔

اسلامی قانون وراثت کا اہم اصول:۔

ممتاز مصری مفکر محمد قطب کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

ترکے کی تقسیم میں بھی اسلام ایسی ہی نسبت ملحوظ رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو قانون اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے زیادہ منصفانہ قانون انسانیت اب تک دریافت نہیں کرسکی (لکل حسب حاجتہ) یعنی ہر آدمی کو اس کی ضروریات کے مطابق دیا جائے۔ جب کہ آدمی کی ضروریات کا پیمانہ اس کی معاشری ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ جو اس کو بجالانا پڑتی ہیں۔ لیکن جہاں تک دولت کمانے کا تعلق ہے۔ اسلام مرد اور عورت میں کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ نہ مزدوری میں ان کے درمیان کوئی فرق کرتا ہے۔ تجارت کی صورت میں نفع کی تقسیم میں ان میں امتیاز روا رکھتا ہے۔ اور نہ زمین سے حاصل ہونے والی آمدنی کے معاملہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک کرتا ہے۔ کیونکہ ان معاملات میں اسلام صنفین میں مکمل مساوات کے اصول پر عمل کرتا ہے۔ اور ان کی محنت کے مطابق انہیں مساوی معاوضے دیتا ہے۔ اس معاملے میں وہ کسی کے ساتھ بھی زیادتی گوارہ نہیں کرتا۔ مسلم عوام میں عام طور پر پایا جانے والا یہ تاثر جس کو اسلام کے دشمن ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پھیلاتے نظر آتے ہیں۔ کہ اسلام کی نگاہ میں عورت مرد کے مقابلے میں نصف معاوضہ کی مستحق ہے۔ یہ سراسر غلط ہے۔

قانون شہادت:۔

یہ بات کہ اسلام میں دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے مساوی ہے۔ ہرگز یہ ثابت نہیں کرتی کہ اسلام کی نگاہ میں ایک عورت نصف مرد کے برابر ہے، بلکہ یہ تو ایک دانش مندانہ اقدام ہے۔ جس کا مقصد ہر ممکن ذریعے سے قانونی شہادت کو غلطیوں

Scanned with CamScanner

اور خرابیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ خواہ یہ شہادت اس کے حق میں ہو یا اس کے خلاف اپنی فطرت کے لحاظ سے عورت انتہائی جذباتی اور تاثر پذیر واقع ہوئی ہے اور خطرہ ہے کہ وہ مقدمے کے واقعات کو غلط ملط کر دے۔ اس لئے اس کی گواہی کی صورت میں ایک اور عورت کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا گیا۔ اور اس کی مصلحت یہ بیان کی گئی کہ

ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى (سورۃ آل عمران پ ۳)

ترجمہ "اگر ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔"

کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس مجرم کے خلاف یا حق میں وہ عدالت میں گواہی دے رہی ہے وہ کوئی حسین عورت ہو اور وہ ضد اور جلاپے کی وجہ سے اس کے خلاف جھوٹی شہادت دے بیٹھے۔ اسی طرح یہ بھی عین ممکن ہے کہ ملزم کوئی نوجوان مرد ہو جس کو دیکھ کر گواہ کی مامتا بیدار ہو جائے، اور وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کو بچانے کی کوشش میں ایسی شہادت دے دے جو مبنی بر حقیقت نہ ہو۔ مگر جہاں دو عورتیں بیک وقت عدالت میں گواہی دے رہی ہوں وہاں پر ان دونوں کا ایسی غلطی میں مبتلا ہو جانا اور غلط شہادت دینا بعید از قیاس ہے ایسی صورت میں قرآن یہی بتاتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی اس حقیقت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئی تو دوسری عورت اس کی اصلاح کر دے گی۔ اس موقع پر یہ وضاحت بھی مناسب ہوتی ہے کہ اگر کوئی خاتون گواہ نسوانی امراض کی ماہر کے طور پر پیش ہو تو کوئی اور گواہ نہ ہونے کے باوجود اسکی اکیلی شہادت بھی معتبر سمجھی جائیگی۔

خاندان کی سربراہی :-

جہاں تک دوسرے مسئلے یعنی خاندان کی سربراہی کا تعلق ہے۔ تو اس کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے صرف وہی عہدہ برا ہو سکتا ہے۔ جس میں انتظامی صلاحیت ہو اور جو

خاندان کے معاملات کی نگرانی اور انتظام کر سکتا ہو۔ اور خاندان ایک مرد اور عورت اور بچوں کے اشتراک اور اس سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کا نام ہے۔ دوسرے معاشرتی اداروں کی مانند خاندان کو بھی ایک ذمہ دار سربراہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی عدم موجودگی میں عائلی زندگی انتشار اور بالآخر تباہی کا شکار ہو سکتی ہے۔ خاندانی سربراہی کے سلسلے میں تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ مرد خاندان کا حاکم ہو۔ دوسری یہ کہ عورت اس کی سربراہی کرے اور تیسرے یہ کہ مرد اور عورت دونوں بیک وقت خاندان کی سربراہی کے منصب پر فائز ہوں۔

تیسری صورت تو ظاہر ہے کہ خارج از بحث ہے کیونکہ ہمارا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ جہاں دو سربراہ ہوں وہاں سرے سے کوئی سربراہ نہ ہونے کی حالت سے بھی زیادہ انتشار اور مصائب جنم لیتے ہیں۔ زمین اور آسمانوں کی تخلیق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

(لوکان فیھما الھتہ الااللہ لفسدتا اذالذہب کل الہ بما خلق ولعلا بعضم علی بعض (سورۃ انبیاء پ ۱۷)

"زمین یا آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود ہوتا تو (زمین آسمان) دونوں درہم برہم ہو جاتے تو ہر خدا اپنی مخلوق کو جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا۔" (از جدید ذہن کے شبہات ص ۱۹۳)

اگر ان خیالی خداؤں کا یہ حال ہے تو تصور کریں کہ ان انسانوں کا کیا حال ہوگا۔ جو اس قدر ظالم اور بے انصاف واقع ہوئے ہیں۔

ایک سوال:- اس طرح ہمارے سامنے صرف دو صورتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ جن پر

Scanned with CamScanner

بحث کرنے سے قبل ہم قارئین کے سامنے ایک سوال رکھتے ہیں۔ اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے خاندان کی سربراہی کے لئے عورت اور مرد میں سے کون زیادہ موزوں ہے۔ کیا عقلی صلاحیتوں سے مسلح مرد اس کی ذمہ داریوں سے بہتر طور پر عہدہ برآ ہو سکتا ہے یا وہ عورت جس کا امتیازی وصف ہی اس کے جذبات ہیں۔ یوں ہی ہم اس مثال پر غور کرتے ہیں کہ اپنی ذہنی صلاحیتوں اور مضبوط جسم کی بدولت مرد اس قابل ہے کہ خاندان کا حاکم بنے، عورت جو اپنی فطرت کے لحاظ سے سخت جذباتی اور انفعال پذیر واقع ہوئی ہے۔ اور اقدام کی مردانہ صفات سے عاری ہے۔ تو مسئلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے۔ خود عورت بھی کسی ایسے مرد کو پسند نہیں کرتی جو کمزور ہو، اور وہ اس کو بآسانی دبا لے۔ ایسے مرد سے وہ نفرت کرتی ہے اور کبھی اس پر اعتماد نہیں کرتی۔ عورت کا یہ طرز عمل اس ذہنی رویے کے بچے کھچے اثرات کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ جو گذشتہ کئی سو سال کی تربیت اور وراثت کے طور پر اس کو ملا ہے۔ مگر بہر حال یہ حقیقت ہے کہ عورت کو آج بھی اسی مرد کے ساتھ برابر کے حقوق حاصل ہیں اور اس کی آزاد حیثیت کو بھی تسلیم کیا جا چکا ہے، مگر اس کے باوجود مرد سے مغلوب ہو کر اسے خوشی ہوتی ہے۔ وہ ایسے مرد سے محبت کرتی ہے اور ہر طرح سے اس کا دل جیتنے کی کوشش کرتی ہے وہ مرد کے مضبوط جسم اور کشادہ سینے کو دیکھ کر متاثر ہوتی ہے اور جب جسمانی قوت کے معاملے میں اسے اپنے سے کہیں مضبوط اور قوی پاتی ہے، تو اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیتی ہے۔ عورت کو خاندان کی سرداری کا شوق صرف اسی وقت تک رہتا ہے جب تک اس کی اولاد نہیں ہو جاتی۔ اور اس کو اس کی تعلیم و تربیت کی کوئی فکر دامن گیر نہیں ہوتی۔ بچوں کی موجودگی میں ان اضافی فرائض کے لئے اس کے پاس وقت ہی نہیں بچتا۔ کیونکہ ماں کی حیثیت سے اس پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ وہ کچھ کم مشکل اور وقت طلب نہیں ہوتے۔ (از کتاب جدید ذہن کے شبہات)

عورت کی تذلیل کی ذمہ دار مغربی تہذیب ہے:-

عورت کو مردوں کے برابر لانے اور آزادیٔ نسواں کے نام پر عورت کی نسائیت سے غلط فائدہ اٹھانے کا نقصان یہ بھی ہوا کہ ممتا کا شعور صفحۂ ہستی سے مٹتا چلا گیا۔ مغربی اور اشتراکی اقوام نے عورت کو آزادی دے کر جس طرح بازیچۂ اطفال بنایا اور گلی گلی میں اسے کشاکش حیات کا سزاوار بنا کر اسے ایسی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا۔ جس پر وہ فطری طور پر چلنے کے لئے تیار نہ تھی۔ راقم نے امریکہ، برطانیہ، جاپان، فرانس اور جرمنی کے ملکوں میں عورتوں کی نسوانیت کا ایسا حشر دیکھا ہے۔ کہ الامان والحفیظ، ہر لڑکی جو ابھی عمر بلوغت تک بھی نہیں پہنچی۔ ماحول اور معاشرہ کی نفسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھ چکی ہے۔ لڑکے اور لڑکی کو محبت کی عام اجازت اور اسے انسانی فطرت کی رو سے جواز مہیا کر کے ہر کالج، ہر سکول ہر نرسری اور تعلیمی ادارے میں باقاعدہ ایک فن کے طور پر جنسی تعلقات کے فروغ کا سبق پڑھایا جا رہا ہے۔ اس سے آج مغربی قومیں سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔

لاکھوں لڑکیاں بے راہروی کا شکار ہیں، کروڑوں لڑکوں کا وظیفہ اولین تازہ کونپلوں کو شکار کرنا ہے۔ یہاں ہر صبح سویرے پہلا کام یہی ہوگا، آج رات کیسی گذری لذت نفس اور جنسی خواہش کی تکمیل کیونکر ہوئی۔ ہر جوڑا ایک دوسرے کی شب گذاری کے احوال سن کر دنیا و مافیہا سے ماورا اسی تماشائے دھر سے شاد کام ہو رہا ہے۔ مغربی سوسائٹی میں مالک حقیقی کی پہچان، انسانیت کے اصل مقاصد کی تکمیل، اخروی زندگی کے لئے توشہ حیات جمع کرنے کے سارے تصورات عنقا ہو گئے ہیں۔ مسیحیت کی دہلیز پر قدم رکھنے والے معاشرے بھی اس بے راہروی کا شکار کیوں ہوئے۔ خدائی احکامات سے ان کے قلبی دریچوں کو کیسے خالی کر دیا گیا۔ لادینیت اور سیکولر فکر نے اس کے مشام جان کو کیسے گھیر لیا۔ اس کے پیچھے مغربی دانشوروں کی یہ مجبوری بھی کارفرما ہے کہ مغرب نے صدیوں

Scanned with CamScanner

کہ اپنے اسلام کو حکومت پر واضح کر سکیں [illegible]
[illegible] قرار دے کر [illegible] ایمان رکھتے ہیں۔ اس لیے آج بھی [illegible] حکومت [illegible]
مذہبی اقدار کی بات آتی ہے تو مغرب والوں کے ذہن میں تاریخ اور [illegible]
اس کی وجہ سے ان کی اقوام نے ان کے مذہبی اختلافات کے [illegible] تھی [illegible]
طرح مغربی تہذیب مذہبی [illegible] آپ کو [illegible]
علوم پر آزاد کر لیا تھا۔

اسی وجہ سے مغرب کا ہر دانشور اور [illegible] کے نام پر [illegible]
ہے کہ وہ اسے انفرادی [illegible] اور تھیاکریسی کے نام پر اسلام کی مخالفت کرتے ہیں [illegible]
روس میں کمیونزم کے زوال کے بعد مغربی قوموں نے سب سے زیادہ اسلام سے خطرہ
محسوس کیا۔ روس کو شکست دینے کے لئے امریکہ نے افغانستان کی [illegible] سال تک [illegible]
امداد کی، لیکن روس کے چلے جانے کے بعد جب معلوم ہوا کہ اب افغانستان آزاد [illegible]
اسلام کا گہوارہ بن جائے گا تو اس کی اسلامی حکومت کے قیام کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی
کر دیں۔ یوں تو پوری دنیا میں امریکہ نے جمہوریت ہی کے ذریعے اسلامی [illegible]
سالویشن فرنٹ کامیاب کرائی تو یہاں خود ہی فوجی آمریت مسلط کر دی۔ مغرب کا یہ دوہرا
معیار پوری دنیا میں اس کو اسلام سے شدید خطرہ کو آشکار کر رہا ہے۔

اسلامی تہذیب کی طرف آنے کی دعوت:۔

میں دنیا بھر کی مغربی قوموں اور اس کے دانشوروں سے کہوں گا کہ اسلام کو مسیحیت
کی تھیاکریسی کے آئینے میں دیکھنا ہی آپ کی سب سے بڑی غلطی ہے۔ اسلامی حکومت میں
پاپائیت و تھیاکریسی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس کی ہر شق اور
جز ہی انسانوں کی فلاح و بہبود اور کائنات کے امن اور سلامتی کی داعی ہے۔

اسلام میں مطلق العنان حکمرانی کی بھی کوئی گنجائش نہیں رہی، ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق اس واقعہ سے ہو سکتی ہے۔ جس کے مطابق خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کسی نے خلیفۃ اللہ کہہ کر پکارا تو انہوں نے اسے سختی سے منع کر کے فرمایا۔ مجھے صرف خلیفہ رسول اللہ کہا جائے۔ حضرت ابوبکر کے ان الفاظ نے تھیاکریسی کی جڑ کاٹ دی، آپ کی تنبیہ کا مطلب یہ تھا کہ وہ مسیحیت کی طرح خدا کی براہ راست نمائندگی کا دعویٰ کر کے اپنے لئے غیر محدود اختیارات کی خواہش نہیں رکھتے تھے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی نیابت کے تصور کے ساتھ پیش کردہ آپ کی تعلیمات کے پابند ہیں۔ اس طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام کا کوئی حکمران ذاتی احکامات جاری نہیں کرتا۔ وہ حق حکمرانی کو اس وقت تک قائم رکھ سکتا ہے۔ جب تک وہ آسمانی ہدایات و تعلیمات کے فروغ کے لئے اپنے پیغمبر کی بتائی ہوئی تشریحات پر عمل کر رہا ہے۔

اسلام کا یہی وہ حقیقی منشور ہے جسے ہم "اسلامی خلافت" قرار دیتے ہیں اسلام نے عورت کو خدائی احکامات کے تابع بنا کر اس کی آزادی کو سلب نہیں کیا، جب کہ یہ جملہ تعلیمات اسکی فطرت و طبیعت کے عین مطابق ہیں۔

نکاح میں عورت نے پیغمبر کا مشورہ قبول نہ کیا:۔

اسلامی معاشرہ میں عورت کی رائے اور آزادی کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہؓ کی ایک لونڈی حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے نکاح کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی سفارش کو قبول کرنے سے معذرت کر لی تھی اور اپنے حق کا آزادانہ استعمال کیا تھا آنحضرت ﷺ نے بھی بحیثیت پیغمبر اور رسول اس لونڈی کو کوئی حکم نامہ جاری نہیں کیا تھا بلکہ صرف مشورہ اور سفارش کی تھی جس کو لونڈی نے قبول نہ کیا اسلام نے اس

عورت پر کوئی قدغن نہیں لگائی مرد اور عورت کے درمیان حقوق و فرائض بھی ان کی بہتری کے لئے ترتیب دیئے گئے یہاں سے معلوم ہوتا ہے عورت اور مرد ایک دوسرے کو پسند کرنے میں اس قدر آزاد ہیں کہ اگر وہ اپنے سب سے بڑے پیغمبر اور نبی کی سفارش بھی قبول نہ کریں تو بھی ان پر کوئی حرف نہیں آتا۔ یہ حق مرد اور عورت کو اسلام ہی نے عطا کیا ہے"

میں مغربی اور اشتراکی قوموں کو اسلام کے خاندانی نظام کی طرف آنے کی خصوصیت سے دعوت دوں گا۔۔۔۔۔ مغربی معاشرہ کی فلاح و بہبود اور عہد حاضر کی ہر قسم کی برابری سے بچنے کا واحد راستہ "اسلام" ہے اُسلام کو عہد حاضر میں بہت ہی اچھا رہبر اور نجات دہندہ کے طور پر قبول کر کے معاشرتی خرابیوں کی ہر جڑ پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

ہر معاملہ میں عورت اور مرد کی مساوات کا نعرہ خلاف فطرت ہے

مغرب نے عورت اور مرد کے درمیان مکمل مساوات کا جو کھوکھلا اور غیر فطری نعرہ بلند کیا تھا اس کی بنیادیں اکھڑ چکی ہیں اس نعرے نے نہ عورت کو کسی کام کا چھوڑا ہے نہ مردوں کا گھریلو نظام درست ہوا ہے، مطلق آزادی کے تلخ نتائج بھگتنے کے بعد میں دیکھ رہا ہوں کہ آج پھر امریکی اور برطانوی دانشور ایک "متوازن خاندانی نظام" کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں مغربی معاشرہ میں خاندانی نظام کی تباہی کا ہلکا سا اشارہ ان واقعات سے بھی ملتا ہے۔ جس کے تحت آئے دن عورتوں اور مردوں کے جنسی تعلقات کے بارے میں سکینڈلز پر سکینڈل شائع ہو رہے ہیں پہلے تو ہم سنتے تھے کہ ہندوستان کی آزادی کے وقت وائسرائے برطانیہ کے نمائندے اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی بیوی لیڈی ایڈونا ماؤنٹ بیٹن اور پنڈت نہرو میں معاشقہ رہا ہے۔ جس کی داستان مسٹ لاری گوگن کی کتاب

"فریڈم ایٹ مڈنائٹ" میں ساری دنیا کے سامنے آچکی ہے پھر اسی معاشقہ نے یہ گل کھلایا کہ نہرو کی زلف کی اسیر بننے کے بعد لیڈی ہی کے اشارہ ابرو کے باعث کشمیر کے بڑے حصے کو ہندوستان کی جھولی میں پھینک دیا گیا۔ تاریخ شاھد ہے کہ اس معاشقہ نے برصغیر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ ریاست جوناگڑھ مناوا کی ریاستوں کا پاکستان سے الحاق ہو چکا تھا۔ حیدرآباد دکن بھی بزور شمشیر ہندوستان کے ساتھ شامل کر دیا گیا، مسلم اکثریتی ریاست کشمیر کا بھارت سے الحاق کرانے کی سازش نے آج تک لاکھوں انسانوں کی جانیں ختم کر دیں۔ قضیہ کشمیر نے پوری امت مسلمہ کو ۵۰ سال سے مضمحل کر رکھا ہے، عالمی برادری آج بھی اس قضیہ کا حل نکالنے میں ناکام ہے۔

آپ نے دیکھا کہ نہرو کی زلف کا اسیر ہونے والی لیڈی نے کیا کیا گل کھلائے اور انسانیت کو اس کے معاشقے نے کیسے کیسے چرکے لگائے۔ آزادی اور حریت کا یہی وہ غیر فطری نظام ہے جس نے مغرب کی ہر عورت کو ہر مرد کے بستر پر سلا کر اس کی حیاء اور شرم کا زیور اتار دیا، غیرت وحمیت کی اصطلاح ہی ختم کر دی، عورت کی فطری شرم کا بھرم چوراہے میں توڑ دیا گیا۔ امریکہ سے آنے والی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ بل کلنٹن پہلے صدر نہیں ہیں جو اپنی "حرکتوں" کی وجہ سے مشہور ہوئے بلکہ اکثر صدر یہی کچھ کرتے رہے ہیں۔ اس رپورٹ میں جارج واشنگٹن کی کئی سیاہ فام داشتائیں تھیں۔ ان کا برطانوی سفیر کی بیگم سے بھی معاشقہ چل رہا تھا۔ وہ ایک سخت سرد رات کو چھپ کر اپنی محبوبہ سے ملنے چلے گئے تھے۔ جس سے انہیں نمونیا ہو گیا اور یہی نمونیا ان کی موت کا سبب ثابت ہوا۔ اس طرح انہیں "شہید محبت" کا خطاب مل گیا۔ تھامس جیفرسن کے جنسی سکینڈل بھی اخبارات کی زینت بنتے رہے ہیں۔ اس طرح ابراہام لنکن ہر فن مولا تھے۔ وارن ہارڈنگ اول درجے کا عیاش تھا اور خفیہ پولیس نے اسے بیوی کے ہاتھوں پکڑے جانے سے بچایا۔

Scanned with CamScanner

روز ویلٹ کا اپنی سیکرٹری سے افیئر تھا۔ آئزن ہاور نے ایک ایکٹریس کو اپنا ڈرائیو رہنا رکھا تھا۔ اسی طرح جان ایف کینڈی کے سینکڑوں قصے مشہور ہیں۔ مخلوط سوسائٹی کی ممانعت کر رکھی ہے۔ اہل امریکہ اگر اپنے صدور کو پاک دامن دیکھنا چاہتے ہیں تو انہیں اسلامی دستور کے مطابق مخلوط سوسائٹی پر پابندی لگانا ہو گی۔

غیر مردوں سے عورت کے اختلاط پر مغرب بھی پریشان ہے۔

۵۰ سال کے بعد ہم نے یہ بھی سنا کہ برطانیہ کے شہزادہ ولیم چارلس کے اپنی شادی کے بعد بھی کیملا پارکر سے جنسی تعلقات رہے ہیں پھر یہ بھی خبری آئی کہ چارلس کی بیوی نے بھی شادی کے بعد جیمز سے شب بسری کی ہے۔ آج برطانیہ کے عوام اخبارات میں یہ حقیقت بھی پڑھ رہے ہیں کہ لیڈی ڈیانا کے والد ارل سپنسر کے ۵۰ سال قبل ملکہ الزبتھ سے بھی جنسی تعلقات رہے ہیں۔

برطانوی شہزادوں کے معاشقے:۔

پاکستان کے معروف اخبار روزنامہ نوائے وقت نے ۲۹ جنوری ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں برطانوی اخبارات کے حوالے سے لکھا ہے کہ ارل سپنسر کے دوست ڈوگلس لسٹرے جب ارل سپنسر کی عمر ۲۳ سال اور ملکہ کی عمر ۱۸ سال تھی تو لسٹرالی کی رجمنٹ میں شاہی میزبانی کے دوران شہزادی الزبتھ سے اس کے تعلقات قائم تھے، جسے بعد میں شاہی خاندان نے ختم کر دیا تھا، سوال ہے کہ اگر نیاز و محبت بہت ہی اعلیٰ اقدار کا حصہ ہیں تو اسے ختم کیوں کرایا جاتا ہے۔ پھر اس کی شہرت پر اسے بدنامی کے لفظ سے کیوں یاد کیا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ جب اس پر اسلام تنقید کرتا ہے کہ یہ بے راہروی نہیں بلکہ بے غیرتی اور بے حیائی ہے تو اسے بنیاد پرستی کا طعنہ دیکر رد کر دیا جاتا ہے، جب لیڈی ڈیانا بی بی سی پر انٹرویو میں اپنے اور چارلس کے معاشقوں کی کہانی بیان کرتی تو یورا یورپ کیوں پریشان ہو جاتا تھا؟

Scanned with CamScanner

اس انٹرویو کی شاہی خاندان کی طرف سے مذمت کیوں شائع ہوتی ہے، انسانی ضمیر کے اندر ہی اندر ایک ایسا جذبہ اور احساس موجود ہے جو اپنی عورت کو کسی کے بستر پر دیکھنا پسند نہیں کرتا اسی احساس کو اسلام نے غیرت اور حمیت اور شرم وحیا کہہ کر اپنایا ہے اور غیر اقوام نے اس کو بنیاد پرستی قرار دیکر اپنے خاندانی نظام کی دھجیاں بکھیر دی ہیں

اسلام ہی عورت کا سب سے بڑا ہمدرد ہے:-

محمدی شریعت کی طرف سے عورت کو اعلیٰ کردار اپنانے، گھریلو ذمہ داریاں نبھانے اور نئی نسل کو عمدہ اخلاق اور اعلیٰ روایات کا حامل بنانے کی جو ذمہ داری عطا کی ہے وہی انسانیت کی دینوی اور اخروی کامیابی کا زینہ ہے۔

خالق حقیقی سے زیادہ کون جانتا تھا کہ انسانی نوع کے دو پہیوں مرد اور عورت کو کن کن ہدایات کے مطابق چلایا جا سکتا ہے۔ پروردگار حقیقی کی طرف سے اس کی مقدس کتاب قرآن میں عورت کو جن ہدایات سے نوازا گیا ہے۔ خدا کی طرف سے اس صنف نازک پر جو ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔ اسلام انہی احکامات کو عورت کیلئے فطری دستور قرار دیتا ہے۔ امریکی صدر بل کلنٹن کی طرف سے پاکستان کے ۲ فروری ۱۹۹۶ء کے اخبارات میں نوعمر بچیوں کے حاملہ ہونے پر تشویش کی خبریں شائع ہوئی ہیں آئے دن ایسے ایسے انکشافات سامنے آرہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی کھلی آزادی انسانیت کیلئے عذاب بن گئی ہے خود عورت اپنے کردار و عمل پر ششدر رہ گئی ہے، اسے سمجھ نہیں آتا کہ وہ اپنی فطری ضرورتوں اور قدرتی عادات واطوار کے مقابلے میں کس قدر حقارت و مورکھ کے گڑھے میں گر گئی ہے، جن انسانی اقدار کو آزادی کے نام سے اس کا زیور بنایا گیا تھا انہی اقدار نے اس کے دستور حیات کو مایوسی اور پریشانی سے معمور کر ڈالا ہے

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا بھر کی تمام قومیں عورت کی عظمت رفتہ کی واپسی کیلئے اسلام کی شاہراہ پر گامزن ہو جائیں۔ جن مقاصد کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ انہی کی تکمیل اس کا وظیفہ حیات بنائیں۔ عورت کو ماں، بہن، اور بیوی کا مقدس پیرہن اوڑھا کر اسے معاشرے کا بہت ہی مقدس عنصر قرار دیں۔ اسکی آزادی کے نام پر جو ڈرامہ مغربی تہذیب ایک سو سال سے کھیل رہی ہے اسے بند کر دیا جائے۔ نئی نسل کیلئے قائم کی جانے والی اسکی آغوش کو انسانوں کی تعمیر کے راستہ پر چلایا جائے، انتہائی مجبوری میں اگر اس سے کارخانوں فیکٹری اور دفاتر میں بھی کام کرانا مقصود ہو تو اس کی نسوانیت، اور حیاء کا خیال رکھا جائے، اسے مرد بنانے کی حماقت نہ دہرائی جائے اسکی فطرت کے برعکس اقدامات نہ کئے جائیں

آج کے دور کی تمام کمزوریوں کے ازالے اور عورت کو اسکے اصلی مقام دلانے کا واحد راستہ اسلام ہے------

جب کھلی آزادی، مردوں اور عورتوں کی جنسی بے راہروی اور آزادانہ اختلاط نے معاشرتی تباہی کی انتہا کر دی ہے تو اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اسلام کی طرف سے عورت کیلئے پردہ کا حکم اسکی عظمت و رفعت اور وقعت و مرتبت کی بقاء کے لئے ہے۔

اس کی نسوانیت و حیا کو برقرار رکھنا خالق حقیقی کا پسندیدہ عمل ہے۔ جو اپنی کمزور صنف کی رعایت اور اسکی خصوصی ہمدردی کی آئینہ دار ہے۔ پردہ کو تنگی اور کم ظرفی قرار دینے والوں نے دیکھ لیا ہے کہ آزادی نسواں کی خرابیوں نے قتل و غارت، اور لاقانونیت کے مظاہر عام کئے ہیں۔ اس سے دنیا کا کوئی معاشرہ محفوظ نہیں رہا۔

پردہ کا مفہوم یہ ہے کہ عورت اپنی نسوانیت کی حفاظت کرے اور اپنے نفسانی جذبات کو بے راہروی کا شکار نہ ہونے دے۔

Scanned with CamScanner

دسواں باب

اسلام کا ازدواجی قانون

اسلام نے عورت اور مرد کی فطری ضرورت اور تخلیق کی مخصوص نوعیت کے عین مطابق مرد کو عورت کے ساتھ منسلک کرنے کا نہایت اعلیٰ طریقہ اختیار کیا ہے۔ ایک اجنبی مرد اجنبی عورت کے ساتھ چند لمحوں بعد ارتباط اور تعلق کی لڑی میں پرو دیے جاتے ہیں۔

اسلام کے ازدواجی قوانین دنیا کے تمام مذاہب اور دساتیر میں سب سے اعلیٰ اور منفرد واقع ہوئے ہیں۔ اس نظام میں ایک طرف مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کو پسند کرنے کا اختیار دیا ہے۔ دوسری طرف والدین کے ذریعے نکاح کے بندھن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اگر مرد کسی عورت کو پسند کرتا ہے لیکن عورت اسے ناپسند کرتی ہے تب بھی یہ رشتہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

اسلام کے نزدیک ایک لڑکے اور لڑکی کو صرف ایک نظر دیکھ لینے کی اجازت ہے، اور نفسیاتی جذبات کے برانگیختہ ہونے کی صورت میں بھی دونوں کو یکجا کرنے کا طریقہ جنسی آلائشوں کو جنم دیتا ہے۔ اس عظیم فطری مذہب میں مرد اور عورت کا ملاپ "نکاح" کے ایک عنوان سے طے پاتا ہے۔ "نکاح" کے ذریعے دونوں خاندانوں کے روابط کے ساتھ ساتھ ایک معروف اجتماع میں مرد اور عورت کی رضامندی کو دو گواہوں کی موجودگی میں تسلیم کر کے مہر کی صورت میں مناسب رقم کا تعین کیا جاتا ہے۔ جس سے عورت کی ضروریات اور اسکی وقعت واہمیت اور خاندانی شرافت کا اعتراف مقصود ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیم میں "نکاح" کے طریقے سے عورت اور مرد کا ملاپ انسانی فطرت کا نہایت حسین اور خوبصورت تقاضا ہے۔ اسکے ہاں جانوروں اور حیوانوں کی طرح بغیر کسی

Scanned with CamScanner

قاعدے اور ضابطے کے دو اجسام کو ملانا جہالت اور بہیمت سے کم نہیں۔

دو قلوب کو ملانا، دو خاندانوں کی بنیاد رکھنا، دو برادریوں اور قبیلوں کی تعمیر اور نشوونما کا آغاز نکاح، شادی، ولیمہ اور رفقاء و احباب کی عمومی دعوت کے ساتھ عظیم معاشرتی اخوت اور اعلیٰ الفت و مودت کا آئینہ دار ہے۔ نکاح کے ذریعے لڑکے اور لڑکی کے والدین کی خوشیوں اور اقارب کے مسرت و انبساط کے ساتھ ساتھ نسبی شرافت کی تخلیق انسان کی نجابت و رفعت کی گواہی دیتی ہے۔

دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں میاں بیوی کا اقرار ایک طرف ان کی اولاد کے قانونی، اور شرعی ہونے کی سند عطا کرتا ہے۔ دوسری طرف ان کے باہمی حقوق و فرائض کی ادائیگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

نکاح کا حکم:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو۔ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی

"نکاح میری سنت سے ہے، پس جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں"

نکاح کی حدود:-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع

(سورۃ نساء پ ۴)

"پس نکاح کرو جس کو تم پسند کرو، دو دو، تین تین، چار چار"

فلسفہ نکاح:-

اسلام نے نکاح کی حکمت بیان کرتے ہوئے قرآن کی زبان میں کہا ہے۔

Scanned with CamScanner

ازواجا لتسکنوا الیھا

"تاکہ مرد عورت ایک دوسرے سے تسکین حاصل کریں"

انسانوں کی فطری ضرورتوں کا انکار کرنے والوں نے مردوں کے کام جب عورتوں سے لینے کا طریقہ ایجاد کیا تو عورتوں کی گودوں میں پلنے والے بچوں کی ابتدائی تربیت گاہیں ویران ہو گئیں۔ ماؤں کی گود کی خدمت میں فطری رہنمائی، تخلیقی اطوار کی فراہمی کے محور مٹا دیئے گئے۔ نتیجتاً بچوں کو شعور کی آنکھ کھلتے ہی بے لگام کر دیا گیا عورت کو مردوں کے برابر لانے کے لئے مغرب نے کیا کیا پاپڑ بیلے پھر تہذیب کے ان سورماؤں نے عورت کو کشمکش حیات کی ذمہ داریوں اور کارگہ حیات کے نشیب و فراز میں دوغلے کردار کا ایک مشینی ڈھانچہ بنا دیا۔ نہ کوئی بچوں کا سرپرست رہا، نہ بچیوں کی تربیت کا کوئی آسرا محفوظ ہوا۔ جبکہ اسلام "نکاح" کے پاکیزہ نظام کے ذریعے معاشرتی اقدار کو بلند کرنا چاہتا ہے۔

اسلام کے نزدیک مرد اور عورت کا نکاح ایک ایسا مقدس رشتہ اور پاکیزہ بندھن ہے۔ جس سے زندگی کی نشو ونما جنم لیتی ہے۔

ان مقدس اصولوں کی روشنی میں صاف نظر آتا ہے کہ اسلام نے ضابطہ نکاح کے ذریعے زندگی کی شاہراہ پر انسانوں کی بستیوں کو آباد کرنے کیلئے اعلیٰ قواعد کے ایسے ایسے موتی بکھیرے ہیں۔ جن کی لمعہ افروزی سے عورت و مرد زندگی کے دو پہیوں کی طرح طمانیت وسکون کے مدارج طے کر رہے ہیں۔

ادھر مغربی کلچر اور یورپین طریقہ ازدواج کی ناکامیوں پر بلند ہونے والی چیخ وپکار پر غور کرنے والا جب گہری نظر سے مغربی کلچر کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ ششدر و پریشان ہو کر کروڑوں جوڑوں کے اضطراب ازدواجی شکست و ریخت، خانگی تباہی اور معاشرتی گراوٹ، اور میاں بیوی کے تعلقات کی شکستہ دیواروں پر مایوسیوں کے نقوش ہر قدم پر

Scanned with CamScanner

ملاحظہ کرتا ہے۔

امریکہ کے تازہ اعداد وشمار کے مطابق ۴۷ فیصد لڑکیوں کا ۱۴ سال کی عمر میں ماں بننا اور نکاح سے پہلے ۶۷ فیصد عورتوں کا جنسی تعلقات میں مبتلا ہونا پورے معاشرے کی ہلاکت وتباہی اور ازدواجی ذلت و مورکھ کی نشاندہی کرتا ہے۔

برطانیہ سمیت امریکہ، اور یورپ کے تمام ملک اور اشتراکی اور سیکولر تمام حکومتیں آج کل جنسی بے راہ روی کے سدباب کے لئے کیوں کوشاں ہیں حالیہ بیجنگ کانفرنس کے ایجنڈا میں شامل نکات پر غور کرنے والا یقینی طور پر اسلام کے ازدواجی اصولوں کی تحسین کئے بغیر نہیں رہ سکتا مغربی تمدن میں شادی اور نکاح سے پہلے متوقع میاں بیوی کا ملاپ اور سال ہا سال ایک ہی مکان میں رہ کر دونوں کا ایک دوسرے کو اچھی طرح دیکھنے کا رجحان اور اس قبل از نکاح جنسی ملاپ کی کامیابی کی صورت میں نکاح تک پہنچنے والے جوڑے بھی ۲۵ فیصد سے زیادہ حد تک نہیں پہنچ سکے،

جنسی آزادی اور معاشرتی انحطاط میں مغرب کس حد تک گر چکا ہے اس کا اندازہ "والد" کے خانے کے خاتمے کے بعد اب "ماں" کا نام بھی شناختی کارڈوں سے ختم کرنے سے ظاہر ہو چکا ہے۔ کسی آدمی کی شخصیت کا پیمانہ صرف اس کی تاریخ ولادت قرار دی گئی ہے۔

کیڑے مکوڑوں اور باریک سے باریک چیزوں میں ریسرچ کے دعویدار مغربی پروفیسروں نے انسان کی ریسرچ اور اسکی آمد تخلیق، اس کی پیدائش کے تمام ذمہ دار کرداروں سے صرف نظر کر کے جس طرح انسانیت کا مذاق اڑایا ہے آج پورا مغرب اس صورت حال پر پریشان ہے، انسانیت کو اس کے فطرت کے اصولوں کو فروغ دینا، انسانی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے تمام اخلاقی اور قانونی طریقوں سے بغاوت کر کے جنسیت کو آزادی، اور فریڈم کے معنی پہنا کر یورپ نے کیا حاصل کیا ہے۔ جدید تہذیب کے فروغ کے نام پر مادیت کی چکی میں پیس کر مغرب نے انسانیت سے کس چیز کا انتقام لیا ہے۔

اسلام کے نزدیک انسان پوری مخلوقات کا سردار ہے اسے قرآن عظیم نے اشرف المخلوقات قرار دیکر دنیا کی ہر مخلوق کو اس کا فرمانبردار اور مطیع قرار دیا ہے، حتیٰ کہ سورج، چاند ستارے اور پہاڑ، درخت اور سمندر اس کی غلامی پر مامور ہیں۔۔۔۔ اگر خدا کی تخلیق کے عظیم شاہکار انسان ہی کو تخلیق کے خدائی اصولوں سے دور کر دیا جائے، حیوانوں کی منڈی کی طرح یہ بھی جنسی میلہ میں اپنا جنم بھول جائے۔ اپنے وجود کے ظاہری مالک (باپ ماں) اسے بھی بے نیاز ہو جائے، تو تخلیق کے باب میں عام حیوانوں اور اسمیں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

میں نے برطانیہ کے شہر برسٹل میں ایک انگریز سے جب انسانی تخلیق کے اس موضوع پر گفتگو کی تو اسکے سامنے اسلام کے نقطہ نظر کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے ابتداء میں کہا تھا، ماں باپ کے تعین کی کیا ضروت ہے۔ میں نے کہا آپ کا نام ولسن کیوں رکھا گیا ہے۔ اس تعین کی کیا ضرورت ہے۔ اس نے کہا، انسان کی شناخت کیلئے نام رکھنا ضروری ہے، میں نے کہا انسان کی شناخت کی ضرورت تقسیم کرنے کے بعد اس کی تخلیق کے تمام کرداروں سے پہلو تہی اور والدین کی عظمت و تعارف سے دوری سے آپ نے انسانیت پر کیا احسان کیا ہے۔

اگر ایک انسان کی شناخت کیلئے اس کا نام رکھنا ضروری ہے تو اس کی حقیقت و اصلیت کیلئے اسکے ماں باپ کا تعارف کیوں ضروری نہیں۔۔۔۔ اسلام نے تو انسان کے تعارف کے لئے ماں باپ ہی نہیں بلکہ قبائل، خاندان، برادری اور قوموں کا بھی تعارف کرانے کی حوصلہ افزائی کی ہے تاکہ تمام مخلوقات کے سردار انسان کے وجود کے ہر ہر زاویے کا تعارف اور حقیقت کسی سے او جھل نہ رہے قرآن عظیم میں بیان ہے۔

یایها الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی، وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفو (سورة حجرات پ۲۶)

"اے انسانو! بے شک ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم پہچانے جاسکو۔"

لڑکی کی پیدائش تربیت اور کفالت کے بارے میں اسلامی احکامات

○ قال رسول الله علیه وسلم من عال جارتین حتی بلغاجاءیوالقیامه آناوهوهکذا

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ جوان ہو گئیں تو قیامت میں میرا اس کا ساتھ (دو انگلیوں کو ملا کر کہا) اس طرح ہو گا۔

○ حضرۃ عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا جس کے ہاں لڑکی پیدا ہو وہ اس کو زندہ رکھے اس کی بے عزتی نہ کرے اور نہ لڑکے کو اس پر ترجیح دے اس کو خدا جنت میں داخل فرمائے گا۔

○ ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے سراقہ بن جعشم سے فرمایا تم کو سب سے بڑا کار خیر بتاؤں سراقہ نے عرض کیا ہاں، یا رسول اللہؐ فرمایا اس لڑکی کی کفالت جو مطلقہ ہو گئی ہو اور اسکا تمہارے سوا کوئی کمانے والا نہ ہو، (بخاری کتاب)

اولاد کی کفالت کا حکم:۔

○ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھی رقم یعنی دینار وہ اچھا ہے جو اپنے اہل وعیال پر خرچ ہو اور جس کو جہاد کی سواری میں صرف کرے یا جس کو اللہ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر صرف کرے۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص سے بڑا اجر کس کا ہو سکتا ہے جو

Scanned with CamScanner

مال اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے اور اس کے ذریعے اپنی اولاد کو محتاج ہونے سے بچالیتا ہے۔ (ترمذی باب ماجاء فی النفقہ اعل الدحل)

اولاد کی تربیت کے بارے میں قرآن کا حکم:-

○ یایھاالذین امنو قوا انفسکم واھلیکم نارا
(سورۃ مریم پ۲۸ القرآن)
"اے ایمان والو اپنے اپ کو اور اہل وعیال کو دوزخ سے بچاؤ"

بیوی کے ساتھ حسن سلوک:-

○ وعاشروھن باالمعروف (سورۃ نساء پ۴)
"اور بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے گذارا کرو۔"

معاشرتی زندگی میں میاں بیوی برابر ہیں:-

○ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علھین درجہ (سورۃ بقرہ پ۲ القرآن)
"اور عورتوں کا حق مردوں پر نیکی کے ساتھ ویسا ہی ہے جیسا کہ عورتوں کا مردوں پر البتہ مردوں کو ان پر فوقیت حاصل ہے۔"

اس فوقیت کا مقصد خاندان کے سربراہ کی فوقیت ہے۔ اس سے معاشرتی مساوات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مرد اپنی خلقت اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے اسی فوقیت کا مستحق ہے۔ جو فطری طور پر فہم و فراست "قوت ارادہ" عزم و ثبات اور جسمانی و عقلی خوبیوں کے طور پر اسے عطا کی گئی ہے، عورتوں کی آزادی کے اسی دور میں بھی مردوں کو عورتوں

Scanned with CamScanner

پر فوقیت حاصل ہے۔ مرد خانگی زندگی کی جملہ ذمہ داریوں کا کفیل ہے۔ اس لئے بھی وہ اس امتیاز کا مستحق ہے۔

نکاح میں عورتوں کی پسند اور رضامندی ضروری ہے۔

اسلام سے پہلے عورتوں کی شادی میں ان کی رضامندی ضروری نہ تھی۔ ماں یا باپ یا ولی جن کے ساتھ چاہتے تھے نکاح کر دیتے تھے۔ عورتوں کے لئے اس میں کسی قسم کی مداخلت اور چوں چرا کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ اسلام نے عورتوں کی رضامندی ضروری قرار دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

○ الایم احق بنفسها ولیتها والبکر تستاذن فی نفسها واذنها صماتها (مسلم کتاب النکاح)

"بے شک ہر عورت کو خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ ہو۔ اپنے ولی کے مقابلے میں اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اپنے دل میں اجازت دے دے اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔"

○ "حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ ایک دوشیزہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی کر دی ہے۔ آپؐ نے اس لڑکی کو اختیار دیا کہ چاہے قبول کرلے یا چھوڑ دے۔" (سنن ابی داؤد)

میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں صلح۔

○ وان خفتم شقاق بینهما فابعثو حکما من اهله و حکما من اهلها ان یریدا اصلاحا یوفق الله بینهما ان الله کان علیما خبیرا

Scanned with CamScanner

(سورۃ نساء پ ۵)

اگر میاں بیوی میں کشیدگی کا اندیشہ ہو تو ایک حکم (منصف) مرد کے کنبہ سے مقرر کرو اور ایک حکم عورت کے کنبہ سے اگر یہ دل سے صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں صلح کرا دے گا۔ اور بے شک اللہ سب ارادوں سے واقف و خبردار ہے۔

مہر کی ادائیگی۔

○ واتوا النساء صدقتهن نحلة فان طبن لكم عن شیء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا (نساء پ ۴)

"عورتوں کا مہر خوش دلی سے ادا کرو، پھر اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تو اس کو مزے سے خوب کھاؤ پیؤ۔"

عورتوں کو جدائیگی کا حق۔

○ ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموهن شیئا الا ان یخافا ان لا یقیما حدود الله فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به

(سورۃ نساء پ ۴)

"اور تم عورتوں کو جو کچھ دے چکے ہو اس میں تم کو کچھ بھی واپس لینا جائز نہیں، مگر اس صورت میں کہ میاں بیوی کو اسی بات کا خوف ہو کہ اللہ نے ان کے درمیان جو حدود قائم کی ہیں۔ ان پر قائم نہ رہ سکیں گے اور عورت اپنا پیچھا چھوڑنے کے لئے کچھ دیدے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔" (القرآن پ ۲)

Scanned with CamScanner

گیارھواں باب

اسلام کا نظام تعلیم

اسلام کے نام پر قائم ہونے والی مملکت کا کام صرف یہی نہیں کہ وہ انسان کے بنیادی حقوق دلانے اور اس کے نظام عبادت کو رائج کرنے کا انتظام بروئے کار لاتی ہے بلکہ معاشرتی ضروریات کی تکمیل کے بعد سب سے اہم مقصد تعلیم و حرفت کا فروغ ہے۔ عوام کے ہر ہر فرد کو زیور علم سے آراستہ کرنا، جس مذہب پر اس ملک و قوم کی اساس رکھی گئی ہے۔ اس سے ہر انسان کو ہم آغوش کرنے، جدت طرازی کے فنون اور ایجادات کی نئی نئی گرہوں کو کھولنے کے لئے ٹیکنیکل اور میکانیکل اداروں کا قیام، علوم و معارف کی ترویج، ابتداء سے آخر تک ہر سطح پر سکولوں، یونیورسٹیوں، انجینئرنگ کالجوں اور مذہبی مدارس و جامعات کا قیام حکومتی ذمہ داری میں شامل ہے۔

اسلامی حکومت میں سب سے زیادہ خیال اس بات کا رکھا جاتا ہے کہ اپنے مذہب کی تعلیم کو عام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔ دارالعلوم دیوبند کے پرنسپل اور مفکر اسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مرحوم نے ۱۹۷۶ء دہلی میں تعلیم کے سلسلہ میں ایک عالمی سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"جب تک انسان کو اخلاقی اور علمی زیور سے آراستہ نہیں کیا جاتا۔ اس وقت تک اس کی حیثیت ایک حیوان ناطق اور وحشی کی ہے۔ دنیا کے تمام تمدن اور تہذیبیں علمی ترقی کا مظہر ہیں۔ ہر حکمران نے اپنی اپنی رعایا کو تعلیم اور تہذیب کے جس زیور سے آراستہ کیا وہی آگے جاکر اس قوم کی شناخت قرار پایا۔

Scanned with CamScanner

آج پوری دنیا میں مسیحی اور صیہونی مذاہب کی سرگرمیوں کا زوال اور دونوں مذاہب سے ان کی اپنی قوموں کی بغاوت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان مذاہب کی تعلیم ختم ہو گئی مسیحی اور یہودی مذاہب کے مدارس اور کالج ختم ہو کر ان کی جگہ فنون کی مشرقی اقدار نے لے لی ہیں۔ کسی مذہب کے خاتمے اور اس کے دین سے دوری میں اسکی تعلیم کی کمی کو سب سے زیادہ دخل ہوتا ہے۔ ہم نے اگر اپنے مذہب کو باقی رکھنا ہے اور اسلامی اقدار پر گامزن رہنا چاہتے ہیں تو اس کی مذہبی تعلیم کا ہر سطح پہ اہتمام کیا جائے۔

اسلام ایسا مذہب ہے جس نے جدید ترقی کے تمام راستوں اور ایجادات کے تمام زاویوں کو فروغ دینے کی حوصلہ افزائی کی ہے، مذہبی تعلیم کو دنیوی تعلیم پر مقدم رکھ کر ہم اپنی تہذیب اور محمدی تمدن کو بھی باقی رکھ سکتے ہیں اور جدت طرازی میں بھی دوسری قوموں کا چیلنج قبول کر سکتے ہیں۔"

برطانوی دور استبداد میں انگریزی تعلیم کے آغاز سے انگریزوں کا سب سے بڑا مقصد مسلمان کو اس تہذیبی ورثہ سے محروم کرنا تھا، جس کا ثبوت لارڈ میکالے جیسے انگریزی تعلیم کے پہلے مفکر کے اس تاریخی جملہ سے عیاں ہے۔ لارڈ میکالے نے کہا۔

"ہم ہندوستان میں ایسا نظام تعلیم رائج کر رہے ہیں۔ جس میں مسلمان صرف نام کا رہ جائے گا اور سیرۃ و کردار میں وہ اول و آخر انگریز ہو گا۔"

آج صرف ہندو پاک ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام مسلم حکومتیں اسی المیے کا شکار ہیں۔ ہم نے ظاہری طور پر تو اسلام کو اپنایا مگر جب حصول تعلیم کا وقت آیا تو ہم نے اسلام

Scanned with CamScanner

کی تعلیم سے منحرف ہو کر انگریزی فنون لطیفہ اور مغربی تعلیم کو اپنایا، انگریزی حکومت کی طرف سے انگریزی کے حروف تہجی جاننے والوں کی حوصلہ افزائی ہوئی A-B-C پڑھنے والوں کو خطیر تنخواہوں کے ساتھ ملازمتیں دی گئیں اور مدارس عربیہ کو نہ تو سرکاری امداد ملی نہ اس کورس میں 16'16 سال لگا کر فارغ التحصیل ہونے والے علماء کو کسی جگہ مناسب روزگار ملا۔

یہی وہ پہلی تفریق تھی۔ جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو مسٹر اور ملا کے دو پاٹوں میں بانٹ دیا۔ مسٹر نے انگریزی تعلیم کو ترقی کا آخری زینہ قرار دیا۔ ملا نے مذہب کو بچانے کے لئے ہر حکومتی اصلاح سے آزاد ہو کر صرف "مولویت" اور "مذہبیت" کا پیراہن اوڑھ لیا، برصغیر کا مسلمان آج آزادی کے ۵۰ سال بعد بھی اسی تفریق کا شکار ہے۔

علوم و فنون کی اس تفریق نے صرف مسٹر اور ملا ہی میں مسلمانوں کو تقسیم نہیں کیا بلکہ دو تہذیبوں کو فروغ دیا۔ انگریزوں کی غلامی کے اثرات نے وہ کام دکھایا کہ ہم انگریزی زبان سیکھنے ہی کو جدید ترقی قرار دینے لگے۔ ہم نے اپنی اپنی اسلامی ریاستوں میں زبانی حد تک نعرہ تو اسلام کا لگایا چونکہ ہمیں اسلام کا مکمل طور پر علم ہی نہیں بلکہ ہمارے سیاست کار اور حکمران صرف انگریزی تہذیب کے پیرہن سے آراستہ تھے۔ اس لئے ہزار چیخ و پکار اور لاکھوں دعوؤں کے باوجود ہم نفاذ اسلام کی منزل نہ پا سکے۔ یہ خرابی نظام تعلیم کی دو رنگی اور تہذیب افرنگ کے اس رعب کی ہے جو غلامی کی وجہ سے ہمارے قلب و دماغ کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

اسلامی حکومت میں ایسا نہیں ہوتا کہ اس کا حکمران تعلیم تو امریکہ اور انگلستان میں حاصل کرے اور یہاں آکر ووٹ لینے اور کرسی حاصل کرنے کے لئے اسلام کا نام استعمال کرے ظاہر ہے کہ جو شخص اسلام کے صرف فریضہ نماز و زکوۃ سے واقف ہو کر پورے اسلام نظام کے نفاذ کا دعویٰ کرتا ہے وہ خود فریبی میں مبتلا ہے۔

Scanned with CamScanner

آج کے ایسے دور میں ساری دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ ترقی کے لئے کسی خاص زبان کا جاننا ضروری نہیں۔ آپ دنیا کی کسی بھی زبان کا ترجمہ کر کے اس کے پورے کلچر اور ترقی کے سائنسی ضابطوں کو اپنے سکولوں میں رائج کر سکتے ہیں۔

ابن رشد اور فارابی کی سائنسی تخلیق سے سب سے زیادہ مفاد امریکیوں اور برطانوی طلباء نے کیونکر حاصل کیا۔

مسلم ملکوں کے تمام علوم کو اپنی اپنی زبانوں میں منتقل کر کے اس نے علیحدہ ریسرچ سنٹر بنائے۔ جدید دور کی ترقی کے لئے انہی علوم کو بطور سیڑھی استعمال کیا۔ تا آنکہ آج ہم اپنے ہی علوم سے ریزہ چینی کرنے والوں کے دست نگر ہو گئے۔ جاپان، جرمنی، روس، چین اور فرانس میں یا تو اکثریت انگریزی ہی سے ناواقف ہے۔ یا کئی ملکوں میں اس زبان کا ایک لفظ بھی کوئی نہیں جانتا۔ لیکن ترقی کے باب میں وہ امریکہ سے کوسوں دور نکل گئے۔ جاپانی مصنوعات ہر جگہ موجود تھیں اب تو کوریا اور تائیوان بھی امریکی منڈی کو خیرہ کر رہے ہیں۔

اور ایک ہم ہیں کہ انگریزی کا خمار غلامی کے ترکے کے طور پر لئے بیٹھے ہیں۔ اسلام نے دوسری قوموں کی زبان سیکھنے کی نہ تو کہیں ممانعت کی ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا۔ اسلام تو صرف یہ چاہتا ہے کہ تم فنون سیکھتے سیکھتے کہیں دوسری قوموں کی تہذیب اور ان کے کلچر کے غلام نہ بن جاؤ۔ --- ہمارا المیہ یہ ہے کہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں سے کسی نے بھی جدید ترقی کے حصول کے لئے اسلامی تعلیم سے رہنمائی حاصل نہیں کی۔

○

آنحضور ؐ کے دور سے لے کر انگریزی اور فرانسیسی غلامی کے دور تک دنیا میں ہر

Scanned with CamScanner

جگہ اسلام کا نظام تعلیم یکساں تھا۔ بغداد کے مدارس سے لے کر مراکش کی اسلامی درسگاہوں تک حجاز عرب کے اسلامی مکاتب سے لے کر ہند و سندھ کے ہر شہر تک جہاں بھی اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ خلفاء راشدین کے دور میں جس جس جگہ بھی مسلم حکمران اقتدار پر آئے ہر جگہ ان کے نظام تعلیم کا رشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ریاست مدینہ کے پہلے "اصحاب صفہ" سے قائم رہا اور مدارس کوفہ وبغداد، عباسی، اموی فاطمی، سلجوقی، اور خلافت عثمانیہ کی تمام سلطنتوں کا نظام تعلیم قرآن وسنت کے زیور علم اور ہر قوم کی مادری زبان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ علم ہندسہ، ریاضی، فلسفہ، محاضرات، نحو صرف، تاریخ کے مضامین ہر درسگاہ کی زینت تھے۔

اسلام نے جدید ادوار کے فنون کی تحصیل اور قرآن وحدیث کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہر عہد کی بنیادی ضروریات اور اساسی ترجیحات کے فروغ کے لئے مختلف مراکز کے قیام اور تعلیمی مراکز کی تنصیب کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔

عہد غلامی کے بعد سے آج تک دنیا بھر کی مسلم حکومتوں کا المیہ یہ رہا ہے کہ ہم جدید تعلیم کو اپنے مذہب کی سچی تعلیمات اور دینی اقدار سے ہم آہنگ نہ کر سکے، ہم نے نئی نسل کے تازہ شگوفوں کے ساتھ ایسا فریب کر رکھا ہے کہ ہمارے نونہال مسجد اور کالج کو ایک دوسرے کی ضد سمجھنے لگے ہیں۔ مسٹر اور ملا کو کافر اور مسلمان کی طرح ایک دوسرے کا گہرا مخالف قرار دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے عرصہ تعلیم کے اس کار راز میں ہم اپنی تہذیبی وراثت کو کسی طرح بھی قائم نہیں رکھ سکے ہیں۔

جس مغربی طرز زندگی کا ہم اپنے نونہالوں کو سبق دے رہے ہیں۔ جب یہ نسل اقتدار کی مسند پر آتی ہے۔ تو ان سے اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کرنا ایسا ہی ہو گا جیسا گندم کی کاشت کرنے والے سے چنے کاٹنے کی امید رکھیں۔ کسی ملک کے نظام کو مستحکم بنانے اور اس کے دین ومذہب کی طاقت کو صحیح اور مکمل طور پر استعمال کرنے کے لئے ضروری ہے

Scanned with CamScanner

کہ اس کے سارے تعلیمی نظام کو اس کے مذہب و دین سے ہم آہنگ کر دیا جائے۔

خلافت راشدہ اور قدیم اسلامی حکومتوں میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ ان کا سرکاری مذہب تو اسلام قرار پایا ہو اور نظام تعلیم کے بارے میں وہ قیصر و کسریٰ کے دروازے پہ دستک دے رہے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کی اسلامی حکومتوں کے دور میں اسلامی نظام تعلیم کی بنیاد قرآن و سنت تھی۔ خدائی اور محمدی ہدایات و افکار کی روشنی سے انہوں نے اپنی اپنی مملکتوں کو سنوارا تھا۔ قرآن اور حدیث کے ضابطوں سے بڑی سے بڑی حکومتوں کو آراستہ کیا تھا۔

عدل اجتماعی سے لے کر منبر و محراب تک اور جنگ و رباب سے لے کر روحانی تبدیلیوں تک ہر جگہ محمدی تعلیم ہی مسلمانوں کی سیرتوں کی تعمیر اور عام انسانوں کے اخلاقی برتری کی ضامن تھی۔

حصول تعلیم کے لئے واضح اسلامی ہدایات:-

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

طلب العلم فریضتہ علی کل مسلم و مسلمتہ (الحدیث)

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔"

○ قرآن عظیم کا بیان ہے۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون

(سورۃ زمر پ ۲۳

"فرما دیجئے کیا جاننے والے (عالم) اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔"

حصول علم سے مراد قرآن و حدیث کی تعلیم ہے۔ اسلام کے نزدیک خدا اور اس

کے رسول کے افکار کا نام بھی اسلامی تعلیمات ہے۔ اس کے نزدیک جدید علوم کو مادی فنون سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسلام اپنے مزاج میں روحانی اور مادی تعلیم کا حسین امتزاج رکھتا ہے۔ یہ بات اسلام اور اس کے پیغمبر کو مطلوب ہے کہ ایک انسان اعلیٰ اخلاق کی مذہبی تعلیمات سے آشنا ہو کر جدید ترقی کے تمام علوم سے خود کو آراستہ کرے۔ سائنسی علوم کا حصول حقیقت میں خدائی قدرت کے مظاہر کی تلاش کا نام ہے۔ مدارس عربیہ کی خالص تعلیم اور جدید یونیورسٹیوں میں اعلیٰ فنی اور مادی تعلیم کا امتزاج قائم کرنا اسلامی حکومت کا اولین فریضہ ہے۔

اسلامی حکومت کو چاہیے کہ ہر شہر کے ہر موضع میں دینی اور دنیوی تعلیم کے مشترکہ مراکز قائم کرے۔ مدارس عربیہ میں جدید علوم کے مضمون شامل کئے جائیں، کالجوں سکولوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب کو مذہبی علوم کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔ ایک شخص جب کسی بھی کالج، سکول، اور دینی مدرسہ سے فارغ ہو تو اس کو کسی قسم کی علمی کم مائیگی کا احساس نہ ہو، وہ جدید و قدیم دونوں علوم کا شناسا اور عالم ہو۔

ملک کے سی ایس پی پوسٹوں پر صرف انگریزی زبان کے ماہرین کا حق نہ ہو بلکہ یہاں مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل علماء بھی طبع آزمائی کر سکیں۔ اور مسجد اور محراب میں صرف مولوی ہی امامت و خطابت کا اہل نہ ہو بلکہ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلبہ بھی خطبہ اور امامت کے فرائض سرانجام دینے کے قابل ہوں۔ نماز و جنازہ پڑھانے کے لئے صرف مولوی کو تلاش نہ کیا جائے۔ دوسری زبانوں کے ہدایت ناموں سے شناسائی کے لئے صرف کالجوں کی نسل کی ضرورت نہ ہو بلکہ یہ کام ایک مسجد اور مدرسہ کا مولوی بھی بہتر انداز سے سرانجام دے سکتا ہو۔ قرآنی دور میں دینی تعلیم کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنانے کی بجائے اسے رضاکارانہ امور کے طور پر نمٹایا جائے۔

Scanned with CamScanner

علماء اور مذہبی سکالروں کی پرواز کو نان جویں کی تلاش میں محدود نہ کیا جائے۔

آنحضرت ﷺ کے دور کا پہلا مدرسہ اور سکول:۔

عہد نبوی میں دینی تعلیم کا پہلا مدرسہ مسجد نبوی میں قائم کیا گیا، جس کو احادیث کی اصطلاح میں اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مدرسہ میں ابتدائی طالب علم اسی (80) کے قریب تھے۔ آنحضرت ﷺ نے کئی مواقع پر لوگوں کے لکھنے، پڑھنے اور دینی آداب سکھانے کا اہتمام فرمایا۔ متعدد قیدیوں کا جزیہ مقرر کیا گیا کہ وہ مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھا دیں۔ (طبقات ابن سعد، جلد ۲، صفحہ ۲۲۲) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو لکھنا بھی سکھایا تھا۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس بات پر مامور کیا تھا کہ وہ مدینہ کے لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا کریں۔

(الاستیعاب جلد ا، صفحہ ۳۹۳)

دیہات کے لوگوں کی تعلیم:۔

متعدد روایات کے مطابق، آنحضرت ﷺ دیہات کے علاقوں میں عوام کو اسلامی تعلیم دینے کے لئے مدینہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا کرتے تھے۔ بئر معونہ کا مشہور واقعہ اس پر شاہد ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبد العزیز نے بھی دیہات کے مسلمانوں کو اسلامی آداب زندگی کی تعلیم کیلئے تنخواہ دار معلم مقرر کئے تھے۔ آپ نے مستحق طلباء کے لئے وظائف بھی مقرر کئے تھے۔ (ابو عبید کتاب الاموال)

عہد فاروقی میں تعلیم کا خصوصی انتظام:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی تعلیم کے لئے باقاعدہ معلم مقرر کئے گئے، دینی مدارس کے خصوصی شعبے قائم کئے گئے، پوری مملکت کے ہر صوبے، ہر ضلع اور ہر شہر میں

بچوں کی تعلیم و تربیت کے مراکز کا اہتمام کیا گیا۔ وضیف بن عطا کی روایت ہے۔

" قال ثلاثته كانوا بالمدينته يعلمون الصبيان وكان عمر بن الخطاب يرزق كل واحدمنهم خمسته عشر درهماكل شهر "

(کنز العمال، جلد ۲، بحوالہ مسند ابن ابی شیبہ)

"وضیف بن عطاء نے) کہا کہ انہوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ میں تین آدمیوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچوں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو ہر ماہ فی کس 15 درہم تنخواہ دیا کرتے تھے۔"

گورنروں کو تعلیم کے فروغ کا حکم:-

کنز العمال ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو لکھا:

"اپنے اپنے علاقوں سے ان لوگوں کی ایک فہرست فوراً دفتر خلافت میں روانہ کی جائے جن کو قرآن کریم حفظ ہے، تاکہ ان کو بڑے بڑے تعلیمی مدارس کے لئے مختلف علاقوں میں مامور کیا جائے۔"

(ایضاً جلد ا، صفحہ ۲۱۷)

دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا حکم:-

اسلام میں اقوام عالم کی تاریخی معلومات کا حصول اور دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا نہ صرف یہ کہ جواز ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اسلام کا تقاضا صرف یہ ہے کہ کسی کی زبان سیکھ کر اس کی تہذیب کا غلام بن جانا حماقت اور احساس کمتری کے مترادف ہے۔ زبان سیکھنا ایک فن کا درجہ رکھتا ہے، اسے کسی لحاظ سے بھی ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا، ہمارے ساتھ یہ سانحہ ہوا کہ ہم انگریزی سیکھتے سیکھتے انگریز ہو گئے، ہمارا

Scanned with CamScanner

تمدن بدل گیا، معاشرتی اقدار مختلف ہو گئیں، کیا یہ الیہ نہیں ہے۔ کہ آج 48 سال گزر جانے کے باوجود ہم پر انگریزی زبان کا بھوت سوار ہے۔ اور ہم اردو زبان کو سرکاری حیثیت دینے کے باوجود اپنے دفاتر سے اس کو نہ نکال سکے۔ یہ ہے وہ رکاوٹ جو ہمیں اغیار کی طرف جانے سے روکتی ہے کہ نامعلوم کس وقت ہم دوسروں کی طرف جاتے جاتے اپنا آپ بھول جائیں گے، ورنہ اسلام نہ دوسروں کی زبانیں سیکھنے سے روکتا ہے اور نہ جدید معلومات کے حصول سے منع کرتا ہے، نہ مختلف فنون میں مہارت حاصل کرنے میں رکاوٹ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہود کی زبان (سریانی) سیکھنے کا حکم دیا تاکہ اس کے ذریعے مختلف مواقع پر یہود سے معاہدات وغیرہ کے سلسلے میں گفتگو ہو سکے۔ (بحوالہ خلافت و حکومت ص ۳۶۴)

گذشتہ سطور کی تصریحات کے مطابق اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ جدید دور کے قدیم اعلیٰ ترین علوم و فنون پر مشتمل ایسا مشترکہ نصاب ترتیب دے جو ایک طرف اس کی مذہبی ضرورتوں کی تکمیل کرے، دوسری طرف دنیا کی جملہ ٹیکنالوجی، سائنسی تعلیم، جدید ہتھیاروں جدید آلات، جدید مشینری، جدید مصنوعات کے قیام کے لئے کالج اور انسٹیٹیوٹ قائم کرے۔

اسلامی حکومت پر شرعی طور پر ضروری ہے کہ وہ اپنے دور کی سب سے اعلیٰ ترقیاتی مہموں اور تمدن و تہذیب کی جدید سے جدید ضرورتوں کی تکمیل کے لئے دوسروں کا محتاج بننے کی بجائے خود انحصاری کا نظام قائم کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"اطلبوا العلم ولو کان بالصین"

Scanned with CamScanner

"علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے"

مطلب یہ نہیں کہ دور افتادہ ملکوں میں علم کے حصول کو سیر سپاٹے کا ذریعہ بنایا جائے بلکہ پیغمبر اسلام کے فرمان میں مسلم قوموں کے نام پر پیغام پوشیدہ ہے کہ دنیا کے کونے کونے سے جدید ترقی کے مظاہر تلاش کئے جائیں۔ مختلف زبانوں کے علوم سے اپنی اپنی مملکتوں کو سنوارا جائے۔ جدید تعمیر اور جدید انڈسٹریوں کا جال بچھانے کے لئے نئی سے نئی راہوں پر پنجہ آزمائی کی جائے۔ ایشیاء کی عظیم درسگاہوں پاکستان کے شہر فیصل آباد میں قائم ہونے والی زرعی یونیورسٹی کے انداز سے جدید اسلحہ کی تیاری جدید آلات اور ہر قسم کی مصنوعات کے لئے بڑی بڑی یونیورسٹیوں کا جال بچھایا جائے۔

جدت طرازی میں میوزیکل گروپوں کی تشکیل کی بجائے معدنی ترقیات کے خدائی مظاہر سے ہر انسان کو آشنا کیا جائے۔ انجینئرنگ یونیورسٹیوں میڈیکل کالجوں، میکنیکل اداروں کو اسلامی تعلیمات سے آراستہ کر کے ہر قسم کی ترقی کو اسلام اور "شریعت محمدیہ" کے حوالے سے فروغ دیا جائے، مغربی اطوار کی ذہنی بالادستی کو یکسر ختم کر کے محمدی اقدار کو سربلند کیا جائے۔

اسلام تعلیمی ترقی کے عنوان پر ہر قسم کی جدت طرازی اور نئے نئے راستوں کا متلاشی ہے۔۔۔اس عظیم مذہب نے انسانیت کو مادیت کی روشنی کے حصول سے منع نہیں بلکہ اس کی چکاچوند روشنی کو خدائی کرشمہ قرار دے کر روحانیت کی شاہرہ پر کھڑا کیا ہے۔

بارہواں باب

اسلام میں مساوات اور عدل اجتماعی

عدل کے لغوی معنی دو چیزوں میں مساوات اور توازن قائم کرنے کے ہیں۔ عدل کی حقیقت میں یہ بات داخل ہے کہ عدل کرنے والا افراط و تفریط، سے ہٹ کر نفس الامر اور سائنٹفک طریقے کے عین مطابق برابری قائم کرتا ہے۔ انصاف لفظ عدل کا ہم معنی ہے۔

اسلام صرف فوجداری اور دیوانی امور ہی میں عدل کا حکم نہیں دیتا بلکہ اس کا تقاضا ہے کہ زندگی کے ہر مسئلے کا حل اور سوسائٹی کے ہر تصفیہ میں برابری اور انصاف قائم کیا جائے۔ جدید اصطلاح کی پیچ، فکر و نظر کی کجی، امیر و غریب کی کشمکش، غریب و امیر کی آویزش اور ہر قسم کی تعدی اور تجاوز کو ظلم اجتماعی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسلام دنیا کا واحد دستور زندگی ہے۔ جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر ہر موڑ پر توازن قائم کرتا ہے، ایک لمحہ کے لئے بھی اسلام عدل سے انحراف برداشت نہیں کرتا۔

عدل کا عمومی حکم:۔

اسلام کی بنیادی دستاویز قرآن عظیم میں بے شمار مقامات پر عدل اجتماعی کا حکم دیا گیا ہے، اسلام عدل کے ذریعے حکمرانوں کو ہر قسم کی زیادتی سے روکتا ہے، سرمایہ دار کو غریبوں پر زیادتی اور جاگیردار کو کاشتکاروں پر ظلم سے منع کرتا ہے۔ اسلام ایک طرف مالدار کو حکم دیتا ہے کہ وہ مزدوروں کے حقوق غصب نہ کریں اور دوسری طرف محنت کشوں کو تلقین کرتا ہے کہ وہ ٹھیک کام کریں اس کا نام عدل اجتماعی ہے۔

قرآن میں عدل اجتماعی کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

"وتمت کلمہ ربک صدقا وعدلا"

(سورۃ انعام پ۸)

"اور تیرے رب کی بات سچائی اور انصاف کے ساتھ پوری ہوگی"

قرآن کے مطابق خدا کی کائنات کا پورا نظام عدل اور برابری پر قائم ہے۔

والسماء رفعها ووضع الميزان الا

تطغوا فی المیزان O (سورۃ رحمان پ۲۷)

"خدا نے آسمان کو بلند کیا (عدل وانصاف) ترازو مقرر کر دی تاکہ تم ناپ تول میں

ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو"

دنیا کا سارا نظام ایک توازن کے تحت چل رہا ہے۔ اگر یہ توازن نہ رہے تو کائنات کا تمام نظام درہم برہم ہو جائے، ایک سیارہ دوسرے سیارے کے دائرہ گردش میں داخل ہو کر نظام فلکی تباہ و برباد کر دے، قرآن نے ساوی عدل کو احسن پیرائے میں بیان کیا ہے۔

"والقمر قدرنه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم ○ لا الشمس ینبغی لها ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النهار کل فی فلک یسبحون (سورۃ یٰسین پ ۲۳ القرآن)

"نہ سورج چاند کے دائرے میں داخل ہو سکتا ہے نہ رات دن سے متجاوز ہوتی ہے۔ ہر کوئی اپنے مدار میں گھوم رہا ہے۔"

سورج کا مقررہ وقت پر طلوع ہونا ماہتاب کا متعینہ ایام میں ظاہر ہونا، ستاروں کی مستقل تابانی ازل سے تا امروز جوں کی توں قائم ہے۔ شمسی و قمری حرکت مقررہ اصولوں کی پابند ہے، یہی وہ توازن ہے جسے خالق عالم نے آسمان جہان میں پنہاں رکھا ہے۔

غور کیا جائے تو انسانی جسم بھی عدل کا نمونہ ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے۔

"یایها الانسان ما غرک بربک الکریم ○ الذی خلقک فسواک فعدلک"

(سورۃ انفطار پ ۳۰)

"اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بھٹکا دیا ہے۔ جس رب نے تجھے پیدا کیا تیرا ایک ایک عضو اپنی اپنی جگہ ٹھیک ٹھاک بنایا، پھر تجھے توازن (اعتدال) کے ساتھ پیدا کیا"

Scanned with CamScanner

اسلامی حکومت میں معاشرتی عدل کی تابندہ مثال :-

اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ جب تک کوئی حکمران عدل وانصاف کو زندگی کے تمام شعبوں میں رائج نہیں کرتا بلکہ عدل کی تعلیم اپنے ہی عمل اور کردار سے نہیں دیتا تو اس کو حکمرانی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، حکومت کا کوئی فرد جب عدل کی بنیاد کو منہدم کرتا ہے تو اسلام کے نزدیک ایسے حاکم یا افسر کو ایک لمحہ کے لئے کرسی پر براجمان نہیں رہنا چاہیے۔ اسلامی عدل کا ایک شاہکار وہ واقعہ ہے۔ جو جنگ بدر میں پیش آیا جس میں دنیا کا سب سے بڑا رسول اور انسانیت کا محسن خود کو انصاف کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے پیش کرتا ہے۔ آپ ؐ اس وقت سربراہ مملکت تھے۔ آپ کی حیثیت صدر ریاست سے زیادہ ایک آخری پیغمبر کی تھی۔ شان و مرتبت میں قیامت تک آنے والا کوئی حکمران اور کسی بڑی سے بڑی سلطنت کا فرمانروا آپ ؐ کے ہم پلہ تو کیا پرچھائیں کو بھی نہیں پا سکتا۔ غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک تیر سے مجاہدین کی صفیں سیدھی کر رہے تھے۔ سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ صف سے کچھ الگ تھے آپ نے چوکا دیکر فرمایا "سواد" برابر کھڑے ہو جاؤ۔

" فقال یا رسول اللہ وجعتینی وقد بعثک اللہ مالحق والعدل فاقدنی فکشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطنہ فقال استقد قال فاعتنقہ فقبل بطنہ" (البدایہ والنھالیہ ج ۳ ص ۲۷۱)

سواد نے کہا یا رسول اللہ ! آپ ؐ نے مجھ کو تکلیف دی حالانکہ اللہ نے آپ کو حق و انصاف کے لئے مبعوث کیا ہے۔ بس آپ اجازت دیں کہ میں آپ سے بدلہ لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنا بطن مبارک کھول دیا اور فرمایا "سواد" اپنا بدلہ ضرور لو، سواد فوراً آپ ؐ کے گلے لگ گے۔ اور بطن مبارک کو چوم لیا"

آپ نے ملاحظہ کیا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان ایک عام انسان کو بدلہ دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس واقعہ کو اگر آج کے تناظر میں دیکھا جائے تو عجیب معلوم ہوگا۔ آج کے دور میں معمولی افسر بدلہ تو کجا اپنے سامنے اونچی آواز میں بولنے والے کو بھی گالیوں اور دشنام طرازیوں سے نواز دیتا ہے، حق و انصاف کا یہی وہ معیار ہے جس پر اسلامی حکومت اور معاشرہ کی بنیاد قائم ہوتی ہے..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ خلفاء نے اسی طرز عمل کو اپنا کر نصف دنیا کو مسخر کیا۔

اسلام میں عادلانہ ریاست پر مبنی قانون سازی کا حکم:۔

اسلام کے ایک عظیم مفکر اور بزم شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے روشن چراغ علامہ موصوف جوزی "اسلام میں عدالت کی اہمیت اور انبیاء کی بعثت کے حقیقی مقصد پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"کیونکہ انبیاء کی بعثت اور کتابیں نازل کرنے سے اللہ کا منشاء یہ تھا کہ انسان قسط پر قائم رہیں کہ یہی وہ عدل ہے جس کے سہارے زمین و آسمان قائم ہیں۔ پس جب حق کے نشان نمایاں ہو جائیں، عقلی دلائل سامنے آجائیں اور کسی طریقہ سے بھی حق واضح ہو جائے تو وہ شریعت اسلامی اور دین خداوندی ہے۔ وہی اللہ کا فرمان ہے اور اس میں اس کی رضا مضمر ہے، عدل تک پہنچنے کے طریقوں یا اس کے دلائل اور علامات کو اللہ نے کسی ایک قسم کے احکامات میں محصور کرکے دوسرے قوی تر، زیادہ واضح اور مدلل طریقوں کو باطل قرار نہیں دیا بلکہ اس نے جو طریقے بھی شروع فرمائے ہیں۔ ان کے ذریعے یہ واضح ہوتا ہے کہ اصل مقصد حق اور عدل کا قیام اور انسانی زندگی کی متوازن اور منصفانہ تنظیم

ہے۔ پس حق تک جس طریقے سے بھی پہنچا جاسکے، اور عدل کو جس طرح بھی پہنچایا جاسکے اس کے مطابق قانون سازی ضروری ہے۔

ہر شعبہ میں انصاف کا رواج:۔

علامہ ابن قیم کے مطابق ایک اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرے میں لازم ہے۔ اس کا طرز حکومت، طرز سیاست، ملکی انتظام و انصرام کی تمام بنیادیں ایسے انصاف اور عدل پر قائم رہیں جو ایک عقل ورائے کے لحاظ سے بھی متوازن ہوں اور شریعت کے دائرے میں پھر انہیں حقیقی انصاف کا نام مل سکے، اسی عدل کو اسلامی سیاست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسی کوششیں دین ہی کا ایک حصہ ہیں۔ آگے چل کر علامہ ابن قیم رقمطراز ہیں۔

اسلام چونکہ دنیا میں ایک جامع دستور زندگی اور عالمگیر نصب العین کا علمبردار تھا۔ اس لئے اس نے یہ گوارا نہ کیا کہ یہ صرف معاشی ضابطوں ہی میں عدل کا محدود نظام قائم کرے، یا صرف عدالتوں ہی میں انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں۔ اسلام نے عدل کو انسانی انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں میں نافذ کیا، لوگوں کے قلوب و اذہان کو حقیقت پسندی اور واقفیت اصلیہ کا پیروکار بنایا، انسانی ضمیر اور سماج کی خارجی دنیا میں قانون اور ضابطہ بندی، ان دونوں کو باہم اچھی طرح مربوط لکھا، ان دونوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک طرف تو اس نے آدمی کے دل میں انصاف کے تاثرات اور جذبات کو ابھارا۔ دوسری طرف وہ انسان کی فطری کمزوری سے بھی غافل نہیں رہا۔

اسلام نے خدا ترسی اور خشیت الٰہی کے لئے "تقویٰ" اختیار کرنے کا حکم دیا، ہر معاملے میں انصاف اور حقیقت پسندی برابری اور مساوات وعدل کے قیام کے لئے حد درجہ تاکید کی، اسلام انسان کو باور کراتا ہے کہ وہ جو بھی جرم کرے گا اس کی سزا ضرور

Scanned with CamScanner

پائے گا، جو نیکی کرے گا اس کا اجر اسے ضرور ملے گا۔ ایک مسلمان اسی اصول پہ جب اپنی زندگی کی عمارت استوار کرتا ہے تو وہ سچائیوں اور نیکیوں ہی کے نصب العین کو پہنچتا ہے، غلط کاموں پر اس کا ضمیر اسے جھنجھوڑتا رہتا ہے۔ گناہ و معصیت پر وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ جہاں بھی برائی ہو رہی ہو وہ دل سے اسے ضرور برا سمجھتا ہے۔ اسے روکنے کی کوشش کرتا ہے، ظلم کی ہر جہت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ زیادتی اور تجاوز کو وہ کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتا۔ برائی خواہ اس کا اپنا حقیقی بھائی کر رہا ہو۔ اس کا ضمیر ضرور اس کو ٹوکتا ہے۔ نیکی خواہ اس کے دشمن کی طرف سے ہو رہی ہے۔ اسے وہ ضرور دل سے اچھا سمجھے گا۔" اسی حقیقت پسندی اور واقعیت اصلیہ کا نام انفرادی زندگی کا عدل ہے۔ اجتماعی طور پر مملکت کا قانون، ارکان دولت کی عیش پسندی، سرمایہ داروں کے مظالم، جاگیرداروں کی ستم کشیاں، آزادی رائے کی پابندی اور معاشرے کی ہر اونچ نیچ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا، یہ انسان کے اندر جنم لینے والی سوچ کا زاویہ ہے جو عدالت اجتماعیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسلام عدل و مساوات اور انصاف کے قیام میں کسی رعائیت کو قبول نہیں کرتا۔ اس کے ہاں بادشاہ سے لے کے غریب اور بڑے سے بڑے سرمایہ دار سے لیکر ایک عام انسان تک ہر شخص دنیامیں عدل کے قیام کا ذمہ دار ہے۔ وہ کسی طرح بھی ظلم اور ناانصافی کو پسند نہیں رکھتا۔

اسلام کا تقاضا ہے کہ حکومتی معاملات ہوں یا انفرادی طرز عمل ہو ہر موقع پر عدل ہی ہی شاہراہ ہے۔ اس معاملے میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل یہ ہے۔

ایک مرتبہ عرب کے ایک معزز قبیلہ کی ایک عورت فاطمہ نے چوری کی، اس کا جرم ثابت ہو گیا۔ حضورؐ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ قریش کے بڑے بڑے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

سفارش کے لئے آئے حضرت اسامہ بن زید کو بھیجا، حضور کو ان سے بڑی محبت تھی، مگر یہ سفارش سن کر آپ ناراض ہوئے اور فرمایا"

تم سے پہلی قومیں اسی لئے تباہ ہوئی تھیں کہ بڑے لوگوں کے جرم معاف کر دیا کرتی تھیں۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ چنانچہ فاطمہ بنت اسد کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

دشمنوں کے ساتھ انصاف:۔

عام طور پر انسان کو کسی کی دشمنی اس کے خلاف فیصلہ کرنے پر اکساتی ہے۔ لوگ بھی دشمن پر ظلم و ستم کو جائز تصور کرتے ہیں۔ لیکن اسلام دشمن کو نظرانداز کرنے کا حکم دیتا ہے اور عام لوگوں سے بھی عدل کا برتاؤ چاہتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" ولایجر منکم شنان قوم علی الاتعدلوا اعدلو اھواقرب للتقوی (المائدہ پ٦)

"اور کسی کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم بے انصافی کرو، عدل کرو کیونکہ یہ تقویٰ کے قریب ہے۔" اسلام کے کھلے دشمن یہود و نصاریٰ کے معاملات میں بھی آنحضور کو حکم ملتا ہے۔ واذا حکمت فاحکم بینھم بالقسط

"اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو" پھر فرمایا

ان اللہ یامر باالعدل والاحسان (نحل پ ١٤)

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

معاشرتی زندگی میں عدل:۔

قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ جس معاشرے کی بنیاد عدل و انصاف پر مبنی نہ ہو وہ

Scanned with CamScanner

رحمت خداوندی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتا ہے۔ معاشرتی زندگی میں انصاف اس لئے بھی ضروری ٹھہرتا ہے کہ اس کا مدار عائلی زندگی ہوتا ہے۔ جس خاندان کے افراد عدل وانصاف کے ماحول میں آنکھ کھولیں۔ وہ معاشرے کو بھی عادل اور منصف بنا دیں گے۔ اس کے برعکس اگر عائلی زندگی میں میاں بیوی اور ایک دوسرے کے حقوق کا پاس نہ رکھیں تو زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

بیوی کا حق:-

اگر ایک شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان مساوات قائم نہ رکھ سکے تو اس کی زندگی عذاب بن جائے گی۔ اسی لئے اسلام نے تعدد ازدواج کو جائز قرار دینے کے ساتھ اس بات کا مشورہ دیا کہ

ان خفتم ان لا تعدلوا فواحدہ (سورۃ نساء پ ۴)

"اگر تمہیں خوف ہو کہ تم عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک ہی بیوی کافی ہے"

یتیم کا حق:-

معاشرتی حقوق میں یتیموں کے حقوق کی پاسبانی نہایت نازک پہلو رکھتی ہے کیونکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ عام طور پر جائیداد کے وارث یتیم کو اپنی نگہداشت اور تربیت میں لے کر اس کے مال کو ہڑپ کر جاتے ہیں، لیکن اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا اور اپنے پیروکاروں کو حکم دیتا ہے۔

وان تقوموا للیتمی بالقسط (سورۃ نساء پ ۵)

"اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف ملحوظ رکھو۔"

Scanned with CamScanner

معاملات میں عدل :-

معاملات میں تجارتی اور غیر تجارتی دونوں معاملات شامل ہیں۔ تجارتی زندگی میں دیانتداری لین دین میں کھرا پن اور ناپ تول میں توازن نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر تجارتی ساخت اکھڑ جاتی ہے۔ اللہ کی رحمت سے محرومی مقدر بن جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا

واوفوا الکیل والمیزان بالقسط (سورۃ انعام پ ۸)

"اور ناپ تول پوری پوری کیا کرو۔"

دوسری جگہ فرمایا :

وزنوا بالقسطاس المستقیم (سورۃ بنی اسرائیل پ ۱۵)

"پورے پیمانے سے تول کر دیا کرو"۔

لین دین کے معاملہ کو تحریر میں لانا بہتر ہوتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد ہوا۔

ولیکتب بینکم کاتب بالعدل (سورۃ بقرہ پ ۳)

"اور چاہیے کہ لکھنے والا انصاف سے لکھے۔"

جہاں تک غیر تجارتی معاملات کا تعلق ہے۔ ان میں بھی آدمی کو صحیح طریقہ اپنانا چاہیے۔ ایفائے عہد کی پابندی خصوصی طور پر کرنی چاہیے۔

دو فریقوں میں عدل :-

دو شخصوں یا دو گروہوں کے درمیان لڑائی ہو جائے تو ان کے درمیان مصالحت کرانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ جس کی بنیاد عدل و انصاف پر رکھی گئی ہے۔ حکم ہوتا ہے۔

(ترجمہ) "اگر مسلمانوں کے دو گروہ (فریق) آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو جو

Scanned with CamScanner

اگر ان ہی کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو سراسر زیادتی کرتا ہے۔ اس سے تم بھی لڑو۔ یہاں تک کہ وہ صلح کی طرف رجوع کرے تو دونوں میں عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کو ملحوظ رکھو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔"

(حجرات ۹)

اسلام میں خودکشی حرام ہے، ترک دنیا کی اجازت نہیں۔ شادی سے محروم رہنا اچھی بات نہیں۔ جسم و جان پر بے جا بوجھ ڈالنا جائز نہیں۔

عدل اعتقادات میں:۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اس کے جملہ احکام ہر قسم کی افراط و تفریط سے مبرا ہیں۔ قرآنی تصریحات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے جملہ عقائد اعتدال ہی کے آئینہ دار ہیں۔ اسلام میں صرف اور صرف ایک خدا کو معبود حقیقی اور کارخانہ عالم کا مدبر مانا گیا ہے۔ اس نے ایک خدا کی ہستی کے اقرار پر افراط سے کام نہیں لیا۔ کہ کائنات عالم کی تخلیق اور مسجود حقیقی کے لئے خدا کے نیک بندوں اور پتھر کی مورتوں اور اولیاء وانبیاء کی قبور کو بھی ان چیزوں کا حق دینا اور نہ ہی اس میں تفریط ہے کہ وہ سرے سے خدا کی ہستی کا بھی انکار کر دیتا اور نظام عالم کو خود بخود چلنے کے موہوم تصورات کو تسلیم دیتا، خدا نے سچے مالک اور حقیقی خالق کے لحاظ سے اعتدال ہی کا راستہ اختیار کیا اور ایک ہی خدا کی وحدانیت کا اعلان کیا۔ پھر اس کے رسولوں کو انسانوں کی اعلیٰ جماعت قرار دیا۔ نیک بندوں کو ان کے مرتبہ کے برابر رکھا،

عدل عبادات میں:۔

جیسا کہ پچھلے باب میں گزر چکا ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد ہی خدا کی عبادت ہے تاکہ کہیں انسانی عبادات میں محو ہو کر دوسرے فرائض اور معاشرتی مسائل سے غافل ہو

Scanned with CamScanner

کر رہبانیت کے راستہ پر نہ چل پڑے۔ اسلام نہ پاپائیت سکھاتا ہے نہ نن ومنک کے ذریعے اپنے متبعین کو دنیوی امور سے قطعی لاتعلق کرتا ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا۔ اعتدال اور ہر چیز میں برابری خدائی مشیت کا عظیم شاہکار ہے۔ عہد حاضر میں بڑے بڑے دانشور فلسفی، بزرگ و دانا انسان ہر معاملے میں اعتدال کا راستہ اختیار کریں گے؟ مسالک کے اختلاف، فرقہ وارانہ کشمکش میں ہر صاحب نظر کی رائے ہوتی ہے کہ وہ درمیان کی راہ اختیار کرے۔ خود آنحضرت کا ارشاد ہے۔

خیر الامور اوسطھا

"درمیانے درجہ کے امور سب سے بہترین ہو۔"

حاصل یہ ہے کہ انسانی فطرت دنیا کے ہر معاملے میں عدل کی متقاضی ہے۔ اسلام اسی توازن کا علم دار ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عدل کا حکم:-

خدا کی طرف سے انسانیت کے سب سے بڑے محسن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے ہر معاملے میں عدل کے قائم کرنے کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے۔

قرآن کا ارشاد ہے:-

وامرت لاعدل بینکم (سورۃ شوریٰ پ۲۵)

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں"

عدل کا اصولی حکم:-

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین (سورۃ مائدہ پ۶ القرآن)

Scanned with CamScanner

"اے رسول ؐ آپ ان لوگوں کا فیصلہ کریں تو عدل کے ساتھ کریں بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں"

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ انسانوں کو ان کی معاشرتی زندگی میں عدل اور توازن کا اس طرح حکم دیا۔

علیکم بما تطیقون

"اتنا بوجھ اٹھاؤ جتنا تمہارے بس میں ہو۔"

یعنی اپنی ذات سے انصاف کرو اس کا حق اسے دو، اپنی صلاحیتوں کو خدا کی عنایت سمجھتے ہوئے خرچ کرو۔ جان بوجھ کر اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالو۔

حکمرانوں کو عدل کا حکم:۔

- ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (سورۃ النحل پ ۱۴)
"اللہ تم کو عدل اور احسان کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔"
- واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا باالعدل (سورۃ النساء پ ۵)
"جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"
- ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (سورۃ مائدہ پ ۶)
- "کسی گروہ کے ساتھ دشمنی تم کو اتنا نہ مشتعل کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ، عدل کرو اور یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔" (المائدہ ۸۱ القرآن)
- ان احب الناس الی اللہ یوم القیمہ واقربھم مجلسا امام عادل وان ابغض الناس الی اللہ یوم

Scanned with CamScanner

القیمه واشدهم عذابا امام جائر (بخاری و مسلم و ترمذی)

"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قریب مقام پانے والا شخص امام عادل ہو گا۔ اور سب سے زیادہ مبغوض اور شدید ترین عذاب کا مستحق شخص ظالم حکمران ہو گا۔"

یہ اسلامی عدل کی وہ سیدھی شاہراہ اور محمدی انصاف کا وہ میزان اور ترازو ہے۔ جس پر پوری مملکت کے نظام کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ کوئی شعبہ، کوئی محکمہ، کوئی ڈیپارٹمنٹ ایسا نہیں۔ جس میں عدل اسلامی کے ان سچے اصولوں کے بغیر مملکت کا نظام پائندہ رہ سکتا ہے۔ اسلامی حکومت کا پورا دستور اسی اساسی لائحہ عمل سے عبارت ہوتا ہے۔ یہاں حسب ونسب کی تفریق "اقوام و ملل کا تباین، غریب و امرا کا تفاوت ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام عدل کی اسی کسوٹی پر صدر مملکت سے لے کر ایک ادنی غلام کو رکھتا ہے۔ اسلام کے پاس عدل اجتماعی کی یہ وہ درخشاں دستاویز ہے۔ جو دنیا کے کسی قانون اور ضابطے میں نظر نہیں آتی ہے۔ کوئی بین الاقوامی کونسل اور اعلی سطحی دانشوروں کی سوسائٹی اس سے بہتر کوئی لائحہ عمل، منشور، نصب العین اور دستوی نکات وضع نہیں کر سکی۔

رعایا کی طرف سے عدل کی صورت:۔

یایها الذین امنو اطیعو الله واطیعو الرسول واولی الامر منکم (سورۃ نساء پ۵)

"اے ایمان والو "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اس کی جو تم میں سے صاحب امر یعنی حکمران ہوں۔"

یہاں خدا کی طرف سے انسانوں کو سربراہ مملکت کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ خدا کی طرف سے اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ اسلامی حکمران کا ذکر کر کے، یہ واضح کیا گیا ہے کہ۔

Scanned with CamScanner

اسلامی حکمران اور امام عادل کی اطاعت اس کی ذات کے لئے نہ ہو گی بلکہ وہ بھی خدا اور رسول کا پابند ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ بھی انصاف کرے اور خدائی نیابت کے علمبرداروں کی اطاعت کرے ایک دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

امیر کی اطاعت:۔

علی المراء المسلم السمع والطاعته فیما احب واکره الاان یومر لمعصیته فاذا بمعصیته فلاسمع ولاطاعت (بخاری و مسلم)

"ہر مسلمان پر لازم ہے کہ صاحب امر کا حکم سنے اور اسے بجالائے، ہاں اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو اس پہ نہ سننا فرض ہے نہ اطاعت کرنا ہے۔"

ایک دوسری جگہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

"اسمعو واطیعو وان التعمل علیکم عبدحبشی کان راسه زبیب مااقام فیکم کتاب الله تعالی (بخاری)

"حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو خواہ تم پر ایک حبشی غلام کو حاکم بنا دیا جائے۔ جس کا سر کشمش کے دانے کی مانند سیاہ ہو۔ جب تک وہ تمہارے درمیان کتاب اللہ کا حکم دیتا رہے۔"

اپنی ذات اور رشتہ داری کے معاملے میں عدل کی تلقین:۔

اسلام کے مطابق دینی اور دنیوی تمام معاملات میں عدل و انصاف انسان کا حقیقی زیور ہے۔ اسلام ایک لحہ کے لئے بھی اس سے ہٹنے کی اجازت نہیں دیتا، خواہ اس کی اپنی ذات ہو، اپنی اور قریبی رشتہ داروں کے مقابلے میں بھی اسلام نے عدل و انصاف کے قیام اور ان کو برقرار رکھنے کا حکم اتنی صراحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:۔

Scanned with CamScanner

یایھا الذین امنو کونو قوامین للہ
شہداء بالقسط ولوعلی انفسکم
اوالوالدین والاقربین۔ (سورۃ نساء پ ۵

"اے ایمان والو! کھڑے ہو جاؤ، اللہ کے لئے گواہ بن کر انصاف کے لئے۔ اگر چہ اس میں تمہارا نقصان ہو، یا والدین کا رشتہ داروں کا"

اپنی ذات اور بیوی کے ساتھ بھی عدل کی تاکید:۔

صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ دن بھر روزہ رکھتے اور ساری ساری رات قیام کرتے۔ آنحضرت نے ان کو حکم دیا۔ "تم مجھے نہیں دیکھتے" دن کو روزہ بے شک رکھو، لیکن درمیان میں ناغہ بھی کیا کرو۔ اسی طرح رات کو عبادت بھی کرو اور سویا بھی کرو۔ اس موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا۔

ان لنفسک علیک وان لعینک علیک
حق وان لزوجک علیک حق

"بے شک تیری جان کا تجھ پر حق ہے تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری بیوی کا بھی حق ہے۔"

ایک اور موقع پر آپ ؐ نے عبادات میں افراط کے بارے میں فرمایا۔

"بے جا سختی کرنے والے ہلاک ہوتے ہیں۔"

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بڑی عبادت ہے اس میں پھر اسلام نے اعتدال کا راستہ نہیں چھوڑا۔ صدقات وخیرات کے بارے میں آنحضرت کے ارشاد کا حاصل یہ ہے۔

"جو ضرورت سے زیادہ ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اسلام میں نہ فضول خرچی کی اجازت ہے نہ بخیلی کی، بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال اختیار کرنے کا حکم ہے۔"

Scanned with CamScanner

تیرھواں باب

اسلام کا عدالتی نظام

گذشتہ اوراق میں اسلام کے عدل اجتماعی کے باب میں ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں انصاف اور عدل کے نفاذ کا علمبردار ہے۔ یہ نظام سوسائٹی کے ہر گوشے کو مساوات و برابری کی بہاروں سے مزین کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح اس کے مزاج میں دیگر شعبوں میں توازن اور سماجی انصاف پر زور دیا جاتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اسلام کے فلسفہ جرم و سزا کے باب میں عدالتی انصاف اور قانون عدل کی تاکید کی گئی ہے۔ شارح اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اسلام کے ہر خلیفہ اور حکمران کا طرہ امتیازی اسلام کا نظام عدالت رہا ہے۔

اسلامی حکومت میں انصاف کی فراہمی اور ہر سائل کی دہلیز پر انصاف میسر کرنے کا خصوصی حکم دیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے قرآن عظیم کی زبان میں سب سے پہلے اعلان فرمایا تھا۔

وامرت لاعدل بینکم "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔"

اسلام کے اس واضح حکم کے مطابق عدالتوں کا پورا ڈھانچہ قانون انصاف کے مقدس اصولوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔

اسلامی عدل کی تابندہ مثال:-

محمدی شریعت میں "عدل" کو اس قدر اہمیت حاصل ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے دور میں قبیلہ بنو مخدوم کی ایک لڑکی "فاطمہ" کو جب چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا کا حکم دیا گیا تو قبیلہ کے معززین نے حضورؐ کے متبنی بیٹے حضرت زیدؓ کی وساطت سے سفارش کرائی کہ ہاتھ کاٹنے سے پورے قبیلے کی ناک کٹ جائے گی۔ اس کی جگہ بڑے سے بڑا ہرجانہ ادا کرنے کو تیار ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔

لو سرقت فاطمہ بنت محمد لقطعت یدھا

"اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی امتیں اسی وجہ سے تباہ ہو گئی تھی کہ وہاں جب کوئی بڑا جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا، اگر غریب شخص مجرم قرار پاتا تو وہ پوری سزا حاصل کرتا لیکن یہاں اگر میری حقیقی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

انصاف اور عدل کے عنوان پر اس سے بہتر ریمارکس کسی مذہب میں نہیں دیئے گئے۔ یہی وہ قرآنی اور محمدی اصول تھے۔ جن پر اسلامی عدالت کا قانون وضع کیا گیا ہے۔۔۔ اسی کی بنیاد پر ہم اسلامی عدالت کی ہیئت کذائی، اصول، ضابطے، نصب العین اور اسلامی خلفاء کی عدالتوں سے چند یادداشتیں پیش کر کے قانون اسلام کی بالادستی اور خدائی احکام کی عظمت کا درخشندہ چہرہ اقوام عالم کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جس کی روشنی میں آج بھی عدالتی انصاف کے دریچوں کو منور کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ عدالتی طریق کار:۔

نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کی عدالتیں رشوت کے مراکز، عداوتوں اور دشمنیوں کے محور بنی ہوئی ہیں۔ قضاۃ (ججوں) کی تقرری میں سیاسی وابستگی کے لحاظ نے انصاف کی اصل روح کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ویسے ہی بد قسمتی سے ہم انگریزی اور

Scanned with CamScanner

فرانسیسی قوانین کی بنیاد پر جن عدالتوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ وہاں قارون کے خزانے اور انصاف کے حصول کے لئے بقول مولانا حامد انصاری مرحوم عمر نوح اور صبر ایوب کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک سائل زندگی کی کتاب ختم کر کے بھی انصاف کا موتی حاصل نہیں کر سکتا۔

قاتل، سفارش اور رشوت کے ذریعے گھروں میں پہنچ جاتے ہیں اور بے سارا افراد زندانوں کی تاریک کوٹھریوں میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے دیتے ہیں۔ انگریزی عہد کے نو آبادیاتی اور طبقاتی نظام نے ایشیائی اور افریقی ملکوں کے مسلم اور غیر مسلم قوموں کو سماجی انصاف اور عدالتی مساوات سے محروم کر رکھا ہے۔ ہمارے ذہنوں پر انگریزی قوانین کی بالادستی ہے۔ اسلام کے نظام عدل کی بہاروں سے حظ وافر پانے میں سب سے بڑی رکاوٹ قانون ہے۔ مسلمانوں کے عدالتی ڈھانچے تباہ و برباد ہو کر رہ گئے ہیں۔ پاکستان میں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کئی مرتبہ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کے فیصلے سنا چکی ہیں لیکن موجودہ بے نظیر حکومت عدلیہ کی آزادی اور انصاف کی سربلندی کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہو رہی۔

اس سے بڑا المیہ کیا ہو سکتا ہے کہ یہاں مسند انصاف پر ایسے لوگوں کو بٹھایا گیا ہے۔ جو قتل، ڈکیتی اور اغواء کے کئی مقدمات میں ماخوذ تھے۔ اب وہ منصف بن کر عدالتوں کے جج قرار دیئے گئے ہیں۔ عہد حاضر میں کئی دیگر اسلامی ممالک بھی اسلامی عدالت کے نظام سے محروم ہیں۔ میں اس موقع پر دنیا بھر کے اسلامی اور غیر اسلامی ملکوں سے کہوں گا کہ وہ مذہب اور دین کی تفریق کے بغیر ایک مرتبہ اسلامی قانون انصاف کو بھی آزما کر دیکھیں، محمد شریعت اور خلافت راشدہ کی حکومتوں کے عادلانہ قوانین کا بھی مطالعہ کریں۔ اسلامی عدل کا از سر نو مطالعہ کر کے اپنے اپنے ممالک میں محمدی انصاف کی روشنی سے ظلم و عدوان سے اٹے ہوئے دریچوں میں منور کریں۔

Scanned with CamScanner

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جتنے بھی پیغمبر دنیا میں مبعوث ہوئے۔ تمام کا اصل مقصد انسانوں کو دولت انصاف سے ہم آغوش کرنا تھا۔

وہ انسانوں کے ہاتھوں رسوائی اور ذلت اٹھانے والے انسانوں کو عدل اور برابری کی بنیاد پر اعلیٰ مقام دلانا چاہتے تھے۔ قرآن عظیم نے اسی حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

وانزلنا معهم الكتب والميزان ليقوم الناس بالقسط (سورة حديد پ ۲۷)

"ہم نے پیغمبروں کے ساتھ کتاب اور ترازو اس لئے اتارا ہے تاکہ وہ انسانوں میں عدل کو یقینی بنائیں۔"

اسلامی عدل کی حقیقی روح:۔

مذکورہ تصریحات کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اسلام کے نزدیک دنیا کے تمام انسان، اپنے حقوق اور ذمہ داریوں میں برابر ہیں۔ عدل کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو اس کا حق ملے اگر کوئی اس حق پر ہاتھ ڈالے تو اسی جرم کے برابر ظلم کی سزا ملے۔

قرآن کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ اس مقدس دستاویز نے ظلم وزیادتی اور تعدی و تجاوز کے خلاف ایک سو سے زائد مقامات پر نہایت اعلیٰ انداز میں آواز بلند کی، اسلام نے ظلم کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا۔ ظلم کی تمام صورتوں کا خاتمہ اور زیادتی کے تمام راستوں کی ناکہ بندی اسلام کا اصلی تقاضا ہے۔ یہ ظلم عقائد میں روا رکھا گیا ہو یا احکام میں، زیادتی معاشرتی امن کو تہ وبالا کرنے کے لئے کی گئی ہو یا حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے تجاوز تعلیم و تربیت میں ہو یا نجی زندگی میں، ظلم اور فساد کی ہر

Scanned with CamScanner

صورت کو مٹانا، تعدی کے ہر سوتے کو نابود کرنا اسلام کا حقیقی نصب العین ہے۔

ظلم و زیادتی کے خلاف آواز اٹھانے والے مذہب کی طرف سے مظلوم قوموں کی دادرسی اور ان پر ہونے والے مظالم کا ازالہ بہت ہی اعلیٰ روایات کا حامل ہے۔ اسلام کے نظام عدالت میں معاشرتی خرابیوں ماحول کی زیادتیوں اور جور و ستم کے تمام زاویوں پر غور کر کے "انصاف" مہیا کرنے اور عدل عام کرنے کو خدا کے ہاں بڑی وقعت حاصل ہے۔

اسلامی عدالت کے دس بنیادی اصول:-

-1 ہر قانونی مجرم بڑا ہو یا چھوٹا سزا کا مستحق ہے۔

-2 ہر مظلوم انصاف کا مستحق ہے۔

-3 بلا تفریق مذہب و نسل ہر شخص طلب انصاف کا حق رکھتا ہے۔

-4 عدلیہ کے کسی فیصلہ میں حکومت یا اس کا کوئی بھی عہدیدار مداخلت نہیں رکھتا۔

-5 مملکت کا ہر شہری خواہ وہ حاکم ہو یا عام فرد قانون عدل کے سامنے جوابدہ ہے۔

-6 اسلامی عدالت کا مرجع خدا کا قرآن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان خلفاء راشدین صحابہ کرام اہلبیت عظام کا عمل اور اسلامی اجتہاد کا متفقہ دستور ہے۔

-7 سزا اور جزا میں اسلامی عدالت، پورا پورا بدلہ دینے اور انسان کی اصلاح کرنے کو مدنظر رکھتی ہے۔ جبکہ موجودہ عہد کے تمام قوانین انسان کو ذلیل و رسوا کرنے یا جرائم کے باب میں پہلے سے بڑا مجرم بنانے میں معاونت کرتے ہیں۔

-8 عدالتی فیصلوں میں خدا کی جوابدہی کا احساس ہی انصاف فراہم کر سکتا ہے۔ جو قاضی اور جج یہ احساس نہ رکھتا ہو وہ جج بننے کا اہل نہیں۔

-9 مختلف جرائم پر سزا مقرر کرنے سے پہلے جرم کے تمام پہلوؤں، جرم کی کیفیت، اصلی صورت نوعیہ، گواہوں کی دلچسپی، احوال و وقائع پر گہری نظر، گواہی

Scanned with CamScanner

اور جرح میں پورے پورے انصاف کی ادائیگی۔۔۔ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

10- کسی بھی حاکم، امیر، غریب اور کمزور اور قوی کے بارے میں اس کے بیٹے، باپ اور بھائی کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی۔

اسلامی حکومت میں عدل و انصاف کی فراہمی کے لئے علیحدہ محکمہ قائم کیا جاتا ہے۔ آج کے دور میں وزارت قانون اس کی قائم مقام ہو سکتی ہے۔

وزارت عدل و قانون ہی اسلامی عدالت کا ڈھانچہ تیار کرتی ہے۔ ایشیاء میں موجودہ دور کے تمام عدالتی قوانین چونکہ انگریزی عہد کی یادگار ہیں۔ کئی ملکوں میں یورپی اور فرانسیسی قوانین کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اسلام کا تقاضا ہے کہ چاروں فقہی مکاتب فکر کے اماموں حضرت ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل کے فقہی مسائل کی تمام مسانید اور قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج اور عہد قریب کے شہرہ آفاق اسلامی مسائل کے مجموعہ فتاوی عالمگیری کے قرآن و حدیث کے مستنبط شدہ 90 لاکھ مسائل پر مشتمل اسلامی دفعات کو سامنے رکھ کر از سر نو اسلامی تعزیرات کا پورا ڈھانچہ تشکیل دیا جائے۔

غیر مسلم حکومتوں کے بنائے ہوئے قوانین میں پیوند کاری کے ذریعے اسلامی روح کو مسخ نہ کیا جائے۔ اعلیٰ سطح پر ہزاروں صفحات پر مشتمل اسلامی تعزیرات کے کئی مجموعے اگرچہ پہلے سے موجود ہیں۔ ان سے بھی رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔۔۔۔۔ اسلامی عدالتوں کے لئے اسلامی انصاف کے ایسے ایسے نظائر اسلامی لٹریچر میں زیب قرطاس ہیں۔ دنیا کے کسی مذہب میں اس کا پرتو بھی موجود نہیں ہے۔۔ اسلامی عدالت کا بنیادی ڈھانچہ عدل کے جس عنوان پر قائم کیا جاتا ہے۔ بنیادی ماخذوں کی صورت میں مختلف یادداشتوں کے نظائر، قانون رہنمائی پر مشتمل اسلامی قضاۃ کے فیصلوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

اسلام کے عدالتی قوانین کی بنیاد:-

اسلامی عدالت کی ساری عمارت درج ذیل اصولوں پر قائم ہوتی ہے۔

1- واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (سورۃ نساء پ ۵)

"اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

2- فابعثوا حکما من اھلہ و حکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا (سورۃ نساء، پ ۵ القرآن)

"پس ایک حکم مرد کے اہل میں سے اور ایک حکم عورت کے اہل میں سے مقرر کرلو، اگر تم اصلاح کرنا چاہتے ہو۔"

3- والصلح خیر (الحدیث)

"صلح ہی بہتر ہے۔"

قاضی کسی مقدمہ کا فیصلہ کرنے سے پہلے فریقین کو صلح کی پیش کش کرے۔ فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۵۵ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز نماز ظہر کے بعد عادل اکبر کی حیثیت سے عدالت صلح قائم فرماتے تھے۔

4- ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (سورۃ نحل پ ۱۴)

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور نیکی کا حکم دیتے ہیں۔"

5- فاحکم بین الناس باالعدل (سورۃ نساء پ ۱۴)

"پس اے پیغمبر لوگوں کے درمیان عدل کریں"

6- لو قضی بغیر حکم اللہ فسق

Scanned with CamScanner

اگر خدا کے قانون کے مطابق عدالتیں حکم نہ دیں گی تو بدترین جرم ہو گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۳۷۶)

7- فاذا جاء امر الله قضى بالحق

"پس جب خدا کا حکم آ گیا تو حق کے مطابق فیصلہ ہو گا۔" (سورۃ مومن پ ۲۴)

8- قال عمر ان القضيا فريضته محكمته وسنته متبعته (الحدیث)

"قضا ایک فرض اور محکم ذمہ داری ہے اور ایک واجب العمل قانون ہے۔"

9- ولا تزر وازره وزر اخرى (القرآن)

"ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں ہو گا۔"

10- ومن سوو تجز به (القرآن)

"جس نے بھی برا کام کیا، اسے اس کا بدلہ مل کر رہے گا۔"

عدالتوں کی تقسیم:-

عہد حاضر میں عدالتوں کی تقسیم درج ذیل ہے۔

(1) سول کورٹس (------) سول جج وغیرہ

(2) سیشن کورٹس (------) سیشن وایڈیشنل جج وغیرہ

(3) ہائیکورٹ (------) عدالت عدلیہ

(4) سپریم کورٹ (قاضی القضاۃ الاعلیٰ) سب سے اعلیٰ عدالت

اس تقسیم کی رو سے بھی اسلامی عدالت کے کام کو تقسیم کے ساتھ ہمارے ملکوں میں

Scanned with CamScanner

رائج مقدمات کی ابتدائی تفتیش اندراج مقدمات کی اصلاح اور پولیس کے نظام کو بھی اسلامی روح میں ڈھالنے کی اشد ضرورت ہے۔ پاکستان میں اگر پولیس کا نظام درست ہو جائے تو اسی (80) فیصد مقدمات میں باآسانی اسلامی انصاف مہیا کیا جا سکتا ہے۔ پولیس کے نظام کی اصلاح پر عدالتی اصلاح موقوف ہے۔ پراسیکیوٹنگ ایجنسی اور ابتدائی مسل فریم ورک میں اسلامی روح کو داخل کرنے کے لئے انتہائی قابل مفتیوں اور قاضیوں کی تقرری ضروری ہے۔ اعلیٰ پولیس افسروں کو اسلام کے ڈھانچے سے شناسائی کرانے کے لئے ایک سال کا ایسا کورس ترتیب دیا جائے جو پاکستان میں پولیس کے دیگر ٹریننگ اسٹیشنوں کی طرح اعلیٰ سہولتوں اور انتظامی اور اسلامی سٹریچر کی ضرورتوں سے آراستہ ہو۔

پولیس کے نظام کی اصلاح کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ چھوٹے سے لے کر بڑے افسر تک کی تنخواہوں میں اس قدر اضافہ کیا جائے۔ جس سے ہر پولیس اہلکار گھریلو ضروریات کی تکمیل کر سکے۔

ایک اے ایس آئی کے قلم سے لکھی ہوئی ایف آئی آر سپریم کورٹ کے ایسے جج کے لئے مقدمہ کا بنیادی ماخذ قرار پاتی ہے۔ جو ۱۵ہزار سے زائد تنخواہ لیتا ہے جبکہ ایف آئی آر لکھنے والے دو ہزار تنخواہ سے مقدمہ کی بنیاد بناتا ہے۔ اس کا قلم تو گھریلو ضرورت کو پورا کرنے کے لئے پہلے ہی دن مقدمہ کی بنیاد قائم کرتے وقت ہی فروخت ہو جاتا ہے۔ اب مقدمہ کی بنیاد رکھنے والے شخص کو معاشی ضروریات سے صرف نظر کر کے اس کی تیار کردہ اساس کہاں کہاں حقائق کا منہ چڑائے گی۔ ایک انسان کی زندگی کا فیصلہ کرنے والا قلم رشوت سے آلودہ اہلکار اور گھریلو ذمہ داری سے تنگ آنے والے پولیس افسر کی تیشہ زنی کو کس حد تک درست کر سکتا ہے۔

ہمارے ہاں پولیس کے نظام کی اصلاح سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اسلامی حکومت میں افسروں کی تقرری، ججوں کی تعیناتی، افسران حکومت کا استحکام کیونکر ممکن ہوتا ہے۔۔۔

Scanned with CamScanner

اس سلسلے میں خلفاء راشدین کے دور کی عدالت اصلاحات اور چند ضابطوں سے اسلام کے نظام عدالت اور تعزیرات قوانین کی اصلی روح کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عدالتی اصول :-

1- قاضی کو عدالتی حیثیت سے تمام لوگوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیے۔

2- ثبوت کا مہیا کرنا مدعی کے ذمہ ہے۔

3- مدعا علیہ اگر کسی قسم کا ثبوت یا شہادت نہیں رکھتا تو اس سے قسم لی جائے گی۔

4- فریقین ہر حالت میں صلح کر سکتے ہیں، لیکن جو امر خلاف قانون ہے۔ اس میں صلح نہیں ہو سکتی۔ (مثلاً کسی کی چوری وغیرہ کے اثبات پر)

5- قاضی خود اپنی مرضی سے مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے بعد نظر ثانی کر سکتا ہے۔

6- مقدمہ کی پیشی کی ایک ہی تاریخ متعین ہونی چاہیے۔

7- تاریخ معینہ پر اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو تو فیصلہ یک طرفہ ہو سکتا ہے۔

8- ہر مسلمان قابل ادائے شہادت ہے لیکن جو شخص سزا یافتہ ہو یعنی جس کا جھوٹی گواہی دینا ثابت ہو وہ قابل شہادت نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام فیصلوں میں عدل وانصاف کے قیام کو یقینی بنانے کے لئے اصول بھی وضع کئے۔

1- عمدہ اور مکمل قانون کے بغیر فیصلے عمل میں نہیں لائے جا سکتے۔

2- قابل اور متدین حکام کا انتخاب ضروری ہے۔

3- ایسے اصول اور قوانین ترتیب دیئے جائیں، جن کی وجہ سے حکام رشوت وصول نہ کر سکیں۔

4- آبادی کے اعتبار سے قضاۃ کی تعداد کا کافی ہونا ضروری ہے تاکہ مقدمات کے

Scanned with CamScanner

فیصلوں میں تاخیر نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ قرآن و حدیث ایک جامع دستور اور بے مثال قوانین کا مجموعہ ہے لیکن بسا اوقات قرآن و حدیث کے علاوہ اجماع و قیاس کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور خاص قاضی شریح کو لکھا۔

"مقدمات میں قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرو۔ قرآن میں وہ صورت مذکور نہ ہو تو حدیث اور حدیث میں نہ ہو تو اجماع (علماء کی اکثریتی رائے) اور یہاں سے مسئلہ حل نہ ہو تو قرآن و حدیث کے اصولوں کے مطابق اجتہاد کرو۔"

قضاۃ کی تقرری کے لئے امتحان:-

قضاۃ کا انتخاب عام طور پر خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔ عملی امتحان اور ذاتی تجربے کے بعد انہیں مختلف مقامات پر عدالتوں کا سربراہ مقرر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں قاضی شریح کی تقرری کا یہ مشہور واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پسند کی شرط پر ایک گھوڑا خریدا اور امتحان کے لئے ایک سوار کو دیا۔ گھوڑا سوار کے ہمراہ چوٹ کھا کر عیب دار ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کرنا چاہا، گھوڑے کے مالک نے انکار کیا، اس پر نزاع ہوا اور اس کے لئے قاضی شریح کو ثالث چنا گیا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ اگر گھوڑے کے مالک سے اجازت لے کر سواری کی گئی تھی تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کے فیصلہ کو انصاف اور عدل کا نمونہ قرار دیا اور اس کے بعد انہیں کوفے کا قاضی مقرر کر دیا۔ کعب بن اسود الازری کی عہدہ قضا پر تقرری بھی اسی طرح عمل میں آئی تھی۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

قاضیوں کو رشوت سے محفوظ رکھنے کے لئے تنخواہوں میں اضافہ:۔

خلفاء راشدینؓ کے ادوار میں سب سے زیادہ تنخواہیں قاضیوں ہی کی ہوتی تھیں۔ اس عہد کے مطابق عہد فاروقی کے بڑے بڑے قاضی سلمان، ربیعہ اور شریح تھے۔ ان کی تنخواہیں پانچ پانچ سو درہم تھیں۔ یہ مشاہرہ اس دور کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ گریڈ شمار ہوتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قضاۃ کو رشوت سے روکنے کے لئے یہ قانون بھی جاری کیا تھا۔ کہ عہدہ قضا پر صرف معزز اور خوش حال افراد کو مقرر کیا جائے۔ گورنر کوفہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو آپ نے جو ہدایات جاری کیں ان میں لکھا تھا کہ تنخواہوں میں اضافہ رشوت کی طرف راغب نہیں ہونے دے گا۔ اور اعلیٰ حسب ونسب ہونے سے فیصلہ کرنے میں کسی رعب کا اثر نہ ہوگا۔ (الفاروق)

فرمانروائے حکومت بھی عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ نہ تھا:۔

خلافت راشدہؓ کے نظام میں عدالتی قوانین سے کوئی بڑے سے بڑا عہدے دار بھی بالاتر نہ تھا۔ خلیفہ وقت بھی بارہا عدالت کے کٹہروں میں پیش ہو کر مدعی کے الزامات کا جواب دیتا تھا۔ نظام خلافت دراصل محمدی شریعت ہی کی حقیقی تصویر تھی۔ اس شریعت کا علمبردار پیغمبر خود ایک بدو کے سامنے کمر کھول کر بدلہ چکانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ خلفاء بھی تو آخر اسی چمنستان رسالت کے روشن ستارے اور اسی نیر تاباں کی کرنوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ گلستان رسالت کے ان مہکتے پھولوں نے چمن ہستی میں جس طرح عطر بیزی کی اور بساط ارض پر عدل کی بہاریں قائم کیں، حقیقت میں یہ اقلیم نبوت کی ریزہ چینی اور مہر رسالت کی دیدہ ریزی تھی۔ اسی وجہ سے خلافت راشدہ کے دور میں شاہ و گدا، فقیر و امیر،

آقا وغلام سب کے سب عدالت کے سامنے جوابدہ رہتے تھے۔

انصاف کا ایک حیرت انگیز واقعہ:-

ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کعب ؓ میں کسی معاملے میں نزاع ہوا۔ ابی بن کعب ؓ نے قاضی زید ؓ بن ثابت کی عدالت میں مقدمہ دائر کردیا اور حضرت عمر ؓ مدعاعلیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے۔ زید ؓ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور خلیفہ کو تعظیم کے طور پر بیٹھنے کی جگہ دی۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا "یہ پہلا ظلم ہے" یہ کہہ کر آپ ؓ اپنے فریق مقدمہ مدعی ابی ؓ بن کعب کے برابر بیٹھ گئے۔ قاضی کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا، حضرت عمر ؓ کو دعوے سے انکار تھا، ابی ؓ نے عدالتی قانون کے مطابق حضرت عمر ؓ سے قسم لینی چاہی، لیکن زید ؓ نے ان کے رتبے کا پاس کر کے ابی ؓ بن کعب سے درخواست کی کہ امیر المومنین ؓ کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمر ؓ اس طرفداری پر رنجیدہ ہوئے۔ زید ؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"جب تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر ؓ دونوں برابر نہ ہوں تو منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جاسکتے۔" (عمرفاروق اعظم، ازہیکل)

چنانچہ چند روز بعد زید ؓ بن ثابت و عہدہ قضاء سے برطرف کردیا گیا۔

حضرت عمر ؓ کے ان عدالتی قوانین کا یہ نتیجہ ہوا کہ پوری ایک صدی تک عہدہ قضاء ظلم وناانصافی سے محفوظ رہا۔

خلافت راشدہ کے پورے دور میں انصاف اس قدر سستا اور فوری تھا کہ چند گھڑیوں میں عدالتی فیصلہ سامنے آجاتا۔ کسی قسم کے افراط و تفریط کا نام و نشان نہ تھا۔ ہمارے ہاں

Scanned with CamScanner

انصاف کا حصول اس قدر مشکل اور گراں ہے کہ خود مدعی اپنے دعوے سے دستبردار ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ سالہا سال عدالتوں کے چکر کاٹ کر بھی انصاف نہیں ملتا۔ مدعی بھی بغیر رشوت دیئے دعویٰ دائر نہیں کر سکتا۔ کیس کی سماعت نہیں کرا سکتا۔ برصغیر پاک وہند میں آج بھی انگریزی دور کی تعزیرات رائج ہیں۔ جس کے مطابق پہلے تو جھوٹ بولے بغیر مقدمہ درج ہی نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ درج ہو جائے تو جھوٹ بولے بغیر کارروائی کا آغاز نہیں ہوتا۔ بالآخر ایک پریشان مدعی اہلکاروں کے الٹے تلوں کا شکار ہو کر تھک ہار کر گھر بیٹھ جاتا ہے۔..... اس وقت پوری دنیا میں سعودی عرب ایسا ملک ہے۔ جس میں ایک حد تک اسلامی حدود کا نفاذ ہے، سزاؤں میں اس قدر عجلت اور مقدموں کی سماعت میں ایسی سرعت کہ قاتل و مقتول کا بیک وقت جنازہ پڑھنے کے واقعات بھی موجود ہیں۔ چوریوں اور ڈکیتیوں پر ایسی سخت اسلامی سزائیں رائج ہیں کہ پوری مملکت میں سال بھر میں چند گنتی کی وارداتوں سے زیادہ جرائم ہوتے ہی نہیں۔..... آج کے دور میں مہذب ممالک میں شمار ہونے والے امریکہ، برطانیہ اور اشتراکی روس جرائم کی آماجگاہ بن چکے ہیں۔ وہ لوگ اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ سزا قرار دے کر اپنے تئیں تہذیب کا پرچار کر رہے ہیں۔ ماں، بہن کی تمیز کھو دینے والی قوموں کو صرف مجرم کی سزا کے معاملے میں وحشت نظر آنے لگی ہے۔ جبکہ ان کا پورا معاشرہ جرائم کے اندھیروں میں چیخ وپکار کر رہا ہے۔

آبادی کے لحاظ سے قضاۃ کا تقرر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قاضیوں کا تقرر آبادی کے لحاظ سے کیا جاتا تھا تاکہ مقدمات میں تاخیر نہ ہو اور جلد حصول انصاف کی راہیں مسدود نہ ہوں۔

"الفاروق" اور طبقات ابن سعد کے مطابق خلفاء راشدین کے پورے دور میں کوئی ضلع یا شہر ایسا نہ تھا جہاں قاضی موجود نہ ہوں۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں کیلئے علیحدہ علیحدہ عدالتوں کا قیام:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی علیحدہ علیحدہ عدالتوں کے قیام کی تصریح بھی موجود ہے۔ غیر مسلموں کے لئے ان کے مذہب کے مطابق انہی کے منتخب کردہ نمائندہ قاضی مقرر کئے جاتے تھے۔ جداگانہ عدالتوں کے قیام سے اسلام کی عالمگیر مذہبی رواداری آشکار ہوتی ہے۔ کہیں ایک فریق مسلمان اور دوسرا فریق غیر مسلم ہوتا تو ایسے مقدمات لازمی طور پر مسلم عدالتوں میں دائر کئے جاتے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے الگ الگ قاضیوں کی تقرری اسلام کے عادلانہ اور فراخدلانہ نظام کی عکاسی کرتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عدالتیں اس قدر آزاد تھیں کہ سزائے موت کا فیصلہ بھی مرکز سے پوچھے بغیر نافذ ہو جاتا تھا۔ (از کتاب الخراج قاضی ابو یوسف)

- جبلہ بن ایہم فرمانروائے شام نے کعبہ کے طواف کے دوران ایک شخص کو طمانچہ مارا، اس نے بھی برابر کا جواب دیا، شاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو انہوں نے جواب دیا جیسا کیا ویسا پایا۔ جبلہ کو اس جواب سے حیرت ہوئی اور مرتد ہو کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گیا۔

(تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی)

- قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دو۔ چنانچہ وہ قاتل جو مسلمان تھا، مقتول کے وارث حنین کے سپرد کر دیا گیا، اس نے اس کو اپنے عزیز کے بدلے میں قتل کر دیا۔ (کتاب الخراج صفحہ ۱۷۲)
- ایک معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک فریق تھے، ان کا ایک لڑکا عاصم مطلقہ

بیوی سے تھا، لیکن انہوں نے کافی عرصہ تک اس بچے کی خبر نہ لی تھی اور وہ اپنی والدہ ہی کے پاس تھا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو موضع "جنا" جانے کا اتفاق ہوا، جہاں انہوں نے مسجد کے قریب ہی بچے کو دیکھ لیا۔ محبت پدری سے مغلوب ہو کر انہوں نے لڑکے کو اٹھا لیا اور اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ اس اثناء میں لڑکے کی ماں جس نے اس بچے کی پرورش کی تھی آگئی اور جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ نتیجتاً دونوں فریق قاضی کی خدمت میں پہنچے اور دونوں نے بچے کی تولیت کا دعویٰ کیا۔ قاضی نے فریقین کا موقف سنا اور نابالغ بچے کی بہبود کی خاطر فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف دے کر بچے کو نانی کے سپرد کر دیا۔

(الواقدی و کتاب الخراج بحوالہ قومی ڈائجسٹ صدیق اکبر نمبر صفحہ ۱۶۸)

○ مشہور مورخ واقدی کا بیان ہے۔

"اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور کہا مجھے میرے باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ دیدیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا "کیا آپ کا مطلب گھر کے اثاثے سے ہے؟ یا غیر منقولہ جائیداد سے؟" انہوں نے جواب دیا "فدک، خیبر اور مدینہ کی اراضی، مجھے اسی طرح وراثت میں ملنی چاہیے جیسا کہ آپ کی بیٹیوں کو ملے گی۔" حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا "بلاشبہ آپؓ کے والد مجھ سے بہت بلند تھے اور بے شک آپؓ بھی میری بیٹیوں سے بہتر ہیں، لیکن خدا کے رسول کا ارشاد ہے۔

"نحن معشر الانبیاء لم نورث درهما ولادینارا بل نورث علما وحکمته

"ماترکناہ صدقہ"
"ہم تمام انبیاء وراثت میں درہم اور دینار نہیں چھوڑتے بلکہ ہماری وراثت علم اور حکمت ہے، جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے۔"

اس لئے آنحضرت ﷺ کی تمام جائیداد بیت المال کا حق ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے صدقہ ہے اور صدقہ کے مال سے رسول کی اولاد استفادہ نہیں کر سکتی۔ خدا کی قسم! میں رسول کریمؐ کے حکم سے رتی بھر انحراف نہیں کروں گا اور یہ اسی حالت میں رہے گی، جس میں آپ ﷺ کی زندگی کے دوران تھی۔"

مورخین و محدثین کی ایک کثیر جماعت نے اس واقعہ کی صداقت میں شکوک کا اظہار کیا ہے کہ باپ کی وفات پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غم والم اور رسول کریم ﷺ کی اس پیشین گوئی پر کہ وہ ان کے ساتھ سب سے پہلے ملیں گے۔ ایسے حالات میں اس بات کی تصدیق نہیں کی جا سکتی کہ وہ غربت و افلاس میں ساری زندگی گزار کر اس معاملے کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عدالت کے دروازے کھٹکھٹاتی پھرتی رہی ہوں۔ (واللہ اعلم)

دورِ خلافت کے چند عدالتی فیصلے

صاحبزادے پر حد جاری کرنے کا حیرت انگیز واقعہ:۔

ابو شحمہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ یہ عبدالرحمٰن الاوسط کہلاتے تھے کیونکہ ان سے ایک بڑے بھائی کا نام بھی عبدالرحمٰن الاکبر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور ام المومنین حضرت حفصہؓ ایک ہی ماں سے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مقام سب سے اونچا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی وہ اپنی فضیلت اور منزلت کی وجہ سے بڑے ممتاز مقام کے حامل

Scanned with CamScanner

تھے۔ دین کی جو خدمت ان کے ہاتھوں انجام پائی اور قرآن و حدیث کی اشاعت میں جو حصہ انہوں نے لیا، اس پر امت مسلمہ جتنا فخر کرے کم ہے۔ وہ اسلام کے چار جلیل القدر عباد اللہ میں سب سے بڑے مقام کے حامل ہیں۔

ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کسی کام سے مصر گئے تھے۔ غالباً تجارت کے سلسلے میں یہ سفر ہوا تھا۔ آپ بھی اللہ سے ڈرنے والے عالم فاضل متقی اور پرہیز گار بندے تھے۔ ایک دن مصر کے قیام کے زمانے میں انہوں نے نبیذ یعنی کھجور کا شربت پی لیا، کوئی خاص بات نہ تھی، نبیذ پینے کا عام رواج تھا، یہ حقیقت ہے، نبیذ اگر دھوپ میں رہ جائے یا گرمی کی شدت بڑھ جائے تو اس میں تخمیر پیدا ہو جاتی ہے، جس سے ہلکا سا نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔

ابو شحمہ رضی اللہ عنہ نے نبیذ پی تو تھوڑی دیر میں انہیں محسوس ہوا کہ اس میں تخمیر پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ انہیں ہلکا سا خمار ہو گیا تھا۔ یہ اتفاق کی بات تھی لیکن یہ بات پرہیز گاری کے خلاف تھی، اس لئے خود چل کر گورنر مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے کہا کہ مجھ پر شراب کی حد جاری کی جائے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے تفصیلات پوچھیں، دیکھا کہ ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کا تقویٰ اجازت نہیں دیتا کہ وہ حد جاری کرائے بغیر لوٹ جائیں۔ حد جاری کی بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینۃ النبی ؐ میں اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ فوراً ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس روانہ کر دو، میں خود اس معاملے کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے عجیب و غریب شخصیت کا حامل بنایا تھا۔ ان کا عدل ضرب المثل ہے، دنیا کی تاریخ اس کا جواب نہیں پیش کر سکتی یہ سب کچھ اللہ کے رسول ؐ کی تربیت اور توجہ کا نتیجہ تھا اور آپ ؐ ہی کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تھے۔ ابو شحمہ رضی اللہ عنہ اس بات کو خوب جانتے تھے۔ وہ خود بھی پاکباز اور پاک نفس تھے یہ اور بات ہے کہ انہیں دھوکہ ہو

Scanned with CamScanner

کیا جو صورت بھی ہو انہوں نے اپنی کیفیت کو چھپایا نہیں، نہ کوئی دیکھنے والا تھا، نہ کوئی رپورٹ کرنے والا، صرف اللہ کا ڈر تھا کہ ابو شحمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے مسئلہ بڑا نازک تھا۔

اپنے فرائض کا انہیں اس درجہ احساس تھا کہ انہوں نے ابو شحمہ رضی اللہ عنہ پر پھر سے حد جاری کی تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امیر المومنین کے لڑکے سے رعایت ہوئی ہے۔ باپ کے حکم سے بیٹے پر حد جاری ہوئی تو ابو شحمہ کا برا حال ہوا، سفر کی تھکان، اولوالعزم باپ کی ناراضگی اور کوڑوں کی مار نے انہیں بیمار بنا دیا۔ طنطاوی نے لکھا ہے کہ کوئی ایک مہینہ بعد وہ صدمے سے اللہ کو پیارے ہوئے۔

(قومی ڈائجسٹ، فاروق اعظم صفحہ نمبر ۴۴)

حضرت علیؓ بحیثیت امیر المومنین عدالت کے کٹہرے میں:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ آپؓ کی زرہ گم ہو گئی۔ پتہ چلا کہ وہ ایک عیسائی کے پاس ہے۔ آپؓ نے اس کو بلایا اور اسے لے کر قاضی شریح کی عدالت میں چلے گئے۔ وہاں آپؓ نے رعایا کے ایک عام فرد کی طرح اس کے خلاف مقدمہ پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ تھا کہ زرہ میری ہے اور میں نے نہ اسے فروخت کیا ہے نہ ہبہ کیا ہے۔ قاضی شریح نے عیسائی سے دریافت کیا کہ امیر المومنینؓ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اس کی بابت تمہاری کیا رائے ہے؟ عیسائی نے کہا "زرہ تو بہرحال میری ہے مگر امیر المومنینؓ بھی جھوٹے نہیں ہیں۔ قاضی نے حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا "امیر المومنینؓ زرہ کی ملکیت پر آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔" حضرت ہنس دیئے اور فرمایا "شریح تم نے ٹھیک کہا میرے پاس ثبوت تو نہیں ہے۔"

ایک روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے گواہ کے طور پر حضرت حسنؓ کو پیش کیا، تو قاضی

قاضی شریح نے کہا "باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی اسلام میں معتبر نہیں ہے۔" چنانچہ زرہ عیسائی کو دے دی۔ وہ اسے لے کر جانے لگا۔.... چند قدم چل کر واپس آیا اور کہنے لگا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ نبیوں کا طریقہ ہے اور سچا مذہب ہے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ مجھے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ انہیں کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔" اس کے فوراً بعد وہ کلمہ شہادت پڑھنے لگا:

"اشھدان لاالہ الااللہ واشھدان محمداعبدہ ورسولہ"

مسلمان ہونے کے بعد وہ گویا ہوا "امیر المومنین رضی اللہ عنہ خدا کی قسم یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ جب آپ نے صفین کی طرف کوچ کیا تو میں لشکر کے پیچھے ہو لیا۔ یہ زرہ آپ رضی اللہ عنہ کے بادامی رنگ والے اونٹ سے گری تھی۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم ایمان لے آئے ہو تو اب یہ تمہارے پاس رہے گی" (کتاب الخراج قاضی ابو یوسف)

Scanned with CamScanner

چودھواں باب

اسلام اور عزت نفس

وہ اسلام جو انسانوں کو تمام مخلوقات کا سردار قرار دیتا ہے۔ اس نے ہوس نفس، خواہش براری کی فطری کمزوریوں کے باوجود اسے ذلت و نکبت اور حقارت و رسوائی کے گرداب میں بھی گرنے نہیں دیا، نہ ہی اسے خواہش براری کیلئے عزتوں کو پامال کرنے کی آزادی عطا کی ہے۔ یورپین اقوام زنا، لواطت، شراب نوشی، اور ہر قسم کے عیب کو انسانی آزادی سے تعبیر کر کے اخلاقی پستی کے اتھاہ سمندر میں جاں بلب ہوتی رہیں اور اسے سہ پارہ بناتی رہیں لیکن اسلام کے نزدیک ہر انسان ظاہری صفائی و پاکیزگی کے ساتھ ساتھ سیرت و کردار کی طہارت و پاکدامنی کا اعزاز رکھتا ہے۔

وہ خواہش براری کیلئے جانوروں کی طرح کھلا نہیں چھوڑ دیا گیا۔ اس کی فطری لذتوں کی تکمیل کے لئے اصول و قواعد کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ اسے ہر عزت اور ہر عصمت پر ہاتھ ڈالنے کی آزادی نہیں دی گئی۔ اس کے لئے نکاح، کا ایک نہایت ہی پروقار طریقہ اختیار کر کے مرد و عورت کے ملاپ، ابدی ارتباط، مستقل لائحہ عمل زندگی ہر ایک کو دوسرے کے حقوق کی نگہداشت، اولاد کی تربیت و حفاظت اور اپنی اپنی ذمہ داریوں کا سزاوار قرار دے کر بے مثال سوسائٹی اور اعلیٰ سماجی معاشرت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

اسلام میں جہاں ہر مرد کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی پسند کی عورت سے شادی کرے وہاں وہ عورت کو بھی یہی حق عطا کر کے اس صنف نازک کی مادی عظمت تسلیم کرتا ہے۔ اسلام نے مرد و عورت کو چند ضابطوں کا پابند بنا کر ایک فطری اور متوازن معاشرہ کی بنیاد رکھی ہے، اس کے ہاں جنسی میلان صرف رشتہ ازدواج کی صورت میں جائز ہے۔ جس

Scanned with CamScanner

نفس نے گوہر عصمت اور در عفت کی حفاظت کی۔ اس کے بارے میں اللہ کی طرف سے رحمت و مغفرت کا اور خوشنودی کا پیغام دیا گیا ہے۔

شرم گاہوں کی حفاظت پر اجر:-

والحفظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعداللہ لھم مغفرہ واجر عظیما (سورۃ احزاب پ ۲۲)

"اپنی شہوت کی جگہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور عورت کے لئے اللہ تعالیٰ نے معافی اور بڑا ثواب رکھا ہے۔"

اسلام کے نزدیک انسانوں کی عزت نفس اور طہارت سیرۃ کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ وہ ایک غیر محرم مرد کو بری نگاہ سے کسی عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔

بری نگاہ سے دیکھنے کی مذمت:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"جو شخص کسی عورت کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے۔ قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ (مشکوۃ)

پاکبازی پر حوصلہ افزائی:-

پاکبازی اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ نے اسے نبوت و رسالت کے لئے جزو کی حیثیت عطا

Scanned with CamScanner

کی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم صدیقہ علیہا السلام پر یہود نے تہمت لگائی تو خدائے ذوالجلال نے تردید کرکے قرآن میں قیامت تک کے لئے ان کی عفت کا اعلان کیا۔

ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا الخ (القرآن)

"اور عمران کی بیٹی مریم جنہوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا

والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا الخ

(سورۃ انبیاء پ ۱۷)

"وہ بی بی مریم) جنہوں نے اپنی عزت کو بچایا پھر ان میں ہم نے روح پھونک دی"

خود زوجہ محمد رسول اللہ ام المومنین حضرت عائشہ کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے۔

اولئک مبرءون مما یقولون لھم مغفرہ واجر عظیم

(سورۃ نور پ ۱۸)

"یہ اس بات سے پاک ہیں جو وہ بکتے پھرتے ہیں۔ ان (عائشہ) کے واسطے مغفرت اور عمدہ اجر ہے۔"

آپ نے ملاحظہ کیا۔ انبیاء و رسل کے گھرانوں کی عفت و عصمت کس شان اور اہمیت کے ساتھ واضح کی جارہی ہے۔

اسلام ہر انسان کی آبرو کا محافظ ہے:۔

اسلام انسان کو نہایت پاکباز، آبرو کا محافظ، اور اخلاق و کردار کی اعلیٰ سطح پر دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ نفس براری کے لئے ناجائز ذرائع کے استعمال کو بے راہروی، بدکرداری، اخلاقی پستی، خیال کرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق عفت و عصمت اور پاکبازی انسانوں کی بہت بڑی خوبی

Scanned with CamScanner

ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کو معبود ماننے سے توحید کی رگ جان کٹ جاتی ہے اور انسان دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ کسی انسان کو قتل کرنے سے ظاہری زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ موجودہ زندگی کے تعلق کو مٹا دیتی ہے اور بدکاری انسان کی عفت و عصمت اور اخلاق کی مٹی پلید کر کے اس کی عزت و آبرو کو ابدی نیند سلا دیتی ہے۔ اس طرح اعلیٰ روایات کا حامل انسان بغیر ضوابط و قواعد تکمیل خواہشات کے فتنے میں نہایت پستی اور رذالت کا سزاوار بن جاتا ہے۔ ظاہر ہے جب انسان اپنی اعلیٰ قدروں کو کھو دے اور اپنی شرافت و طہارت کو داؤ پر لگا دے تو خدائی احکام کے مطابق وہ بے وقعت ہو جاتا ہے۔

پندرھواں باب

اسلام کا معاشی اور اقتصادی نظام

معاش اور ذرائع معاش کا حصول انسان کی ناگریز ضرورت ہے۔ اس کے بغیر زندگی کا پہیہ حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ عہد حاضر میں معیشت کو دنیوی تعمیر و ترقی اور کائنات کی رنگ و بو میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ عصر حاضر میں دنیا کی تمام مملکتوں کی ترجیحات اور انسانی حیات کے تمام دائرے اقتصادیات و معاشیات کے گرد گھوم رہے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی تصریح:-

معیشت کی اہمیت کے بارے میں حکیم الہند حضرت شاہ ولی اللہ نے کئی سو سال پہلے مسلمانوں کو اس حقیقت سے یوں آگاہ کیا تھا۔

"آج سے پہلے دنیا کے تمام مذاہب کی اساس اخلاقیات پر تھی۔ ہر مذہب کی مقبولیت و عدم مقبولیت کا دارومدار اس کے معاشرتی اور اخلاقی حسن سے وابستہ تھا۔ جب کوئی شخص عیسائیت، یہودیت یا اسلام قبول کرنے لگتا تو سب سے پہلے وہ یہ معلوم کرتا تھا کہ اس مذہب کے اخلاق کیسے ہیں۔ زندگی کے ایام و شہور کی فطری قدریں اور معاشرتی رہن و سہن کے قاعدے کیا ہیں۔ .... لیکن آنے والے حالات میں جبکہ دنیا کا صنعتی دور شروع ہو گا تو یہ ترجیحات تبدیل ہو جائیں گی۔ صنعت و حرفت اور محنت و کاوش کی سعی پیہم کے دور میں مذاہب کی بنیاد

Scanned with CamScanner

اخلاقیات کی بجائے معیشت پر ہوگی۔ ہر شخص کسی مذہب کو پرکھنے کے لئے سب سے پہلے یہ معلوم کرے گا کہ اس میں ہمیں روٹی ملے گی یا نہیں" (از حجۃ اللہ البالغہ)

معاشی ضروریات کی اہمیت کا دور:۔

سو آج ہم اس دور سے نہ صرف گزر رہے ہیں بلکہ یہ دور "معیشت" کی ضرورت و ترقی کے عروج اور معیشت کی اولین انسانی ترجیح ہونے کا دور ہے۔ وہ نظام جہاد جو مملکتوں کی بقاو سالمیت کا ضامن ہوتا ہے۔ جس کے بغیر کسی ملک کا وجود بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ جس کی اہمیت کی وجہ سے ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری اور ہلاکت خیز مواد کی ایجادات بڑی بڑی طاقتوں کا طرہ امتیاز ہے۔ اس دور میں بھی بیشتر ملکوں کا اول و آخر عنوان "معاشی ترقی" اور اقتصادی بالادستی کے حصول کی جدوجہد ہے۔ امریکہ، برطانیہ، جاپان، جرمنی، چین، روس اور جنوبی ایشیاء کے تمام ملکوں میں تجارت کے فروغ اور مصنوعات کے میلوں کی بہتات اسی معاشی ضرورت کی آئینہ دار ہے۔ بین الاقوامی سرمایہ کاری کی اہمیت، عالمی سطح کے تاجروں کی وقعت ایکسپورٹ امپورٹ کے مسائل بالاتری تاجروں کے لئے دنیا بھر کے ہر ملک میں خصوصی رعائتوں کے پیکجوں کا اعلان، پسماندہ ملکوں میں ترقی یافتہ ملکوں کی طرف سے کارخانوں اور فیکٹریوں کی تنصیب، تمام حکومتوں کے سامنے معاشی تعمیر و ترقی کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس اہم مسئلے کا تعلق خالص انسانی زندگی کی بقاء سے ہو۔ اسلام اس سے کس طرح صرف نظر کر سکتا ہے۔ خالق حقیقی نے پہلے ہی روز سے معیشت اور ذرائع معاش کی اہمیت کا ذکر کیا ہے۔ جدید دور کی معاشی ضرورتوں کے موقع پر قرآن کے الٰہی ابدی ضابطوں نے یہاں بھی ہماری رہنمائی کی ہے۔ عہد حاضر کی معاشی ترقی میں اسلام اپنے زندہ و جاوید ضابطوں کے ساتھ انسانوں کی ہدایت و کامرانی کے

Scanned with CamScanner

قواعد پیش کر چکا ہے۔ اس فطری ضابطہ حیات نے جس طرح معاش اور ذرائع معاش کی وقعت کو آشکار کیا ہے۔ اور پھر جس طرح اس باب میں چند سرمدی اصولوں کے ساتھ معاشی ضابطے انسانوں کے سامنے پیش کئے ہیں۔ اس سے دنیا کا ہر معاشرہ نہ صرف یہ کہ معاشی امن کا گہوارہ بن سکتا ہے بلکہ ان قواعد کے ذریعے مسلمان دنیا کی تمام اقتصادیات میں نمایاں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

انسانی زندگی کی نشوونما کے بارے میں پہلا خدائی حکم:-

قرآن عظیم کی سب سے مشہور سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت ہے۔

الحمد للہ رب العالمین

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جو جہانوں کا پروردگار ہے۔

یہاں رب کا لفظ پرورش کنندہ کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ ضرورتوں کی تکمیل سے وابستہ ہے۔ انتہائی اہم سورت کے اس پہلے ہی حکم سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ خدا ہی اپنی مخلوق کی پرورش کر رہا ہے اور پرورش کا دنیوی طریقہ اشیاء خورد ونوش کی فراہمی سے عبارت ہے۔ یہ سب چیزیں اپنے بندوں کو عطا کرنا خدائی مشیت وقدرت میں داخل ہیں۔ اسلام نے پہلے ہی حکم میں خدا کی طرف سے جسمانی پرورش کی خبر دے کر معاشی ضروریات کو واضح کر دیا ہے۔

انسانی جسم کی نشوونما، خوراک کی فراہمی، اشیاء خوردنی کی تقسیم دنیا میں زندگی گذارنے کے جملہ ذرائع کا حصول، معاشی تعمیر واقتصادی ترقی کے لئے قواعد وضوابط کی دوین، ذرائع معاش کے ایسے اصولوں کا قیام جس سے دوسرے انسانوں کی حق تلفی نہ ۔ معاشرہ کا کوئی طبقہ اونچ نیچ کا شکار نہ ہو۔ اس کے لئے اسلام نے چند ضابطے مقرر کئے

Scanned with CamScanner

ہیں۔ جسے ہم قرآنی اور نبوی ہدایت کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

اسلام نے جائز ذرائع سے روٹی کمانے، معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے، زندگی کی گاڑی اعلیٰ انداز سے رواں دواں کرنے کے لئے نہایت خوبصورت احکامات کے ذریعے انسانوں کی رہنمائی کی ہے۔ یہ مذہب صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہی کے مسائل کا احاطہ نہیں کرتا، بلکہ معاشی زندگی کے لئے ہر موڑ پر انسان کو ہدایات جاری کرتا ہے۔ اس مذہب میں صرف یہ نہیں کہ انسان کا معاملہ صرف اپنی ذات تک محدود ہے۔ بلکہ اس میں پوری سوسائٹی اور معاشرہ کے لئے انسان کی رہنمائی کی گئی ہے۔

خدا تعالیٰ نے ہر انسان کے رزق کا خود ذمہ لیا ہے۔:

- ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق، نحن نرزقکم

(القرآن)

"اور اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں رزق دیتے ہیں۔"

- اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر (سورۃ سبا پ ۲۲

"اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔"

- ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل

(سورۃ رعد پ ۱۳)

"اور ہم نے بعض لوگوں کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے۔"

ب معیشت کے لئے اسلام کے واضح احکامات:

خدا تعالیٰ نے ہر ذی روح کی خوراک کا ذمہ لیا ہے۔ انسانوں کو رزق پہنچانے کے

Scanned with CamScanner

خدائی حکم سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ خالق کائنات نے انسانوں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان کی خوراک اور ان کے لئے مقررہ حد تک رزق کو تخلیق کیا ہے۔ پھر اسے حکم دیا کہ میرے بچے ضابطوں کی روشنی میں دنیا کے گوشوں سے رزق تلاش کرو۔ معیشت کی جدوجہد اور رزق کی تلاش انسان کے ذمہ لگائی گئی ہے۔

رزق کی تلاش کا خدائی حکم:-

فاذاقضیت الصلوۃ فانتشروافی الارض وابتغوامن فضل اللہ۔ (سورۃ جمعہ پ۲۸)

"پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل (رزق) کو تلاش کرو۔"

ان الذین تعبدون من دون اللہ لایملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق۔ (سورۃ عنکبوت پ۲۰)

"جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں ہیں۔ سو تم تلاش کرو اللہ کے پاس سے روزی۔"

واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ (سورۃ مزمل پ۲۹)

"اور کتنے اور لوگ ہیں جو پھرتے ہیں ملک میں، اللہ تعالےٰ کے فضل (رزق) کو تلاش کرتے۔"

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حلال معیشت کا طلب کرنا اللہ

Scanned with CamScanner

تعالیٰ کے فریضہ عبادت کے بعد اب سے بڑا فریضہ ہے۔"

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صليتم الفجر فلاتنوموا عن طلب ارزاقكم

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم فجر کی نماز پڑھ لو تو اپنے رزق کی جد وجہد میں نیند (آرام) کا نام نہ لو۔"

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الذنوب ذنوب لايكفرها الا الهم فى طلب المعيشته

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہوں میں سے بعض ایسے گناہ ہیں۔ جن کا کفارہ صرف طلب معیشت کی فکر اور جد وجہد و کاوش ہی سے ہو سکتا ہے۔"

عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه اطلبو الرزق فى خبايا الارض

"حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنی روزی کو زمین کے پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو۔"

قال عمر بن الظاب رضى الله عنه عنه لايقعد احدكم من طلب الرزق

"حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی طلب رزق کی جد وجہد میں پست ہو کر نہ بیٹھ جائے۔"

سید مرتضیٰ زبیدی شرح احیاء العلوم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

اى لابدللعبد من حركت و مباشرت بسبب من اسباب

یتحصل به طریق الوصول الی الرزق

"یعنی ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جائز اسباب معیشت میں سے کسی سبب اور وسیلہ کو ضرور اختیار کرے کہ جس سے وہ رزق کو حاصل کر سکے۔"

کسب معیشت کے اسلامی اصول:۔

اسلام نے طلب رزق اور تلاش روزگار کا حکم دے کر دین اور دنیا میں حسین امتزاج پیدا کیا ایک طرف معاش کی تلاش کا عمومی حکم دیا گیا دوسری طرف ذرائع معاش میں چند اصول اور ضابطے مقرر کر کے رزق حلال کی تلقین کی گئی ہے۔

قرآن کی ایک دعا کے ذریعے ایک مسلمان دین و دنیا کی بھلائی کا طلب گار رہتا ہے۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار　(سورۃ آل عمران　پ ۲)

"اے رب ہمارے ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ"

اسلام نے حکم دیا ہے کہ تلاش رزق میں خدائی ضابطوں سے انحراف نہ کیا جائے، مال و زر کو ناجائز ذرائع سے حاصل نہ کیا جائے۔ خدا اور رسول کی طرف سے مقرر کئے گئے قواعد کی روشنی میں کسب معاش کا حکم انسانی فطرت کو سامنے رکھ کر دیا گیا ہے۔

جس طرح اسلام نے مالک حقیقی کے بارے میں عقیدہ توحید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ رسالت اور نکاح، طلاق، تعلیم اور زندگی کے تمام امور میں چند اصول مقرر کئے اور اپنے ماننے والوں کو خدائی احکامات کا پابند بنایا اسی طرح اسلام یہ چاہتا ہے کہ تلاش رزق اور کسب معاش کو بھی بے قاعدہ اور بے ضابطہ نہیں بنایا گیا، تاکہ معاشرے میں فاسد اور غلط نظام معیشت پروان نہ چڑھ سکے، چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ جو مال

تم حاصل کرنا چاہتے ہو، وہ نہ تو دھوکہ سے حاصل کیا گیا ہو، نہ ملاوٹ کر کے کمایا گیا ہو، نہ خدائی احکامات سے بغاوت کر کے جمع کیا گیا ہو، انسانوں پر لازم ہے کہ وہ مال حلال حاصل کریں پاک اور حلال چیزیں ہی روحانی ترقی کا ذریعہ بن سکتی اور معاشرتی قباحتوں سے انسان کو محفوظ رکھ سکتی ہیں۔

کسب معاش میں رزق حلال کے حصول کی تلقین:-

یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین O (سورۃ بقرہ پ ۲)

"اے لوگو! جو کچھ زمین میں ہے اس میں سے حلال طیب کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بلاشبہ وہ تمہارے لئے کھلا ہوا دشمن ہے۔"

کلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا　　(سورۃ مائدہ پ۷ القرآن)

"پس اللہ نے جو کچھ تم کو رزق دیا ہے۔ اس میں سے حلال، طیب کھاؤ"

یاایھا الرّسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم　　(سورۃ المومنون پ۱۸ القرآن)

"اے پیغمبر تم کھاؤ پاک چیزوں سے اور عمل کرو نیک! بلاشبہ جو تم عمل کرتے ہو، میں اس کا جاننے والا ہوں۔"

ویحل لھم الطیبت ویحرم علیھم الخبائث

(سورۃ اعراف پ۹ القرآن)

"اور (نبی امی ؐ) حلال رکھتے ہیں تمہارے لئے پاک چیزوں کو اور حرام کرتے ہیں خبیث چیزیں"

پس اگر آمدنی اور وسائل میں ان امور کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے تو اس کو اسلامی نقطہ نظر سے "طیب" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ سلف و خلف نے "حلا" طیبا") میں "طیب" کی جو

Scanned with CamScanner

تفسیریں کی ہیں، علامہ رشید رضا نے تفسیر المنار میں ان کا یہ قدر مشترک نکالا ہے۔

"طیب سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کے ساتھ غیر کا حق متعلق نہ ہو، اس لئے کہ نص قرآنی نے جن اشیاء کو حرام کیا ہے۔ ان کی حرمت تو ذاتی ہے اور اس لئے مضطر کے علاوہ کسی حالت میں کسی کے لئے ان کا استعمال درست نہیں اور ان کے علاوہ جن اشیاء کی حرمت اس شے کی حقیقت اور ذات میں نہیں پائی جاتی بلکہ باہر کے اسباب سے حرمت آتی ہے۔ ان کی ممانعت "طیب" کہہ کر دی گئی"

پس جو شے ناحق لی گئی اور صحیح طریق کار سے حاصل نہیں کی گئی بلکہ رباء، رشوت، جواء، ظلم، غصب، دھوکہ، خیانت اور چوری جیسے ناپاک ذرائع سے حاصل کی گئی۔ وہ بھی حرام ہے اس لئے کہ "طیب" نہیں ہے۔ پس ہر خبیث شے حرام ہے خواہ وہ خبث باہر کے اسباب و ذرائع سے اس میں آیا ہو اور خواہ اس کے اندر موجود ہو جیسا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں سڑ کر بو آنا (اور امراض جسمانی کا سبب بننا)

حرام چیزوں سے اجتناب کا حکم:۔

قرآن عزیز اور احادیث نبویؐ نے حلال اور طیب کے خلاف "حرام" کی بعض اصناف بھی بتفصیل کے ساتھ شمار کرائی ہیں اور بعض کو صرف اصول کے طور پر بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

حرمت علیکم المیتہ والدم ولحم الخنزیر وما اہل لغیر اللہ بہ والمنخنقتہ والموقوذہ والمطردیتہ والنطحیتہ وما اکل السبع الاماذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسمو بالازلام ذلکم فسق

(سورۃ مائدہ پ ٦)

"تم پر حرام کردیا گیا مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو (یعنی اللہ تعالےٰ کے سوا کسی غیر کے نام پر چھوڑا گیا ہو) اور گلا مروڑا ہوا اور پتھر یا لاٹھی سے مارا ہوا اور اوپر سے گر کر مرا ہوا اور دوسرے جانور کے سینگ سے زخم کھا کر مرا ہوا اور درندے کا پھاڑا ہوا۔ مگر یہ کہ تم نے اس کو زندگی ہی میں ذبح کرلیا ہو اور جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ تم پر حرام کردیا گیا اور یہ کہ تم پانسوں کے ذریعے حصے بانٹو یہ سب تمہارے لئے فسق (گناہ) ہیں۔"

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون

(سورۃ مائدہ پ ٧)

"بلاشبہ شراب اور جوا اور بت پانسے ناپاکی ہیں کار شیطان ہیں۔ پس ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس الحریر والدیباج و عن لبس القسی والمیاثر و الارجوان لخ (الحدیث)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مردوں کو) منع فرمایا، ریشمی لباس سے اور دیباج اور قز (موٹے ریشم) کے لباس اور ریشمی گدوں پر بیٹھنے سے اور ارغوانی رنگ سے۔"

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لبس ثوب شہرہ فی الدنیا البسہ اللہ ثوب مذلتہ یوم القیامتہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے دنیا میں فخر و غرور کا

Scanned with CamScanner

لباس پہنا۔ اور اللہ تعالٰے اس کو قیامت میں ذلت کا لباس پہنائیں گے۔"

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتشربوا فی انیتہ الذہب والفضتہ۔ لخ

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مسلمانوں (مردوں اور عورتوں) کو جائز نہیں ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال کرو۔"

عن حذیفتہ قال نہانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان نشرب فی انیتہ الذہب والفضتہ وان ناکل فیہا وعن لبس الحریر والدیباج وان یجلس علیہ

"حضرت حذیفہ فرماتے ہیں ہم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ہم سونے اور چاندی کے برتن میں پیئیں یا کھائیں اور منع فرمایا ریشم اور دیباج پہننے اور اس کے بچھونوں پر بیٹھنے سے۔

ایما عبد نبت لحمہ من السحت اولربا فالنار اولی بہ (الحدیث)

"جس انسان کا گوشت پوست ظلم اور سود سے بنا ہے تو اس جسم کے لئے جہنم کی آگ زیادہ بہتر ہے۔"

کسب معاش بذریعہ تجارت:۔

اسلام کے معاشی نظام میں کسب معاش کا ہر سطح پر حکم دے کر اس کے لئے چند قیود مقرر کی گئی ہیں۔ تلاش روزگار میں تجارت، محنت کشی، مزدوری، ملازمت، زراعت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اسلام نے ناجائز دولت کے حصول سے ہر سطح پر روک کر مال حرام کو ممنوع قرار دے دیا ہے

Scanned with CamScanner

اسلام معیشت کے فاسد عوامل کو معاشرہ کی اصلاح کے لئے روکتا ہے۔ اس کے نزدیک سوسائٹی کا پورا ماحول اور معاشرے کا سارا حسن اس خیر سے وابستہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے دھوکہ نہ کرے۔

کسی کے مال پر ناجائز ڈاکہ نہ ڈالے، کسی کی اجازت کے بغیر مال حاصل نہ کرے، تجارت میں جھوٹ اور دھوکہ دہی سے فائدہ حاصل نہ کرے۔ مزدوری اور محنت کشی میں اپنے فرائض کو پورا پورا ادا کر کے مال کا حقدار بنے۔ ملازمت میں بھی اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھائے۔

محمدی شریعت میں کسی کا حق چھین کر دولت کمانا بہت بڑا جرم ہے۔ ملاوٹ اور اکتناز واحتکار کے ذریعے مال بنانے کی سخت ممانعت ہے۔ یہاں بلیک میلنگ اور دھوکے سے پیسہ اکٹھا کرنا رشوت اور فریب دہی سے دولت جمع کرنا نوسربازی، کذب بیانی، سٹہ بازی، قمار بازی، شراب وغیرہ کی خرید و فروخت کے ذریعے پیسہ اکٹھا کرنا سخت حرام قرار دیا گیا ہے۔

مال و دولت کے حصول کے تمام جائز ذرائع کا استعمال ایک طرف انسان کی خوش نصیبی ہے۔ دوسری طرف اس سے معاشرہ میں کسی قسم کی قیامت جنم نہیں لیتی۔ ہم یہاں سے کسب معیشت کے لئے اسلام کے تجارتی محنت کشی، ملازمت اور زراعت کے اصول ترتیب وار درج کریں گے۔

اسلام کے تجارتی اصول

خرید و فروخت کی حالت اور سود کی حرمت:-

احل الله البيع وحرم الربا (سورۃ بقرہ پ ۳)

"اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام"

Scanned with CamScanner

گرانی پیدا کرنے والا جہنمی ہے:-

من دخل فی شئی من اسعار المسلمین لیغلیه علیهم کان حقا علی الله تبارک وتعالی ان تقذفه فی معظم النار یوم القیمته (ابوداؤد القرآن)

"جو شخص مسلمانوں کے بازار کے نرخ میں اس لئے دخل دے کہ اسے گراں کردے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قیامت کے دن اسے زبردست آگ میں جھونک دے۔"

مہنگائی کے لئے ذخیرہ اندوزی کرنے والے سے خدا بری ہے:-

من احتکر یریدان یتغالی بها علی المسلمین محفو جاطی قدبر نت منه ذمته الله (حاکم، مستدرک)

"جو شخص مسلمانوں کے لئے نرخ گراں کرنے کی غرض سے ذخیرہ اندوزی کرے وہ غلط کار ہے اور اللہ اس سے بری الذمہ ہے۔"

سودے کے عیب سے آگاہ نہ کرنا مسلمان کا شیوہ نہیں:-

اعلم اخوا علم والایحل لمسلم ان باع باخیر بیعافیه عیب ان لاینبسه له

(حاکم، مستدرک)

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے

ہاتھ کسی چیز کو فروخت کرے اور اس چیز میں موجود عیب سے اسے آگاہ نہ کرے۔"

کاروبار میں دھوکہ حرام ہے:-

خرید و فروخت میں جھوٹ بولنا، ملاوٹ کرنا، کم تولنا انتہائی معیوب فعل ہے۔ اسلام نے اس برائی کی سخت ممانعت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار تشریف لائے آپ نے گیہوں کے ایک ڈھیر میں ہاتھ ڈالا اندر سے غلہ تر محسوس ہوا ظاہر ہے خریداروں کے لئے یہ چیز ایک دھوکے سے کم نہیں کہ اوپر والا خشک ہو اور اندر پانی کی نمی موجود ہے۔ رحمت عالم نے فرمایا۔

"من غش فلیس منا"

"جس نے کاروبار میں دھوکہ دیا وہ ہم سے نہیں"

مال کی خرید و فروخت میں احتیاط:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

البیّعان باالخیار حالم یتفرقا فان ملاقا وبنیا بورک لهما فی بیعهما وان کتما کذبا محقت برکته بیعها　(بخاری مسلم)

"خریدار اور فروخت کنندہ جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں وہ معاملہ کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں پورا اختیار رکھتے ہیں۔ اگر انہوں نے راست بازی اور دوست گوئی سے کام لیا تو ان کے معاملے میں برکت ہو گئی اگر غلط بیانی سے کام لیا تو معاملہ کی برکت ختم ہو جائے گی۔"

کسب حلال کے حصول کی تاکید:-

لایکسب عبد الاحر اما فید صدق منر فیقل منه ولا ینفق منه فیبارک له فیه ولا یترک خلف ظهره الاکان زاده الی النار ان الله لا یحوایسی بایسی ولکین یمعو الیسی باالحسن ان الخبیث لایحو الخبیث

(مصابیح السنہ)

شارع اسلام کا ارشاد ہے:

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص حرام مال کمائے اور اس میں سے صدقہ خیرات کرے، تو وہ عند اللہ قبول کر لیا جائے یا وہ اس سے خرچ کرے تو اس میں برکت ہو جائے"

"وہ ایسے مال کو اگر اپنے پیچھے چھوڑ جائے تو یہ اس کے لئے جہنم کا توشہ ثابت ہوتا ہے، اللہ برائی کی تلافی برائی کے ذریعے نہیں کرتا بلکہ برائی کو اچھائی ہی کے ذریعے مٹایا جا سکتا ہے۔ ناپاک چیز ناپاک چیز کا دفعیہ نہیں کر سکتی۔"

اسلام نے ہر حال میں رزق حلال اور دیانت و امانت کے ذریعے ہی حصول مال کا سبق دیا ہے۔ جھوٹ بول کر سودا بیچنا، ہشیاری کے ذریعے گاہک کو دھوکہ دے کہ سودے کے عیب سے چشم پوشی کرنا، ملاوٹ کر کے پیسے کمانا ٹھیکوں میں ناکارہ اشیاء کا استعمال اور مروجہ چیزوں سے اجتناب جعلی بل بنانا، من گھڑت نمونے بنا کر دھوکہ دینا، کسی کی سادہ لوحی سے ناجائز فائدہ اٹھانا، ایسے تمام ذرائع سے کمائی ہوئی دولت اسلام کے نزدیک جہنم کا ایندھن اور ہمیشہ کے عذاب کا باعث ہے۔

مال حرام پر پلنے والا جسم جہنم کا ایندھن ہے :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان کلایر بو لحم بنت من سحت الاکانت
النار اولی به (ترمذی ونسائی)

"مال حرام پر پلا ہوا گوشت (یعنی جسم) پروان نہیں چڑھتا بلکہ اس
کا اصل ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے۔"

سودی کاروبار کرنے والا خدا سے جنگ کرتا ہے :-

سودی کاروبار، سرمایہ دارانہ نظام کا چربہ ہے۔ معاشرے کی تمام برائیاں سود ہی سے جنم لیتی ہیں۔ دور حاضر میں سودی کاروبار حرام کی کمائی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس سلسلے میں خدائی احکام میں اس کی ممانعت اور اس سے اجتناب کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

○ یاایھا الذین امنو اتقو الله وذرو مابقی من
الربوا (سورۃ بقرہ پ ۳ القرآن)

"اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو، اور سود کا بقیہ چھوڑ دو۔"

دیانتدار تاجروں کے لئے آنحضرت کے ارشاد :-

ترجمہ "سچا اور دیانتدار تاجر قیامت کے دن شہداء اور انبیاء کے ساتھ اٹھایا جائے گا"۔

خوش خلقی کا حکم :-

ترجمہ "خرید و فروخت میں نرمی کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔" (الحدیث)

Scanned with CamScanner

ناپ تول میں کمی کی خدمت:-

ترجمہ "جس کسی قوم میں ناپ تول کی کمی رواج پا جائے تو اللہ تعالی اس سے رزق کو روک دیتا ہے۔" (الحدیث)

قسم کھا کر سودا بیچنے کی ممانعت:-

ترجمہ "جو شخص اللہ کی قسم کھا کر سودا فروخت کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی طرف نظر بھی نہیں کرے گا۔"

"اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو، اور جو کچھ تمہارے مطالبات باقی رہ گئے ہیں۔ ان کو تم اگر مومن ہو تو چھوڑ دو، اگر تم ایسا نہیں کرتے تو تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی وارننگ دی جاتی ہی۔ اگر تم توبہ کرو اور سودی کاروبار سے باز آجاؤ، تو تمہارے اصل زر تمہیں ہی ملیں گے نہ تم زیادتی کرو نہ تمہارے ساتھ زیادتی ہو گی۔ (القرآن)

یایھا الذین امنو لا تاکلو الربوا اضعافا مضاعفته واتقوا الله لعلکم تفلحون

(سورۃ آل عمران پ ۴)

"اے ایمان والو، دوگنا، چوگنا کر کے سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ فلاح یاب ہو سکو"

الذین یاکلون الربو لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس

(سورۃ بقرہ پ ۳)

"سود خور کا حال اس شخص جیسا ہے کہ جسکو شیطان نے اپنے اثر سے مخبوط الحواس بنادیا ہو"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خواروں پر لعنت فرمائی ہے۔

Scanned with CamScanner

لعن رسول الله اكل الربو وموكله وكاتبه وشاہديه وقال ہم سوا (صحیح مسلم)

"سود کھانے والے، کھلانے والے اور اس کی دستاویز لکھنے والے اس پر گواہی دینے والے سب لعنت میں برابر ہیں"

اسلام جو محنت کی عظمت جتلاتا ہے اور محنت کش کو ملکیت اور نفع کی اساس قرار دیتا ہے۔ وہ اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ مزدوروں کے خون پسینہ کو سرمایہ دار کمال حیوانیت سے چاٹتا رہے اور بغیر کسی کاوش بیٹھے بیٹھائے دولت کے محل تیار کرتا رہے۔

سودی نظام کی خرابیاں معاشی نظام کے باب میں موجود ہیں۔

خرید و فروخت میں خوش دلی پر دعا:-

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رحم الله رجلا سمحا اذا باع واذا اشترى واذا اقتضى (بخاری و ترمذی)

"اس شخص پر خدا اپنے رحم و کرم کی بارش کرے جو خرید و فروخت میں خوش دلی، سلیقہ مندی برتتا ہے اور قرض کا تقاضا کرنے میں نرمی سے پیش آتا ہے۔"

من سره ان ينجيه الله من كرب يوم القيمه فلينفس عن معسر او يضع عنه (مسلم)

"جو شخص قیامت کے روز کرب و اضطراب سے بچنا چاہے اسے چاہیے کہ تنگ حال مقروض کی مشکلات رفع کرے یا اس سے جو مطالبہ ہو اس میں کچھ کمی کرے"

من نظر معسرا او وضع له اظله الله يوم القيامه تحت

ظل العرش یوم لاظل الاظلہ (ترمذی)

"جس نے تنگ حال مقروض کو مہلت دی یا اس کے لئے کچھ کمی کر دی اسے اللہ قیامت کے دن عرش پاک کے سائے تلے لے لیگا جبکہ اس دن بجز اس کے کسی کا سایہ نہ ہو گا"

من اخذ اموال الناس یرید اداء ھا ادی اللہ عنہ و من اخذ ھا یرید اتلافھا اتلفہ اللہ (البخاری)

"جو ادا کرنے کی نیت سے لوگوں کا مال قرض لیتا ہو، اللہ اس کی طرف سے ادائیگی کا بندوبست فرمائے گا، جو ادا نہ کرنے اور ہضم کر جانے کی نیت سے لیتا ہو اللہ اس کو بربادی کے حوالے کر دے گا۔"

ایک اور جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض حاصل کرنے والے کے لئے مقررہ وقت پر ادائیگی میں تاخیر کو ظلم قرار دیا۔

مطل الغنی ظلم (بخاری و مسلم)

"مال رکھنے والے کا واپسی قرض میں خواہ مخواہ تاخیر کرنا صریح ظلم ہے۔"

کسب معیشت بذریعہ محنت و مزدوری

تجارت کے بعد کسب معیشت کا اہم ذریعہ مزدوری اور محنت کشی ہے۔ یہ پیشہ کسی بھی سوسائٹی کا لازمی عنصر ہے۔

جس شخص کے پاس کوئی ذاتی مال یا دولت نہ ہو وہ محنت مزدوری کے ذریعے روزگار حاصل کر سکتا ہے۔

اسلام نے جس طرح تاجروں اور سچے کاروباری لوگوں کی فضیلت بیان کی ہے۔ اسی طرح محمدی شریعت میں ایک آجر، مزدور، اور محنت کش کو بھی اعلیٰ مقام سے نوازا گیا ہے۔ ذیل کے صفحات میں اس کی تفصیلات درج کی گئی ہیں۔

Scanned with CamScanner

اسلام اور محنت کش

اسلام کے نزدیک "مزدور اور محنت کش" اتنے بلند مقام پر فائز ہوتا ہے کہ اس کی کمائی اور آمدنی ہر قسم کے تاجر اور کاروباری افراد سے زیادہ بابرکت اور باعث سعادت قرار پاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے ایک مزدور صحابی حضرت سعد انصاری ؓ نے مصافحہ کیا۔ آپ نے صحابی کے ہاتھ میں کھردراپن دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے، حضرت سعد فرمانے لگے "یارسول اللہ میں پتھروں پر پھاوڑا چلاتا ہوں۔ جن کی وجہ سے میرے ہاتھوں پر گٹے پڑ گئے ہیں" ساری انسانیت کے سردار کو اس مزدور صحابی کا یہ لفظ اس قدر پسند آیا کہ آپ نے اس کے ہاتھ کے اس نشان پہ بوسہ دیا، -- آپ نے فرمایا:

مااکل احدکم طعاما قط خیرا من عمل یدہ (صحیح بخاری)

"اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بہتر تم نے کبھی کوئی کھانا نہ کھایا ہوگا۔"

مزدوروں کے حقوق کی پاسداری کے دعوے کرنے والے عہد حاضر کے کسی لیڈر نے کسی مزدور سے اس کی محنت اور عرق ریزی پر اس قدر والہانہ برتاؤ نہ کیا ہوگا۔

جنگ خندق کے موقع پر جب آپ ؐ کے صحابہ ؓ خندق کھودنے میں مصروف تھے تو خود آنحضرت ﷺ بھی اس عمل میں شریک ہوگئے۔ آپ بھی پتھروں پر پھاوڑا چلانے لگے، انسانیت کے سب سے بڑے رہبر نے مزدوری کے کار خیر میں حصہ لے کر جہاں "مساوات" کی عملی تصویر پیش کی وہاں دنیا بھر میں مزدوروں کے لئے ایک سچے اسوہ اور اعلیٰ نمونہ کی بنیاد بھی رکھی۔

آنحضرت ﷺ کا یہ جملہ مزدور کی عظمت اور محنت کی قدردانی پر کتنا واضح ہے۔

اعطوا الاجیر اجیرہ قبل ان یجف عرقہ (بخاری مسلم)

"مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو۔"

Scanned with CamScanner

اس ہدایت میں اسلام نے محنت کش و مزدور کی مادی ضرورت کے ساتھ ساتھ اس کی نفسیاتی ضرورت کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ اس اجرت کی فوری ادائیگی کے ذریعے اسے احساس دلایا گیا ہے کہ تیرے کام کو نہایت اعلیٰ مقام بخشا گیا ہے۔ تجھے وقعت و اہمیت عطا کی گئی ہے، مزدور چونکہ اپنی ضرورت پورا کرنے کا فوری محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے پسینہ کے خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری کا اہتمام کر کے اس کی محنت اور کوشش کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اسے جس وقت اپنے محنت کے پھل کی ضروت ہے۔ اس کے مالک کو اسی وقت اس کی ادائیگی کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح اس کے جذبات میں نشاط اور لگن میں شباب باقی رہتا ہے۔ اسلام فوری اجرت کی ادائیگی کے ذریعے محنت کش کو اپنے کام میں پوری توجہ محنت، لگن اور خوش اسلوبی سے اس کے تمام کام کا پابند بنانا چاہتا ہے۔ اسلام کا تقاضا ہے کہ وہ کسی صورت میں بھی سہل انگاری سے اپنے فرائض میں پہلو تہی نہ کرے۔ احساس ذمہ داری کے ساتھ ساتھ دھوکہ دہی سے اجتناب ایک محنت کش کا اخلاقی فریضہ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ہاتھ کی کمائی اور محنت کشی کی کئی جگہ ترغیب دی۔ آپؐ نے انسانوں کو خودداری اور غربت کا سبق دیا ہے۔ شارح اسلام نے کسی کے سامنے دست دراز کرنے کو انتہائی بری نگاہ سے دیکھا ہے۔ اسی لئے اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیروزگاروں کو روزگار مہیا کرے، ایک آدمی آنحضرت ﷺ سے کچھ مانگنے آیا آپؐ نے اسے ایک درہم عنایت فرمایا کہ اس سے رسی خریدے جنگل سے لکڑیاں چنے اور انہیں باندھ کر شہر لائے، اور اس طرح وہ اپنے قوت بازو کی کمائی سے گزر بسر کرے۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

"لان یاخذ احدکم حبلہ فیحتطب علی ظھرہ فیبیعہ خیرلہ من ان یسال الناس اعطوہ او منعوہ" (بخاری و مسلم)

"یہ بات کہ تم میں سے کوئی رسی لے کر لکڑیاں چن کر اپنی پیٹھ پر
لاد لائے اسے فروخت کر کے گذر بسر کرے اس سے کہیں بہتر ہے کہ
لوگوں سے مانگتا پھرے، کبھی وہ اس کو دے دیں اور کبھی نہ دیں"

محنت کشی کی تلقین:-

اسلام بچوں کی تربیت اور گھریلو مصارف کے لئے مزدوری اور محنت کشی کی خود تلقین کرتا ہے۔ ایک جگہ قرآن کا ارشاد ہے

فاذاقضیت الصلوه فانتشر وفی الارض وابتغوا من فضل الله　(سورۃ جمعہ پ۲۸ القرآن)

"پس جب تم اپنی نماز مکمل کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔"

خدا اپنے بندوں کو عمل پر خود اکساتا ہے۔

"وقل اعملوا فیسری الله عملکم ورسوله والمومنون

(سورۃ توبہ پ۱۱ القرآن)

"کہہ دیجئے کہ عمل کر کے دکھاؤ اللہ اسکا رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے"

ایک دوسری جگہ وضاحت کے ساتھ رزق حلال کی طلب کے لئے زمین میں پھرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه　(سورۃ ملک پ۲۹)

"اس کے اوپر چلو اور اس کی روزی سے کھاؤ۔"

محنت کشوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارات:-

شارح اسلام نے ایک جگہ محنت کشوں کو خدا کا محبوب بندہ قرار دیا ہے۔

ان الله یحب العبد المومن المتحرف　(از تفسیر قرطبی)

اللہ اس بندہ مومن سے محبت کرتا ہے جو کسی پیشے کے ذریعے اپنی روزی کماتا ہو۔

محنت کی قدر و منزلت اسلام کے نزدیک اس سے بھی بلند ہے۔ مزدور کی اجرت کی ادائیگی کے بارے میں اسلام کے احکامات انتہائی تاکید کے حامل ہیں۔ پسینہ خشک ہونے سے پہلے اجرت کی ادائیگی کا حکم ایک اعلیٰ روایت کا آئینہ دار ہے، لیکن اسلام مزدور کے حقوق غصب کرنے والوں اور اس کی اجرت روکنے والوں سے خود لڑائی مول لینے کا اعلان کرتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

قال اللہ عز وجل ثلاثہ انا خصمھم یوم القیمتہ رجل اعطی بی ثم غدر ورجل باع حرا فاکل ثمنہ ورجل استاجر اجیرا فاستوفی منہ ولم یعطہ اجرہ

اللہ عزوجل فرماتا ہے تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن ان سے میں خود نپٹنے والا ہوں ایک وہ شخص جس نے میری قسم کھا کر کسی کو زبان دی اور پھر منحرف ہو گیا۔ دوسرا وہ جس نے آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت وصول کی۔ اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو اجرت پر بلایا اور اس سے پورا کام لینے کے بعد اس کی مزدوری نہ دی۔"

مذکورہ تینوں گناہوں پر غور کرنے سے انسان پر یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ خدا کے ساتھ صریح خیانت اور ایک آزاد انسان کی بے حرمتی اور انسانیت کی توہین اور پھر تیسرا گناہ مزدور کی عرق ریزی اور خون پسینہ کا حق غصب کر جانا ہے۔ یہ بھی آزاد شخص کی قیمت ادا کرنے اور خدا کی حرمت کو توڑنے کی مانند ایک صریح گناہ اور انسانیت سے

Scanned with CamScanner

غداری ہے۔

کسب معاش کے ناجائز ذرائع کی روک تھام

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو حصول معاش میں بھی کھلا نہیں چھوڑا، بلکہ معاشرتی اصلاح کو قائم رکھنے کے لئے ہر شخص کو جو تجارت، ملازمت، مزدوری، زراعت میں کسی بھی ذریعے سے روٹی کمانا چاہتا ہے۔ چند اصولوں کا پابند بنایا ہے۔

غلط طریقے سے مال کے حصول کی ممانعت:-

یایھا الذین امنو لاتاکلوا اموالکم بینکم باالباطل الا ان تکون تجارہ عن تراض منکم ولاتقتلوانفسکم ان اللہ کان بکم رحیما (سورۃ نساء پ۵ القرآن)

"اے ایمان والو! غلط طریقے سے ایک دوسرے کے مال مت کھاؤ، مگر تجارت ہو اپنی رضامندی سے اور اپنی جانوں کو قتل مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر مہربان ہے۔"

مذکورہ خدائی حکم میں لین دین میں باہمی رضامندی، ایک کے فائدے کی صورت میں اور دوسرے کے نقصان کی روک تھام شامل ہے۔

نظام سرمایہ داری پر کاری ضرب:-

والذین یکنزون الذہب والفضتہ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب العلیم (سورۃ توبہ پ۱۰)

"جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردعذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔"

اسلام نے خدا کے راستے میں خرچ کرنے کو مال کے بڑھنے کی ضمانت قرار دیا ہے جبکہ سود میں مال بڑھنے کی بجائے ہر طرح سے خسارہ نمایاں نظر آتا ہے۔ سودی نظام سرمایہ داری قوانین میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اس نظام میں حاجت مندوں اور محتاجوں کے لئے کوئی رعایت نہیں برتی جاتی بلکہ یہ نظام غریب کو غریب سے غریب تر اور امیر کو امیر تر بنا کر چند خاندانوں کو پورے معاشرے پر مسلط کر دیتا ہے۔ جبکہ اسلام میں زکوٰۃ، صدقات او عطیات کی ادائیگی کے حکم سے معاشرہ کے غریبوں اور ناتوانوں کی راحت کا سامان کیا گیا ہے۔

خدا کے راستے میں خرچ کا حکم:۔

ان تبدو الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتوتوھا الفقراء فھو خیر الکم (البقرۃ پ ۳ القرآن)

ترجمہ: "اگر صدقات اعلانیہ دو تو یہ بھی اچھا ہے لیکن اگر چھپا کر دو اور غریب لوگوں تک پہنچاؤ تو یہ زیادہ بہتر ہے۔"

سرمایہ دار اگر نیک کام میں کچھ صرف بھی کرتا ہے، تو بادل ناخواستہ بدتر سے بدتر مال دیتا ہے اور پھر جس کو دیتا ہے۔ اس کی آدھی جان اپنی زبان کے نشتروں سے نکال لیتا ہے۔ اسلام اس کے بالکل برعکس یہ سکھاتا ہے کہ اچھا مال خرچ کرو اور خرچ کر کے احسان نہ جتاؤ بلکہ اس کی خواہش بھی نہ رکھو کہ کوئی تمہارے سامنے احسان مندی کا اظہار کرے۔

انفقو من طیبات ماکسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولاتیمموا الخبیث منہ تنفقون (سورۃ بقرۃ پ ۳)

ترجمہ: "تم نے جو کچھ کیا ہے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے۔ اس میں عمدہ اموال کو راہ خدا میں صرف کرو نہ یہ کہ بدتر مال چھانٹ کر اس میں سے دینے لگو"

لاتبطلو صدقاتکم باالمن والاذی (سورۃ البقرۃ پ ۳)

ترجمہ: "اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر ملیامیٹ نہ کردو۔"

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا O انما نطعمکم لوجه الله لانرید منکم جزاء ولاشکورا (سورۃ دھر پ ۲۹ القرآن)

"اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے لئے تم کو کھلاتے ہیں ہم تم سے کسی جزا اور شکریہ کے خواہش مند نہیں ہیں۔"

جدید دور کے معاشی نظریات

اسلام کے نظام معیشت کا ایک انفرادی پہلو گذشتہ صفحات میں آپ کے سامنے آچکا ہے۔ جس میں ہم نے حصول معاش، ذرائع معاش، امتناعی احکام، کسب معیشت بذریعہ تجارت، ملازمت، زراعت کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ہم اگلے صفحات میں اسلام کے اجتماعی نظم معیشت پر روشنی ڈالیں گے۔

اسلامی مملکت میں اقتصادی اور معاشی اصلاحات کے ذکر سے پہلے جدید دور کے اشتراکی اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت پر بھی مختصر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ ناظرین کو اسلام اور دیگر نظام ہائے معیشت کے مابین موازنہ کرنے میں آسانی رہے۔

سرمایہ دارانہ نظام معیشت:-

جدید دور میں سرمایہ دارانہ نظام معیشت نے یورپ و مغرب میں طویل عرصہ سے

Scanned with CamScanner

اپنا جال پھیلایا ہوا ہے۔ اس نظام میں انسانیت کی تذلیل اور حقارت نے ایسے ایسے کرشمے دکھائے کہ اشتراکی فلسفہ نمودار ہوا سرمایہ داریت کی کوکھ سے کمیونزم کے شعبہ معیشت نے اشتراکی قوانین کا روپ دھار لیا۔ سرمایہ دارانہ نظام کی بے ہنگم روایات سے فسطائیت نے جنم لیا۔ جس کے ذریعے مملکت کے ایسے ایسے اصول وضع کئے گئے۔ جن کے سبب انسانیت سربریت کررہ گئی اور فسطائیت سوشلزم کا دیو قوموں کو نگلنے لگا۔

سرمایہ دارانہ نظام کا مختصر تعارف:۔

لادین اور سیکولر ذہن نے اپنے اپنے ملکوں میں جس معاشی اصطلاح کی داغ بیل ڈالی اس میں یورپ و مغرب کی طرف سے اب سرمایہ دارانہ نظام وضع کیا گیا ہے۔ جس نے کبھی بھی اپنی اپنی مملکتوں کو رعایا کے اصلی حقوق اور معاشی کفالت کے اعلیٰ اطوار سے ہم آغوش نہیں کیا۔ جن ملکوں میں سرمایہ دارانہ نظام کے باوجود رعایا خوشحال نظر آتی ہے۔ وہاں ان ممالک نے دوسرے مذاہب کی بے شمار اعلیٰ روایات کو اپنے اپنے قوانین میں سمو کر ایک معجون مرکب تیار کیا ہے۔ جس کے ذریعے مختلف ادوار میں وہ ممالک اپنے اپنے ملکوں کی معیشت کو سہارا دیتے رہے۔

مثلاً برطانیہ کے نظام معیشت میں بچوں کے وظائف کا تقرر، بے سہارا لوگوں کے لئے سوشل سیکورٹی کا نظام، ٹیکسوں کی صورت میں مالداروں سے دولت کا حصول اور مستحق افراد میں اس کی تقسیم کے یہ تمام اصول اسلام کے ہی معاشی فلسفہ سے ماخوذ ہیں، لیکن برطانوی حکمرانوں نے خلافت راشدہ کی حکومتوں کے ان زریں اصولوں کی ریزہ چینی کرکے اپنی اپنی مملکتوں میں معاشی خوشحالی کے لئے جو راستہ ہموار کیا ہے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اسے بھی سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں سمو دیا گیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام پیوند شدہ نظام ہے۔ جس میں مملکتوں کے اساطین وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ نئے پیش

Scanned with CamScanner

آمدہ مسائل کی اصلاح کے لئے دوسرے مذاہب و معاشی اصلاحات سے خذو افراد اٹھائے ہیں۔ اس طرح سرمایہ دارانہ نظام معیشت نے کئی قوانین کا ملغوبہ بنکر مختلف صورتیں اختیار کرلی ہیں۔

تین اصول:۔

آج کے دور میں سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی عمارت جن اصولوں پر قائم ہے۔ اسلام کے مشہور مفکر مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کے مطابق وہ تین اصول یہ ہیں۔

○--- تمام ذرائع پیداوار افراد کے ہاتھوں میں اس طرح آزاد ہوں کہ انکا مفاد مخصوص افراد کے حق میں ثابت ہو، نہ کہ اس میں جماعت اور سماج کا مفاد ملحوظ خاطر رکھا گیا ہو۔

○--- پیداوار نجی مفاد کے اصول پر ہو اس میں عوام کی ضروریات کی بجائے ذاتی اغراض و مقاصد کو محور بنایا گیا ہو۔

○--- ہر دو مقاصد کی تکمیل کے لئے ایسے طرز حکومت کی بنیاد رکھی جائے جس میں قوانین کے ذریعے سرمایہ داری اور سرمایہ داروں کی حفاظت کی جائے۔

کسب معیشت بذریعہ زراعت

گذشتہ صفحات میں کسب معیشت بذریعہ تجارت و مزدوری کا ذکر آچکا ہے۔ ہر قسم کی ملازمت بھی ایک قسم کی مزدوری اور محنت کشی کے زمرہ میں آتی ہے۔ اس لئے اب ہم کسب معیشت بذریعہ زراعت کا تذکرہ کریں گے۔ جس میں اسلام میں اراضی کی پیداوار، اور اس کا شرعی حکم پیش کرکے یہ بات واضح کریں گے کہ تجارت، محنت کشی اور زراعت حصول معیشت کے بہترین ذرائع ہیں اگر ایک انسان جوان حدود کے دائرے میں

Scanned with CamScanner

تینوں ذرائع میں سے کسی بھی ذریعے سے رزق کماتا ہے تو اس کا رزق کمانا بھی خدا کی عبادت میں شامل ہو گا۔ اسلام نے صرف تسبیح واذکار ہی کو عبودیت الٰہی کا محور نہیں بتایا بلکہ دنیوی ضروریات بھی اگر خدائی احکامات کی روشنی میں حاصل کی جائیں تو یہ بھی بہت بڑی عبادت کے زمرہ میں شمار ہو نگی۔

ہم یہاں زمین کے بارے میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو فرامین پر اکتفا کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من عمر ارضا لیست لاحد حق بہا (کتاب الخراج ص ٦٦)

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا

من احیاء ارضا میتا فھی لہ

"جس نے مردہ (بنجر) زمین کو آباد (زندہ) کیا وہ اس کا مالک ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصولوں کی روشنی میں دنیا بھر میں اگر بے آباد زمینوں کو کاشتکاروں اور کسانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک طرف جہاں دنیا بھر سے جاگیرداری نظام کا خاتمہ ہو گا۔ دوسری طرف سلطنت کی کوئی زمین بے آباد نہیں رہے گی۔ بعض مواقع پر مختلف افراد میں تقسیم کرنا بھی مملکت کے مفاد میں ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے اسی اصول کے تحت مدینہ منورہ کے ایک علاقہ میں حضرت بلالؓ کو ایک قطعہ زمین عطا کی تھی، تین سال بعد جب اس زمین کی کاشت شروع نہ ہو سکی تو یہ واپس لے لی گئی۔ اسلام کے نظام زراعت کے تمام اصول مملکت کی آبادکاری میں حکومتی سطح پر بے انتہا مراعات کی فراہمی اور کسانوں کے لئے خصوصی امداد کے بھی شواہد ملتے ہیں۔

اسلامی حکومت کو خود انحصاری کی پالیسی کی تکمیل کے لئے مملکت کے ہر ہر گوشے کو زراعت سے آباد کرنا ضروری ہے۔ اشیاء خوردنی کی فراہمی کے لئے مختلف مواقع پر

Scanned with CamScanner

زمینداروں پر کی حوصلہ افزائی ضروری ہے۔

یکم ہجری کو فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں معیشت کی فراوانی کا آغاز ہوا۔ اس دوران زمینوں کی کاشت اور زرعی پیداوار کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ آنحضرت ﷺ کے بعد دور خلافت میں زرعی ترقی کے بڑے بڑے منصوبے بنائے گئے۔ راقم نے اپنی کتاب خلافت و حکومت میں خلفاء راشدین کے دور کی زرعی پیداوار کی تفصیل بیان کی ہے۔ یہاں ان شواہد میں سے چند اصلاحات کو نقل کیا جاتا ہے۔

زکوۃ اور عشر کا قانون:-

۸ ھ میں فتح مکہ کے بعد ایسا وقت بھی آگیا کہ خدا نے معیشت کے دروازے کھول دیئے۔

زمین کی کاشت اور گھوڑے پالنے کی سکیم

خلافت راشدہ کی حکومت مملکت کے ایسے افراد کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی کرتی تھی۔ جن کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ کسی پیداواری سکیم میں مصروف ہیں۔ نافع بن حارث نے بصرہ کے شط العرب کے ایک میدان میں گھوڑے پالنے اور ان کی نسل کشی کا کام شروع کیا تھا۔ انہوں نے ان گھوڑں کے چارہ کے لئے کاشت شروع کی لیکن وہ زمین غالباً ریاست کی ملکیت تھی، لہٰذا انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ قطعہ زمین ان کو عطا کر دیا جائے۔ آپ ؓ نے انکی یہ درخواست منظور کرلی اور اس علاقے کے گورنر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ایک حکم نامہ بھیجا۔ جس کا پورا متن درج کیا جاتا ہے۔ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیداواری منصوبے کا سراغ ملتا ہے۔

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من عبداللہ عمر امیر المومنین الی مغیرہ بن شعبتہ سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ہو امابعد ! فان ابا عبداللہ ذکر انہ زرع بالبصرہ فی امارہ ابن غزوان واختلی اولاد الخیل حین لم یفتلھا احد من اھل البصرہ وانہ نعم ما رای فاعنہ علی زرعہ وعلی حیلہ فانی قد اذنت لہ ان یزرع وایتہ ارضہ التی زرعی الاان تکون ارضا علیھا الجزیرہ من ارض الاعاجم و بصرف الیھا ماء ارض علیھا الجزیہ ولا تعرض لہ الابخیر والسلام علیک ورحمت اللہ"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، خدا کے بندہ عمر امیر المومنینؓ کی جانب سے مغیرہؓ بن شعبہ کے نام، تم پر سلام ہو، میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ ابو عبداللہ نے بتلایا کہ اس نے ابن غزوان (نافع بن حارث) کے دور امارت میں بصرہ کے علاقہ میں کاشت کی اور نسل کشی کے لئے گھوڑے پالے۔ جبکہ بصرہ کے کسی دوسرے شخص نے یہ کام نہ کیا تھا۔ اس نے بہت اچھا کام کیا، للذا تم

اس کی کاشت اور گھوڑے پالنے کی مدد کرو کیونکہ میں نے اس کو کاشت کرنے کی اجازت دے دی ہے اور اسے اس کی وہ زمین دے دو، جس پر اس نے کاشت کی ہے۔ ہاں! اگر وہ عجمی باشندوں کی زمینوں میں سے کوئی زمین ہو، جس پر خراج عائد ہو، اس کی بحالی کے لئے کسی ایسی زمین سے پانی لایا جاتا ہو، تو پھر بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

(والسلام)

خلافت راشدہ کے پورے دور میں زکوٰۃ و عشر، لگان، جزیہ، خراج، غنیمت کے علاوہ کاشت کاری، زراعت، باغات، بکری اور گھوڑوں کے بیش بہار یوڑوں کے ذریعے آمدنی حاصل کی جاتی رہی۔

زرعی ترقی کے لئے نہروں کی تعمیر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی مملکت کے مختلف صوبوں میں متعدد نہریں تعمیر کی گئیں۔ بصرہ کے والی حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ نے آپ ؓ کے حکم پر ایک نہر تعمیر کرائی جو ایلہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ (فتوح البلدان صفحہ ۳۵۱) انبار کے زمینداروں کے مطالبے پر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے ایک نہر کی تعمیر شروع کی۔ جسے بعد میں حجاج بن یوسف کے دور میں مکمل کیا گیا۔ دجلہ سے نہر معقل نکالی گئی، حضرت معقل ؓ نے اس نہر کا آغاز کیا تھا۔ (فتوح البلدان صفحہ ۳۵۲) اور انہی کے نام سے مشہور ہو گئی۔ خلفاء راشدین ؓ کے دور کی شروع کردہ نہروں کی کھدائی کے بعد کے دور میں بھی جاری رہی۔

Scanned with CamScanner

عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں سب سے بڑا ڈیم

تاریخ پر غائرانہ نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین ؓ میں سب سے زیادہ پیداواری ترقی حضرت معاویہ ؓ کے دور میں ہوئی۔ آپ ؓ نے سب سے زیادہ زرعی ترقی پر توجہ دی۔ حضرت معاویہ ؓ کے دور میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ایکڑ اراضی کاشت کے قابل قرار پائی۔ مدینہ کے قرب و جوار میں نہر کظامہ، نہر ازرق اور نہر مشد حضرت معاویہ ؓ کی یادگار ہیں۔ (وفاء الوفا للسمہودی جلد ۲، صفحہ ۱۱۷)

بخارا کے کوہستانی علاقہ میں حضرت معاویہ ؓ کے حکم سے عبیداللہ بن زیاد نے ایک نہر کھدوائی یہاں پہاڑوں کی کھائیوں کے اردگرد بند بندھوا کر ایک بڑا ڈیم تعمیر کیا گیا جو ضرورت کے وقت ہزاروں ایکڑ اراضی کی سیرابی کے کام میں لایا جاتا۔

((وفاء الوفا للسمہودی جلد ۲، ۳۴۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دجلہ کے قریب ایک نشیبی علاقہ میں دنیائے اسلام کا ایک بہت بڑا ڈیم تعمیر کیا، اس علاقہ سے ریاست کو پچاس لاکھ درہم سالانہ خراج وصول ہونے لگا، ڈیموں کی تعمیر کا اصل منصوبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوا تھا۔ سب سے پہلے آپ ہی نے مکہ کے لئے ایک چھوٹا سا ڈیم تیار کیا۔ آب پاشی کے اس اہم منصوبے کی سب سے زیادہ ترقی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی، اس کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ جس کو علامہ سمہودی نے وفاء الوفا میں نقل کیا ہے۔

"پانی کی فراوانی سے زرعی ترقی کمال کی حد تک پہنچ گئی، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں صرف مدینہ کے قرب و جوار میں نہروں سے "ڈیڑھ لاکھ وسق جو" اور "ایک لاکھ وسق گندم" پیدا ہوتی تھی۔"

صرف دو ملکوں کی زراعت سے نو (9) کروڑ کا منافع

خلافت راشدہ کے دور میں سادہ معیشت، زراعت، تجارت اور دست کاری پیداوار کے اہم ذرائع تھے۔ یہ دور ٹیکنالوجی، صنعتی اور مشینی آلات سے عاری تھا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں ایک طرف زمینیں کاشت کے لئے محنت کشوں کو دے کر اس کا ایک حصہ حکومت وصول کرتی تھی، دوسری طرف جنگلات اور دریائی جھیلوں کو ٹھیکہ پر دیا جاتا تھا۔

خلفاء کی ابتداء سے یہ کوشش ہوتی تھی کہ ریاست کی کوئی زمین بے کار نہ پڑی رہے۔ محنت کشوں میں اسے تقسیم کر کے ملکی پیداواری میں اضافہ کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب شام اور عراق کے علاقے فتح ہوئے تو ان کی تمام زمینوں کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا تھا۔ فتوح البلدان میں علامہ بلاذری نے اور احکام السلطانیہ میں ماوردی اور کتاب الخراج میں قاضی ابویوسف نے تفصیل کے ساتھ اس عنوان پر بحث کی ہے۔

> "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دو ملکوں کی زمینوں کی کاشت کے لئے سرکاری کارندے مقرر کیئے۔ ان زمینوں سے بیت المال کو کبھی نو (۹) کروڑ، سات (۷) کروڑ اور ایک روایت کے مطابق چار (۴) کروڑ درہم سالانہ آمدن ہوتی تھی۔

عہد عثمانیؓ میں اس کی آمدنی پچاس کروڑ تک پہنچ گئی

علامہ ماوردیؒ کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں یہ فیصلہ کیا کہ ان زمینوں کو بطور جاگیر مختلف افراد کے سپرد کر کے ان سے سالانہ ٹھیکہ وصول کیا جائے۔ تو

Scanned with CamScanner

زیادہ منافع بخش رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا' اس طرح ان زمینوں سے بیت المال کو ہونے والی آمدنی بڑھ کر پچاس کروڑ درہم سالانہ تک پہنچ گئی۔

(ماوردی الاحکام السلطانیہ' باب نمبر ۱۷' بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت جلد ۲' صفحہ ۶۸)

اس قسم کی زمینوں کا ذکر کرتے ہوئے یحییٰ بن آدم القریشی نے لکھا:

"جس نے کہا یہ زمینیں سارے مسلمانوں کی ملکیت ہیں' ان کا بندوبست خلیفہ کی صوابدید پر موقوف ہے' اگر وہ چاہے تو انہیں کسی ایسے شخص کے سپرد کر دے جو ان میں کاشت کرے اور اس کے عوض مسلمانوں کے بیت المال کا مالیہ ادا کرے اور جو باقی بچے وہ اس کا ہو گا۔ اگر خلیفہ چاہے تو اس زمین پر مسلمانوں کے بیت المال میں سے خرچ کر کے کسی شخص کو ملازم رکھ لے' جو اس پر (اجرت کے ساتھ) کام کرے یا ایسی زمینوں کو اگر خلیفہ چاہے تو کسی فرد کو بطور جاگیر دے دے جس نے مسلمانوں کی کوئی نمایاں خدمت کی ہو۔

(از کتاب الخراج' قاضی ابو یوسف)

بیت المال کی مملوکہ زمینوں کے سلسلے میں ابوالحسن علی ماوردی "احکام سلطانیہ میں لکھتے ہیں:

"امام کو زمینوں کے بارے میں موزوں ترین طریقہ کے انتخاب کا اختیار ہے کہ وہ چاہے تو بیت المال کے خرچ سے کاشت میں لائے جیسا کہ عمرؓ نے کیا تھا یا کسی محنتی اور صاحب صلاحیت فرد کو کاشت کے لئے منتخب کرے' جو اس کے عوض سالانہ خراج ادا کرے گا۔ اس خراج کی مقدار پیداوار کی قلت اور کثرت کے لحاظ سے مقرر کی جاتی رہے گی۔

Scanned with CamScanner

جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ (یہی دو طریقے خلافت کے پورے دور میں رائج رہے) (احکام سلطانیہ باب نمبر ۱۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں زمین کی پیداوار کی بنیاد پر پوری ریاست خود کفیل ہو گئی تھی۔ بعد میں ریاست کو اپنی مملوکہ دوکانوں اور مکانات کے کرایہ کی آمدنی بھی ہونے لگی تھی۔

زرعی آلات کی فراہمی

ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات زمین کے علاوہ ہل، بیل اور بیج بھی حکومت کی طرف سے فراہم کیا جاتا تھا۔ کاشتکار سے پیداوار کا ایک حصہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعلی بن امیہ کو یہ خط لکھا تھا:

"ان لوگوں کو زمینیں اس شرط پر کاشت کیلئے دیں کہ اگر بیل، بیج اور لوہا (یعنی ہل) عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے فراہم کیا جائے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ کا حصہ دو تہائی ہو گا اور ان کا حصہ ایک تہائی ہو گا۔ اگر بیل، بیج اور لوہا ان کا ہو گا تو نصف پیداوار عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ہو گی اور نصف ان لوگوں کے لئے۔"

(ابو جعفر طحاوی شرح معانی الاثار، جلد ۲، صفحہ ۲۶۱ بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت صفحہ ۷۰)

جنگلات کو ٹھیکہ پر دینا

خلافت راشدہ کے دور میں جنگلات کو جن میں بانس اور نرکل پائے جاتے تھے ٹھیکہ پر دینے کی مثال بھی موجود ہے۔

"ہمیں علیؓ بن ابی طالب کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپ نے

برس کے جنگل کا معاوضہ چار ہزار درہم (سالانہ) مقرر کیا تھا اور ان ٹھیکیداروں کو ایک تحریر چمڑے پر لکھ کر دی تھی۔ در حقیقت آپ نے لوگوں کو جنگلی بانس اور نرکل ٹھیکہ پر دیا تھا۔"

(کتاب الخراج صفحہ ۱۰۴، بحوالہ اسلام کا نظریہ ملکیت صفحہ ۲۱۷)

زمین کو کاشت کے لئے مفت دینے کی مثال

حضرت عمرؒ بن عبد العزیز کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک گورنر کو یہ لکھا:

"جس زمین کو کوئی بھی لینے کے لئے تیار نہ ہو، اسے مفت کاشت کرنے کے لئے دو، اگر کوئی اس پر تیار نہ ہو، تو ایسی زمینوں پر بیت المال کے خرچ سے کاشت کراؤ اور تم کسی سے زمین زبردستی نہ چھینو۔"

(کتاب الخراج صفحہ ۶۲)

حضرت عمرؒ بن عبد العزیز کا منشا یہ تھا کہ ریاست کی کوئی زمین خالی نہ پڑی رہے اور اس طرح مملکت کی مجموعی پیداوار میں اضافہ ہوتا رہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کو مضبوط کرنے کے لئے جس نظام نے جنم لیا اس کو جدید دور کی اصطلاح میں "فسطائیت" کہا جاتا ہے۔ اس نظام میں مذہب اور اخلاقی اصولوں سے ہٹ کر انسان کی جملہ ضروریات کی تکمیل کے لئے سرمایہ داروں اور ان کے مفاد ہی کو حرف آخر قرار دیا گیا ہے۔

فسطائیت کے اس نظام کے آغاز اس کی گرتی ہوئی تہذیب و ترقی اور اس کی کامیابی و ناکامی کے بارے میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کا معلومات افزاء تجزیہ من و عن نقل کیا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

یورپ میں تقریباً پندرہویں صدی عیسوی سے دور جہالت ختم اور دور علم و ترقی شروع ہو گیا تھا اور بعض یورپین حکومتیں دنیا کی جدید دریافت اور حصول زوال کے لئے ادھر ادھر تگ و دو میں منہمک نظر آنے لگی تھیں۔ اس وقت انگلستان میں جاگیرداری اور شاہی استبدادیت کا دور دورہ تھا۔ مگر آہستہ آہستہ تجارتی اور کاروباری طبقہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا اور بعض سیاسی حالات نے ان کی قوت کو اور زیادہ مضبوط بنا دیا تھا اور وہ ملک کی بہت بڑی طاقت سمجھے جانے لگے تھے۔ ان کا بیشتر کاروبار "اون کی تجارت" تھا۔ خاندان اسٹوارٹ جب انگلستان پر حکمران ہوا تو اس نے تاجروں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خائف ہو کر تجارت پر قانونی پابندیاں عائد کرنی شروع کر دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ تاجر پیشہ طبقہ بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور ۱۶۴۴ء میں انگلستان کی مشہور خانہ جنگی میں انہوں نے فتح پائی اور جاگیرداری کا خاتمہ کر دیا اور شاہی نام کو برقرار رکھتے ہوئے شاہی اقتدار کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب ان کو اپنی تجارت کو فروغ دینے کا کافی موقعہ میسر آیا اور قوانین حکومت کے ذریعے ان کو بیش از بیش مدد ملی۔

اگرچہ انگلستان کے اس دور میں جاگیرداری سسٹم ختم ہو چکا تھا مگر تجارت کے اس دور میں تجارت کا مفہوم عوام کی فلاح و بہبود نہ تھا بلکہ مخصوص افراد اور خاص طبقہ کی برتری تھا۔ اس لئے اس طبقہ نے ذاتی اور نجی کارخانے کھول کر دولت کمانی شروع کی اور قوانین کی مدد سے اس کو ترقی کے ممکن ذرائع بہم پہنچائے لیکن ابھی تک چونکہ کارخانوں میں صرف ہاتھ ہی سے کام ہوتا تھا۔ اس لئے آمدنی بھی محدود ہوتی تھی اور مال بھی حسب ضرورت تیار نہ ہو پاتا تھا اور دولت و سرمایہ کے بیوپاری فراوانی دولت کے دوسرے بہترین ذرائع کے لئے بیقراری کے ساتھ متلاشی نظر آتے تھے۔

تقریباً ڈیڑھ سو برس بعد یعنی اٹھارہویں صدی کے آخر میں مشینوں کی ایجاد شروع ہو گئی اور اب دستی کارخانوں کی جگہ مشینری نے لے لی اور اس طرح ان تاجروں اور

سرمایہ داری کے مخصوص طبقہ نے دولت کے بیشمار خزانے حاصل کرنے شروع کر دیئے۔

یہ ایک قدرتی بات تھی کہ جب مشینوں کے ذریعہ کام شروع ہو گیا تو دست کاروں پر آفت نازل ہو گئی اور چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں کو اپنا کام بند کر دینا پڑا اور افلاس کی مصیبت سے محفوظ رہنے کے لئے مشینی کارخانوں میں ایک مزدور کی حیثیت سے وہ اپنی "محنت" کو کم سے کم قیمت پر بیچنے کے لئے مجبور ہوئے اور کارخانہ دار ہونے کی بجائے مشین مالک کے غلام بن کر رہنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

اس واقعہ سے ہٹ کر پھر ایک مرتبہ چودھویں صدی عیسوی کی طرف نظر ڈالیے۔ انگلستان میں اون کی تجارت کے فروغ پا جانے سے زمینداروں کی فراوانی دولت کے لالچ نے مجبور کیا کہ وہ کاشتکاروں سے زمینیں خالی کرائیں اور ان میں "باڑے" قائم کر کے بھیڑوں کی پرورش کریں تاکہ اون کی تجارت سے فائدہ اٹھائیں۔ جو زمینداری آمدنی کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ یہ وباء اس قدر پھیلی کہ ہزاروں لاکھوں کسان افلاس اور بھوک کا شکار ہو گئے اور بے کاری ترقی پانے لگی۔

اب جبکہ مشینوں کا دور شروع ہوا تو زمینداروں نے کاشت بھی مشینوں کے ذریعہ شروع کر دی اور کسانوں کی رہی سہی معاشی بیل کو اس طرح ختم کر دیا گیا اور اب ان کے لئے بجز غلامانہ مزدوری کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا اور پھر بھی ایک بہت بڑی تعداد کی قوت لایموت کے لئے سامان مہیا نہ ہو سکا اور طرفہ یہ کہ مشینوں کے اس صنعتی انقلاب نے ان دونوں "کاریگروں" اور "کسانوں" کو دیہات و قصبات کی آزاد اور پر فضا زندگی کو خیر باد کہہ کر شہروں کے غلیظ اور گندے مقامات میں غلام کی طرح آباد ہونا پڑا۔

صنعتی انقلاب کا یہ وہ ابتدائی دور تھا۔ جس میں فیکٹریوں کے متعلق نہ قوانین تھے اور نہ مزدوروں کی ترقی یافتہ یونین تھیں۔ لہٰذا سرمایہ داروں نے من مانی حکومت کی اور اپنی فراوانی دولت کے لئے مزدوروں پر بے پناہ مظالم روا رکھے۔ ان سے چودہ سے لے کر

Scanned with CamScanner

سولہ سترہ گھنٹہ تک عموماً کام لیا جاتا اور بعض اہم کاموں کے موقع پر مسلسل بیس سے تیس گھنٹہ تک بھی ان کو مصروف رہنا پڑتا تھا اور اس طرح ضعیف و ناتواں افراد بہت جلد موت کے منہ میں چلے جاتے تھے۔ طرفہ تماشایہ کہ اس بہیمانہ محنت کرانے کے بعد ان کو کم سے کم اجرت دی جاتی تھی۔ اور رہنے کے لئے ایک چھوٹی کوٹھڑی یا ایک ایسا کمرہ دیا جاتا تھا جس میں بہ مشکل لیٹنے کے لئے جگہ میسر آسکتی تھی اور غلاظت، عفونت اور کمروں میں ہوا کے نفوذ کے لئے جگہ نہ ہونے کی وجہ سے جہنم زار بنے ہوتے تھے۔

سرمایہ داری کا یہ وہ بھیانک نقشہ ہے جو سب سے پہلے انگلستان میں بروئے کار آیا اور اس کے بعد یورپ کی تمام حکومتوں پر اصول بن کر چھاگیا۔ چونکہ سرمایہ داری کے اس سسٹم میں مفاد عامہ اور عوام کی فلاح و بہبود کا کوئی سوال نہ تھا بلکہ ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر تمام ذرائع پیدائش کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے خاص کر لیا جاتا تھا۔ اس لئے فیکٹریوں اور مشینوں میں جو سامان تیار ہوتا تھا وہ کم سے کم اجرت دے کر زائد سے زائد مال تیار کرانے اور ذاتی فائدہ حاصل کرنے کے اصول پر عالم وجود میں آتا تھا۔ اس لئے گوداموں میں مال کی فراوانی ہونے لگی اور نکاسی کی محدود راہوں کی وجہ سے مال ضائع ہونے لگا۔ نیز اس فراوانی ہونے سے مزدوروں اور غریبوں کو مطلق فائدہ نہ پہنچا اور وہ اپنی ضروریات کے لئے ان چیزوں کی خریداری سے اب بھی اسی طرح محروم رہے۔ جس طرح مال کے بنانے کے ابتدائی دور میں تھے۔

لہٰذا سرمایہ داری کے اس بھوت نے دوسرے ممالک پر لالچ اور حرص و آز کی نگاہ ڈالنی شروع کردی اور "ہل من مزید" پکارتے ہوئے ان کو محکوم بنانے کے لئے قدم آگے بڑھایا اور اپنی جوع الارض (زمین کی بھوک) کو پورا کرنے کے لئے اپنے ملک کے آزاد کاروباری لوگوں کو غلام بنانے کے بعد کمزور ملکوں اور قوموں کو غلام بنانا شروع کردیا اور اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں افریقہ جیسے براعظم میں یورپین نوآبادیات کا سلسلہ

Scanned with CamScanner

شروع ہو گیا اور ہندوستان جیسا بڑا ملک بھی آخر اسی استعمار کی نظر ہو گیا اور اس تھوڑے سے عرصہ میں ساری دنیا ایک طرح انگلستان کے سرمایہ داروں کی خصوصاً اور دوسری سرمایہ دار طاقتوں کی عموماً تجارتی منڈی بن گئی۔

ذرائع پیداوار کو مخصوص طبقے کی ذاتی ملکیت قرار دینے اور عوام کی بہبودی سے قطع نظر ان کی پیداوار کو نجی اور انفرادی مفاد کی بھینٹ چڑھا دینے کا یہ سسٹم اب بھی مطمئن نہیں ہے اور اب خود آپس میں دست بہ گریباں نظر آتا ہے۔ ہر ایک ملک اپنی اس تجارتی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے جانا چاہتا ہے۔ اور اس دوڑ میں آزاد قوموں کو غلام بنانے، تباہ و برباد کرنے اور صفحہ دنیا سے مٹا دینے کو بھی اپنا جائز حق تصور کرتا ہے۔

جرمنی، اٹلی، انگلستان، فرانس، جاپان، امریکہ وغیرہ فاشسٹ حکومتوں کی اس سابقت میں عراق، البانیہ فلسطین، چیکوسلواکیہ، میمل، چین اور خود فرانس کا جو حشر ہوا اور ہو رہا ہے وہ اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے۔

وہ مزید لکھتے ہیں

اس تفصیل سے اب آپ بخوبی اندازہ کر سکیں گے کہ "سرمایہ داری نظام" نسطائیت کیا ہے؟ اور یہ کس طرح آہستہ آہستہ عوام کی تباہی و بربادی کا باعث بنتا اور امن عامہ کو جنگ کی شعلہ زار ہولناکیوں میں ڈال کر خاکستر بنا دیتا ہے۔ یہ شروع میں تو اپنی شکل و صورت کو جمہوریت کی نام نہاد شکل و صورت میں چھپا کر دنیا کے سامنے آتا اور فریب دے کر عوام کو تباہ کرتا ہے۔ جیسا کہ انگلستان اور امریکہ میں نظر آتا ہے اور جب اس کا مفاد اس شکل و صورت میں خطرہ میں پڑنے لگتا ہے تو صاف کھل کر خالص آمریت (ڈکٹیٹر شپ) کے اصل رنگ و روپ میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ جرمن، اٹلی اور جاپان میں ہو رہا ہے۔ اس لئے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ یہ جمہوری حکومتیں فیسزم (نسطائیت) سے الگ کوئی چیز ہیں بلکہ ڈکٹیٹری ہو یا موجودہ جمہوری نظام، ان سب

Scanned with CamScanner

میں وہی سرمایہ دارانہ نظام کارفرما ہے اور ان سب کے پیش نظر یہی ایک مقصد ہے۔

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قباء میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق!
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری
اس سراب رنگ و بو کو گلستان سمجھا ہے تو
آہ اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

(اقبال مرحوم)

سرمایہ دارانہ نظام اور اسلام کے معاشی قوانین کا تقابلی جائزہ:-

فسطائیت کے سرمایہ دارانہ نظام کے مختصر تعارف کے بعد اب ہم مولانا حفظ الرحمن کے انداز میں اسلام کے ساتھ اس کی معاشی اصلاحات کا موازنہ کریں گے۔

اسلام کا اقتصادی نظام	فسطائی اقتصادی نظام
(ا) دولت و ذرائع دولت کا مخصوص طبقہ میں محدود ہونا حرام ہے۔	(ا) دولت و ذرائع دولت کا مخصوص طبقہ کی انفرادی و اجتماعی اغراض کے لئے ہونا ازبس ضروری ہے۔

اسلام کا اقتصادی نظام	سلطانی اقتصادی نظام
(۲) انفرادی ملکیت محدود ہے۔	(۲) انفرادی ملکیت لامحدود ہے۔
(۳) انفرادی ملکیت اجتماعی حقوق کے زیر اثر ہے۔	(۳) انفرادی ملکیت اجتماعی حقوق اور مفاد عامہ سے مستغنی و بالاتر ہے۔
(۴) اقتصادی نظام کی بنیاد عوام کے مفاد پر قائم ہے۔	(۴) اقتصادی نظام کی بنیاد مخصوص افراد اور خاص طبقہ کے مفاد پر قائم ہے۔
(۵) عام معاشی خوشحالی ضروری ہے۔	(۵) عوام کی معاشی تباہی و کساد بازاری اس کا لازمی نتیجہ ہے۔
(۶) معاشی دستبرد کے ذریعہ حاکمیت و محکومیت اقوام لعنت ہے۔	(۶) معاشی دستبرد کے ذریعے غلام اور اقوام کی محکومی لازمی و ضروری ہے۔
(۷) اکتناز (جمع خزانہ) و احتکار (اجتماعی حقوق سے باز رہنا) کی مطلق گنجائش نہیں۔	(۷) اکتناز و احتکار ضروری اور موجب سعادت امور ہیں۔
(۸) نسلی، خاندانی، طبقاتی اور جغرافیائی امتیازات اس سلسلہ میں قابل تسلیم نہیں۔	(۸) نسلی، جغرافیائی اور طبقاتی امتیازات ضروری ہیں۔

Scanned with CamScanner

اشتراکیت کا نظام :-

جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں بھی عرض کیا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی قباحتوں کا سب سے پہلا شاہکار مزدوروں اور غریبوں پر توڑے جانے والے بے پناہ مظالم ہیں جنہوں نے سرمایہ دارانہ نظام کی کوکھ سے "اشتراکیت" کو جنم دیا۔

جب آپ کسی کے حق کو سلب کرنے میں ڈھٹائی سے کام لیں گے، اور تمام جائز راستے مسدود کریں گے تو رد عمل کے طور پر انتہائی اقدام عمل میں آئے گا، سرمایہ دارانہ مظالم کے خلاف جب حقوق کی صدائیں بلند ہوئیں بغاوتیں اٹھیں۔ ۱۹ ویں صدی کے آغاز ہی میں روس میں سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف کارل مارکس نے سوشلزم کی بنیاد رکھی، کارل مارکس کے نظریہ سوشلزم میں جو اقتصادی نظام وضع کیا گیا وہ سرمایہ دارانہ نظام کے بالکل برعکس تھا۔ کارل مارکس کا دعویٰ تھا کہ وہ مزدوروں، محنت کشوں کسانوں اور مظلوم طبقوں کے حقوق کا علمبردار ہے، لیکن اس معاشی فلسفے نے بھی بالآخر انسانوں کو ذلت و حقارت کی ایسی گہرائی میں اتار دیا کہ ایک صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ اس نظریہ کو روس ہی میں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اس نظریہ کے علمبرداروں نے اپنے ہاتھوں سے لینن اور کارل مارکس کے مجسمے پیوند زمین کر دیئے۔ روس جیسا دیو ہیکل ملک اپنی یونٹی قائم نہ رکھ سکا۔ اس طرح اشتراکیت کا فلسفہ جدید معاشی ضروریات کی تکمیل نہ کر سکا۔

کمیونزم کے شعبہ معاشیات کو سوشلزم کا نام دے کر جس نئے معاشی پیکج کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ ہم ذیل میں یہاں بھی اسلام کے ساتھ اس کا موازنہ کر کے نئی نسل کو اسلام کی معاشرتی برتری کے اصول سمجھانا چاہتے ہیں۔ کارل مارکس کے کچھ معاشی اصول ہیں۔ جن میں وہ اسلام کے ساتھ مشترک ہیں جبکہ دو اصولوں میں دونوں کا نقطہ نظر جدا جدا ہے۔

Scanned with CamScanner

ہمارے خیال میں لینن اور مارکس کے نظریہ اشتراکیت کی ابتدائی دو چیزیں وہی ہیں۔ جن کو دونوں اشتراکی دیوتاؤں کی پیدائش سے بھی ایک صدی قبل حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی معرکتہ الاراء کتاب "حجتہ اللہ البالغہ" کے باب میں "ر بسفا الرزق" میں بیان کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے فلسفہ معاشیات کو جاننے والا اس حقیقت سے واقف ہے کہ جدید دور میں اسلام کی معاشی ضروریات اور صنعتی انقلاب میں پیش آنے والے معاشی مسائل کا حل انہوں نے کارل مارکس اور لینن سے طویل عرصہ قبل ہی دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا جبکہ لینن کا اصول زن، زر، زمین کے اشتراک کا فلسفہ بھی ایران کے مزدک بادشاہ کے اصولوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ کارل مارکس نے سرمایہ دارانہ نظام کے مظالم سے پسے ہوئے انسانوں کے ایک بڑے طبقے کے سامنے جن معاشی اصولوں پر اپنی نظریہ کی بنیاد رکھی۔ وہ اصول اسلام کے معاشی قوانین کا چربہ ہیں کارل مارکس نے خدا کا انکار کر کے خدائی کے قوانین کی بنیاد پر جس نظریہ کو فروغ دیا۔ اس میں بڑی ٹھوکر کھائی۔

جس انسان کی فطرت کا خیال کر کے اس کے خالق نے اس کے لئے معاشی قوانین وضع کئے۔ اس میں کتر وبیونت اور تحریف کے بعد دو چار جزئیات کی بنیاد پر ایک نظریہ کی بنیاد رکھ کر وقتی طور پر تو انسانیت کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے اور کچھ عرصہ کے لئے تو خالق حقیق سے بغاوت اپنا اثر دکھا سکتی ہے لیکن جب انسانیت اپنے اصل کی طرف جھانکتی ہے تو وہ اپنے حقیقی مالک کی طرف لوٹ آتی ہے۔

کمیونزم کی روس میں شکست کے بعد آج جس طرح مغربی قوموں کے سامنے سب سے بڑا چیلنج اسلام بنا ہوا ہے۔ اسی طرح آج چین، روس میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور انسانوں کی مذہب کی طرف واپسی ہمارے اس دعوے کی تصدیق کے لئے کافی ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کے بقول "اسلام کے اقتصادی

نظام اور اشتراکیت کے معاشی نقطہ میں باہمی اتفاق اور اختلاف کی صورتیں درج ذیل ہیں۔

مولانا سیوحاروی اپنی معرکتہ الاراء کتاب اسلام کا اقتصادی نظام کے صفحہ نمبر ۳۴۴ پر لکھتے ہیں۔

اسلام اور اشتراکیت کے مابین اتفاقی صورتیں

اسلامی نظام اقتصادی اور اشتراکی نظام اقتصادی کے درمیان جن امور میں اتفاق ہے وہ حسب ذیل ہیں : ○ اکتناز اور احتکار یا جمع دولت اور مخصوص طبقہ میں دولت کی تحدید نہ یہ جائز قرار دیتا ہے اور نہ وہ، دونوں ان ہر دو امور کو باطل اور اقتصادی زندگی کے لئے تباہ کن سمجھتے ہیں۔ ○ دونوں ضروری سمجھتے ہیں کہ اقتصادی نظام کی اساس و بنیاد عام معاشی مفاد پر قائم ہو اور ہر شخص کو معاش سے حصہ ملے اور کوئی شخص بھی اس سے محروم نہ رہے۔ ○ دونوں کا یہ دعوی ہے کہ اقتصادی نظام کے دائرہ میں تمام انسانی دنیا جغرافیائی، طبقاتی اور نسلی و خاندانی امتیازات سے یکسر جدا ہو کر یکساں اور برابر حیثیت میں شمار ہو۔ ○ ان دونوں کے درمیان اس میں بھی اتفاق ہے کہ جماعتی حقوق انفرادی حقوق پر مقدم ہوں۔ ○ ان دونوں کے درمیان یہ بھی مسلم ہے کہ معاشی دستبرد کے ذریعے حاکم و محکوم اور غلام و آقا کا سسٹم قائم نہ ہو سکے اور قائم شدہ کو مٹا دیا جائے۔

یہ وہ امور ہیں جن میں دونوں اقتصادی نظام ہم آہنگ نظر آتے ہیں لیکن دو امر ایسے ہیں جن میں ان دونوں کے درمیان بنیادی اور اساسی اختلاف ہے اور ان ہر دو امور میں ایک دوسرے کے ساتھ کسی طرح مطابقت نہیں پیدا کی جا سکتی اور یہ اختلاف اس وقت اور زیادہ وضاحت کے ساتھ رونما ہو جاتا ہے۔ جبکہ سوشلزم کا آخری درجہ کمیونزم

Scanned with CamScanner

شکل میں سامنے آتا ہے اور جس کا تجربہ آج کل روس میں کیا جا رہا ہے۔

اسلامی اقتصادی نظام	اشتراکی اقتصادی نظام
دولت و ذرائع دولت میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی حدود قائم کر دی جائیں۔	دولت و ذرائع سے انفرادی ملکیت کو مٹا دیا جائے۔
حق معیشت کی مساوات کے اعتراف کے ساتھ بلحاظ معیشت، اختلاف مدارج تسلیم کرتے ہوئے احتکار روکا جائے۔	بلحاظ معیشت اختلاف درجات کا انکار کیا جائے اور معاشی لحاظ سے بھی سوسائٹی میں مساوات تسلیم کی جائے۔

اسلامی حکومت کا اجتماعی معاشی نظام:۔

گذشتہ صفحات آپ نے اسلام کی انفرادی معیشت کی پہلوؤں سمیت جدید معاشی نظریات کو ملاحظہ کیا، اب ہم ناظرین کو یہ بتائیں گے کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں جب اسلامی حکومت قائم ہوتی ہے تو اس کے ذرائع آمدن کیا ہونگے، وہ اپنے اپنے محکموں اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کس ذریعے سے معاشی تعمیر کر سکے گی۔ اسلامی حکومت یا خلافت راشدہ کی مملکتوں میں ذرائع آمدن کا ایسا نظام رائج ہے جو دنیا کے کسی قانون میں درج نہیں ہے۔

آج کے دور میں ملکی معیشت کا انحصار، معدنیات کی آمدن، سیلز ٹیکس کی ادائیگی اور مملکت کی مصنوعات کی برآمدات پر ہے۔ کئی ملکوں میں سیاحوں کی آمد پر ملکی معیشت کی عمارت استوار ہے۔ کئی ملکوں میں غیر ملکی قرضوں اور عالمی بنکوں کے فلاحی منصوبوں کی تکمیل کے ذریعے ملک کی گاڑی چلائی جا رہی ہے۔ جیسا کہ آج کے دور کا پاکستان ان حالات سے گذر رہا ہے۔ اسلام نے اپنی حکومتوں کے لئے ذرائع معاش کے ایسے ایسے اصول اور محور قائم کئے ہیں۔ جس کی موجودگی میں نہ تو مملکت کو کسی قسم کے

Scanned with CamScanner

قرضے کی ضرورت پڑتی ہے نہ یہاں عالمی بنکوں کی امداد کے لئے کشکول پھیلانے کی موقع میسر آتا ہے' نہ ہی اس کی آمدنی غیر ملکی سیاحوں کی ریل پیل پر قائم ہے۔ بلکہ اسلام میں ڈیڑھ درجن سے زیادہ حصول معاش اور پیداوار کے ذرائع قائم کئے گئے ہیں۔ جس کی اعلیٰ منصوبہ بندی اور عمدہ طرز تحصیل کی صورت میں مملکت معاشی خوشحالی کے اعلیٰ مدارج طے کر سکتی ہے۔

اسلام کے معاشی نظام سے مملکت کے عام فلاحی منصوبوں کی تکمیل' ہر ہر سوسائٹی کی ضروریات کی بہبود کا کام بہت آسانی کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔

مرکزی بیت المال کا قیام :-

اسلامی حکومت میں جملہ ذرائع آمدن کے لئے ملکی سطح پر مرکزی بیت المال قائم کیا جاتا ہے۔ آج کے دور میں وزارت خزانہ بھی اسی کی ایک صورت ہے' لیکن اس وزارت کے امور محدود ہیں۔ جبکہ مرکزی بیت المال مملکت کے تمام محکموں سے ٹیکسوں کے حصول اور بالوری آمدنی کو ایک جگہ جمع کرنے کا کام دیتا ہے۔ مرکزی بیت المال میں جمع ہونے والی آمدنی کے لئے بھی مختلف شعبوں کا قیام عمل میں آتا ہے۔ جس کے ذریعے ملکی تعمیر و ترقی، اعلیٰ تعلیمی، انتظامی، سائنسی، اصلاحی، عدالتی اور معاشرتی منصوبوں کی تکمیل عمل میں آتی ہے۔

مرکزی بیت المال کے صوبائی، ضلعی یونٹوں کو بھی اس طرز و انداز سے قائم کیا جاتا ہے۔ اسلامی حکومت کے مرکزی بیت المال کو ملکی خزانہ کا سب سے طاقتور ستون مانا جاتا ہے۔ اس میں زکوٰۃ و صدقات اور دیگر مدات کو اس کے اصلی مصارف میں خرچ کرنے کے لئے ایک وسیع نیٹ ورک قائم ہوتا ہے۔ جس کی موجودگی میں ملکی تعمیر و ترقی کے لئے محتاجوں، ناداروں اور مستحقین کی کفالت میں کوئی فروگذاشت نہیں ہو سکتی۔

Scanned with CamScanner

اہم ذرائع آمدن:-

اسلامی حکومت میں مختلف سطح پر گیارہ (۱۱) ذرائع آمدن مقرر کئے گئے ہیں۔ ان ذرائع کو قرآن وحدیث میں نہایت وضاحت اور صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ان ذرائع کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی حکومتوں نے مملکت کی معاشی خوشحالی میں نامور کردار ادا کیا تھا۔ اسلامی خلفاء نے ۵۰ سال تک اپنے اپنے ملکوں کو جس معاشی خوشحالی سے آراستہ کیا۔ دور افتادہ علاقوں کو روزگار مہیا کرنے میں جس کردار نے اعلیٰ مقام حاصل کیا وہ یہی معاشی نکات تھے۔ یہی اقتصادی محاسن تھے۔ یہی ذرائع آمدن تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے دور میں ایران اور روما سے قرضوں کے کشکول نہیں پھیلائے تھے۔ وہ غیر ملکی احتیاج کے نام سے نا آشنا تھے۔ ان کے ہاں دماغ اور معاشی خوشحالی کا کام خود انحصاری پر مبنی تھا۔

زکوۃ:-

اسلام میں ہر مال دار پر لازم ہے کہ وہ ایسی آمدنی سے جس پر اس کی ملکیت میں ایک سال گزر چکا ہو۔ چالیسواں حصہ مستحق افراد کی فلاح وبہبود کے لئے اسلامی حکومت کے بیت المال میں جمع کرائے گا۔ زکوۃ کا نصاب یہ ہے کہ جس شخص کے پاس ساڑھے ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو وہ زکوۃ ادا کرنے کا پابند ہے۔

قرآن عظیم میں زکوۃ کو اسلام کے تیسرے رکن کے طور پر بار بار دہرایا گیا ہے۔ خدا اور رسول پر ایمان کے ساتھ اقامت صلوۃ اور اداء زکوۃ کی تلقین کی گئی ہے۔

خدا اور رسول کے احکام:-

ورحمتی وسعت کل شئی فساکتبها للذین

یتقون ویئوتون الذکوہ والذین ھم بایتنا یومنون
(سورۃ اعراف پ۹ القرآن)

"اور میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے تو میں (اس کو) ان لوگوں کے لئے لکھ لوں گا۔ جو خدا سے ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔"

واقیموا الصلوہ واتوا الزکوہ (سورۃ بقرہ پ۱)

"اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔"

وویل للمشرکین الذین لایوتون الذکواہ وھم بالاخرہ ھم کافرون (حم سجدہ پ۲۴)

"اور خرابی ہے مشرکوں کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے (بھی) منکر ہیں۔"

وما اتیتم من زکوہ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون ○ (الروم پ۲۱)

"اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتے ہو تو ایسے ہی لوگ اپنے مال کو دگنا کرنے والے ہیں۔"

صدقات:-

زکوٰۃ کے بعد خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مستحق افراد کی فلاح و بہبود کے لئے کسی نصاب کے بغیر ہی اپنی آمدنی میں سے خیرات کرنے کا خصوصی حکم دیا گیا ہے۔ بلاشبہ اسلام نے انسانوں کی ملکیت اور سرمایہ کو جمع کرنے کی کوئی حد تو مقرر نہیں کی تاہم ہر انسان کو اس کی جائز ضروریات کے علاوہ زیادہ سے زیادہ خیرات کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسلام نے کسی شخص کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ پیٹ بھر کر سو جائے اور اس کا پڑوسی بھوک کی حالت میں رات گذار دے۔ آمدنی اور ملکیت کو محدود کرنے کی صورت

Scanned with CamScanner

میں کسی شخص پر نہ زکوٰۃ کا قانون لاگو کیا جاسکتا ہے نہ ہی اسے صدقات وخیرات کی ادائیگی کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔ اسلام نے ملکیت کو تو محدود کیا ہے نہ اسے زکوٰۃ وخیرات اور صدقات کے بارے میں بے راہرو بنایا ہے۔

اسلام ایک مالدار سے نہایت محبت اور پیار اور رضاکارانہ طور پر مال کے حصول کی اپیل کرتا ہے۔ اس کے مال میں محروم افراد کا حصہ مقرر کرتا ہے۔ زکوٰۃ کی شدید تلقین کر کے صدقات میں رضاکارانہ ترغیب کو فروغ دیتا ہے۔

خدائی احکام:-

(الف)　وفی اموالهم حق للسائل والمحروم

(سورۃ ذاریات پ۲۶)

ترجمہ:　"اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔"

(ب)　وانفقو فی سبیل الله ولاتلقوا بایدیکم الی التهلکه　(سورۃ بقرہ پ۲ القرآن)

ترجمہ:　"اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔"

(ج)　وات ذالقربی حقه والمسکین وابن السبیل

(سورۃ روم پ۲۱ القرآن)

ترجمہ:　"اور قرابت داروں، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو۔"

(د)　یایها الذین امنوا انفقوا من مارزقنکم

(سورۃ بقرہ پ۳ القرآن)

ترجمہ:　"اے ایمان والو تم کو جو رزق دیا گیا، اس میں سے مستحقین میں خرچ کرو۔"

(س)　یایها الذین امنوا انفقوا من طیبت ماکسبتم

Scanned with CamScanner

(سورۃ بقرہ پ ۳ القرآن)

ترجمہ: "اے ایمان والو، خرچ کرو (مستحقین پر) صاف ستھری چیزوں میں سے جو تم، کماتے ہو۔"

صدقات (نافلہ) کی ادائیگی کے لئے انسان اپنے ہاتھ سے بھی مستحق افراد تک عطیات پہنچا سکتا ہے۔ اگر کسی جگہ مستحق افراد نہ ہوں، جیسا کہ اسلامی حکومت کے قیام کا اصلی تقاضا یہی ہے تو ایسی صورت میں صدقات بھی مرکزی بیت المال کے فنڈ میں جمع کرائے جائیں گے۔

زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کی مختلف صورتیں:۔

اسلامی حکومت میں زرعی زمینوں کی پیداوار پر بھی زکوٰۃ عائد ہوتی ہے۔ اس کی مختلف صورتیں احادیث میں موجود ہیں۔

جس ملکیتی زمین پر مسلمان کاشت کرتے ہوں، اگر وہ زمین بارانی یعنی صرف بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہو تو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ اور اگر نہری ہو تو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ غریبوں اور مستحقین کا حق ہے۔ جو اسلامی حکومت کے بیت المال میں جمع کرانا واجب ہے۔

خدا اور رسول کا حکم:۔

(۱) واتوحقه یوم حصاده (القرآن)

"تم ادا کرو زمین کا حق اس کے کٹ جانے کے دن"

(۲) عن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم الزمان وما سقی باالنضح نصف العشر (صحیح بخاری باب الذکوٰۃ)

Scanned with CamScanner

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس زمین کی آبپاشی بارش، قدرتی چشموں سے ہو اس کی پیداوار کا دسواں حصہ لیا جائے گا، اور جس کی پیداوار پانی کھینچ کر (یعنی اجرت کے ساتھ) آبپاشی کی گئی ہو، اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے گا۔"

خراج:۔

مملکت اسلامی کی آمدنی کا ایک ذریعہ ان زمینوں کی پیداوار ہے جو ملک اسلام نے فتح کئے ہوں اور ان کی زمینیں مفتوحین ہی کے پاس رکھی گئی ہوں۔ اس صورت میں ان کی آمدنی کو خراجی زمینوں کی پیداوار قرار دیا گیا۔ اس پہ خلیفہ وقت جو لگان یا ٹیکس مقرر کرتا ہے وہ بھی مرکزی بیت المال کا حصہ ہے۔

خدائی حکم:۔

اس طرح خراج اور فئی کو ایک ہی صورت قرار دینے سے یہ دونوں چیزیں درج ذیل قرآنی آیت کا مصداق قرار پائیں گی۔

ما افاء الله علی رسوله من اهل القری
فلله وللرسول ولزی القربی والیتامی
والمساکین وابن السبیل کی لایکون دولته
بین الاغنیاء منکم (سورۃ حشر پ۲۸ القرآن)

"جو مال اللہ نے لوٹایا اپنے رسول پر بستیوں والوں کی طرف سے وہ اللہ اور اس کے رسول کے قرابت والوں یتیموں، محتاجوں مسافروں کے لئے تاکہ دولتمندوں کے درمیان ہی محصور نہ رہے۔"

Scanned with CamScanner

جزیہ:-

جنگ کے موقع پر اہل کتاب اور دیگر کفار اگر مغلوب ہو کر اسلامی حکومت کو سالانہ ٹیکس ادا کرنے پر تیار ہو جائیں تو حکومت ان کے جان و مال کی محافظ بن جاتی ہے۔ اس حفاظت کی صورت میں اسلامی حکومت غیر مسلموں پر جو ٹیکس مقرر کرتی ہے۔ وہ جزیہ کہلاتا ہے۔

قرآن کا حکم:-

من الذین اوتو الکتاب حتی یعطوا الجزیہ عن ید و ھم صاغرون (سورۃ توبہ پ ۱۰ القرآن)

"ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب میں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔"

قاتلوا الذین لا یومنون باللہ و لا باالیوم الاخر و لا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ و لا یدینون دین الحق (سورۃ توبہ پ ۱۰)

"ان لوگوں سے جنگ کرو جو ایمان نہیں لاتے اللہ کی حرام کردہ چیزوں اور رسول کی حرام کردہ چیزوں پر اور نہ قبول کرتے ہیں دین حق کو۔"

خمس:- خدا اور اس کے رسول کے احکامات:-

جو خزانہ زمین سے برآمد ہو یا تیل، نمک، کوئلہ یا کوئی دھات کسی کی اراضی سے نکل آئے تو یہ اصلی ملکیت تو مالک زمین کی ہو گی، لیکن دفینہ سے پانچواں حصہ جسے اسلامی اصطلاح میں خمس کہا جاتا ہے۔ سرکاری خزانہ یا مرکزی بیت المال میں جمع ہو گا، اس میں عام غریبوں محتاجوں کا حق ہے۔

قرآن عظیم میں اس دفینے کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

واعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل (سورۃ انفال پ ۱۰ القرآن)

"اور تم کو یہ بات معلوم رہے کہ کسی طریقے سے بھی تم کو مال غنیمت ملے۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے واسطے ہے اور اس کے قرابت داروں، یتیموں اور محتاجوں کے لئے مقرر ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وفی الرکاز خمس (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ)

"خفیہ دفینہ میں خمس واجب ہے۔"

اس مضمون کی تائید آنحضرت ﷺ کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ کتاب الخراج میں قاضی ابویوسف رقمطراز ہیں۔

فقیل له ماالرکاز یا رسول الله فقال الذہب والفضته الذی خلقه الله فی الارض یوم خلقت

"آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ رکاز کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ سونا چاندی جو اللہ تعالیٰ نے خلقی طور پر زمین کے اندر ودیعت کر دیا ہے۔ (یعنی کانیں وغیرہ)"

خراج:۔

اسلامی حکومت کو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے اس بات کی اجازت ہے کہ

Scanned with CamScanner

وہ زکوٰۃ، صدقات کے علاوہ مملکت کی خوشحالی، بے روزگاروں کی فلاح و بہبود، غریبوں، ناتوانوں کی خوشحالی کے لئے امراء اور مالداروں پر ٹیکس عائد کرے۔ عہد حاضر میں حکمرانوں کی طرف سے ٹیکسوں کی تنفیذ، اپنے اللے تللے قائم رکھنے اور عشرت کدے سجانے کے لئے عمل میں آتی ہے۔ عوام پر ٹیکسوں کا اجراء صرف عوامی فلاح کے لئے لگانے کی اجازت ہے۔

موجودہ حکومتوں میں حکمرانوں کی عیاشی اور اعلیٰ طبقہ کی ہوائے نفس کے اجراء کے لئے غریب عوام پر ٹیکس عائد کرنا مغربی سرمایہ داری کا شاہکار ہے۔ دنیا بھر کے عوام عشرت کدوں کے ان دیوتاؤں کے ٹیکسوں کی زد میں جاں بلب ہیں۔ ایک طرف غریب کو بنیادی حقوق میسر نہ ہوں۔ دوسری طرف حکمرانوں کے گھوڑوں کی خوراک بھی فرانس سے آرہی ہو، غریب عوام لسی کے گھونٹ کو ترستے ہوں اور حکمرانوں کے کتے مکھن کھا رہے ہوں۔ غریب عوام کی نبض دیکھنے کے لئے کوئی ڈاکٹر مہیا نہ ہو اور حکمرانوں کے پاخانے بھی جدید آلات میں ٹیسٹ کئے جا رہے ہوں۔ غریب عوام پانی کی بوند بوند کو ترستے ہوں۔ دو وقت کی روٹی میسر نہ ہو، غریبوں کے بچوں کو عام سکولوں کی داخلہ فیس میسر نہ ہو، امراء کے بچوں اور حکمرانوں کے اہل و عیال بادشاہوں کی آرائشوں اور سہولتوں کے جلو میں قدیم رعایا کا منہ چڑاتے ہوں۔ بلاشبہ اسلام نے ایسے مواقع پر ٹیکس عائد کرنے کی اجازت نہیں دی۔

ہمیں خلفاء راشدین کی معاشی اصلاحات اور قدیم اسلامی حکمرانوں کی غریب پروری کو مدنظر رکھ کر ہی ٹیکس لگانے کی اجازت مہیا ہو سکتی ہے۔ اسلام نے خرائج یعنی ٹیکسوں کی اجازت صرف غریبوں کی فلاح و بہبود کے لئے دی ہے۔

علامہ ابن حزم نے اپنی معرکتہ الاراء تصنیف میں کہا ہے۔

"اگر بیت المال کا خزانہ مال فی زکوٰۃ، صدقات، اور دیگر ذرائع آمدن

Scanned with CamScanner

سے بھی فقراء اور عوام کی معاشی ضروریات کو پورا نہ کر سکے تو "خلیفہ اہل ثروت پر مزید ٹیکس عائد کر کے ان کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔"

اس سلسلے میں علامہ ابن حزم نے حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی درج ذیل تصریحات کو نقل کیا ہے۔

۱۔ عن علی بن ابی طالب یقول ان اللہ تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدر ما یکفی فقراءھم فان جاعوا او عروا و جھدوا فبمنع الاغنیاء

"حضرت علیؓ فرماتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے دولتمندوں کے مال میں اس قدر حق فرض کر دیا ہے۔ جس قدر کہ ان کے فقراء کو کفایت کر سکے۔ پس اگر فقراء بھوکے ہیں۔ ننگے ہیں اور خستہ حال ہیں تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اغنیاء اس فرض کی ادائیں مانع ہیں۔"

۲۔ وعن ابن عمر انہ قال فی مالک حق سوی الذکوٰۃ

پس جس طرح غرباء کی ضرورت پورا کرنے کے لئے خصوصی ٹیکس عائد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جہاد اور دوسری ضروریات کے لئے بھی عائد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ یرموک میں اسی قسم کی امانت کی ترغیب دی تھی۔ جس پر پرجوش طریقہ سے لبیک کہا گیا۔

(بحوالہ: اسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۱۲۴)

عشور:-

حضرت عمرؓ کے پاس یہ مسئلہ پیش ہوا کہ ایران اور روم کی سلطنتوں میں دوسرے ملکوں سے آنے والے تاجروں کے لئے کچھ رقم کی ادائیگی کی صورت میں محصول ڈیوٹی

Scanned with CamScanner

مقرر کی گئی ہے۔ لیکن غیر مسلم ممالک کے لوگ جو عرب ریاستوں میں آتے ہیں۔ وہ اس سے بری ہیں۔

خلیفہ راشد حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو اس تجارتی خسارہ سے محفوظ رکھنے کے لئے اموال تجارت پر خصوصی ٹیکس مقرر کر دیا، حضرت عمرؓ کی طرف سے مقرر کیا جانے والا ٹیکس صرف غیر ممالک کے آنے والے غیر مسلموں پر ہی مقرر نہیں کیا گیا، بلکہ مسلم اور غیر مسلم ممالک کے ذمیوں، حربیوں اور عرب اور روم و ایران کے درمیان تجارت کرنے والے دیگر غیر مسلموں پر بھی حصول مملکت کی راہداری کا نظام رائج کر دیا۔ آج کے دور میں ایئر پورٹوں پر افراد کی آمد کے کئی ٹیکس اور بندرگاہوں پر اموال تجارت کی جملہ ڈیوٹیاں اسی قانون کا پرتو ہیں۔

اسلام کی اصطلاح میں اس ڈیوٹی کو "عشور" کا نام دیا گیا ہے۔ "عشور" کے اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھ کر اسلامی ممالک آج کے بڑھتے ہوئے ٹریڈز رجحان میں بہت بڑی آمدنی حاصل کر سکتے ہیں۔

کتاب الخراج اور شامی جلد دوم کی ایک تصریح کے مطابق عشور کی رقم کم از کم ۲۰۰ دو سو درہم یا بیس مثقال مقرر کی گئی تھی۔ اس سے مملکت کے بیت المال کو کروڑوں درہم سالانہ آمدنی ہوتی تھی۔

عصر حاضر میں جبکہ دنیا کی جملہ ترقی تجارت و مصنوعات کے فروغ کی آئینہ دار ہے۔ ہم اسلام کے اصولوں کی روشنی میں مملکت کی معاشی بالاتری کے لئے "عشور" کو اعلیٰ ذریعہ آمدنی قرار دے سکتے ہیں۔

کراء الارض:-

اسلامی حکومت میں جو اراضی سٹیٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ اسے سالانہ لگان پر کاشت

Scanned with CamScanner

کاروں کو دیا کراء الارض کے زمرہ میں آتا ہے۔ان زمینوں سے نہ تو عشر لیا جاتا ہے۔نہ ہی خراج، بلکہ ان کو تمام زمینیں اجرت پر کاشت کے لئے فراہم کی جاتی ہیں۔یہ زمینیں لاوارث ہو کر بیت المال کی ملک ہوتی ہیں یا لشکر کشی کے ذریعے مملکت اسلامی کے حصہ میں آتی ہیں۔

ایسی زمینوں کی آمدنی سے بھی مملکت کا بیت المال وافر حصہ حاصل کر سکتا ہے۔ان کی کئی تصریحات خلفاء راشدین کے دو کی معاشی آمدنی میں مذکور ہیں۔

اوقاف یا ہبہ شدہ اموال:۔

قرآن کا حکم ہے

من ذالذی یقرض من اللہ قرضا حسنا (سورۃ حدید پ ۲۷)

"کون ہے وہ شخص جو اللہ کو قرض دیتا ہے۔قرض حسنہ!"

لن تنالوا البر حتی تنفقو مما تحبون

(سورۃ آل عمران پ ۴)

"تم جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں کو اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو، نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے"

اسلامی حکومت میں جو اموال کسی کی ملکیت سے نکل کر وقف فی سبیل اللہ ہو جائیں وہ اموال منقولہ یا غیر منقولہ ہوں۔انہیں وقف قرار دے کر بیت المال میں شامل کر دیا جاتا ہے۔

اس پر آنحضرت ﷺ کی ایک تصریح ملاحظہ ہو:

"حضرت طلحہؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! میرا فلاں باغ جو مجھے بہت پیارا ہے وہ خدا کے لئے دیتا ہوں۔آپؐ نے ارشاد فرمایا

Scanned with CamScanner

اجعلہ فی فقراء اقومک

"تم اس کو اپنی قوم کے محتاجوں کے لئے وقف کردو۔"

اموال فاضلہ:-

ذرائع آمدن کی مد میں ایسے اموال شامل ہیں۔ جو مختلف شعبوں کی طرف سے بیت کیلئے جمع ہوتے ہیں۔ مثلاً ایسے مسلمان یا ذمی افراد جو فوت ہو جائیں اور ان کا کوئی وارث نہ ہو تو ان کا تمام ترکہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

اسی طرح کسی ذمی کے فرار ہونے اور کسی مسلمان کے مرتد ہونے کی صورت میں ان کا مال ضبط ہو کر مرکزی بیت المال کی ملکیت قرار پائے گا۔

اسلامی حکومت کے مرکزی بیت المال میں مذکورہ گیارہ مدات کی آمدنی مملکت کے جملہ امور میں صرف ہوتی ہے۔ ان تمام شعبوں سے رقم جمع کرنے کے لئے عمال اور افسران کا تقرر بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ موجودہ پاکستانی حکومت میں ریونیو بورڈ یا مرکزی وزارت خزانہ انہی امور کی بجا آوری پر مامور ہے۔

موجودہ حکومتوں میں کسٹم اینڈ ٹیکسائز یا پورٹوں اور بندرگاہوں کے محصولات، گاڑیوں پر ڈیوٹیاں غیر ملکی سامان پر کسٹم، اشیاء خوردنی پر محصولات، فکسڈ ٹیکس، تاجروں پر انکم ٹیکس مختلف پرمٹوں، لائسنسوں پر ٹیکس بھی اسلام کے احکامات کی عکاسی ہے۔ آج کے دور کا افسوسناک امر یہ ہے کہ یہاں عوام کی آمدنی کا خطیر حصہ حکمرانوں کی عیاشیوں پر خرچ ہوتا ہے۔ عوام کی بہبود، خوشحالی کفالت عامہ، غربت و افلاس کے خاتمہ، اشیاء ضروری کی فراہمی، بنیادی حقوق کی ادائیگی کے بارے میں موجودہ حکومتیں سرد مہری کا شکار ہیں۔

عوام کے خون پسینہ کی کمائی کو ترقیاتی منصوبوں کی بجائے چند خاندانوں کی تعمیر پر

Scanned with CamScanner

خرچ کیا جا رہا ہے۔ اموال ظاہرہ، اموال باطنہ اور جملہ ضرائب (ٹیکس) اور جز... ان...
کو ٹھیک ٹھیک طریقوں پر خرچ کرنے کا خصوصی حکم ہے۔

مسلم حکمرانوں اور افسران کو اس کی ذمہ داری اور احساس نظم مملکت کے بارے میں آنحضرت ﷺ اور پہلے اسلامی خلفاء کی چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

افسران حکومت کے بارے میں نہایت زریں اصول:-

من ولی لنا عملا ولم تکن زوجه فلیتزوج ومن لم یکن له خادم لیا خذ خادما ومن لیس له مسکن فلیستخذ مسکنا اولیس له دابته فلیتخذ دابته فمن اصاب سوی ذلک فهو خائن او سارق (کنز العمال جلد ۶)

"جو شخص ہماری حکومت کے بارے میں کسی عہدے پر فائز ہو، اگر بیوی نہ رکھتا ہو شادی کرلے، اگر خادم نہ رکھتا ہو خادم رکھ لے، اگر گھر نہ رکھتا ہو گھر لے لے، اگر سواری نہ رکھتا ہو سواری لے لے، اس سے آگے جو قدم بڑھتا ہے وہ خائن ہے یا چور۔"

حکومت کی ذمہ داری کے بارے میں

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تصریحات

حضرت عمروؓ بن عاصؓ اور ولید بن عقبہؓ کو قبیلہ بنو قضاعہ پر عامل صدقات مقرر کر کے روانہ کرنے لگے تو خلیفہ اول نے درج ذیل ہدایات جاری کیں۔

باطن و ظاہر میں اللہ سے ڈرو کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے سہولتیں پیدا کر دیتا ہے اور جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، وہاں سے اس کو رزق دیتا ہے۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اس کا اجر بڑھاتا ہے،

تم اللہ کے ایسے راستے میں ہونے میں افراط و تفریط اور ظلم کی گنجائش نہیں ہے۔ جس میں دین کا استحکام اور خلافت کی حفاظت کا راز مضمر ہے۔ پس اے تم سستی اور کاہلی مت اختیار کرو۔" (تاریخ طبری)

کنزالعمال جلد ۶ میں ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جو شخص حکمران ہو، اس کو سب سے زیادہ حساب دینا ہو گا اور وہ سب سے زیادہ سخت خطرے میں مبتلا ہو گا اور جو حکمران نہ ہو اس کو ہلکا حساب دینا ہو گا اور اس کے لئے ہلکے عذاب کا خطرہ ہے، کیونکہ حکام کے لئے سب سے بڑھ کر اس بات کے مواقع ہیں کہ ان کے ہاتھوں سے مسلمانوں پر ظلم ہو اور جو مسلمانوں پر ظلم کرے وہ خدا سے غداری کرتا ہے۔

حکومت کی ذمہ داری کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصریحات

لو هلك حمل من ولد العنان ضياعا بشاطی الفرات خشيت ان يسالنی الله

"دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی اگر ضائع ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے باز پرس کرے گا۔" (کنزالعمال جلد ۵)

ایک اور موقع پر فرمایا:

لو مات الكلب جوعا على شط الفرات انا مسئول يوم القيمه ○

"اگر دریائے فرات پر کتا بھی بھوک سے مر گیا، قیامت میں مجھ سے اس کا سوال ہو گا۔"

Scanned with CamScanner

زکوٰۃ و عشر اور صدقات کے مصارف

اسلامی حکومت کے مرکزی بیت المال میں جمع ہونے والے خزانے میں جہاں زکوٰۃ عشر صدقات کی رقوم جمع ہوں گی، وہاں اموال غنیمت، رکاز یعنی معدنیات، عشور، جزیہ، ٹیکس، خراج اور زمینوں کی جملہ آمدنی بھی اسی مرکزی کی ملکیت ہوگی۔

جملہ آمدن کے مصارف کے لئے قرآن عظیم نے ۸ جگہوں کی صراحت فرمائی ہے۔ یہ زکوٰۃ عشر اور صدقات کے مصارف ہیں جبکہ ٹیکسوں کی تمام آمدنی رفاہ عامہ ملکی ترقی، فلاح و بہبود کے منصوبوں حکومتی انتظامات اور اعلیٰ ترقیاتی اداروں پر خرچ کر جائے گی۔

قرآن عظیم کا بیان ہے:

واعلموا انما غنمتم من شئی فان الله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل ان کنتم امنتم بالله وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان والله علی کل شئی قدیر

(انفال پ۱۰ القرآن)

"اور معلوم رہے کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے۔ اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے۔ اگر تم کو یقین ہے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اتاری اپنے بندہ پر فیصلہ (جنگ بدر) کے دن، جس دن بھڑیں دونوں فوجیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمولفته قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل

Scanned with CamScanner

اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ　(توبہ پ۱۰)

"زکوٰۃ وصدقات حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا اور جن کا دل پر چانا منظور ہے اور گردنوں کے چھڑانے کے لئے (یعنی قیدیوں اور غلاموں کی رستگاری کے لئے) اور ان کیلئے جو تاوان کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں (یعنی قرضدار اور ضامن) اور اللہ کے راستہ میں (جان سے لڑنے والوں کے لئے) اور مسافروں کے لئے یہ مقرر ہے خدا کی جانب سے اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

"قاضی ابو یوسف ؒ نے کتاب الخراج میں فئی اور خراج پر بحث کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر "جو کہ عراق کی زمینوں کے متعلق انہوں نے دیا تھا" جو ارشاد فرمایا ہے۔ وہ اس مسئلہ کو بخوبی واضح کر دیتا ہے۔

قال ابو یوسف　والذی رای عمر من الامتناع من قسمته الارضین بلین من افتتها عند ماعرفه اللہ ماکان فی کتابه من بیان ذلک توفیقا من اللہ کان له فیما صنع و فیه کانت الخیره لجمیع المسلمین وفیما راه من جمع خراج ذالک وقسمته بین المسلمین عموم النفع لجماعتهم لان ہذا الولم لکن موقوضا علی الناس فی الاعطیات والارزاق لم تشحن الشغور ولم تقوالجیوش علی السیر فی الجهاد ولما امن رجوع اهل الکفر الی مدتهم اذخلت من المقاتله والمرتزقته واللہ اعلم بالخیر حیث کان

"ابو یوسف کی رائے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ کہ مفتوحہ اراضی کو مجاہدین میں تقسیم نہ کیا جائے۔" ایسی صورت میں جبکہ کتاب اللہ میں اس کے متعلق کوئی مذکور نہیں

Scanned with CamScanner

تھا۔ ایک بہترین فیصلہ ہے۔ جس کی جانب خدائے تعالیٰ نے ان کی رہنمائی کی اور انہوں نے یہ جو کچھ کیا (اس لئے کہ) اسی میں تمام مسلمانوں کی فلاح و بہبود مضمر تھی اور زمین کا خراج جمع کر کے تمام مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچانا جماعتی اعتبار سے بہت ہی بہتر طریق ہے کیونکہ اگر یہ اراضی مجاہدین میں تقسیم ہو جاتیں اور عام مسلمانوں کے عطایا اور وظائف کے لئے وقف نہ ہو جائیں تو پھر نہ اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت ہو سکتی اور نہ جہاد کے لئے مضبوط لشکر فراہم ہو سکتا ہے اور جب جہاد اور وظائف کا دروازہ بند ہو جاتا تو مسلمان کے ملک کافروں کی چڑھائی سے ہرگز مامون نہ رہتے اور اللہ تعالیٰ ہر حیثیت سے زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔"

اور شرح شرعۃ الاسلام میں سید علی زادہ حنفی نے فرائض امیر پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:-

ولا یدع فقیرا فی ولایتہ الا اعطاہ ولا مدیونا الا قضی عنہ دینہ ولا ضعیفا الا اعانہ ولا مظلوما الا نصرہ ولا ظالما الا منعہ عن الظلم ولا عاریا الا کساہ کسوہ

"اور امام اپنی ولایت (مملکت) کے اندر کسی فقیر کو فقیر نہ رہنے دے اور کسی قرضدار کو قرضدار باقی رکھے اور نہ کسی کمزور کو بے مددگار رہنے دے اور نہ کسی مظلوم کو دادرسی سے محروم کرے اور نہ کسی ظالم کو ظلم کرنے دے اور ہر ننگے کو لباس مہیا کرے"

اور امام کو جبکہ یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ ایک شعبہ کے محاصل اس کے مصارف کو اگر کفایت نہ کریں تو وہ دوسرے شعبہ سے قرض لے سکتا ہے تو پھر فئی، خراج، جزیہ، خمس، کراء الارض، ضرائب، عشور غیر مسلم اور اموال فاضلہ میں مدات کا یہ تفاوت معاشی نصب العین اور مقصد و منہاج پر اثر انداز نہیں ہوتا اور تکمیل مقصد کے لئے ان مدات کے مصارف میں "اولی الامر" کو حق مداخلت حاصل ہے۔

(بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۱۳۱)

Scanned with CamScanner

سولھواں باب

اسلام اور معاشرتی امن

انسانی جان و مال کا احترام اور امن عامہ :-

قتل و غارت اور دہشت گردی کا طوفان دنیا بھر میں بپا ہو چکا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب اور قانون انسانیت کے احترام میں اسلام سے زیادہ حساس نہیں۔ اسلام میں انسانی جان کی قدر و منزلت کا اندازہ آنحضرت ﷺ کے اس یادگار اور تاریخ ساز اعلان سے لگایا جا سکتا ہے۔

قتل المومن اعظم عند الله من زوال الدنیا

(مجمع الفوائد ص ۲۷۴ ج)

"مومن کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے تہہ و بالا ہونے سے بڑھ کر ہے۔"

"حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں۔ میں ان نقباء میں سے ہوں جنہوں نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی تھی کہ "نہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھرائیں گے نہ کسی شخص کو ناحق قتل کریں گے۔" اسلام امن عامہ کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اس کے نزدیک، قتل و غارت اور انسانیت کا خون بہانا معاشرہ کے چہرے پر سب سے بڑا داغ ہے۔ اس کے نزدیک انسان اس قدر حقیر نہیں کہ کسی مالی منفعت یا دنیوی اور معمولی قصور کے طور پر اس کا خون ہی بہا دیا جائے۔

قرآن حکیم کا بیان ہے۔

"ومن قتل نفس بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاء ھا فکانما احیا الناس

جمیعا" (سورۃ مائدہ پ ۶)

ترجمہ:۔ "جس کسی نے کسی جان کو بغیر کسی جان کے بدلے اور زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا اور جس نے اسے (ایک انسان کو) زندہ رہنے دیا اس نے پوری انسانیت کو زندہ رکھا۔"

قتل مسلم پر اعانت:۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" من اعان علی قتل مسلم ولو بشطر کلمته جاء یوم القیمه مکتوبا بین عینیه آیس من رحمته الله"

جو شخص کسی مسلمان کے قتل میں کوئی مدد کرے گا خواہ وہ ایک ہی کلمہ سے کیوں نہ ہو، تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "خدا کی رحمت سے مایوس"

انسانی فریضہ:۔

جب کوئی مسلمان کے خون سے ہاتھ رنگ رہا ہو تو کیا دیکھنے والوں کو آج کی طرح تماشائی بنا رہنا چاہئے یا ڈر کے مارے بھاگ جانا چاہیے۔ اس ضمن میں شارح اسلام کا واضح حکم ملاحظہ ہو۔

"جہاں ظلم و جور سے ایک انسان کو قتل کیا جا رہا ہو تو تم میں سے وہاں کوئی کھڑا منہ تکتا نہ رہ جائے بلکہ مدافعت کرے، اس لئے کے موجود ہونے کے باوجود اس کی طرف سے جو مدافعت نہیں کرتا وہ قابل

Scanned with CamScanner

لعنت ہے۔ اس پر لعنت برستی رہتی ہے۔ اس طرح جہاں ایک شخص کو
ظلماً زدوکوب کیا جا رہا ہو، وہاں تم میں سے کوئی خاموش کھڑا نہ رہ جائے،
کیونکہ موجود ہونے کے باوجود اس نے نہ بچایا تو اس پر لعنت برستی رہتی
ہے۔

(جمع الفوائد ص ۲۷۵)

اسلام میں جس طرح کسی انسانی جان کو ضائع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح اس کے نزدیک کسی ظالم و جابر کی طرف سے کرائے کے قاتلوں کے ذریعے کسی انسان کو قتل کرانا، اپنے مخالفین کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا ارادہ کرنا بھی زیادتی کے مترادف ہے۔۔۔

اسلامی تعلیمات میں کسی حکمران، جاگیردار، سرمایہ دار یا کسی بھی اثر و رسوخ والے انسان کی طرف سے انسانی قتل کے لئے کسی کو استعمال کرنا اور اس کے ذریعے کسی بے گناہ کا سر قلم کرنا کسی صورت میں قابل معافی نہیں، اسلام کے نزدیک اس صورت میں قتل کا اصل مجرم حکم دینے اور اشارہ کرنے والا ہے۔

انسانیت کے سب سے بڑے رہبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس باب میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

"آگ ستر حصوں میں بانٹ دی گئی ہے۔ اس میں سے انہتر حصے
اس کے لئے ہوں گی جو قتل کا حکم دیتا ہے اور ایک حصہ اس قاتل کے لئے
ہے جو دوسرے کے کہنے سے اس کو قتل کرے۔"

(مسند احمد) (جمع الفوائد ص ۲۷۷)

اسلام انسانی جانوں کی قدر و قیمت کا اتنا بڑا محافظ ہے کہ اس سے پہلے دنیا کے کسی قانون اور مذہب میں اس قدر صراحت و وضاحت کے ساتھ اس کے خون، عزت نفس،

Scanned with CamScanner

جان و مال کی پاسداری کے احکام جاری نہیں کئے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"من اشار الی اخیہ بحدیدہ فان الملائکۃ تلعن حتی رفیعھا وان کان اخاہ لابیہ وامہ" (مشکوٰۃ)

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ تا آنکہ وہ اسے رکھ نہ دے اگرچہ اس کا بھائی کیوں نہ ہو"

امن و سلامتی کی تاکید:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرہ میں امن و امان قائم رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا تھا۔

"لاترجعوا لبدی کفار ایضرب بعضکم رقاب بعض (صحیح بخاری ص ۱۶۴ ج ۳)

"میرے بعد کافروں کا سا شعار اختیار نہ کرلینا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔"

خودکشی کی ممانعت:۔

اسلام نہ کسی کو انسان کے قتل کی اجازت دیتا ہے نہ دکھوں میں مبتلا کسی انسان کو خود اپنے آپ کو قتل کے ارتکاب پر خاموشی اختیار کرتا ہے۔

قرآن کا ارشاد ہے:

"ولاتقتلوا انفسکم" "تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔" (القرآن سورۃ نساء)

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ومن قتل نفسه بشئی فی الدنیا عذب به یوم القیمه

(مسلم ص ۷۲ ج ۱)

"جو شخص جس چیز سے دنیا میں خودکشی کرے گا قیامت میں اسی کے ساتھ اسے عذاب دیا جائے گا۔"

آنحضرت ﷺ کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ خودکشی بہت بڑا گناہ اور جرم عظیم ہے۔ خودکشی خواہ اونچی جگہ سے اپنے آپ کو گرانے کی صورت میں، خواہ زہر پینے اور اپنے گلے میں پھندا ڈال کر خود کو مارنے کی شکل میں ہو، ہر طرح حرام اور گناہ ہے۔ اس کا مرتکب ہمیشہ جہنم کا ایندھن بنتا رہے گا۔ اسے کسی صورت میں بھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ انسانی خون کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے۔ جو کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن عمر نے نقل کیا ہے۔

"اول ما یقضی یوم القیمه فی الدما"

"قیامت میں جس قضیے کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے وہ خون کا کیس ہوگا۔"

اسلامی تعلیمات پر غائرانہ نگاہ ڈالنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام انسان کے قلب و جگر کی درستگی کے بعد اسے اصلاح عمل کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے نزدیک ایک انسان کا خون، عزت نفس اس کا مال اس کی رائے بہت بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ فطری دین کے ان روشن اور مقدس اصولوں کا تقاضا ہے کہ کلمہ گو انسان اپنے بھائی کی جان و مال اور آبرو کا دل سے احترام کرے، چند سکوں اور دنیوی حرص کے تحت پوری دنیا کا وبال اپنے سر نہ لے۔ خدا اور رسول کی ناراضگی کا طوق گردن میں نہ ڈالے جہنم کا ایندھن نہ بنے، قتل و غارت کا تصور بھی نہ کرے۔

Scanned with CamScanner

آئے روز بموں کے دھماکوں اور فائرنگ کے ذریعے انسانی خون کو گلیوں میں نہ بہاتا پھرے۔ جس اسلام سے وہ وابستہ ہے۔ اس کا احترام ہر خواہش اور ہر رائے پر فوقیت رکھتا ہے۔

ڈاکہ زنی، چوری، انارکی کی مذمت:۔

کوئی معاشرہ فتنہ وفساد، افراتفری، ڈاکہ زنی، چوری اور دھوکہ دہی کے مکمل خاتمہ کے بغیر امن وسلامتی سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ کسی حکومت کی سب سے بڑی یہی ناکامی ہے کہ وہ اپنی مملکت میں فتنہ وفساد کی روک تھام نہ کر سکے۔ اس کی سلطنت میں آئے دن ڈکیتیاں ہوں، چور لوگوں کے مال واسباب لوٹتے رہیں، دن دھاڑے قتل وقتال اور لوٹ مار کا بازار گرم رہے۔

چنانچہ اسلام نے ان تمام اسباب وعوارض کی سختی کے ساتھ نگرانی کی ہے۔ جو علائق انسانی آبادی میں ہنگامہ فساد اور بے چینی کا سبب بنتے ہیں۔ اسلام نے ان کے لئے رافت ورحمت کی بجائے انتہائی سخت سزائیں تجویز کر کے برائی اور شر کو جڑوں سے اکھاڑنے کا اعلان کیا ہے۔ ڈاکوؤں، اور قاتلوں کے معاملے میں اسلام کی سزائیں نہایت حقیقت پر مبنی ہیں۔ ان سزاؤں کو وحشیانہ قرار دینے والا یورپ آج جب انارکی اور بے راہروی کا شکار ہوا ہے تو اس کی پارلیمنٹ بھی اسلام کی سزاؤں کو حیات انسانی کی بقا کا ذریعہ قرار دینے پر مجبور ہو گئی ہے۔

اسلام نے مجموعی طور پر مملکت کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ہر قسم کے فساد سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔

قرآن کا بیان ہے:

"ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها

Scanned with CamScanner

وادعوہ خوفا و طمعا ان رحمتہ اللہ قریب من المحسنین" (سورۃ اعراف پ ۷ القرآن)

"اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ تم اللہ کی عبادت کیا کرو، خدا سے ڈرتے رہو، اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں سے نزدیک ہے۔"

فساد ہر قسم کا اللہ کے نزدیک ممنوع ہے۔ لوگوں کو قتل کرنا، ان کے گھر کے مسمار کرنا، درختوں کو کاٹنا، سرراہ لوگوں کو لوٹنا، نہروں کو خشک کرنا، فلاح عامہ کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنا بھی فساد ہی کی اقسام میں داخل ہے۔

امن وسلامتی اور عافیت وراحت کے بارے میں اسلام کس قدر حساس اور بیدار ذہن و فکر کا حامل ہے۔ اس کا اندازہ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے ہوتا ہے۔

"ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیمہ صلوہ وصیام وزکوہ ویاتی قدشتم ہذا وقذف ہذا واکل مال ہذا وسفک دم ہذا وضرب ہذا (صحیح مسلم)

"میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ نماز، روزہ، زکوۃ کی پونجی تو ہوگی لیکن اس کے ساتھ ظلم وجور کی گٹھڑی بھی ہوگی کہ کسی کو اس نے گالی دی تھی کسی پر تہمت دھری تھی، کسی کا ناجائز مال کھایا تھا، کسی کا خون بہایا تھا اور کسی کی مار پٹائی کی تھی۔"

پھر ارشاد فرمایا:

"کہ جن لوگوں کو اس نے ستایا ہے ان تمام کو اس کے ظلم کے

Scanned with CamScanner

بدلے میں اس کی تمام نیکیاں تقسیم کر دی جائیں گی، اگر اس کی نیکیوں سے بھی ان کا بدلہ ادا نہ ہو گا تو پھر ان مظلوموں کی برائیاں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی اور پھر یہ ظالم ان گناہوں کے ساتھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔" صحیح بخاری)

اسلام نے فتنہ و فساد اور رہزنی کو خدا اور رسول کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔

قرآن حکیم کا بیان ہے:

" انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلو اویصلبو اوتقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف اوینفوفی الارض (القرآن مائدہ پ٦)

"جو لوگ اللہ اور رسول کے ساتھ لڑتے ہیں اور ملک میں فساد یعنی بدامنی پھیلاتے پھرتے ہیں وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان میں ہر ایک کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا زمین سے نکال کر جیل میں ڈال دیا جائے۔"

تمام مفسرین اتفاق ہے کہ اس آیت میں ڈاکوؤں کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

(حاشیہ بیان القرآن حضرت تھانوی پ ٢٣٤)

مال کی حفاظت:-

اسلام انسان کی جان کی طرح اس کے مال واسباب کا بھی محافظ ہے۔ ہر طریقے سے انسان کے لئے امن وچین مہیا کرنا، اسلام کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے مال کی حفاظت کے بعد انسان سکون وعافیت کے ساتھ زندگی بسر کر سکے گا کیونکہ اگر انسان کی تھوڑی پونجی بھی

Scanned with CamScanner

چھین لی جائے تو وہ مختلف پریشانیوں میں گھر جاتا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرتؐ نے اپنے تاریخی اعلان میں فرمایا:

" فان دماء کم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمہ یومکم ہذا فی بلکدم ہذا وفی شہرکم ہذا ستلقون ربکم فیسائلکم عن اعمالکم" (بخاری مسلم)

"بیشک تمہارے خون تمہارے مال تمہاری عزتیں تم پر ایسی ہی محترم ہیں۔ جس طرح آج کا دن۔ یہ مہینہ اور شہر محترم ہیں عنقریب تم اپنے رب سے ملوگے تو وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے متعلق فرمایا:۔

" لعن اللہ السارق لیسرق البیضہ فقطع یدہ ولیسرق الحبل فتقطع یدہ" الخ

"اللہ کی پھٹکار ہو چوری کرنے والے پر کہ وہ ایک بیضہ چوری کرتا ہے اور اس کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ رسی چراتا ہے اور اس کا پہونچا اتروایا جاتا ہے۔ اعمش کہتے ہیں میں بیضہ سے مراد لوہے کی خود ہے۔ اور رسی سے مراد وہ رسی ہے جو دس درہم کو پہنچ جائے"

(جمع الفوائد ص ۲۸۹)

معمولی سی چوری کے بدلے میں ایک آدمی ہاتھ جیسی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رہبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم چور کی عقل پر ماتم کرتے ہیں۔ چوری کے مفاسد پر غور کیا جائے تو اس کا سلسلہ بہت طویل ہو جاتا ہے۔ ایک تو چور خود اپنی زندگی برائیوں سے آلودہ کرکے خود کو برباد کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک انسان کو اس کے مال

Scanned with CamScanner

سے محروم کر کے اس کا سکون اور چین تباہ کرتا ہے۔

(بحوالہ اسلام کا نظام امن۔ مولانا ظفر الدین)

ملاحظہ ہو۔ اسلام کے نزدیک انسانوں کے امن و سکون اور عافیت و راحت کی کس قدر اہمیت ہے کہ بے چین کرنے والے ایسے امور کو جڑوں سے اکھاڑنے کے لئے اسلام نے سخت سے سخت سزائیں تجویز کی ہیں۔ اسلامی حدود کے نفاذ کے باعث عرب ممالک میں چوریاں، ڈکیتیاں اور قتل دنیا بھر کے تمام ممالک سے بہت کم ہوتے ہیں۔

یورپین ممالک تو آج کل جرائم و گناہ کی آماجگاہ بن چکے ہیں۔ خود پاکستان میں بھی حدود آرڈیننس کے نفاذ کے باوجود جب ان پر عملدر آمد نہ ہوا تو چوروں، قاتلوں اور ڈاکوؤں کے حوصلہ بلند ہو گئے۔

پھر رشوت کی گرم بازاری نے مجرموں کو چھٹکارے کے ایسے مواقع فراہم کیے کہ سزاؤں کے قوانین خواب و خیال ہو کر رہ گئے، ہر مجرم، یہ سمجھ کر جرم کرنے لگا کہ اول تو رشوت کے ذریعے تھانے ہی سے خلاصی پالے گا اگر یہاں سے وہ ناکام ہوا تو پراسکیوٹنگ برانچ سے کسی افسر کی جیب گرم کر کے عافیت مل جائے گی۔ اگر یہاں بھی مایوسی ہوئی تو عدالتوں کے جج اور اہل کار سرراہ خدمت کے لئے مل جائیں گے اور اس طرح دن دھاڑے ڈاکے، چوریاں، قتل و اغواء، زنا، فریب کاری، دھوکہ دہی نے انسانیت کا جینا دو بھر کر دیا ہے۔

اسلامی تعلیمات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک جرائم کی سزا کے معاملے میں چھوٹے بڑے میں کوئی امتیاز نہیں جو بھی جرم کا مرتکب ہو گا سزا پائے گا۔ اسلامی حکومت اس بات کی پابند ہے کہ وہ مجرم کو پوری پوری سزا دے۔ اس میں کسی مرد و عورت مسلمان، کافر، شہری، دیہاتی غریب و امیر میں کسی امتیاز و تفریق کا قطعی جواز نہیں۔

Scanned with CamScanner

ناجائز غصب کی ممانعت:-

اسلام کے نزدیک کسی انسان کے مال کو غصب کرنے اور زبردستی جائیداد اور زمین پر قبضہ کرنے والا ملعون ہے۔ عصر حاضر میں عام طور پر کئی طبقوں نے زیردستوں کے حقوق پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ کئی جگہ بھائی بھائی کی زمین پر قابض ہے۔ یتیم کے اموال پر ناجائز تسلط ہے۔ دکانوں، مکانوں اور مختلف اشیاء پر ظلماً قبضہ ہمارے معاشرے کا معمول بن چکا ہے۔ جاگیردار، کسانوں کے حقوق کھانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے، کارخانہ دار نے مزدوروں اور محنت کشوں کو ان کے حق اجرت سے محروم کر رکھا ہے۔ امراء اور سفارشی قسم کے افراد نے کئی مقامات پر غریبوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ جس پیغمبر کا کلمہ ہم نے پڑھا۔ جس اسلام کا نام لیتے ہوئے ہم کو فخر محسوس ہوتا ہے۔ غور کریں ایسے غاصبین متکبرین اور متسلطین کے بارے میں ان کا کیا حکم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من اقتطع مال امری مسلم بغیر حق لقی الله عز وجل وھو علیہ غضبان" مسند احمد)

"جو شخص کسی مسلمان کا مال بلا استحقاق دبا بیٹھے۔ وہ اللہ کے حضور اس حال میں جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر بہت غضبناک ہونگے۔"

ایک دوسرے موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"من ظلم من الارض شیاء طوقہ من سبع ارضین" (صحیح بخاری)

"جو کسی دوسرے کی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی غصب کرے گا، ساتوں زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔"

معاشرتی حسن اور پروقار زندگی گزارنے کا حکم:-

اسلام نے زندگی کے ہر مرحلے پر انسان کی رہنمائی کی ہے۔ اس کے یہاں انفرادی اور اجتماعی ہدایات کے زریں اصول ہر قدم پر رہنمائی کرتے ہیں اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ کے درخشندہ ارشاد کا ایک ایک لفظ انسانیت کی معراج کی حیثیت رکھتا ہے۔

○

کل المسلم علی حرام دمہ ومالہ وعرضہ

آنحضورت ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لئے قابل احترام ہے۔

یعنی اس پر دست درازی ممنوع ہے۔ اس کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو۔

○

قال مغیرہ بن شعبہ سمعت لنبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ کرہ لکم ثلاثا قیل وقال واضاعتہ المال وکثرہ السوال (فتح الباری ص ۶۶۲ ج ۱۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے، قیل و قال کرنے، مال ضائع کرنے اور کثرت سے سوال کرنا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرمی ہے۔

اعلموا انما الحیوہ الدنیا لعب ولھو وزینتہ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد (سورۃ حدید پ ۲۷)

آگاہ رہو کہ دنیا پرستی کی زندگی لہو ولعب بے جا زینت و آرائش باہمی مفاخرت اور

مال و اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ناکام ہے۔

اسلام یہ سبق نہیں دیتا کہ انسان جان بوجھ کر دنیا میں فقیروں اور ناتوانوں کی سی زندگی گذارے، نہ ہی یہ اسے ترک لذات کا حکم دیتا ہے، بلکہ سادگی کے ساتھ ساتھ اسلام چاہتا ہے کہ انسان خدا کی عطا کردہ نعمتوں کی موجودگی میں عمدہ طرز زندگی اختیار کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

○ "عن ابی الاحوص عن ابیہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثوب دون فقال الک مال قلت نعم قال ای المال قلت قد آتانی اللہ من الابل والغنم والخیل والرقیق قال فاذا اتاک اللہ نعمتہ فلیر اثر نعمتہ علیک وکرامتہ (ابوداؤد کتاب اللباس)

○ "ابوالاحوص نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس دولت ہے۔ میں نے کہاہاں، آپ نے پوچھا کس قسم کی؟ میں نے کہا اللہ نے مجھے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کئے ہیں۔ فرمایا جب اللہ تمہیں کوئی نعمت عطا فرمائے تو چاہیئے کہ تمہاری ذات پر اس کے فضل و کرم کا اثر دیکھا جاسکے۔"

○ ان اللہ یحب ان یری فی اثر نعمتہ علی عبدہ (مسند احمد)

اللہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمت کا اثر دیکھا جاسکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو۔

من سعادہ المرء المسکن، الواسع والجار الصالح والمرکب الحصینی (صحیح بخاری)

وسیع مکان، نیک پڑوسی اور عمدہ سواری انسان کی بہبود (اچھی ضرورت) میں داخل ہیں۔

○ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حرم لباس الحریر والذہب علی ذکور امتی واحل لاناثہم

(ترمذی ابواب اللباس)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری امت کے مردوں پر ریشمی لباس اور سونے کا استعمال حرام کردیا گیا ہے اور عورتوں کے لئے جائز رکھا گیا ہے۔

○ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" خصلتان لا یجتمعان فی مومن البخل وسوء الخلق (صحیح بخاری)

مومن میں دو عادتیں جمع نہیں ہو سکتیں، بخل اور بد اخلاقی

○ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

" ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاہم اللہ من فضلہ ہو خیر لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمہ

(آل عمران پ ۴ القرآن)

" وہ لوگ جو خدا کی عطا کردہ چیزوں کے خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ ایسا کرنے سے ان کے حق میں اچھا ہوگا، بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت بری ہے قیامت کے روز وہ چیزیں ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دی جائیں گی۔"

○ المسلم اخو المسلم لا یظلم ولا یسلم

Scanned with CamScanner

ومن کان فی حاجت اخیہ کان اللہ فی حاجتہ

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، جس نے اپنے بھائی کی ضرورت پوری کی اللہ اس کی ضروریات پوری کرے گا۔" (مشکوٰۃ)

○ ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب" (مشکوٰۃ)

"تم حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔"

○

"لاتظہر الشماتہ لاخیک فیر حمہ اللہ ویبتلیک (الحدیث)

اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہوا کرو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ اس پر تو اللہ رحم فرمائے اور تمہیں اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔

ہر قسم کی ایذارسانی اور مضرت کی ممانعت:۔

شارع اسلام کے ارشادات۔

○ لاضرر فی الاسلام (کتاب الخراج یحییٰ بن آدم ص ٦٨)

اسلام میں کسی قسم کی ایذارسانی کی گنجائش نہیں۔

○ لاضرر ولاضرار فی الاسلام

اسلام میں مضرت رسانی کی اجازت نہیں۔ابتداً نہ جواباً۔

Scanned with CamScanner

○ من ضار ضار الله به و من شاق شق الله علیه

(ترمذی)

"جو کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے گا، اس کو اللہ نقصان پہنچائے گا، اور جو کسی دوسرے کو تکلیف دے گا، خدا اس کو تکلیف دے گا۔"

○ ملعون من ضار مومنا او مکر به (ترمذی کتاب البر)

جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے یا اس کو فریب دے اس پر لعنت۔

○ لایدخل الجنه من یامن جاره بوائقه

(صحیح مسلم کتاب الایمان)

"وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو گا جس کے پڑوسی اس کی چیرہ دستیوں سے محفوظ نہ ہوں۔"

○ یسروولاتعسروو بشروولاتنفرو (مشکوۃ)

"(دین میں) آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو، خوشخبری دو نفرت نہ دلاؤ۔"

○ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولاتجسسو ولا تجبسوا ولا تنا حبثوا ولا تحاسدوا ولاتباغضو ولاتدابروا وکونو عباداللہ اخوانا

"بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔ تم (باہم) ٹوہ نہ لگاؤ، جاسوسی نہ کرو، بڑھ چڑھ کر بولی نہ دو، باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو اور اللہ کے بندے باہم بھائی بن جاؤ۔"

Scanned with CamScanner

سترھواں باب

اسلام کا نظام جہاد

اسلامی جہاد کا حقیقی فلسفہ کیا ہے ؟:-

اسلام کے دیگر شعبوں میں ایک شعبہ جہاد و قتال ہے۔ اس کے حقیقی مفہوم اور فلسفہ کو سمجھنے میں بھی اسلام کے مخالفوں نے بہت ٹھوکر کھائی ہے، اقوام عالم کی پوری تاریخ سلطنتوں کے زیر و زبر اور مملکتوں کی شکست و ریخت سے بھری ہوئی ہے۔ ہر جگہ جنگ و جدل کا حقیقی مقصد ملک گیری اور جہانبانی ہے۔ اقتدار کی بالا تک پہنچنے کے لئے بڑے بڑے جنگجوؤں نے لاشوں پر لاشیں بکھیر دیں۔ تخت و طاؤس کے حرص میں جسموں کو سیڑھی کے طور پر استعمال کیا گیا۔ مسولینی اور ہٹلر نے ۱۵ لاکھ سے زائد انسانوں کو کس نظریے کے فروغ کے لئے قتل کرایا۔ خون انسان کی فراوانی کا یہ عہد انسانیت کے کس کام آیا تھا۔ قتال و جنگ کے اس دور پر مورخین نے کیوں چپ سادھ رکھی ہے۔ زبانوں اور تحریروں میں انجماد کیوں نمایاں ہے۔

آنحضرت ﷺ کے دور کا اسلامی جہاد:-

اسلام کے نظام جہاد کو قتل و غارت کے اسی تناظر میں دیکھنا سراسر زیادتی ہے۔ ایک طرف کوئی نظریہ نہیں، کوئی نصب العین نہیں، کوئی لائحہ عمل نہیں، کوئی منشور نہیں، حیات انسانی کی تعمیر کا کوئی تعین نہیں صرف خون ہی خون، قتل ہی قتل، خواہش ہی خواہش، آفاقی آنا، ظلم ہی ظلم، جور ہی جور، ستم ہی ستم، چیخیں ہی چیخیں اور دوسری طرف سلامتی فکر، امن کا دیپ، آشتی کا سورج چمک رہا ہے۔ ظلم کے مکمل خاتمے اور ستم کی بیخ کنی کر کے فلاح عالم کا سچا نظریہ نوا پرداز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سالہ دور حکومت میں ۲۷ جنگوں ۷۰ دستوں کے ۲۵۹ افراد اور دشمن کے صرف ۷۸۹ افراد مارے گئے۔ ۹ لاکھ مربع کے خطوں میں اسلامی اقدار فروغ پذیر ہوئیں۔

عرب فیوڈرل اور قبائلی مظالم سے لے کر روم و ایران اور شام کی حکومتوں کے مظالم دفعتہ رک گئے۔ انسانوں کی طرف سے انسانوں کی بستیاں اجاڑنے کے خلاف محمدی نصب العین جوں جوں پھیلتا گیا۔ غیر مسلم بھی اسلام کے سایہ عاطفت میں جگہ پانے لگے۔

اسلام کے نظام جہاد کا فلسفہ ایک طرف ظالموں کے ظلم سے انسانوں کو نجات دلاتا تھا۔ دوسری طرف دنیوی بادشاہوں کی پے در پے ہونے والی زیادتیوں اور ستم رانیوں سے معاشرے کو محفوظ کرتا تھا۔

جب کمزور انسانوں پر ظالم حکمران چڑھ دوڑیں۔ ضعیفوں اور ناتوانوں پر زیادتیوں کے پہاڑ توڑے جائیں۔۔۔۔ اور امن و عافیت کے قیام سے مذاکرات اور معاہدوں کے انعقاد میں ناکام ہو جائیں تو اسلام نے اپنے ماننے والوں کو "جہاد" کا حکم دیا ہے۔

اسلام کا نظام جہاد اعلائے امن کی نوید ہے:۔

اسلام کا نظام جہاد قتل و غارت کی بجائے اعلائے امن کی نوید ہے۔ قیام عافیت کا راستہ ہے۔ سالمیت و استحکام کی ضمانت ہے۔ معاشروں کی اونچ نیچ کے خاتمے کی فصیل ہے۔ فرعونوں اور متکبروں کے پنجۂ استبداد میں جکڑی ہوئی انسانیت کو نجات دلانا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے ۱۳ سالوں میں دعوتِ دین کا کام شروع کیا۔ پورے مکی عہد میں آپ کو سرداران مکہ کی زیادتیوں اور بے جا تشدد کا نشانہ بننا پڑا۔ آپ کے صحابہ کرامؓ نے تپتے ہوئے صحراؤں پر لیٹ کر بھی آنحضرت ﷺ سے وابستگی کو ترک نہ کیا۔

Scanned with CamScanner

ابو جہل سردار مکہ نے صحابہ کرام اور صحابیات پر مظالم کی انتہا کر دی تھی۔ بلال ؓ کو تپتی ریت پر لٹایا گیا، سمیہ ؓ کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ لینہ ؓ کی چمڑی ادھیڑی گئی، زنیرہ ؓ کی آنکھیں نکال دی گئیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ خانہ کعبہ میں آپ کا داخلہ بند کر دیا گیا۔ آپ کے کئی رفقاء کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر شہید کیا گیا۔ ۱۳ سالہ مکی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سال تک شعب بنی ہاشم میں محبوس رکھا گیا۔ آنحضرت ﷺ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت پر مجبور کر دیا گیا۔ آپ اپنے بہت ہی معتمد رفیق حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے ہمراہ رات کی تاریکی میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

مدینہ منورہ میں آپ کے رفقاء کی ایک جماعت پہلے سے موجود تھی۔ انہوں نے اسلام کی اس پہلی تحریک کے لئے کئی افراد پر مشتمل مددگاروں (انصار) کی عظیم جماعت تیار کر لی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔ مکی سرداروں کو جب معلوم ہوا کہ اسلام کی دعوت مدینہ منورہ میں تیزی سے پھیلنے لگی ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں مدینہ منورہ کو پہلی اسلامی ریاست کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ تو انہوں نے یہاں بھی پیغمبر اسلام اور آپ کے رفقاء کا مقابلہ کرنے اور اسلامی تحریک کو کچلنے کا منصوبہ بنایا۔

ایک تو آنحضرت ﷺ اور آپ کے ۱۱۴ رفقاء کو مکہ سے نکالا۔ ان کی جائیدادوں اور حویلیوں پر قبضہ کیا۔ ان میں صحابہ کی بیویوں اور بچوں تک کو مکہ میں روک لیا۔ اب یہاں بھی ظلم و عدوان کا طبل بجانے کی ٹھان لی۔ تب ظلم کی اس اندھیر نگری کو روکنے کے لئے بارگاہ الٰہی سے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی۔

اسلام میں جہاد کا پہلا حکم:۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے جہاد کے لئے دیئے گئے پہلے حکم میں اس فریضہ کے اصل

Scanned with CamScanner

فلسفے کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق انہیں مظلوم اور بے قصور قرار دے کر ان کو ظالموں کے مقابلہ کرنے اور ان کے تشدد اور زیادتی کو مٹانے کی تاکید ہے۔ اسلام کے اس پہلے حکم جہاد کو جاننے والا اور اسلامی تحریک کے ابتدائی دور کا مشاہدہ کرنے والا کوئی شخص اسلام کے نظام جہاد کو "تشدد اور قتل و غارت" کا نظام قرار نہیں دے سکتا، اسلام اپنے ماحول میں انسانوں کی سلامتی خدا کے بندوں کی اصلاح امن و عافیت کے فروغ کا علمبردار ہے۔ اس کے نزدیک کسی بھی غیر مسلم سے بلاوجہ جنگ لڑنا، قتل و غارت کا بازار گرم کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اس کا نظام جہاد ظالموں کے تسلط، بلاجواز چڑھائی پر امن شہریوں پر زیادتیوں کے ازالے، باہر سے آکر حملہ آور ہونے والوں اور کمزور انسانوں پر تعدی اور تجاوز کے خاتمہ کے لئے ہے۔

جہاد کے اسلامی احکامات کے چند شہ پارے ملاحظہ ہوں۔

o--- اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا فان اللہ علی نصرھم لقدیر سورۃ حج پ۱۷ القرآن)

"اللہ حکم دیتا ہے ظالموں کے ساتھ لڑو پس اللہ ان کی (تمہاری) مدد کرنے پر قادر ہے۔"

o--- وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ (سورۃ بقرہ پ۲ القرآن)

ترجمہ: "اور ان کافروں سے قتل کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور پوری دنیا میں ہر جگہ دین (اسلام) سربلند ہو جائے۔"

o--- وجاھدو فی اللہ حق جھادہ ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج (سورۃ حج پ۱۷)

ترجمہ: "اور جہاد کرو اللہ کے لئے جس طرح جہاد کا حق ہے وہی ذات ہے جس نے تم کو منتخب کیا ہے اور تمہارے اوپر اللہ نے دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں کی۔"

○---- ومالكم لاتقاتلون فى سبيل الله والمستضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين يقولون ربنا اخرجنا من هذا القريه الظالم اهلها (سورۃ نساء پ۵ القرآن)

ترجمہ: "اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں قتال کیوں نہیں کرتے، اور پسے ہوئے مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بارے میں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب نکال ہمیں اس بستی سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں۔"

○---- الجهاد ماض الى يوم القيمه (فرمان نبوی)

ترجمہ: "جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔"

جہاد کا بنیادی اصول:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہاد کے بنیادی اصول کا ذکر کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے تصریح کی ہے۔

كان رسول الله امر امراء ان لايقتلوا الامن قاتلهم

آنحضرتؐ نے اپنے فوجی سرداروں کو حکم دیا تھا کہ وہ جو لوگ جنگ کی ابتدا نہ کریں ان سے جنگ میں پہل نہ کی جائے۔

(فتح الباری ص۹ ج ۸)

آغاز اسلام میں عہد نبوی اور عہد خلفاء راشدین کی تمام جنگوں میں یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ اسلام کے دور اولین کی تمام لڑائیاں مذکورہ قرآنی ہدایات اور محمدی ارشادات کی روشنی میں لڑی گئیں۔ اسلام کے فلسفہ اور نظام جہاد کی اصلی روح صحابہ

Scanned with CamScanner

کرامؓ کی طرف سے لڑی جانے والی جنگوں میں نظر آتی ہے۔

صحابہ کرام کے ۵۰ سالہ دور کی تمام لڑائیاں اعلاء کلمۃ الحق اور ظالم حکومتوں کے مظالم سے سسکتی ہوئی انسانیت کو نجات دلانا تھا۔ وہ صرف اور صرف لازمی طور پر مملکتوں کی تسخیر اور ریاستوں پر تسلط ہی کے فلسفہ پر گامزن نہ تھے۔ خلفاء راشدین نے اپنے دور میں انسانوں کو قیصر و کسریٰ سے لے کر ہندی، پرتگالی، افریقی اور بازنطینی حکمرانوں سے مظالم سے نجات دلائی، ان کے ارادوں میں صرف مال غنیمت کا حصول ہی نہ تھا۔

خلفاء راشدین نے اسلام کے فریضہ جہاد کے فروغ کے لئے مصائب کی ندیوں کو عبور کیا، مشکلات کے سمندروں میں شناوری کی، گھربار چھوڑ کر صحراؤں کے دشت اور دریاؤں کے سینوں سے گذرے۔ پہلے سارے عرب کے بتکدوں میں اذانیں دیں۔ پھر ہند، سندھ، چین اور روس کے دروازوں پر دستک دی تا آنکہ آنحضرت ﷺ کے دین کی روشنی مشرق و مغرب کے ہر خطے تک پہنچ گئی۔

اسلام کی ابتدائی جنگوں میں خلفاء راشدین کا مقصد صرف مال غنیمت کا حصول نہ تھا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے دنیا کی ہر زیادتی کے خاتمہ کرنے اور انسانوں کو حقیقی فلاح اور امن عطا کرنے کے لئے جانوں کی پرواہ کئے بغیر اموال کے ضیاع سے بے پرواہ ہو کر اولاد کی قربانیوں سے آزاد ہو کر ہر وہ کام کر ڈالا جس کے ذریعے فتنے ختم ہو جائیں، گناہ مٹ جائیں، معصیتیں کافور ہو جائیں۔ ظلم و ستم کی ٹیس ختم ہو جائے۔ مستضعفین یعنی کمزور لوگ آزاد ہو جائیں، متکبرین کا استیصال ہو جائے، کفر اور شرک کے سارے راستے ختم ہو جائیں، زیادتی اور تجاوز کی ساری راہیں مسدود ہو جائیں، پوری دنیا کا ایک ایک علاقہ خرمن امن بن جائے، آشتی کے نغمے سرائے جائیں، کمزور سربلند ہوں، ضعیف اور ناتواں بھی اس دنیا میں سر اٹھانے کے قابل ہو جائیں۔ خدا کا حکم بلند ہو جائے۔ انسانی فطرت کی حقیقی قدریں روشن ہوں۔ خطہ ہستی عافیت اور سکون

Scanned with CamScanner

کا گہوارہ بن جائے۔ خلفاء راشدین" کا ایک دور وہ ہے۔ جس میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کی تیرہ سالہ مدنی زندگی میں فریضہ جہاد کی ادائیگی کی۔

دوسرا دور وہ ہے۔ جس میں وہ خود حکمرانی کی مسند پر جلوہ افروز رہے اور انہوں نے اپنی نگرانی میں جہاد کا فریضہ سرانجام دیا۔

اسلامی خلفاء کی زندگی کا یہ کردار پوری امت مسلمہ کو ہر دن جھنجھوڑتا ہے کہ باطل کے خلاف ہر دور میں ہر وقت سربکف رہنا ضروری ہے۔ فریضہ جہاد کے اسلامی حکم کو پس پشت ڈال کر آسودہ خواب ہونا اسلامی تعلیمات سے کھلی بغاوت کے مترادف ہے۔ فتنوں کی سرکوبی اور کفر کے طوفان کو روکنے کے لئے ہر زندہ مسلم قوم نے خلفاء ہی کے جذبہ جہاد کی پیروی کی۔ جب سے مسلم قوم اس جذبہ کی جگہ عافیت کوشی اور آرام طلبی کی طلبگار رہی ہے۔ چاروں طرف سے ہمیں فساد کی آندھیوں نے آگھیرا ہے۔

O

اسلامی جہاد سے خائف قوتوں نے جہاد کی منسوخی کا راگ الاپنے کے لئے برصغیر کے برطانوی دور میں ۱۸۸۶ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں ایک جھوٹا نبی پیدا کیا۔ اس انگریزی نبی نے اعلان کیا۔

چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین میں حرام ہے جنگ اور قتال

ظاہر ہے یہ جھوٹے نبی کا اعلان برطانوی حکومت کی شہہ پر برصغیر کی جنگ آزادی کی روح کو مسخ کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ علماء اسلام نے کاذب اور جھوٹے مدعی نبوت کے تار پود بکھیر کر اسلامی جہاد کے خلاف انگریزی سازش کو ناکام بنادیا تھا۔

اسلام کمزور رہنے کی بجائے قوی اور طاقتور رہنے کو ترجیح دیتا ہے۔ زندگی کے ہر

Scanned with CamScanner

شعبے میں نیکی بھلائی اور سلامتی کے فروغ کے ساتھ ساتھ اپنے ماننے والوں کو قوموں کے اس میلے میں بہادری اور بسالت کے جوہر دکھانے کی تلقین کرتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ ۱۹۷۹ء میں جب اپنی چند ایجنسیوں کے ذریعے روس نے افغانستان پر تسلط قائم کیا تو افغان قوم نے ۱۳ سال تک دنیا کی اس سپر طاقت کا مقابلہ کیا۔ اس معرکہ آرائی میں ۵۰ لاکھ افغان گھروں سے بے گھر ہوئے۔ ۱۵ لاکھ نوجوان شہید ہوئے۔ قوم و وطن کی آبرو کی حفاظت اسلام کی تعلیمات کا واضح حکم ہے۔ دنیا کی دوسری بڑی قوت کے ساتھ بے سہارا، بوریہ نشینوں اور پہاڑی لوگوں کی نبرد آزمائی میں صرف چھینے ہوئے اسلحہ اور خود ساز ہتھیاروں ہی سے جنگ نہیں لڑی بلکہ اس عظیم اور اولوالعزم معرکہ آرائی میں اسلام کے جذبہ جہاد اور صحابہ کرامؓ کے جوش شہادت اور انداز شجاعت کو سب سے زیادہ دخل تھا۔۔۔۔۔ سربوں کی طرف سے یورپ کے آنگن میں یوگوسلاویہ سے آزاد ہو کر قائم ہونے والی بوسنیا کی ریاست پر مظالم کے مقابلے میں چھ سالہ جنگ بھی اسی جذبہ کے تحت لڑی گئی۔ یہاں بھی دنیا بھر کے اسلامی مجاہدوں نے اسلام ہی کے حکم پر ظالموں کے تسلط سے اپنے بھائیوں کو آزاد کرانے کے لئے جانوں کی پرواہ کئے بغیر سب کچھ تج دیا۔ ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ اسلام کا جذبہ بوسنی مسلمانوں کے جسموں سے نہ نکالا جا سکا۔ ادھر کشمیر میں بھی ۵ سال سے بھارتی تسلط اور مداخلت کے خلاف جنگ جاری ہے۔ ۵۰ ہزار کشمیریوں کی شہادت بھی ایمان کی رمق نہ مٹا سکی، ساڑھے چھ لاکھ بھارتی فوج چند ہزار مجاہدوں کی جدوجہد پامال نہ کر سکی۔ مسلم مجاہدین کی آئے دن شہادتیں اور پہاڑوں پر بکھرنے والے لہو، اور ٹوٹے ہوئے اعضاء دیکھ کر مجاہدین کا ولولہ سرد نہیں ہوتا۔

عہد حاضر کے اسلامی جہاد کا طریقہ کیا ہو گا:۔

گذشتہ صفحات میں مذکور اسلامی جہاد کے فلسفہ اور مقاصد کے بعد یہ بات روز روشن

کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ اسلام کا نظام جہاد صرف اقتدار کی وسعت اور قوت و شوکت کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اس کا مقصد ظلم کا خاتمہ اور انصاف و مساوات کی فراہمی ہے۔ انسانوں کی فلاح اور عالمی امن کا قیام ہے۔

عہد حاضر میں جہاں بھی اسلامی حکومت قائم ہوگی اس پر بھی یہ بات لازم ہوگی کہ وہ اپنے پڑوس میں ہونے والے مظالم سے انسانوں کو نجات دلائے۔ قوت و دولت اور وسیع و عریض مملکتوں کے نشے میں مخمور حکومتوں کی زیادتیوں کے ازالہ کے لئے فیصلہ کن جدوجہد کرے۔

خدائی کلمہ کو سربلند کرنے اور کمزوروں کو طاقت وروں کے نشانہ ستم سے بچانے کے لئے ہر اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ جدید سے جدید تر اسلحہ تیار کرے۔

قرآنی حکم!

واعدولهم مااستطعتم من قوه ومن رباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدوكم (سورة انفال پ ۱۰)

"اور سرانجام کرو ان کی لڑائی کو جو پیدا کر سکو زور اور گھوڑے پالنے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر"

کے مطابق دنیا کی ہر اسلامی حکومت کا فرض ہے جدید ہتھیاروں سے لیس ہو کر اپنی افواج کو کسی بھی ظالم کے نشانہ ستم سے انسانوں کو بچانے کی تیاری کرے۔ عہد حاضر کی غیر مسلم ایٹمی طاقتوں کی طرف سے اگر اسلحہ کے عدم توازن کے دوڑ جاری رہتی ہے۔ اور سپر قوتوں کی طرف سے چھوٹے ملکوں اور کمزور ریاستوں کے خلاف تعدی اور تجاوز نظر آئے تو اسلامی حکومت اس کو بزور قوت روکنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ نہ کسی سے زیادتی کرے نہ کسی کی طرف سے زیادتی برداشت کرے۔

اسلام کا یہی وہ جذبہ جہاد ہے جو اس کے ماننے والے ہر مسلمان کے قلب و جگر کو

Scanned with CamScanner

گرم رکھتا ہے۔

ہر مسلمان کی گھٹی میں یہ بات داخل ہو جاتی ہے کہ موت تو برحق ہے اس نے ہسپتالوں، بستروں، ٹریفک حادثات میں بھی آنا ہے۔ کوئی نوجوانی اور کوئی بڑھاپے میں موت کے پاتال میں ضرور گم ہو گا۔

ہر شخص نے قبر میں اترنا ہے، اگر اسلام کی سربلندی ظالموں کے تسلط سے مظلوموں کی نجات، صحابہ کرام اور عشق مصطفیٰ کے فروغ میں موت آئی تو اسے شہادت کے ایسے زیور سے آراستہ کر دیا جائے گا اچھی جزا اور اعلیٰ بدلہ کے اس تصور نے مسلمانوں کو جہاد اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والی موت کو شہادت کے عظیم رتبے پر فائز کر دیا ہے۔

ایک سچا مسلمان ہر وقت شہادت کی تمنا کرتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسول اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی محبت اور قوم و وطن کی ناموس کے تحفظ میں اپنی جان قربان کرے۔

جب ایک شخص موت کے ذریعے بھی اعلیٰ کامیابی کا حقیقی تصور لے کر کسی بھی دشمن سے ہم کلام ہو گا۔ اس کے اسی جذبہ کی صداقت اسے ہر میدان میں سرفراز کرے گی۔۔۔

مسلمانوں کی طرف سے قلیل تعداد اور محدود وسائل کے باوجود بڑی بڑی جنگوں میں کامیابی اور سپر قوتوں کے مقابلے میں فتح اسی جذبہ کے تحت عمل میں آتی ہے۔ اسلام میں دشمنوں سے ہتھیار نہیں لڑتے بلکہ مجاہد کا جذبہ، ولولہ، تب و تاب اور اخروی کامیابی کا عزم ہی لڑتا ہے۔

اسلام کا نظام جہاد۔۔۔ اسی درخشندہ تصور اور اعلیٰ نصب العین کا علمبردار ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنے مالک حقیقی اور سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

اسلام کی پہلی حکومتوں کے جنگی قوانین:-

خلفاء راشدین نے بڑی بڑی جنگوں کے باوجود احترام انسانیت کی درخشندہ مثالیں رقم کیں۔

عہد خلافت راشدہ کی تمام جنگی سرگرمیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات واحکامات پر رکھی گئی تھیں۔ اس سلسلے میں ہم خلفاء راشدین کی طرف سے جنگی سپہ سالاروں کے نام چند ہدایات، فوجی سربراہوں کی طرف سے معاہدوں کی پاسداری، جنگی اسیروں سے سلوک، قیدیوں کے لئے خصوصی ہدایات فوجی اور دفاعی ترقی، چھاونیوں کے قیام، فوجی بھرتی اور فوجیوں کی تنخواہوں کے بارے میں چند تصریحات نقل کرتے ہیں۔

جس سے اسلام کے نظام جہاد اور دفاعی تعمیر و ترقی کا ایسا خانہ نظر آتا ہے۔ جس کی روشنی میں عہد حاضر کی اسلامی حکومتیں دفاعی ترقی کی عمارتیں استوار کر سکتی ہیں۔

مدینہ کے ایک اسلامی لشکر سے خلیفہ اول کا خطاب:-

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:- "میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہنا، اس کی اطاعت کرنا، ہر رضا کے مقابلے میں اس کی رضا کو ملحوظ رکھنا، دشمن کے ساتھ جنگ میں اگر خدا تم کو فتح نصیب کرے تو کسی قیدی کے گلے میں طوق نہ ڈالنا، نہ کسی کا مثلہ کرنا، نہ کسی کے ساتھ بے وفائی سے پیش آنا، (لڑائی میں) بزدلی نہ دکھانا، نہ بچوں کو قتل کرنا، نہ بوڑھوں اور عورتوں کو مارنا، کھجور کا درخت نہ جلانا اور اس کے ٹکڑے نہ کرنا، نہ کوئی دوسرا پھل دار درخت گرانا، کسی چوپائے کی کونچیں نہ کاٹنا، الا یہ کہ اس کا گوشت کھانا، تمہارا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوگا جو خانقاہوں میں راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں جو کہیں گے ہم نے اپنی زندگی خدا کے لئے وقف کی ہے۔ ان سے

Scanned with CamScanner

تعرض نہ کرنا، تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے، جن کے سروں پر شیطان مسلط ہے تم ان کے سروں پر تلوار مارنا، یہاں تک کہ وہ اطاعت گزار بن جائیں یا جزیہ ادا کر کے مسلمانوں کی ماتحتی قبول کر لیں۔ خدا ان لوگوں کی ضرور مدد کرتا ہے جو اس کے لئے اور اس کے نبی کے لئے قربانی کرتے ہیں۔"

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سالار کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

"میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں، تم پر سلامتی ہو اور رحمت ہو۔"

رخصت ہوتے وقت خلیفہ نے پھر کہا:

"شام میں تم میرے پہلے سالار ہو، میں نے تم کو معزز مسلمانوں پر امیر بنایا ہے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ان پر نظر کرم رکھنا، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کرنا، خدا ان کے ساتھ تمہارے تعلقات کو استوار رکھے اور ہمارے لئے خلافت ساز گار بنائے۔" (آمین) (فتوح البلدان بلاذری)

فتوح الشام میں انہی ہدایات کے ساتھ یہ بھی ہے۔

"یزید بن ابی سفیان! اتنے تیز نہ جانا کہ تمہارے ساتھیوں کو تکلیف ہو، اپنی قوم کے لوگوں کو مارنا پیٹنا نہیں اور اپنے معاملات میں ان رفقاء سے صلاح مشورہ کرنا، عدل سے کام لینا اور ظلم و ستم سے بچنا، ظالم پھلتا پھولتا نہیں ہے اور نہ اپنے دشمن پر فتح پاتا ہے۔ جب تم کافروں سے معرکہ آراء ہو تو منہ نہ موڑنا اور جو منہ موڑے گا نہ ڈھب سے لڑنے کے لئے، نہ اپنی فوج کی کسی ٹولی کی مدد کے لئے تو اس پر خدا کا غضب نازل ہوگا، جب تم دشمن پر فتح پاؤ گئے تو اس کے کسی دودھ پیتے بچے کو

Scanned with CamScanner

قتل نہ کرنا، نہ زیادہ بوڑھے کو، نہ عورتوں کو، نہ لڑکوں کو، نہ درختوں کو نقصان پہنچانا، نہ کھیت جلانا، نہ پھلدار درخت برباد کرنا..... کسی سے عہد کرنے کے بعد بد عہدی نہ کرنا۔"

واقدی نے فتوح الشام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک ہدایت نامہ نقل کیا ہے جسے آپؓ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے لئے بیان فرمایا تھا:۔

"اپنے ظاہری اور مخفی میں ہر کام میں خدا سے ڈرنا اور اپنی تنہائیوں میں اس خدا سے شرم کرنا، وہ تمہارے سب کام دیکھتا ہے، جیسا کہ تم کو معلوم ہے میں نے تم سے بہتر اور معزز لوگوں کی موجودگی میں تمہیں سالار مقرر کیا ہے۔ تمہارا عمل، آخرت کی سرخروئی اور خدا کی رضا جوئی کے لئے ہونا چاہئے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باپ کی طرح پیش آؤ، راستے میں ان کو زیادہ تیز نہ چلانا، خود ان کی دیکھ بھال کرتے رہنا، تم ایک دور دراز مہم پر جارہے ہو۔ اللہ اپنے دین کو تمام ادیان پر ضرور غالب کرے گا۔ تم تبوک والے اس راستے پر نہ جانا جس پر یزید بن ابی سفیان، ربیعہ بن عامر اور شرجیل بن حسنہ گئے ہیں، بلکہ براہ ایلہ فلسطین کے راستے سے داخل ہونا،.... جب کسی کو سزا دو تو اعتدال سے زیادہ نہ ہو، سزا دینے میں تاخیر بھی نہ ہو۔"

Scanned with CamScanner

فوجی چھاؤنیوں کا قیام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جو شہر فتح ہوتا تھا وہاں ایک مناسب تعداد کی فوج متعین کر دی جاتی تھی۔ جس کے لئے رہائش گاہیں اور سامان جنگ وغیرہ میسر کیا جاتا تھا۔ عہد فاروقیؓ میں کوئی ضلع یا شہر ایسا نہ رہ گیا تھا جہاں فوج کا کچھ حصہ متعین نہ کیا گیا ہو۔

۱۷ ھ میں آپؓ نے شام کا دورہ کیا تو غیر ممالک کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ کئی ہزار میل تک مختلف وقفوں کیساتھ فوجی چھاؤنیاں بنانے کا حکم جاری کیا، ان میں دلوک، منج، رعیان، قوس، انطاکیہ میں ہر جگہ دورہ کر کے مقدمہ فوج کے دستے مقرر کئے، دریا کے ساحلی علاقوں یعنی عسقلان، ارسوف، عکاء صدر، بیروت، طرطوس اور رالیس کے علاقوں کی فوجی چھاؤنیوں کا نگران عبداللہ بن قیس کو مقرر کیا۔ (از فتوح البلدان)

خلافت راشدہ کے فاروقی دور میں اسلامی فوج کے لئے باقاعدہ ایسا منظم لائحہ عمل تیار کیا گیا کہ پوری مملکت میں بے شمار چھاؤنیاں قائم ہو گئیں۔ ہر سرحد پر حفاظتی دستے مقرر کئے گئے۔ فاروق اعظمؓ کی فوجی اصلاحات سے بغاوتوں کے خطرات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے۔

سالانہ فوجی بھرتی:-

ابن سعد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں ہر سال تیس ہزار نئی فوج تیار کی جاتی تھی۔ مورخ طبری کے مطابق صرف کوفہ کے علاقے میں ایک ایک لاکھ فوجیوں کی تربیت کئی سال تک جاری رہی، کوفہ کی فوجی چھاؤنی میں ۴۰ ہزار فوج مستقل طور پر قیام پذیر تھی، کوفہ میں فوجوں کی تربیت کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔

Scanned with CamScanner

فوجیوں کی تنخواہوں میں اضافہ :-

حضرت عمرؓ کے دور میں فوجیوں کی تنخواہوں میں اضافہ ہوا۔ علامہ شبلی کے مطابق ۳۰۰ درہم فی کس وظیفہ مقرر کیا گیا تھا۔ جو اس دور میں کافی ہوتا تھا۔ فوجیوں کے بچوں کے لئے علیحدہ روزینہ مقرر تھا۔

مورخ یعقوبی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سفر شام میں لکھا ہے کہ فوجیوں کی تنخواہ اور خوراک کے علاوہ کپڑا بھی دربار خلافت سے ملتا تھا۔ ایک گھوڑا بھی خلافت کے ذمہ تھا۔ اسی کام کے لئے مدینہ کے دفتر خلافت میں ہر وقت چار ہزار گھوڑے موجود رہتے تھے۔

فوجی تربیت :-

علامہ شبلیؒ نے الفاروق میں لکھا ہے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فوجی قواعد کی نسبت ہم کو صرف اس قدر معلوم ہے کہ آپؓ فوجی افسروں کو جو احکام بھیجتے تھے۔ ان میں چار چیزوں کے سیکھنے کی تاکید ہوتی تھی۔ تیرنا، گھوڑے دوڑانا، تیراندازی، ننگے پاؤں چلنا۔

پرچہ نویسی :-

قدیم دور کے مطابق پرچہ نویسی کا اہتمام خلافت کے فاروقی دور میں ہوا، جو ایک لحاظ سے بے مثال اور اس دور کی ترقیاتی سوچ کا آئینہ دار تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر فوج کے ساتھ پرچہ نویس متعین کئے ہوئے تھے، جو فوج کی ایک ایک خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچاتے رہتے تھے۔

خلافت راشدہ کے دور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب خبر رسانی کے انتہائی اہم کام کا آغاز کیا تو یہ بات واضح ہوئی کہ لاکھوں مربع میل کے وسیع علاقوں میں پہنچنے والی

Scanned with CamScanner

فوجیں جن میں مختلف قبائل اور مختلف طبائع کے لوگ شامل تھے۔ خلیفہ وقت کے زیر نظر تھیں۔ دارالخلافہ سے سینکڑوں میل دور کی خبریں اتنی جلدی آپ تک پہنچ جاتی تھیں گویا خلیفہ ہر وقت فوجوں کے ساتھ ہے۔

معاہدوں کی پاسداری:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ذمیون (یعنی ایسے غیر مسلم جو چند شرائط کے ساتھ مسلم حکومت میں رہتے ہیں) کے جان و مال کا اس قدر خیال تھا کہ وقتاً فوقتاً ان کے بارے میں عاملوں کو ہدایتیں بھیجا کرتے تھے۔ ان کا فرمان تھا کہ یہ لوگ مسلم مملکت کے ایسے معاہد ہیں جن کے ساتھ یہاں کی رعایا کی طرح ہمارا ایمان ہے۔

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے فاتح شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

☆-- وامنع المسلمین من ظلمهم والاضرار لهم واكل اموالهم الا بحلها روف لهم بشطهم الذی شرطت لهم فی جمع ما اعطیتهم (کتاب الخراج صفحہ ۸۲)

"مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے سے روکیں، وہ نہ ان کو نقصان پہنچانے پائیں، نہ ان کا مال ناجائز طور پر کھانے پائیں، جو شرطیں تم نے ان سے طے کی ہیں ان کو پورا کریں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت:۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت آئندہ ہونے والے خلیفہ کے لئے جو وصیت نامہ لکھا تھا اس کا ایک حصہ یہ ہے۔

☆-- واوصیه بذمته الله وذمته رسول له ان یوفی لهم بواجبهم وان یقاتل من ورائهم وان لایكلفوا

Scanned with CamScanner

فرق طاقتھم (صحیح بخاری جلد ۱۱)

"میں ان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں جن کو خدا اور رسول ﷺ کا ذمہ دیا گیا ہے کہ ان سے جو عہد کیا گیا ہے اس کو پورا کیا جائے، ان کی حمایت میں لڑا جائے، ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔"

مسلمانوں کا حسن سلوک دیکھ کر ذمی اسلامی حکومت کا دم بھرنے لگے تھے۔ معاہدوں کی پاسداری اور اسلامی خلفاء کے عہد و پیمان کی تکمیل دیکھ کر کئی ہزار لوگ اسلام کے سایہ عاطفت میں آ گئے تھے۔ جو لوگ مسلمان نہ بھی ہوئے وہ بھی مسلمانوں کے بڑے وفادار اور معاون بن گئے تھے۔

کتاب الخراج صفحہ ۷۴ پر قاضی ابو یوسف رقمطراز ہیں:۔

☆ -- "فلما رای اہل الذمتہ وفاء المسلمین لھم وحسن السیرہ فیھم صار واالشداء علی عدو المسلمین واعوانا للمسلمین علی اعداءھم"

"ذمی مسلمان کے عہد کی پابندی اور حسن سلوک دیکھ کر مسلمانوں کے دشمنوں کے دشمن اور ان کے مقابلہ میں مسلمان کے معاون و مددگار بن گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ:۔

غیر مسلموں کے ساتھ معاہدوں کی پاسداری کے بارے میں ایک واقعہ مشکوۃ شریف میں نقل کیا گیا ہے، جس سے ایک طرف دشمن سے معاہدے کا ایفاء نظر آتا ہے اور دوسری طرف خلیفہ کی اطاعت رسول کی نادر مثال تاریخ کے اوراق پر ثبت ہو جاتی ہے، واقعہ یوں ہے:

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل روم کے درمیان صلح کا معاہدہ ہوا کہ

فلاں وقت تک اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو مسلمان دوبارہ حملہ کر سکتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہو گئی کہ دشمن صرف وقت گزارنا چاہتا ہے، آپ نے صلح کی مدت کے دوران اپنی فوجوں کو روم کی سرحدوں پر جمع کر دیا، مقصد یہ تھا کہ جونہی مدت ختم ہو گی فوراً حملہ کر دیا جائے گا۔ رومی اس خیال میں ہوں گے کہ ابھی مدت ختم ہوئی ہے اتنی جلدی مسلمانوں کو ہم تک پہنچنا ممکن نہیں، اس طرح فتح آسان ہو جائے گی، جونہی معاہدہ کی مدت ختم ہوئی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوری قوت سے یلغار کر دی، رومی اس ناگہانی حملے کی تاب نہ لا سکے اور پسپا ہو گئے۔ آپ روم کے علاقے فتح کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بلند آواز سے پکارتے ہوئے آئے "وفاء لاغدر" مومن کا پیشہ وفا ہے، غدر نہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ایک بڑے مرتبہ کے صحابی حضرت عمر بن عنبسہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپؓ نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگے "میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔ جب دو قوموں کے درمیان معاہدہ طے ہو تو اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے کوئی فریق عہد نہ کھولے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث کی رو سے جنگی بندی کے دوران سرحدوں پر فوجوں کو جمع کرنا بھی معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔"

"جونہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا یہ پیغام سنا تو آپؓ نے فوجوں کو واپسی کا حکم دے دیا اور معاہدہ کی پاسداری میں کئی سو مربع میل کا علاقہ چھوڑ دیا۔" (مشکوٰۃ باب الامان صفحہ ۲۴۷)

جنگ و قتال کی تاریخ کا یہ انوکھا واقعہ ہے۔ جس سے خلفاء اسلام کے طرف سے معاہدوں کی پاسداری کی روشن مثال نظر آتی ہے۔

Scanned with CamScanner

اٹھارواں باب

اسلام اور جدید ترقی

اسلامی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام نے پہلی چھ صدیوں میں بڑے بڑے علماء حکماء اور گہرے تدبر کے مالک افراد پیدا کئے، انہوں نے نہ صرف یونانیوں کو درس عام سے نوازا بلکہ طبع زاد ایسے ایسے علوم کے ذخیرے مرتب کئے۔ جن سے چہار سو علم کی روشنی پھیل گئی۔ فتنہ تاتار کی آگ سے اسلامی علوم کا سارا خرمن راکھ ہو گیا۔ اسلامی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوئی۔ تمام علماء موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے "بغداد کی گلیوں میں لاشوں کے اتنے انبار لگائے گئے کہ گلیاں جنگ کو بھی مات کر گئیں۔ نالیوں میں کئی ماہ تک خون بہتا رہا، ہر موضوع پر لکھی جانے والی کتابیں، ہر چیز کی ریسرچ و تحقیق کا درس دینے والے تمام ذخیرے آگ کی نذر کر دیئے گئے، "غرناطہ، قرطبہ تیونس اور اشبیلیہ اور دیگر مقامات پر ۶۰ لاکھ کتابیں جلائی گئیں۔ ظاہر ہے جن بچوں کا استاد قتل کر دیا جائے۔ ان کے ہاتھوں سے کتابیں چھین لی جائیں۔ وہ جاہل بن جائیں گے۔

یورپین اقوام اسلام کے دروازے پر:-

۱۱۰۰ء صدی میں اسلامی تہذیب و ثقافت، اسلامی علوم و معارف، اسلامی تعلیمات اور تحقیقات کا سورج عین نصف النہار پر تھا۔ دنیا بھر کی کوئی قوم کسی میدان میں بھی ان سے آگے نہ تھی۔ جدید تہذیب اور جدید ترقی کا ہر عنوان مسلمانوں ہی کی تاریخ سے روشن تھا۔

اسلام اور سائنس:-

مسلمانوں نے ہی خوارزمی، سینا، جابر بن حیان، الکندی اور ابن رشد جیسے بے مثل

Scanned with CamScanner

سائنسدان پیدا کیے۔ ان کی تحقیقات کے نتیجے میں الکیمیا، الجبرا اور ٹیکنالوجی کی ایجاد عمل میں آئی۔ انہی کے ذریعے مسلمانوں نے ہر موضوع پر تحقیقی کتابیں مرتب کیں۔ اسی دور میں تمام دنیا میں مسلم سائنس دانوں کا طوطی بولتا تھا۔ ایک ہزار سال تک مسلمان مشرق و مغرب پر مسلط رہے۔ دنیا ان کی نقل اتارتی، ان کی زبان بولتی، ان کا لباس پہنتی، ان کے علوم پڑھاتی تھی۔

جوڈریپر بریفالٹ (Berfalet) اور ول ڈیوران (Wel) جیسے منصف مزاج عیسائی علماء اور یورپین مستشرقین کا اعتراف ملاحظہ ہو۔

"یورپ کی نشاۃ ثانیہ عربوں کی وجہ سے ہوئی یورپ کی حیات نو کا گہوارہ اٹلی نہیں اسپین تھا۔ جس وقت یورپ جہالت و بربریت کے تاریک گڑھوں میں گرا ہوا تھا۔ اس وقت بغداد، قاہرہ، قرطبہ اور طیطلہ سے وہ تہذیب اور زندگی نمودار ہو رہی تھی۔ جس نے بعد میں انسانی ارتقاء کو نئی صورت عطا کی"

یہی فاضل آگے چل کر رقمطراز ہیں۔

"اگر عرب نہ ہوتے تو عصر رواں کی مغربی تہذیب جنم ہی نہ لیتی۔"

ڈاکٹر ڈریپر کا کہنا ہے۔

"قرون وسطیٰ میں سائنس کی ترقی مسلمانوں کی بدولت تھی۔ اس وقت عیسائی دنیا پر جہل و اوہام کی تاریکی محیط تھی، اور انہیں علمی مشاغل کی ہوا تک نہ لگی تھی۔"

پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں

"عربی کتابوں کے سینکڑوں تراجم یورپ کی برباد زمین پر بارش بن کر برسے اور

مختلف شعبہ ہائے علم نے انگڑائی لی"

لیبسان کا قول ہے۔

"یورپ نے عربوں سے تہذیب حاصل کی یورپ میں عربوں کے علوم سپین، سسلی کی راہ سے پہنچے اور عربوں کا نام یورپ کی پچھلی تاریخ سے نکال دیا جائے تو یورپ کی حیات ثانیہ کئی سو سال پیچھے جا پڑتی ہے۔" (تمدن عرب ص ۵۱۳)

اسلام سے جدید علوم کے حصول کا کھلا اعتراف:۔

"ہسٹری آف دی مورش ایمپائر" میں ایس پی سات کا قول ملاحظہ ہو

"ویڈرک روم نے مسلمانوں کے سارے علوم یورپ میں پھیلائے نتیجہ یہ ہے کہ جو ممالک اس کے زیر نگیں نہیں تھے۔ ان میں علمی تحریک پیدا ہو گئی، اور وہ یورپ جس پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ابن رشد کے فلسفہ ابن بیطار کے علم نباتات ابو القاسم کے علم جراحی، ابن العوام کے علم زراعت اور ابن الخطیب کے علم تاریخ سے آشنا ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ عصر حاضر کی تمام ایجادات عربوں کے طفیل ہی معرض شہود میں آئی ہیں۔"

اسلام سائنسی علوم کا محور ہے:۔

ایک وقت تھا مسلمانوں کے علوم و معارف کی تحصیل کے لئے پورا یورپ ان کا دریوزہ گر تھا۔ اہل یورپ عرب کے شاندار علوم اور تابدار تہذیب سے اس حد تک متاثر تھے کہ وہ عربی بولنے اور لکھنے پر فخر کرنے لگے۔ سسلی کے فرمانروا ولیم روم (۱۱۶۶ء ۱۱۸۹) اور فریڈرک روم (۱۲۱۲ ء ۱۲۵۰) عربی کے عالم تھے۔ ولیم عموماً عربی میں گفتگو

کیا کرتا تھا۔ اس کی سلطنت کے ہر سکول میں عربی لازمی تھی۔

ولیم فاتح نے (۱۰۶۶ء - ۱۰۸۷ء) فرانس سے برطانیہ پہنچ کر عربی مدارس کھولے، آکسفورڈ میں بھی سب سے پہلے عربی علوم جاری کئے۔ راجر بیکن نے جو دو سو سال بعد ۱۲۹۴ء آکسفورڈ کا پروفیسر مقرر ہوا تھا۔ وہ اپنے طلباء سے کہا کرتا تھا کہ حقیقی علم حاصل کرنے کا واحد ذریعہ عربی زبان ہے۔ جرمنی کا عظیم المرتبت فلسفی البرٹو مس میگنوس ALB ۱۶۰۶ء ۱۶۸۰ء اور اٹلی اک فلسفی طاس ایکوناس عربی مدارس کے فارغ التحصیل عالم تھے۔ ان دونوں نے فلسفے پر کتابیں لکھیں اور مسلم سائنسدان فارانی اور سینا ۱۰۳۷ء اور الکندی کے دلائل کے حوالے پیش کئے۔

۱۴۷۳ء میں فرانس کے بادشاہ لوئیس یازدھم نے حکم دیا کہ فرانس کے تمام مدارس میں ابن رشد کی فلسفیانہ کتابیں پڑھائی جائیں۔ اٹلی کی ایک یونیورسٹی میں بھی مسلم فلسفی ابن رشد کا فلسفہ داخل کتاب تھا۔

اسپین کے ایک عالم ایمنڈ لل نے اسلامی علوم کی ایک درسگاہ قائم کی تھی یہ عربی بولتا اور لکھتا تھا دوسرا عالم اینڈ مارائن جو طلیطلہ کے سکول اور اور فیل سے فارغ التحصیل تعلیم یافتہ تھا۔ اس نے امام غزالی (۱۱۱۱ء) کی کتاب تہافتہ الفلاسفہ کا خلاصہ اپنی کتاب Fides) (Pugio میں پیش کیا تھا۔ یہ تمام دلائل امام غزالی سے ماخوذ ہیں۔

پرتگال کے پرنس ہنری (۱۳۹۴ء - ۱۳۶۰ء) نے ایک عظیم عربی اکاڈمی قائم کی۔ جس کی تعلیم تدریس و تعلیم کے لئے عرب علماء مقرر کئے۔ اس درسگاہ سے واسکوڈے گاما نے تعلیم حاصل کی وہ ۱۶۰۱ء میں پرتگال سے چل کر ہندوستان پہنچا۔ یہ پہلا یورپی ملاح ہے جس نے یورپ سے ہندوستان جانے کا راستہ معلوم کیا۔

موسیو لیبان کا ایک حقیقت پسندانہ بیان ملاحظہ ہو۔

"یورپ میں پندرھویں صدی میں کوئی ایسا مصنف نہیں تھا۔ جو

Scanned with CamScanner

عربوں کا ناقل نہ ہو۔ راجر بیکن، پادری طامس، البرٹ بزرگ اور انفونسو وغیرہ یا تو عربی کے شاگرد تھے یا ناقل البرٹ بزرگ نے جو کچھ پایا ابن سینا سے پایا اور سینٹ طامس نے جو کچھ پایا ابن رشد سے پایا۔"

مسلمانوں نے علم تاریخ، علم فلسفہ، علم زراعت، علم فلکیات، نباتات اور ہر علم کے ایسے ایسے ذخیرے تیار کیے کہ انسانی عقل ششدر رہ جاتی تھی۔ انہی علوم پر بے شمار مجموعوں سے یورپ نے فائدہ اٹھایا اور اس نے انہی معارف کی روشنی میں نئی نئی تجربہ گاہیں قائم کیں، نئے نئے آلات تیار کیئے۔ یہ حقیقت ہے کہ بارود، قطب نما، الکحل، عینک اور دیگر بیسیوں اشیاء کے موجد مسلمان تھے، لیکن آج مورخین یورپ نے عربوں کی ہر ایجاد کا سہرا بھی اپنے ہی سر باندھ لیا ہے۔

ہر عہد کی جدید ترقی صرف مسلم عربوں کے انہی علوم کی رہین ہے۔ جس کے مطابق دنیا کے ہر موضوع پر مسلمان مفکرین نے بڑی بڑی کتابیں مرتب کیں۔ اعلیٰ ذخیرے تیار کئے، کئی لاکھ کتابیں فتنہ تاتار میں راکھ بنادی گئیں۔ بے شمار ذخیرے بنو عباس اور بنو امیہ کی باہمی آویزش کی بھینٹ چڑھ گئے۔ جو بچ گئیں وہ آج لنڈن، پیرس، ہالینڈ، جرمنی، اسپین اور اٹلی میں مقفل ہیں۔

جدید دور کی تمام ایجادات کا محور اسلام ہے:-

بیسویں صدی کی تمام ایجادات اور جدید ٹیکنالوجی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں اسلام ہی کی حقانیت اور صداقت کا اعلان کر رہی ہیں۔ ہمارے ہی علوم کی ریزہ چینی سے تحقیق و ریسرچ کے ہر شاہکار نے ہمارے ہی اسلام کی عظمت کو آشکار کیا۔ جدید ترقی ہر چیز کی چھان پھٹک اور شکست و ریخت کا نام ہے۔ اسلام سے پہلے تحقیق و ریسرچ نام کی کوئی چیز رائج نہ تھی۔ مسلمانوں کے علمی ذخیروں سے صرف نظر کرنے کے بعد

Scanned with CamScanner

بھی ایک انسان لازمی طور پر جان سکتا ہے کہ آج سائنس نے جن جن چیزوں کی ریسرچ کی ہے۔ اسلام سے پہلے یہ تمام چیزیں ایک معبود کی حیثیت سے دنیا میں معروف تھیں۔ سورج اور چاند کی پرستش کی جاتی تھی۔ پتھروں کی مورتوں کو خدا سمجھا جاتا۔ آگ کے سامنے سر نیاز جھکایا جاتا کئی قومیں درختوں کو حقیقی مالک تصور کر کے انہیں اپنے عقیدہ و محبت کا محور خیال کرتی تھیں۔

ظاہر ہے آپ جس چیز کو مرکز عقیدہ و محبت بنائیں گے اس کی چھان پھٹک شکست و ریخت کا تصور ہی نہیں کر سکتے۔ اسلام دنیا میں پہلا مذہب ہے۔ جس نے سب سے پہلے ایک ہی مالک و خالق اور ایک ہی معبود حقیقی کا راستہ بتا کر ہر قسم کے دوسرے خداؤں اور معبودوں کے تصور کو باطل قرار دیا۔ ان کی مرکزیت اور ربوبیت کا پردہ چاک کیا انہیں ایک حقیر اور ادنیٰ مخلوقات کے طور پر انسان کا خادم قرار دیا۔ سورج اور چاند، دن اور رات، درخت اور پتھر کو انسان کے مقابلے میں ایک حقیر مخلوق قرار دیا۔

قرآن نے واضح کیا کہ یہ تمام چیزیں انسان کے لئے تسخیر کر دی گئیں۔

ارشاد ہے کہ!

وسخر لکم اللیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذالک لایت لقوم یعقلون

(سورۃ النحل پ ۱۴ القرآن)

"اور تمہارے لئے رات، دن، سورج، چاند اور ستارے خدا کے حکم سے مسخر کر دیئے گئے ہیں بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نشانی ہے۔"

اسلام کی ان واضح تصریحات کے بعد جب مذکورہ چیزوں سے الوہیت کا تصور باطل ہوا تو اب ہر عہد میں ان کی چھان پھٹک شروع ہوئی۔ ان پر ریسرچ اور تحقیق ہونے لگی۔ نت نئے حقائق دریافت ہونے لگے۔ نئی نئی ترقیات ظاہر ہوئیں۔ ایک خدا کی کارسازی

Scanned with CamScanner

اور ایک ہی مالک کی وہ کرشمہ سازی جو ہر مخلوق کی تہہ میں مضمر تھی آشکار ہونے لگی۔ ہر ذرے سے ایک خدا کی تائید ہونے لگی ہر نئے زاویے سے خالق حقیقی کا تصور روشن ہونے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام سے پہلے جب تحقیق و ریسرچ کا تصور ہی نہ تھا۔ تو سائنس کا وجود بھی متصور نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی سائنس کا موجد اور بانی ہے۔ جس نے ایک طرف ہر چیز کی چھان پھٹک کا راستہ بنایا۔ دوسری طرف بڑے بڑے عقلاء اور دانشمندوں کو یہ کہہ کر جدت طرازی کے راستے پر گامزن کیا۔

وانزلنا الحدید فیه باس شدید و منافع للناس

سورۃ حدید پ ۲۷)

ترجمہ: "اور ہم نے نازل کیا لوہا، جس میں شدید طاقت اور لوگوں کے لئے منافع ہے۔"

جدید سائنسی اکتشافات اور اسلام کی حقانیت:۔

جدید سائنس نے جن باتوں کا اقرار کیا ہے۔ مختصر طور پر انہیں مولانا وحید الدین کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں۔

خدائی نشانیوں سے جدید سائنس کا انکشاف:۔

علامہ وحید الدین کے بقول سائنس دین فطرت کے مطالعے کا نام ہے۔ اور اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے۔ جو دین فطرت ہے۔ دراصل سائنس اور اسلام ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں۔

قرآن عظیم کی درج ذیل تصریح سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہی نے سائنسی اکتشافات کا غازہ نمودار کیا۔

"سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین

لھم انہ الحق" (سورۃ حم السجدہ پ ۲۵)
اب ہم دکھا دیں گے اپنے نمونے دنیا میں اور آپ ان کی جان میں جب تک کہ کھل جاوے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے۔

دور فاروقی کا اہم واقعہ:۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے مقدس دور کا وہ واقعہ جس میں یا ساریہ الجبل کی فاروقی پکار کئی سو میل تک حضرت ساریہ کو خطرے سے آگاہ کر رہی ہے۔ ایڈورڈ گبن کی تاریخ کے حوالے سے یہ واقعہ مستشرقین یورپ میں عام ہوا تو کئی متعصب مورخین نے اس کی صحت سے انکار کیا اور مدینہ منورہ سے کئی سو میل دور ایک خلیفہ کی آواز کے پہنچنے کو بعید از عقل قرار دیا۔

لیکن جب سائنسی ترقی نے وائرلیس اور مائیکروپر مشین ایجاد کی تو مادیت کے پرستار حضرت عمرؓ کی روحانی قوت کی تصدیق کئے بغیر نہ رہ سکے۔

قبر کے واقعات سے تصدیق:۔

انسان کے مرجانے کے بعد قبر میں جب برزخی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، تو سب سے پہلے ہر انسان سے اسلامی تعلیم کے مطابق سوال ہوتا ہے تیرا رب کون ہے؟ اور اس کے بعد اس کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پیش کر کے سوال ہوتا ہے۔ من ہذا الرجل "یہ آدمی کون ہے" اگر دنیا میں وہ اسلام پر عمل پیرا رہا ہو گا۔ تو یقیناً تائید ایزدی سے سوالوں کا صحیح جواب اس سے بن جائے گا ورنہ ہرگز نہیں۔

اسلام کے اس نظریئے کا سب سے پہلے جرمنی مستشرقین نے مزاق اڑایا کہ ایک آدمی کیونکر ہزاروں انسانوں کی قبروں میں بیک وقت موجود کیا جاسکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ٹیلی ویژن کی ایجاد نے ایک آدمی کو بیک وقت جب دنیا بھر کے ہر گھر میں پہنچا دیا تو مطالعہ فطرت کی حامل سائنس اسلام کی روحانی طاقت پر مہر بلب ہو گئی۔

واقعہ معراج پر جدید سائنس کی تصدیق:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی طور پر آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ آپ کا معراج جسمانی اسلام میں اہم ترین واقعہ مانا جاتا ہے۔ کئی لوگوں نے ایک آدمی کے آسمانوں پر بغیر ظاہری وسائل کے جانے اور راتوں رات واپسی کو محال قرار دیا۔ اب جبکہ سائنسی ایجادات ظاہر ہوئیں ایک عام آدمی چاند اور خلاء کے سفر پر چل نکلا، تو آپ کے معراج کی تصدیق کرنے پر ہر منکر مجبور ہوا۔

میری معلومات میں یورپ نے اسلامی تعلیمات میں سب سے زیادہ اعتراض چار شادیوں پر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو ہدف تنقید بنایا۔ دنیا نے اس قانون کو وحشی قانون قرار دیا۔ اس کے نزدیک یہ قانون عورتوں کے ساتھ ناانصافی تھی۔ مرد و زن میں مساوات کے خلاف تھی۔ ان اعتراضات پر مبنی کتابیں ابھی لائبریریوں میں سجی ہوئی ہیں کہ ساری یورپین دنیا مرد کے ساتھ ایک سے زیادہ شادیوں کی ضرورت کا اقرار کرنے لگی ہے۔

چار شادیوں کی اجازت جدید دور کی ضروریات کی تکمیل کا نام ہے:۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد تمام ممالک میں جو جنگوں میں شریک تھے۔ یہ صورت حال پیش آئی کہ عورتیں زندہ رہیں مرد کثرت سے ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ مردوں کی تعداد کم اور عورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ جس کا اثر ابھی تک باقی ہے۔ ۱۹۵۵ء کے اعداد و شمار کے مطابق جاپان میں ہر ایک مرد کے مقابلے میں آٹھ عورتیں تھیں۔ اس جنگ کا

سب سے زیادہ اثر جرمن پر پڑا۔ جہاں بے شمار بیوہ اور کتنے بچے یتیم ہو گئے اور لڑکیوں کے لئے شوہر ملنا مشکل ہو گئے۔ اس کی وجہ سے ان ملکوں میں لاوارث اور ناجائز بچوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ جو یتیم ہو گئے تھے ان کا کوئی وارث نہیں رہا۔ جو عورتیں شوہروں سے محروم ہو گئیں تھیں انہوں نے فطری تقاضوں سے مجبور ہو کر اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے ناجائز طریقے اختیار کرنے شروع کر دیئے۔ غیر اخلاقی سرگرمیوں کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جرمنی میں بعض عورتوں کے گھروں پر اس قسم کا بورڈ نظر آنے لگا۔

Wanted an Evening Gust.

(رات گذارنے کے لئے ایک مہمان چاہیے۔)

جیمز کیمرون James Cameron دوسری جنگ عظیم میں جرمنی میں نامہ نگار تھے۔ اس کی یادداشت میں لکھا ہے۔

"جنگ کے خاتمہ پر جب میں برلن گیا تو شکست خوردہ شہر بنیادی طور پر بھوکی طوائفوں (Hungry Whares) سے بھرا ہوا تھا۔"

مغربی ذہن اور جدید سائنس کے علمبرداروں نے صریح طور پر اپنی غلطی کا اقرار کر لیا ہے کہ نکاح کے معاملے میں جس اصول کو مغرب نے اختیار کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سماج کو فحاشی میں مبتلا کر کے بے شمار جرائم کا دروازہ کھول دیا جائے، جبکہ اسلامی اصول معاشرہ کو کئی نقصانات سے بچا لیتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلام جدید ترقیات کا علمبردار ہے۔ یہ کسی ایسے مذہب کا ہم خیال بھی نہیں جو جدید انکشافات اور سائنس ٹیکنالوجی کو عقل اور مذہب سے ماورا قرار دے بلکہ اس کا مطمع نظر انسانیت کی فلاح، ترقی، خوشحالی اور صفائی، اعلیٰ اقدار خوبصورت معاشرہ اور باہمی محبت و یگانگت سے معمور ایسی سوسائٹی ہے جو ایک طرف اخلاق کی

Scanned with CamScanner

بلندیوں پر پرواز کرے اور دوسری طرف انسانیت کو مقصد زندگی اور دینوی نصب العین سے ہم آغوش کرے ایک طرف اس کے مالک کا راستہ دکھلائے دوسری طرف کی جدت طرازی کا باب کھول کر مالک تحقیق کی کرشمہ سازیوں سے کرے۔ اس کے کارخانہ قدرت کا نظارہ کرے، مالک کے حیرت انگیز قدرتی عطیات اور نوازشوں سے باریاب ہو کر اس کے سچے راستے پر حیات مستعار کی عمارت استوار کرے۔

Scanned with CamScanner

انیسواں باب

اسلام میں غلاموں کے حقوق

عہد رسالت ؐ سے پہلے دنیا بھر کا کوئی ملک ایسا نہ تھا جہاں طاقتور قبائل فاتح و حاکم بن کر مفتوح و محکوم عوام کو غلام نہ بناتے ہوں۔ غلامی کے رواج میں سب سے زیادہ دخل لڑائیوں کو حاصل تھا۔ ان میں جو شکست خوردہ گرفتار ہو جاتے ان کو یا تو قتل کر دیا جاتا یا معاوضہ لے کر چھوڑ دیا جاتا یا غلام بنالیا جاتا جو عمر بھر کے لئے غلام بن جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ غلاموں اور لونڈیوں کی تجارت شروع ہوئی۔ دنیا کی کوئی قوم اور ملک اس رواج سے خالی نہ رہا تھا۔ مصر، ہندوستان، یونان، روم اور ایران ہر طرف غلامی کے مہیب سائے پھیلے ہوئے تھے۔ خود یورپ میں تو انیسویں صدی تک غلامی رائج رہی۔ یورپین قومیں صرف قیدیوں کو ہی نہیں بلکہ مفلس اور غریب عوام کو بھی زبردستی غلام بنالیتی تھیں۔ غلاموں کی حیثیت جانوروں سے بھی بدتر تھی۔ آقا ان کی جان تک کا مالک ہوتا تھا۔ غلاموں کے قتل کی بھی کوئی سزا مقرر نہ تھی۔ ان سے حیوانوں کی طرح مشقت لی جاتی تھی۔ ان کی ساری املاک کا مالک بھی آقا ہوتا تھا۔ قریب قریب ساری دنیا میں غلاموں کو اس طرح گویا کہ زنجیروں ہی میں جکڑا گیا تھا۔ شاہ معین الدین ندوی کے مطابق یہودیوں نے غلاموں کو کچھ حقوق دیئے تھے اور روم نے بھی غلامی میں اصلاح کی کوشش کی لیکن معاشرے میں ان کو انسانیت کا مقام حاصل نہ ہو سکا۔ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے۔ جس نے دوسرے مظلوم طبقوں کے حقوق کی آواز بلند کی ظلم و جبر کی چکی میں پسے ہوئے غلاموں کیلئے ایسے ایسے اصول وضع کرنا شروع کئے جس سے رفتہ رفتہ غلامی ختم ہونا شروع ہو گئی

اسلام ہی نے سب سے پہلے غلام کو بھی پورے انسانی حقوق عطا کئے اور ان کو اونچا

Scanned with CamScanner

کرنے کی کوشش کی اس زمانہ میں ساری دنیا میں لونڈی غلام ایسے ناگزیر ضرورت بن گئے تھے جن کو ختم نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے اسلام نے اسکو ختم تو نہیں کیا لیکن غلامی میں اتنی اصلاحیں کیں اور غلاموں کو اتنے حقوق دیئے اور آقا پر ان کی اتنی ذمہ داریاں عائد کر دیں کہ غلامی کی شکل بالکل بدل گئی بلکہ غلام آقا کے خاندان کا ایک فرد بن گیا اس کی آزادی اور ترقی کی راہیں کھل گئیں۔

اسلام نے غلامی میں پہلی اصلاح یہ کی کہ جنگ کے قیدیوں کے علاوہ کسی آزاد شخص کو غلام بنانا جرم قرار دیا۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں سے جھگڑا کرے گا ان میں سے ایک وہ شخص ہو گا جو کسی آزاد انسان کو غلام بنا کر بیچ دے"

دوسری جگہ آپؐ نے فرمایا

"اللہ تعالیٰ آدمیوں کی نماز قبول نہ کرے گا ان میں ایک وہ شخص ہے جو آزاد شخص کو غلام بنائے۔"

غلاموں کی آزادی پر اجر و ثواب:۔

اسلام ہی وہ دین رحمت ہے جس نے غلاموں کی آزادی کو بہت بڑی عبادت اور ثواب قرار دیا۔

غلاموں کو مارنے کی ممانعت:۔

○ حضورؐ نے فرمایا۔ "بدترین آدمی وہ ہے جو تنہا کھانا کھاتا ہے اپنے غلام کو تازیانہ لگاتا ہے مگر اس کو کچھ دیتا نہیں مشکوۃ (باب النفقات)

Scanned with CamScanner

لونڈی غلاموں کی شادیوں کا حکم:-

○ قرآن عظیم کا بیان ہے

وانکحو الایامی منکم والصالحین من عباد کم وامائکم ان یکونو فقراء یغنهم الله من فضله

(سورۃ نور پ۱۸ القرآن)

"اور اپنی بیواؤں کا نکاح کراؤ اور تمہارے غلاموں میں جو نیک بخت ہوں اُن کا نکاح کر دو اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا"

○ خود آنحضرت ﷺ کا سلوک اپنے غلاموں سے یہ تھا کہ آپؑ نے ایک غلام زید بن حارثہ کو منہ بولا بیٹا بنالیا تھا اور لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے پھر آپؑ نے اسی غلام کے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ملک شام کے لشکر کا سپہ سالار بنایا اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کو ان کا ماتحت بنا دیا۔

○ تاریخ اسلام میں غلام آقاؤں کے ہمسر ہوئے اسلام کی تاریخ غلاموں کی عظمت اور انکے کارناموں سے بھری پڑی ہے ان صحابہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر، سالم، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ وغیرہ غلام ہی تھے جن کے سامنے سرداران قریش اور والیان قبائل کی گردنیں بھی جھک جاتی تھیں۔

○ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے

اعتق النسمته وفک الرقبه

"غلام کو آزاد کرو اور گردن کو چھڑاؤ۔"

اس ترغیب کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام بڑی تعداد میں غلاموں کو آزاد کرتے تھے

Scanned with CamScanner

حضرت عائشہ ؓ نے اپنی قسم کے کفارہ میں ۴۰ غلام آزاد کئے اسطرح حضرت حکیم بن حزام نے ۱۰۰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۰۰۰ ذوالکلاع حمیری نے ۸۰۰۰ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کئے۔

اسلام نے غلاموں کی آزادی کے ذرائع نکالنے کے ساتھا ساتھ غلاموں کے تمام حقوق آزاد انسانوں کی مثل قرار دیئے۔

○ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ حضور ؐ نے فرمایا۔

"لونڈی غلام تمھارے بھائی بہن ہیں، خدا نے ان کو تمھارے ماتحت کر دیا ہے تو جس کے بھائی بہن کو اللہ تعالیٰ اسکے ماتحت کر دے، اس کو چاہیے کہ جیساوہ خود کھاتا ہے ویساہی اسکو کھلائے اور جیسا خود پہنتا ہے ویساہی اسکو پہنائے نہ اس کو ایسے کام کی تکلیف دے جو اس کی طاقت سے باہر ہو، اگر کبھی ایسا کام آجائے تو خود اس کام میں ان کا ہاتھ بٹائے"۔ (صحیح بخاری)

○ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا جو خود کھاتے تھے وہی غلاموں کو کھلاتے تھے جو خود پہنتے تھے وہی غلام کو پہناتے تھے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگوں میں سے کسی کا خادم کھانا تیار کر کے لائے تو چونکہ اس نے کھانے کی تیاری میں آگ کی گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے اس لئے اسکو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاؤ اگر کھانا کم ہو تب بھی اسکے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دینے چاہئیں" (مسلم شریف کتاب الایمان)

○ اسلام غلاموں کی محبت اور انکے حقوق میں یہاں تک چلا گیا کہ آنحضور ؐ نے فرمایا "لونڈی غلام کو لونڈی غلام نہ کہنا چاہیے تم سب خدا کے غلام ہو، اور تمھاری عورتیں خدا کی باندیاں ہیں اس لئے لونڈی غلام کو میری لڑکی اور میرے لڑکے کہنا چاہیے بعض روات میں میرا بیٹا اور میری بیٹی کے الفاظ ہیں۔ (کنز العمال ج ۵)

Scanned with CamScanner

بیسواں باب

اسلام اور غیر مسلم اقوام

غیر مسلم رعایا کے حقوق:-

اسلام غیر مسلم رعایا (ذمیوں) کیلئے بھی اسی طرح رحمت اور امن کا پیامبر ہے جس طرح وہ اپنی مملکت کے مسلمانوں کیلئے ہدایت وفلاح کا ذریعہ ہے تاریخی شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام نے اپنی مملکتوں میں غیر مسلموں کو اتنے حقوق عطا کئے ہیں جتنے کہ خود انہیں ہم مذہب حکومتوں میں بھی حاصل نہ تھے ان کی حیثیت خود اپنوں کے ہاں غلاموں سے بدتر تھی ان کے ذمہ سرمایہ داروں کے لئے خون پسینہ ایک کرنا سامان عیش مہیا کرنا تھا اور خود سرمایہ دار انہیں نان جویں تک عطا نہ کرتے تھے ان کے ادنی ادنی قصور پر انہیں وحشیانہ سزائیں دی جاتی تھیں، ہندوستان میں اچھوتوں پر آئے دن کے مظالم عہد قدیم ہی کی یادگار ہیں ظہور اسلام کے وقت یہی حال دنیا بھر کی تمام غیر مسلم حکومتوں بالخصوص ایران اور روم میں تھا۔

اسلام نے یہود ونصاری، ہندومت، مشرکوں اور دیگر وغیر مسلم اقوام سے جو بھی معاہدہ کیا اس سے سرمو انحراف نہیں کیا ہر اقلیت کو اتنے حقوق عطا کئے جس کی مثال اس سے پہلے کی کسی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔

طوالت کے بغیر ہم یہاں آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کے چند معاہدوں کی عبارات نقل کرتے ہیں جو آنحضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سمیت مختلف غیر مسلموں سے ان کے حقوق کے بارے میں تحریر کئے تھے ان معاہدوں کے ایک ایک لفظ

Scanned with CamScanner

سے اسلام کی عالمگیر رحمت اور غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں اسلام کی عالی ظرفی کا اندازہ لگانا بہت سہل ہو گا۔

☆ "والنجران و ما شیتھا جوار اللہ و ذمتہ محمد النبی علی انفسھم و ملتھم وارضھم واموالھم و غائبتھم و شاھدھم و غیر ھم و بعشھم و امثلتھم لایغیر ماکانوا علیہ ولا یغیر حق من حقوقھم و امثلھم ولایفتن اسقف من اسقفیتہ ولا راھب من رھبانیتہ ولا واقہ من وقایتہ علی ماتحت ایدیھم من قلیل او کثیر ولیس علیھم رھق ولا دم جاھلیتہ ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطا ارضھم جیش من سال منھم حقا فبینھم النصف غیر ظالمین ولامظلومین بنجران ومن اکل منھم ربا من ذی قبل فذمتی منہ بریئتہ ولا یوخذ منھم اجل بظلم آخر ولھم علی مافی ھذہ الصحیفتہ جوار اللہ و ذمتہ محمد النبی ﷺ ابدا حتی یاتی امر اللہ مانصحوا واصلحوا فیما علیھم غیر مکلفین شیئا بظلم" (از فتوح البلدان صفحہ ۷۲ بلاذری)

ترجمہ: نجران اور اس کے اطراف کے (عیسائی) باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے قاصد، ان کی عورتیں اللہ کی امان اور اس کے رسول ﷺ کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔ نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی، نہ صورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقیفت سے، کوئی راھب اپنی

Scanned with CamScanner

رھبانیت سے اور کلیسا کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا، ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی، نہ ان پر عشر لگایا جائے گا، نہ اسلامی فوج ان کی زمین پامال کرے گی، ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے گا تو ان کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا، ان سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہے، اس دستاویز میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے پورا کرنے کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد ﷺ کی ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ اس کے بارے میں خدا کا کوئی حکم نازل ہو۔ جب تک وہ مسلمانوں کے خیرخواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط طے کی گئی ہیں، ان کی پابندی کی جائے گی۔ ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔"

یہ تھی وہ پہلی دستاویز جس کو خلافت راشدہ کے پورے دور میں بنیادی منشور اور اساسی لائحہ عمل کی حیثیت حاصل رہی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک دنیا بھر کے جس غیر مسلم سے سابقہ پڑا، جن اقوام سے مذاکرات ہوئے، جن ملکوں کو فتح کیا گیا، جن کو اسلامی مملکت میں جگہ دی گئی، ان تمام مواقع پر آنحضرت ﷺ کا یادگار معاہدہ اور امان نشان راہ کا کام دیتا رہا۔

بیت المقدس کے عیسائیوں کے حقوق کا اعلان:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس کے موقع پر عیسائیوں کو جو حقوق دیئے، ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

☆۔ " ھذا ما اعلن عبداللہ عمر امیر المؤمنین اھل ایلیا من الامان اعطاھم امانا لانفسھم و اموالھم وکنائسھم وصلباتھم مقیھا و برتیھا وسائر لمنھا

Scanned with CamScanner

انہ لاتسکن کنا سہم و لاتہدم و لاینتقص منہا و لا من حیزہا و لا من لیبہم و لا من شئی من اموالہم و لایکرہون علی مہم و لایضار احد منہم و لایسکن بایلیا معہم من الیہود و علی اہل ایلیا ان یعطوا الجزیتہ کما یعطی اہل المدائن و علیہم ان یخرجوا منہا الروم"

ترجمہ: "یہ وہ امان ہے جو خدا کے بندے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے ایلیا کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لئے ہے۔ ان کے گرجوں میں نہ سکونت اختیار کی جائے گی، نہ وہ گرائے جائیں گے، نہ ان کو اور ان کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ نہ مذہب کے معاملہ میں ان پر جبر کیا جائے گا، نہ ان میں کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے ساتھ کوئی یہودی نہ رہے گا۔ ایلیا والوں کا فرض ہے کہ وہ دوسرے شہروں کی طرح جزیہ ادا کرتے رہیں۔ یونانیوں کو اپنے شہر سے (بے شک) نکال دیں، جو شہر سے نکلے گا، اس کی جان و مال بھی محفوظ رہے گی۔ جب تک وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائے اور جو ایلیا (بیت المقدس) میں رہنا چاہے، اس کو بھی امن ہے، جزیہ اس پر بھی لازم ہوگا، جو شخص اپنی جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہے، تو وہ اور ان کے گرجے اور صلیب بھی محفوظ رہیں گے۔

جو کچھ اس میں تحریر ہے، اس پر خدا، اس کے رسول، خلفاء اور عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ ادا کرتے رہیں۔ (طبری جلد ۵، صفحہ ۲۴۰۵)

بیت المقدس سمیت جو ملک اور قومیں فتح کی گئیں، ہر ایک کو اس کے مذہب کے مطابق نہ صرف یہ کہ امان دی گئی بلکہ ان کے تمام مذہبی حقوق کی حفاظت کی گئی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں حیرہ کے عیسائیوں سے معاہدہ:-

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ کیا اس میں ان کے مذہبی حقوق کے تحفظ کے بارے میں ایسے الفاظ درج تھے جس کے مطابق مسلمانوں کی طرح انہیں تمام حقوق میسر آتے تھے۔

خلافت راشدہ کے دور میں غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت:-

خلفاء راشدین کے دور میں ایمان کے بعد سب سے زیادہ جان و مال کی حفاظت پر زور دیا جاتا تھا۔ قتل کے بعد قصاص میں کوئی نرمی نہیں برتی جاتی تھی، اس سلسلے میں چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

غیر مسلم کے قتل پر قتل کی سزا:-

☆ ایک بار قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاتل کو گرفتار کر کے مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا، ورثاء نے اسے قتل کر دیا۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مسلمان نے ذمی (غیر مسلم، پناہ گزین) کو قتل کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمان کے قتل کا حکم دیا لیکن مقتول کے بھائی نے خلیفہ کے سامنے آکر معافی کا اعلان کر دیا، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کیا تم نے کسی دھمکی میں آکر تو معاف نہیں کیا۔" (نصب الرایہ)

☆ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عیسائی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے تھے۔ دور خلافت میں قتل کے عام واقعات نہایت کم پیش آئے۔

Scanned with CamScanner

مال کی حفاظت:۔

خلفاء راشدینؓ نے ممالک مفتوحہ کی زمینیں غیر قوموں کے پاس ہی رہنے دیں۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کا خریدنا بھی مسلمانوں کے لئے ناجائز قرار دے دیا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام فوجیوں کو دوسرے ملکوں میں زراعت کے پیشے سے روک کر اپنے اپنے ملکوں میں زراعت کی اجازت دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک مسلمان اور یہودی کی جائیداد کا تنازعہ آپ کی عدالت میں پیش ہوا۔ آپ نے دلائل سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا، خلافت کے دور میں کوئی شخص کسی کے مال اور جائیداد پر ناجائز قبضہ نہیں کر سکتا تھا۔ ڈکیتی، چوری اور رہزنی کے خطرات سے ان کا دور مکمل محفوظ تھا۔ ہر مجرم کو موقع پر سزا دی جاتی تھی، سزا ایسی ہوتی کہ معاشرے کو اس سے عبرت حاصل ہوتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں غیر مسلموں کی رائے کا احترام:۔

دور خلافت میں تمام ملکی انتظامات میں رعایا کو شریک کیا گیا، حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کو اپنی قوم سے متعلق اصلاحات قائم کرنے اور رائے دینے کی آزادی تھی، چنانچہ عراق کے معاملات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں کے غیر مسلم اہل رائے کی تجویز کو منظور کیا۔
(کتاب الخراج صفحہ ۲۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء کے دور میں غیر ملکیوں کے ساتھ ملکی افراد کو تجارت کی مکمل آزادی تھی۔ مصر کے قبطی اور افریقہ کے افراد مال تجارت لیکر عرب میں آتے اور یہاں کے تاجر دوسرے ملکوں میں اموال تجارت پہنچاتے، دور خلافت میں تجارت مکمل آزاد تھی، کسی قسم کا تجارتی ٹیکس نہیں لگایا گیا تھا۔

Scanned with CamScanner

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے اہم واقعات:۔

☆ غیر مسلموں کے جو لوگ اپاہج اور نادار ہوتے ان کا جزیہ سرے سے معاف کر دیا جاتا تھا اور ان کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا، جیسا کہ حضرت ابوبکر ؓ نے حیرہ کے عیسائیوں کے وظائف مقرر کئے۔ حضرت عمر ؓ نے جذامی عیسائیوں کے لئے بیت المال سے روزینہ مقرر کیا۔ (فتوح البلدان علامہ بلاذری)

☆ حضرت عمر ؓ نے ایک روز ایک بوڑھے یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ (کتاب الخراج صفحہ ۷۲)

خلافت راشدہ کے دور میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی نگہداشت کی مزید تصریحات:۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین حضرت ابوبکر صدیق قرار پائے آپ ؓ آنحضرت ﷺ کے مقرر شدہ معاہدوں پر عمل کر کے ملک شام کے غیر مسلموں کے دل جیت لئے خلیفہ اول کے بعد جب حضرت عمر سریر آرائے خلافت ہوئے تو فتوحات کا سلسلہ دور دور تک پھیل گیا آپ کی فتوحات میں ایک اہم فتح بیت المقدس کی ہے کیونکہ وہ انبیاء اور رسل کا مدفن و مولد اور یہودیوں اور عیسائیوں کا قبلہ ہے اس وقت مسلمانوں کے حریف عیسائی تھے ان حریفوں کو حضرت عمر ؓ نے جو حقوق عطا کئے ان کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔

جرجان کے معاہدہ میں ہے

"ان کی جان و مال اور مذہب و شریعت کے لئے امان ہے ان کی کسی چیز میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔ (تاریخ طبری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر مسلموں کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کی اس قدر پابندی کرتے تھے کہ وقتاً فوقتاً فوجی افسروں اور صوبوں کے گورنروں کو ان کے بارے میں تاکیدی احکام بھیجتے رہتے تھے ایک مرتبہ آپ نے فاتح شام حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے نام درج ذیل خط لکھا۔

"مسلمانوں کو کہو کہ وہ ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں نہ ان کو نقصان پہنچائیں نہ ناجائز طور پر ان کا مال کھائیں ان سے جو شرطیں طے کی گئی ہیں یا جو وعدے کئے گئے ہیں ان کو پورا کیا جائے۔

اسلام میں مساوات و عدل اور حق و انصاف کا اس قدر فوقیت حاصل ہے کہ عہد فاروقی میں قبیلہ بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے حیرہ کے ایک عیسائی (ذمی) کو قتل کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ قاتل کو مقتول کے ورثہ کے حوالے کر دیا جائے اگر وہ چاہیں تو معاف کر دیں چاہیں تو قتل کر دیں چنانچہ قاتل کو ورثاء کے حوالے کر دیا گیا انہوں نے قتل کر دیا۔

خلفاء راشدین بلکہ تمام صحابہؓ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت اعلیٰ فیصلہ کرنے والے تھے ایک مرتبہ آپ کے سامنے ایک ذمی کے قتل کا مقدمہ پیش ہوا جس کو ایک مسلمان نے قتل کر دیا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے قاتل کو قتل کرنے کا حکم دیا اس فیصلہ کے بعد مقتول کے بھائی نے آ کر کہا میں نے قاتل کو معاف کر دیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو لوگوں نے ڈرایا دھمکایا ہے اس نے کہا نہیں قتل کرنے سے میرا بھائی تو مجھ کو واپس نہیں ملے گا ان لوگوں نے معاوضہ دیکر مجھ کو راضی کر لیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"تم جانو، تمہارا کام جانے جس ذمی کی ذمہ داری ہمارے اوپر ہے اس کا خون ہمارے خون کے برابر ہے اور اسکی دیت ہماری دیت کے برابر ہے"

یہ اس دور کی بات ہے جب عدل و انصاف نام کی کوئی چیز غیر مسلم دنیا میں رائج نہ

Scanned with CamScanner

تھی، فتوحات کا مقصد صرف جہاں گیری اور خواہش راری رہ گیا تھا انسانوں کی لاشوں پر تخت طاؤس سجائے جاتے تھے، غلاموں اور لونڈیوں کے ذریعے انسانوں کی تجارت عام تھی ظلم و طغیان کے بازار گرم تھے، عین ایسے موقع پر اسلام کا سورج فاران کی چوٹیوں سے بلند ہوا اس کی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیل گئیں، عدل گستری کے وہ نمونے چشم فلک نے ملاحظہ کیے جس کا کوئی تصور بھی روم ایران کی دو بڑی بڑی سلطنتوں کے یہاں عنق تھا۔

تمت بالخیر

Scanned with CamScanner

شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمن فاروقی کی شہرۂ آفاق تصانیف

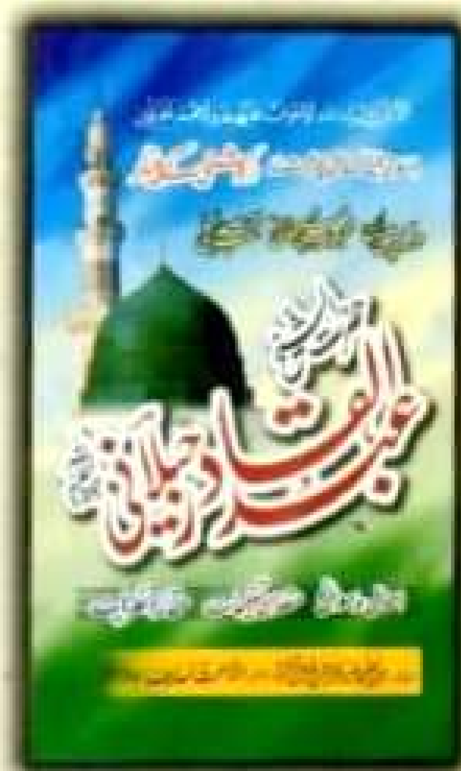

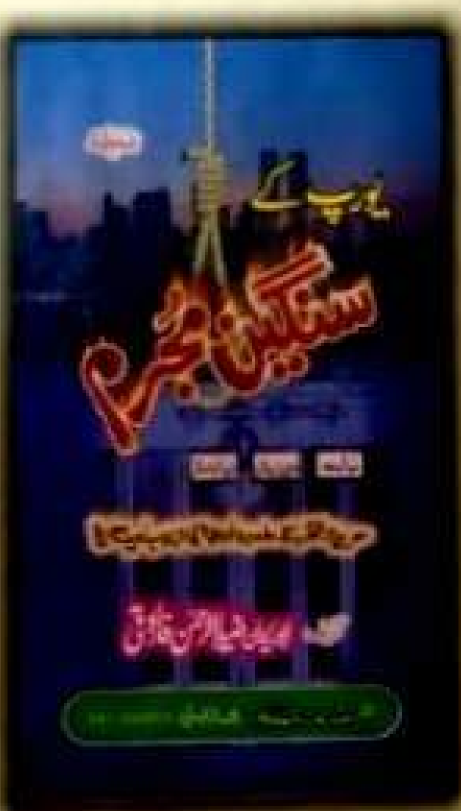

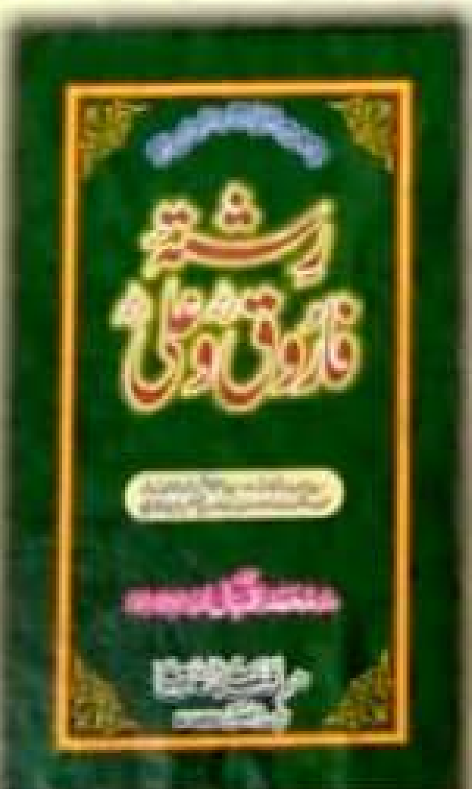

ناشر: اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد 041-640024

Scanned with CamScanner